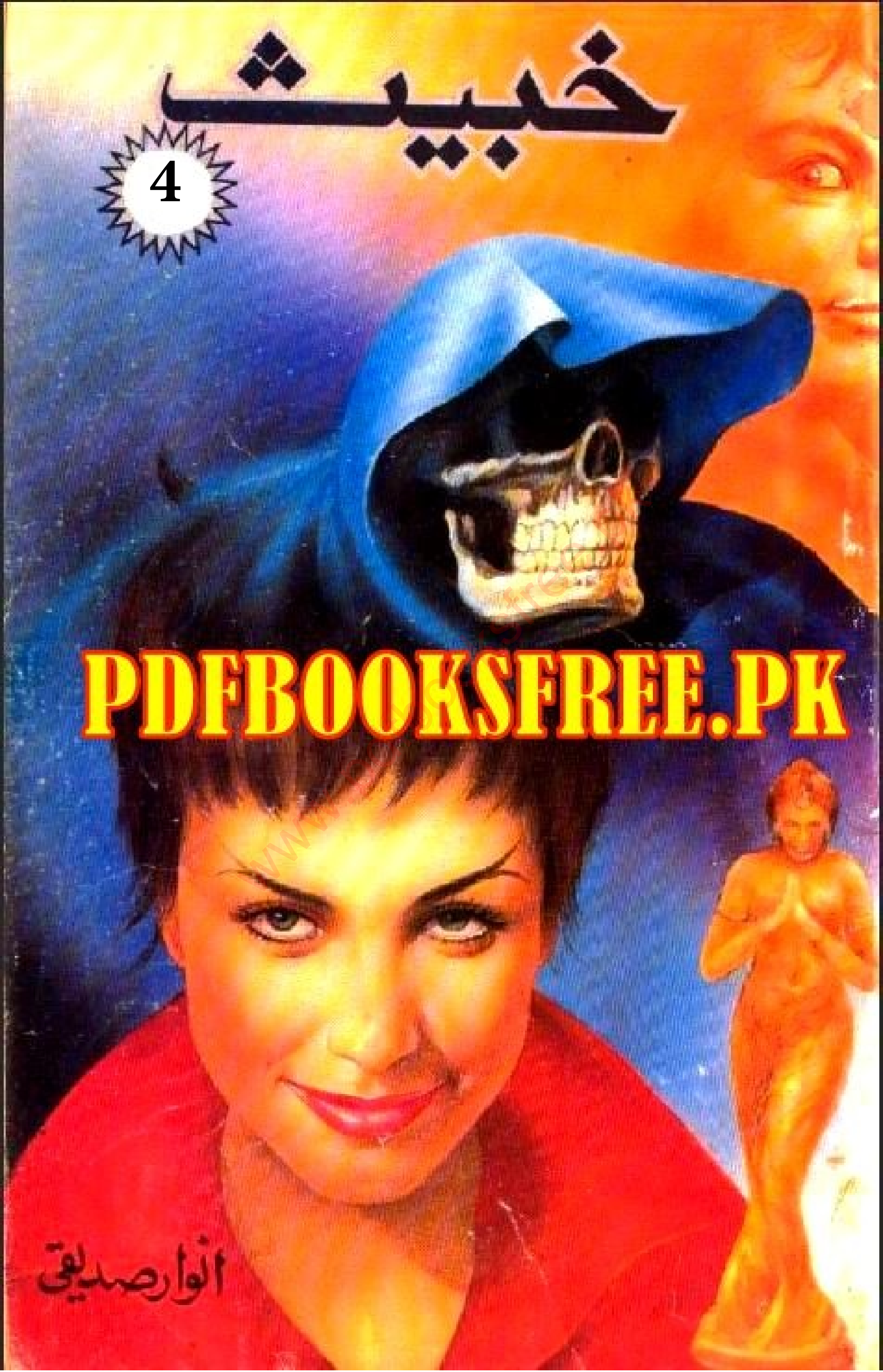

خبیث
4
PDFBOOKSFREE.PK
انوار صدیقی

ایک پراسرار موتی کے حصول کی خاطر ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

خبیث

4

انوار صدیقی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور ۲

ناشر	:	محمد علی قریشی
باہتمام	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیئر اسد پرنٹرز لاہور
بار اول	:	1997ء
سرورق	:	ذاکر
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	-/40 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

سراج سے رابطہ قائم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"مسز شہباز۔" فون ملتے ہی سراج نے کہا۔ "میں آپ کو متعدد فون کر چکا ہوں لیکن۔۔۔"

"مجھے رات دیر سے خبر ملی تھی اس لیے میں نے آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ "تم سناؤ۔ ایمبیسڈر ہوٹل میں تفتیش کا کیا رہا۔"

"بھوشن دیوانہ ہو رہا ہے۔" سراج نے بتایا۔ "بھگوان داس کی موت سے شاید اسے کوئی گہرا دھکا لگا ہے۔"

"لگنا بھی چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کسی بھی کاروبار میں منیجر کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں ہوتی اور ریڑھ کی ہڈی اگر ٹوٹ جائے تو انسان بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"مجھے معاملہ کچھ پیچیدہ نظر آ رہا ہے۔"

"ہر قتل و غارت گری کے پیچھے ہمیشہ پیچیدہ معاملات ہی ہوتے ہیں ورنہ پولیس کے لیے مجرموں کی گوشمالی اتنی مشکل نہ ثابت ہو۔"

"ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کا بیان ہے کہ وہاں پروفیسر مورس کے نام سے ایک شخص نے قیام کیا تھا۔" سراج نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کمرے میں سروس کرنے والے ناتھن نامی اسٹیورڈ کا بیان ہے کہ پروفیسر مورس کی شخصیت اسے بھی مشکوک سی لگی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے معصومیت سے سوال کیا۔

"ناتھن اور ہوٹل کے دوسرے عملے کے بیان کے مطابق بھگوان داس اور ہوٹل کے دو ملازموں کا قتل اسی کمرے میں ہوا جس میں پروفیسر نے قیام کیا تھا۔"

"پروفیسر کا کیا بیان ہے۔"

"وہ حیرت انگیز طور پر قتل کی اس واردات کے بعد ہوٹل کے پچھلے راستے سے فرار ہو گیا۔"

"یعنی یہ۔ گویا قتل بھی پروفیسر ہی نے کیا ہو گا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس نے میک اپ کرنے کے بعد اپنا نام بھی تبدیل کر لیا ہو۔ ورنہ اس کا پراسرار طور پر فرار ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے لیکن کیا ہوٹل کے کسی ملازم نے بھی اسے کمرے سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"ناتھن کو بھی شبہ ہے کہ وہ میک اپ میں تھا۔" سراج نے توقف سے جواب دیا۔ "کمروں میں سروس کرنے کے بعد اس نے اپنے شبہ کا اظہار ہوٹل کے منیجر سے کیا تھا جس نے فوری طور پر بھوشن کو حالات سے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا ہوٹل منیجر ذاتی طور پر اس شبہے کی تصدیق کرنے کا مجاز نہیں تھا؟"

"یہی سوال میں نے بھی کیا تھا لیکن اس نے جواز پیش کیا کہ مسٹر بھوشن کی خاص ہدایت ہے کہ ہوٹل کے کسی کسٹمر کو

کسی بھی حالت میں ڈسٹرب نہ کیا جائے اور اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئے تو اس کی اطلاع بھگوان داس کو دی جائے۔ بھگوان داس چونکہ قتل ہو چکا تھا اس لیے منیجر نے براہ راست بھوشن کو حالات سے باخبر کر دیا۔"

"آپ کا تجزیہ کیا کہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پروفیسر موریس کے میک اپ میں ہونے والی بات درست ہوگی۔" سراج نے اظہار خیال کیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پچھلے راستے سے جانے کے بجائے سامنے سے ہی واپس گیا ہو اور ہوٹل کے عملے نے اسے اس لیے نہ پہچانا ہو کہ واپسی میں وہ بغیر میک اپ کے رہا ہوگا۔"

"ون منٹ۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "جب ہوٹل کے منیجر کا بیان یہ ہے کہ اس نے ناتھن کے بیان کی تصدیق کرنے سے پیشتر بھوشن کو مطلع کرنا ضروری سمجھا تھا تو اس نے قتل کی اطلاع کس بنیاد پر دی؟"

"اس کی اطلاع بھی اسے ناتھن ہی نے دی تھی۔" سراج نے جواب دیا۔ "پروفیسر موریس کے کمرے کا دروازہ چونکہ کھلا تھا اس لیے دوبارہ جب وہ اوپر گیا تو اس نے وہاں لاشیں پڑی دیکھیں تھیں۔"

"بات ہضم نہیں ہو رہی ہے۔" میں نے دیدہ دانستہ الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر فرض کر لیا جائے کہ پروفیسر میک اپ ہی میں تھا تو اس نے دروازہ کھلا چھوڑ کر فرار ہونے کا خطرہ کیوں مول لیا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بھگوان داس اس کمرے میں کیا کرنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمیوں کا ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔"

"اس کے علاوہ بھی مجھے قتل کی اس واردات کی تفتیش کے دوران کچھ اور جھول بھی نظر آئے ہیں۔"

"مثلاً۔"

"جس رات پروفیسر موریس نے جو یقیناً میک اپ ہی میں رہا ہوگا۔ قیام کیا اسی رات اس نے ایک بلی کو بھی گولی مار کر ہلاک کیا تھا۔ ہوٹل کے نائٹ انچارج نے اس کی اطلاع نائٹ ڈیوٹی کلرک کو دی تھی۔ جس نے پروفیسر سے تصدیق کرنی چاہی لیکن پروفیسر نے کسی بلی کے وجود سے انکار کر دیا جبکہ صبح جب ناتھن نے وہاں خون کے کچھ دھبے پردے اور قالین پر دیکھے تو پروفیسر نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ رات کو مرنے والی بلی بالکونی کے راستے اس کمرے میں آگئی تھی۔ پروفیسر نے اندھیرے میں خطرے کی بو سونگھی تو اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔" سراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر صورتحال یہی تھی تو پھر ناتھن کو اس کی اطلاع فوری طور پر دینی چاہیے تھی کہ جبکہ اس نے روم سروس مکمل کرنے کے بعد منیجر کو اس امر سے آگاہ کیا تھا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی لینے والے انداز میں پوچھا۔

"جائے وقوع پر ملنے والے خون کے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کو کمرے کے اندر ہی قتل کیا گیا تھا لیکن وہاں ایسے نشانات بھی واضح طور پر موجود پائے گئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی لاش کو واش روم تک کھینچا گیا تھا اگر وہ کسی چوتھے آدمی کا خون تھا تو پھر اس کی لاش کہاں گئی؟ دوسری صورت میں اگر وہ صرف زخمی ہوا تھا اور اس نے پروفیسر کے فرار ہونے کے بعد کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تھی تو پھر خون کے ان نشانات کو دروازے کی سمت جانا چاہیے تھا۔"

"اس کا جواب تو زخمی ہو کر فرار ہونے والا ہی دے سکتا ہے۔" میں نے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "بھوشن نے اس قتل کی کیا وجہ بیان کی ہے۔"

"ابھی اس نے کسی شے کا اظہار نہیں کیا لیکن مجھے اس کی گفتگو سے یہی اندازہ ہوا ہے کہ وہ قتل کے کچھ پہلوؤں سے ضرور آگاہ ہے۔"

"کیا ہوٹل کے منیجر یا بھوشن نے اس بات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ بھگوان داس اپنے دو آدمیوں کے ساتھ پروفیسر کے کمرے میں کیا کرنے گیا تھا۔"

"میں نے پوچھا تھا لیکن وہ الٹا مجھ پر ہی چڑھ دوڑا۔" سراج نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "اس نے مجھے دبی زبان میں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اگر میں نے ایک ہفتے کے اندر اندر قاتل کو تلاش نہ کیا تو وہ میرا شمار بھی ان ناکارہ اور ناتجربہ کار افسروں میں کرے گا جو یا تو پولیس کی ملازمت کے اہل نہیں ہوتے یا پھر مٹھی اور جیب گرم کرنے کے بعد پردہ پوشی سے کام لیتے ہیں۔"

"یہ بھوشن کی کمینگی ہے جو وہ آپ کی ذات پر شبہ کر رہا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر قدرے معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "لیکن آپ کو بھوشن سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس کی پہنچ کتنے اوپر تک ہے۔" سراج نے خلاف توقع ایک گالی بھوشن کی شان میں چٹخاتے ہوئے کہا۔ "چھوٹے موٹے منسٹر تو اس کی جیب میں ردی کاغذ کی طرح پڑے ہوتے ہیں۔"

"لیکن ماہ رخ اگر آپ کے ساتھ ہے تو پھر بھوشن کے فرشتے بھی۔"

"وہ ایک علیحدہ پریشانی ہے۔" سراج نے میری بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔ "موصوفہ نے بھی اغوا قبل از وقت کے سلسلے میں شور پکار مچا رکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"ایک طریقہ ہے میرے ذہن میں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ ماہ رخ کو خود ہی اغوا کرا لیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی کا ثبوت پیش کیا۔ "اس طرح وہ اغوا ہونے کے اصل خطرے سے بھی محفوظ رہے گی اور آپ کے قریب رہ کر بھوشن کے خطرے سے بھی آپ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔"

"میری جان پر بنی ہے اور آپ کو مذاق کی سوجھ رہی ہے۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں نے سنجیدہ ہونے کی کوشش کی۔ "کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں فون پر نہیں کر سکتا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ایک دو روز میں آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایز یو وش۔ آئی ایم ایٹ یور ڈسپوزل۔"

میں نے ریسیور رکھ کر بھوشن کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ بھگوان داس اس کا بہت اہم آدمی تھا جس کی موت نے یقیناً اسے دیوانہ کر دیا ہوگا ورنہ سراج جیسے تجربہ کار پولیس افسر کے ساتھ اس کے ہوٹل کے عملے کا وہ رویہ بھی نہ ہوتا جس کا اظہار سراج نے دبی زبان میں مجھ سے کیا تھا۔ ہوٹل کے منیجر ناتھن اور عملے کے دوسرے افراد نے بھگوان داس کے قتل کے سلسلے میں جو بیانات دیے تھے اس میں بھی یقیناً بھوشن کے مشورے کا دخل ضرور رہا ہوگا جو اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے خود کو قانون سے کوئی بالاتر چیز سمجھ رہا تھا۔ یہ بھی میرے حق میں اچھا تھا کہ سراج کو جائے وقوع کی تفتیش کے دوران بہت سارے جھول نظر آ گئے تھے۔ مجھے خود بھی حیرت تھی کہ تینوں لاشوں کو واش روم سے گھسیٹ کر باہر لانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی جب کہ میں خود ان کو واش روم میں منتقل کرنے کے بعد ہی وہاں سے فرار ہوا تھا۔ واپسی کے وقت میں نے دروازہ بھی باہر سے بند کر دیا تھا لیکن ناتھن کے بیان کے مطابق اس نے دروازہ کھلا دیکھا تھا اور تینوں لاشیں اسے کمرے میں سامنے پڑی نظر آئی تھیں۔

حالات کا دھارا میری موافقت میں تھا لیکن پھر بھی لیڈی مکارلس کی ایک بات میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بھوشن بھگوان داس کے قتل کے پس پردہ نہ صرف میرا ہاتھ محسوس کرے گا بلکہ اس بات کی بھی تصدیق کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ پروفیسر موریس کے بھیس میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

ندیم کے کہنے کے علاوہ لندن کے قیام کے دوران خود میں نے بھی لوگوں کی زبانی یہی سنا تھا کہ لیڈی مکارلس کی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ لیڈی مکارلس نے مجھ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ خواہ مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ رہے میری حفاظت کرتی رہے گی۔ اگر اس نے میری حفاظت کی ذمہ داری دل کی گہرائیوں سے قبول کی تھی تو پھر اسے بھوشن کے معاملے میں مجھے قبل از وقت خوفزدہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔

ابھی میں ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ ندیم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی سنجیدگی مسلط تھی۔

"کیا بات ہے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "یہ کل سے تم اس قدر سنجیدگی کا شکار کیوں نظر آ رہے ہو۔"

"مجھے تم سے ایک اہم بات دریافت کرنی ہے۔" ندیم نے میری بات کا کوئی اثر لیے بغیر پوچھا۔ "کیا تم مجھے یہ بتانا گوارا کرو گے کہ وہ کون سا فقیر تھا جس نے تمہیں کلیم کی پیشانی کا داغ دور کرنے کا عمل بتایا تھا۔"

"میری اس کی ملاقات بس اتفاقیہ ہی ہو گئی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جھوٹ بولا۔ "وہ ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا چاک سے الٹی سیدھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔ کچھ بچے اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ میں محض تفریحاً اسے چھیڑنے کی خاطر اس کے قریب گیا۔ سٹے کا نمبر پوچھا تو وہ میری جانب غصے سے گھورنے لگا پھر اس نے کسی پیش بندی کے بغیر مجھے کلیم کے سلسلے میں ایک عمل پڑھنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہ حیرت انگیز طور پر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ یقیناً کوئی پہنچا ہوا فقیر تھا ورنہ اچانک غائب ہونے کی قدرت بھلا کیسے حاصل کر سکتا تھا۔"

"وہ عمل کیا تھا؟"

"یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ میں نے اس عمل کو زبانی یاد کر لیا تھا اور مقررہ تعداد میں پڑھا بھی تھا لیکن اب مجھے اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں آ رہا۔" میں نے سنجیدگی کو برقرار رکھا۔ "ویسے کیا تم چشم دید گواہ نہیں ہو کہ کلیم کی پیشانی کا وہ داغ جس کے بارے میں ڈاکٹر بھی پرامید نہیں تھے اس فقیر کے کہنے کے مطابق ایک ہی رات میں چھو منتر ہو گیا۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"جو حکم عالی جاہ۔" میں نے ندیم کو چھیڑنے کی کوشش کی۔

"مافوقی قوتوں کے جال سے بچنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے خلاف کوئی نئی سازش تیار کر رہی ہوں۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا پھر تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆

دفتر جاتے وقت بھی میرا ذہن انہی باتوں میں الجھا تھا جو بھگوان داس کے قتل کے بعد سامنے آ رہی تھیں۔ سراج نے جو تفتیش کی تھی اور جن خیالات و شبہات کا اظہار کیا تھا وہ

میرے حق میں تھے۔ اسے میری ذات پر ذرہ برابر شک نہیں تھا لیکن لیڈی سکلارس کی پیش گوئی میرے ذہن کو پراگندہ کر رہی تھی۔

ندیم کی خفگی بھی میرے لیے معنی خیز تھی۔ قسیم کی پیشانی کے داغ ہر چند کہ غائب ہو چکے تھے مگر وہ اسے بھی کسی طاغوتی طاقت کا چمتکار سمجھ رہا تھا۔ اس کے آخری جملوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا مگر اس کے باوجود میرا دل گواہی دے رہا تھا وہ میری طرف سے بے خبر نہیں ہوگا۔ یہ ممکن تھا کہ پبلک لائبریری کے بعد اس کے آدمی اس لیے ڈاج کھا گئے ہوں کہ میں میک اپ کرنے کے بعد عقبی راستے سے نکل گیا تھا لیکن وہاں سے میری اچانک گمشدگی بھی اس کے لیے دو اور دو چار کرنے کے لیے بہت تھی۔ میرا دل اب بھی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ندیم کے آدمی میرے تعاقب یا نگرانی سے باز آ گئے ہوں گے۔ ندیم کے پاس ایسے بے شمار آدمی تھے جو اپنے فن میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ میک اپ کے بھی ماہر تھے۔ میک اپ کے فن سے مجھے لندن میں ماریا نے ٹریننگ دی تھی۔ میں ماسٹری اور راجو کے کارنامے بھی دیکھ چکا تھا۔ وہ دونوں کسی چھلاوے سے کم نہیں تھے۔

میں نے کار کے عقبی آئینے پر نظر ڈالی۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی ندیم کے کچھ ماتحت میرا تعاقب ضرور کر رہے ہوں گے۔ بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کے قتل کے بعد ندیم نے میرے اوپر نگرانی کے پہرے اور سخت کر دیے ہوں گے۔ بھوشن کے مریض کو ہوٹل منتقل کرنے کے بعد ندیم ہی نے مجھے ا۔ مبسیڈر کے بارے میں یہ حقیقت بتائی تھی کہ اس میں بھوشن کا بھی خاصا بڑا شیئر ہے۔ بھگوان داس کا قتل بھی ا۔ مبسیڈر ہی میں ہوا تھا جس نے کم از کم ندیم کو ضرور چوکنا کر دیا ہوگا۔

اچانک کسی خیال کے تحت میں نے دفتر سے نزدیک ہی ایک پبلک فون بوتھ کے آگے گاڑی روک دی پھر نیچے اتر کر بوتھ میں داخل ہوا اور سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے سراج ہی نے کال ریسیو کی تھی۔

"میرے پاس وقت کم ہے ڈی ایس پی۔" میں نے نیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "بھوشن کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر اس نے اب بھی جائداد کے بٹوارے میں میرا مشورہ قبول نہ کیا تو بھگوان داس کے بعد اس کا نمبر بھی آ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم دونوں مرحوم جوزف کی جائداد سے محروم ہو جائیں گے اور ٹرسٹ کاروبار کو سنبھال لے گی۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو۔"

"سوری۔" سراج نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں

دو خطرناک آدمیوں کے درمیان ثالث کا کردار ادا نہیں کر سکتا اس کے علاوہ قانون کی نگاہوں میں تم دونوں کی پوزیشن مشکوک ہے۔"

"صرف بھوشن تمہارے سامنے ہے اس لیے صرف ایک کی بات کرو۔" میں نے تیکھے انداز میں کہا۔ "میرے بارے میں تمہاری دوڑ دھوپ کبھی کارگر ثابت نہیں ہو سکے گی۔"

"بھگوان داس کے قتل کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" سراج نے سوال کیا۔ "اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔"

"جنگ دو فریقوں کے درمیان لڑی جاتی ہے۔ جس میں ان کے آدمی بھی کام آ جاتے ہیں۔ تم تاریخ کی کسی جنگ کے بارے میں پڑھ کر دیکھ لو جس میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بے قصور لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں۔"

"گویا تم اقرار کر رہے ہو کہ پروفیسر مورس کے بھیس میں تم ہی تھے۔"

"تمہاری جگہ کوئی بچہ ہوتا تو وہ بھی یہی سمجھ سکتا تھا۔"

"اس وقت مجھے فون کرنے سے تمہارا اصل مقصد کیا ہے۔" سراج نے ایک اہم سوال کیا۔

"صرف تمہیں یہ بتانا کہ اب عمر کے ساتھ ساتھ تمہاری عقل بھی بوڑھی ہوتی جا رہی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں بدستور نیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "کیا کوئی قاتل اتنا احمق بھی ہو سکتا ہے ہوٹل میں تین آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر فرار ہونے کی حماقت کر سکتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"تم ایک ذہین انسپکٹر ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اب تم ٹریک سے باہر بھی ہونے لگے ہو۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لاش کے بارے میں تم نے یہ اندازہ درست لگایا تھا کہ خون کے دھبوں اور لکیروں سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ کسی ایک یا دو لاش کو واش روم کی جانب گھسیٹا گیا تھا لیکن پھر بھوشن کی موجودگی اور اس کی جھلاہٹ کی وجہ سے تم ٹریک سے ہٹ گئے۔ ویسے میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ ان تینوں کو قتل کرنے کے بعد میں نے بڑے اطمینان سے ان کے مردہ جسموں کو گھسیٹ کر واش روم میں ڈال دیا تھا پھر میک اپ اتارنے کے بعد فرار ہونے سے قبل میں نے کمرے کا دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔"

"پھر لاشوں کو واش روم سے گھسیٹ کر دوبارہ کمرے میں کیوں لایا گیا؟"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے میرا نہیں۔"

"ایک بات ابھی بھی تشنہ رہ جاتی ہے۔" سراج نے تیزی سے پوچھا۔ "بھگوان داس اور اس کے ساتھی تمہارے کمرے میں کیا کرنے گئے تھے کیا ان کو تمہاری اصلیت پر شبہ ہو گیا

تھا۔"

"نہیں انہیں میرے اوپر شبہ نہیں ہوا اس لیے کہ گفتگو کے دوران بھگوان داس مجھے بار بار کسی شہباز کے نام سے مخاطب کر رہا تھا۔"

"لیکن۔۔۔"

"میری بات غور سے سنتے رہو ڈی ایس پی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "پروفیسر مورس کی شخصیت کا راز معلوم کرنے کی خاطر انہوں نے رات کے وقت ایک بلی کو بالکونی کے راستے میرے کمرے میں پھینکا تھا اور میں نے جلد بازی میں اسے گولی کا نشانہ بنا کر واپس نیچے پھینک دیا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بلی کو نیچے پھینک کر میں نے غلطی کی تھی لیکن بہرحال بھوشن کے مقابلے میں قسمت میرا ساتھ دے رہی ہے۔ بھگوان داس کچھ زیادہ ہی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا اس لیے وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت کام آ گیا ورنہ تمہیں تفتیش کے دوران جائے وقوعہ پر صرف ایک لاش ملتی صرف میری لاش۔"

"کیا تم مجھے تفصیل سے پوری کہانی سنانا پسند کرو گے۔"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "میرا مشورہ مانو تو فوری طور پر ناتھن کو حراست میں لے کر اسے اچھی طرح نچوڑنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں اس خفیہ راستے سے بھی آگاہ کر دے جو واش روم کے اندر سے برابر والے کمرے میں کھلتا ہے۔"

"تمہیں اس راستے کے بارے میں کیا معلوم ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس راستے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔"

"اپنے اختیارات کو استعمال کرو مائی ڈیئر۔ ویسے کیا تم ناتھن کا منہ کھلوانے میں کامیاب ہو سکتے ہو؟" میں نے سراج کو غصہ دلانے کی خاطر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ شاید بھوشن تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گا پھر میں یہ کیوں کہ تم اس سے ڈرتے ہو۔"

"ناتھن ہی کیوں؟" سراج نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔ "منیجر کیوں نہیں؟ کیا ناتھن کو منیجر کے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے پھر اس کا مضحکہ اڑانے کی خاطر جواب دیا۔ "بالکل اسی طرح جس طرح بھوشن کو تمہارے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔"

"تم نے شاید میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجرم خواہ کتنا ہی بااثر اور چالاک کیوں نہ ہوں لیکن ایک نہ ایک دن۔۔۔"

"مجھے پٹے جملے بولنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ عمل کرو

ڈی ایس پی۔" میں نے سراج کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ناتھن تمہارے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم اس کی زبان کھلوا سکو۔" اس کے بعد میں نے ریسیور کریڈل کے ہک سے ٹانگا اور بوتھ سے باہر آ گیا۔

دفتر پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی خفگی کے گہرے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ صبح کی ملاقات کے بعد اس کا اس وقت میرے آفس میں موجود ہونا خالی از علت نہیں تھا بہرحال میں نے اسے دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔

"تم اور اس وقت خیریت تو ہے؟"

"میں تو خیر خیریت سے ہوں لیکن تمہاری خیریت اب مجھے مشکل نظر آ رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا اس شہر میں ایک ہی چھت کے نیچے ہوتے ہوئے بھی میں اتنا غافل ہو سکتا ہوں کہ مجھے حالات کی خبر نہ ملے۔"

"لیکن۔" میں نے کچھ کہنا چاہا مگر ندیم غصے سے بولا۔

"اتفاق ہی سمجھو جو میرے آدمی پبلک لائبریری کے باہر ہی کھڑے رہے ورنہ شاید تم اتنی حماقتوں کا ثبوت بھی نہ دے پاتے۔"

"حالات کے پیش نظر بھگوان داس میری لسٹ پر آ چکا تھا۔" میں نے کچھ چھپانے کے بجائے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اسے مار کر کوئی افسوس نہیں ہوا۔ تم اگر چاہو تو بھگوان داس کے انجام کو دانش کے انتقام کی ایک کڑی بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"لیکن تمہیں ا۔ مبسیڈر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ وہ ہوٹل بھی بھوشن کی سرگرمیوں کا ایک اہم حصہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ بھگوان داس کی موت اسی کمرے میں لکھی تھی۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ بھگوان داس کی موت کے بعد بھوشن کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔"

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے لیکن محض بھوشن کا ذہنی توازن برقرار رکھنے کی خاطر میں ان باتوں کو فراموش بھی نہیں کر سکتا جو اس کی وجہ سے میرے ساتھ پیش آ چکی ہیں۔"

"تم اپنی خواہش کا اظہار مجھ سے بھی کر سکتے تھے۔" ندیم نے جھلا کر کہا۔ "میرے آدمی بھگوان داس کو تمہارے مقابلے میں کہیں زیادہ عبرتناک انجام سے دوچار کر سکتے تھے۔"

"میری ایک بات کا جواب دو گے۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"پوچھو۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تمہیں اپنی طالب علمی کا دور یاد نہیں ہے؟"

"مطلب۔"

"جو منہ کسی باغ سے چرا کر تم کھانے میں بے وہ بازار سے خرید کر۔"

"اس کے باوجود تمہیں بہرحال مجھے مطلع کرنا چاہیے تھا۔" ندیم نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں کبھی آم چرا کر کھانے سے نہ روکتا لیکن کم از کم اتنا تو کرسکتا تھا کہ اپنے کچھ آدمی تمہاری حفاظت پر مامور کردیتا۔ ذرا عقل سے سوچو نادان بچے اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہوجاتا تو میں آنٹی کے سوالوں کا کیا جواب دیتا؟ عارفہ کو کیا منہ دکھاتا؟"

ندیم کے لہجے میں خلوص تھا اس لیے میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی۔

"تم نے ابھی کچھ دیر پیشتر ایک اور حماقت کی ہے۔"

"کیا؟" میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"اگر بھوشن کے کچھ آدمی تمہاری نگرانی کررہے ہیں تو یہ سوال ان کے ذہنوں میں بھی ابھر سکتا ہے کہ جب تمہارا دفتر اتنا قریب تھا تو تمہیں کسی پبلک فون بوتھ سے کسی کو فوری طور پر کال کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے کیا تم مجھے بتانا پسند نہ کروگے کہ تم نے کس کو کال کیا تھا؟"

"سراج کو لیکن ولیم پوکر کی حیثیت سے۔" میں نے تھوڑے توقف سے جواب دیا پھر ندیم کے اصرار پر اسے شروع سے آخر تک کی تفصیل سنانے لگا۔ وہ بڑی توجہ سے تمام واقعات کے اہم نکتوں کو نوٹ کرتا جارہا تھا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم رفتہ رفتہ بالغ ہوتے جارہے ہو۔ سراج سے ولیم پوکر کی حیثیت سے تم نے جو باتیں کی ہیں وہ کارآمد بھی ہوسکتی ہیں اور کم از کم پولیس کی نگاہوں میں تمہاری پوزیشن صاف بھی ہوچکی ہوگی لیکن تم یہ کال اپنے دفتر سے بھی کرسکتے تھے۔"

"کرسکتا تھا مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں بھوشن اپنے ذرائع سے میری فون کال کو ایکس چینج کی معرفت ٹیپ نہ کرارہا ہو۔ اسی وجہ سے میں نے اب آفس کے نمبروں سے غیر ضروری باتیں کرنی کم کردی ہیں۔"

"میرا مشورہ ہے تم اب کچھ دنوں تک ان تمام باتوں سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔"

"تھینک یو ویری مچ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے احسانات مجھ پر بے شمار ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ حالات کے پیش نظر ہمیں علیحدہ علیحدہ محاذ کھولنے پڑیں گے۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ہم دونوں میں سے کسی ایک کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ساتھ ساتھ رہنے میں اگر خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات رونما ہوگئی تو اس کا اثر گھر والوں پر بہت برا ہوگا۔"

"گویا تم اکیلے ہی وہ کر شکار کھیلنا چاہتے ہو۔"

"ہم بہ حیثیت دوستی کی بنا پر درمیان میں آگئے۔ ورنہ تمہارا ان لوگوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے جو میری زندگی کے درپے ہیں۔"

"جم کاربٹ کا نام بھی سنا ہے۔" ندیم نے مجھے بغور دیکھا۔

"سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ آدم خور شیر اور چیتوں کے شکار کرنا اس کی زندگی کا مشن بن کر رہ گیا تھا۔ وہ بھی تنہا شکار پر جاتا تھا اور دشمن پر غالب آنے کے سلسلے میں کبھی کوئی رسک نہیں لیتا تھا۔"

"اس کی کامیابی کی ایک بنیادی وجہ اور بھی تھی۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "وہ جنگل کے چپے چپے اور خطرناک جانوروں کے سلسلے میں وسیع معلومات رکھتا تھا۔ جب اس کی عمر صرف دس برس تھی تب وہ ایک رات اپنے والد کی بندوق لے کر کیمپ سے تنہا نکل گیا تھا۔ صبح جب اس کی تلاش ہوئی تو وہ آم کے ایک درخت پر ایک اونچے مقام پر دو شاخوں کے درمیان ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ باپ کے غصے کے جواب میں اس نے بڑی معصومیت سے کہا تھا کہ وہ کسی شیر کا شکار کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"کچھ ایسی ہی خواہشات اب میرے اندر بھی لاوا بن کر ابل رہی ہیں۔" میں جذباتی ہوگیا۔ "مجھے جو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں وہ تم سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ مجھے بلاوجہ ان سنگلاخ راستوں پر گھسیٹا گیا ہے۔ جن کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

"لیکن تم ابھی تک جنگل کی بھول بھلیوں اور جنگل کے قانون سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"تجربات اور خطرات انسان کو سب کچھ سکھادیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے میری ذہنی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تم تنہا اپنے دشمنوں سے انتقامی کارروائی جاری رکھو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن صرف ایک شرط پر۔"

"وہ کیا۔"

"تم مجھے حالات سے بے خبر نہیں رکھو گے اور میرے ایک دو آدمی ہر محاذ پر تمہارے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ دور دور ہی سہی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر تک مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔ "میں اب چلتا ہوں۔ کیسینو میں کچھ اہم کام نمٹانے ہیں لیکن تم اس وقت تک کوئی حماقت نہیں کروگے جب تک مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ نہ کردو اور تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتادوں کہ تمہارے فون نمبروں کو ایکس چینج سے ٹیپ نہیں کیا جارہا ہے۔"

"یہ بات تم اس قدر وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"اس لیے کہ میں جنگل کے چپے چپے سے واقف ہوں اور کسی بھی امکانی خطرے کو نظرانداز کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "میرے آدمیوں نے بہت پہلے اس بات کی چھان بین کرلی تھی۔ ویسے ایک دو آدمی ایسے بھی ہیں جو فون کے محکمے ہی سے متعلق ہیں اور میں ہر ماہ انہیں خرچ دیتا رہتا ہوں۔"

"تمہارے اور میرے کاروبار میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔" میں نے بھی اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن پہنچو تم دونوں ہی راستوں پر موجود ہیں۔" ندیم نے کہا پھر بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے وانی کو بلایا اور اس سے اپنے زیرتعمیر مکان کی پروگریس کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔

"سٹرکچر تقریباً مکمل ہوچکا ہے۔" وانی نے مجھے بتایا۔ "البتہ حفاظتی اعتبار سے میں نے چونکہ آپ سے مشورہ کیے بغیر ہی نقشے میں معمولی ردوبدل کرادی ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ آپ کسی وقت چل کر دیکھ لیں تاکہ فنشنگ کا کام شروع کرادیا جائے جس کی تکمیل میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"مجھے آپ کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے جو تبدیلیاں کی ہوں گی وہ یقیناً کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوں گی اس لیے میرے انسپکشن کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ فنشنگ کا کام شروع کرادیں۔"

"بہتر ہے۔ میں آج ہی سائٹ انجینئر کو بلا کر اسے ضروری احکامات جاری کیے دیتا ہوں۔"

"عابد کا کیا حال ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

"وہ حسب دستور بڑی محنت سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی تک گزرے ہوئے حالات کا کچھ اثر ان پر باقی ہے۔"

"کاروبار میں ایسا ہوتا رہتا ہے مسٹر وانی۔ اٹ از اے پارٹ آف دی گیم۔"

"میں جانتا ہوں سر۔" وانی جانے کے لیے اٹھا تو میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ آپ آفس میں ڈیوٹی گارڈز کا کچھ اضافہ اور کرلیں اگر ریٹائرڈ فوجیوں کی خدمات حاصل ہوجائیں تو زیادہ بہتر رہے گا لیکن آپ ان گارڈز کے بارے میں اخبارات میں کوئی اشتہارات نہیں دیں گے۔ یہ حفاظتی کام آپ کو ذاتی طور پر اور بہت سوچ سمجھ کر انجام دینا ہوگا۔ نئے حفاظتی گارڈز ہر وقت کسی خطرے کے مقابلے کے لیے جدید اسلحہ سے لیس ہوں گے لیکن وہ باوردی نہیں ہوں گے۔ وہ بھی اسٹاف کے ساتھ بیٹھ کر کام کریں گے۔ اس طرح کہ ہمارے اسٹاف کو بھی بھنک نہ مل سکے کہ وہ کون ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر لیکن کیا آپ کو۔۔۔"

"خطرات ہر انسان کے سائے کی طرح اس کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔" میں نے وانی کا مفہوم سمجھتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "حفاظتی انتظامات اور احتیاطیں بھی ضروری ہیں۔"

وانی کے جانے کے بعد میں خاصی دیر تک بھگوان داس اور ساتھیوں کے قتل کے بارے میں غور کرتا رہا۔ سراج نے مجھے بتایا تھا کہ بھوشن خاص طور پر بھگوان داس کے قتل کی وجہ سے جنونی کیفیت سے دوچار ہے۔ میں نے ولیم پوکر کی حیثیت سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کے ساتھ ساتھ اسے موضوع واردات کے بارے میں کچھ اہم ٹپس بھی دی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ سراج ان باتوں کے بعد مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرے گا لیکن ابھی تک اس نے مجھے کال نہیں کیا تھا۔

ندیم نے اس بات کی تصدیق کردی تھی کہ میرے دفتر کے فونز کو ٹیپ نہیں کیا جارہا چنانچہ میں نے ڈائرکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور بھوشن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔ بھوشن گروپ آف کمپنیز اینڈ انڈسٹریز۔" دوسری جانب سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔

"مجھے مسٹر بھوشن سے بات کرنی ہے۔" میں نے ولیم پوکر کا لب ولہجہ اختیار کرلیا۔

"یور گڈ نیم پلیز۔"

"آپ کال تھرو کردیں۔ میں بھوشن کا عزیز بول رہا ہوں۔"

"سوری سر۔" دوسری جانب سے معذرت کی گئی۔ "نام معلوم کیے بغیر کسی کی بھی کال تھرو کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔"

"اور نام ظاہر کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔" میں نے قدرے سپاٹ اور ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

"ایسی صورت میں میں آپ کی مدد نہیں کرسکوں گی۔ باس کے آرڈر اٹل ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ہمیشہ ملازمت سے برطرفی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔"

"پلیز۔" میں نے اپنی آواز میں تھوڑی تلخی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ "کام کس قدر اہم اور ضروری ہے آپ اس کی

اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" دوسری جانب سے فیصلہ کن جواب ملا۔ "تمام معلوم کیے بغیر میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گی۔"

"آل رائٹ۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "مسز بھوشن کو ایک نمبر بتا دیں۔ تھری فائیو۔"

"لیکن۔۔۔"

"میرا وقت مت ضائع کرو۔" میں نے سخت آواز میں کہا۔ "یہ میرا کوڈ نمبر ہے جو مسز بھوشن ہی نے مجھے دیا ہے۔ اب بھی اگر تم نے کال تھرو کرنے سے گریز کیا تو پھر حالات کی ذمہ دار تم ہو گی۔"

"پلیز ہولڈ کریں۔"

تھری فائیو کا حوالہ بس اچانک ہی میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ یہ کوڈ نمبر مجھے رندھیر سے معلوم ہوا تھا جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا لیکن اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تیس سیکنڈ بعد ہی دوسری جانب سے بھوشن کی آواز سنائی دی لیکن بولنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ شدید غصے کی حالت میں ہو۔

"بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کی لاش کا تحفہ تمہیں کیسا لگا؟؟"

"تم۔۔۔"

"ہاں میں۔۔۔" میں نے ولیم پوکر کی آواز میں جواب دیا۔ "کیوں کیا تمہیں میری فون کال کی توقع نہیں تھی یا تم مجھے فراموش کر چکے ہو۔"

"تم۔۔۔ کیا بکنا چاہتے ہو۔" بھوشن کے لہجے میں غراہٹ تھی۔ "ویسے ایک بات بتا دوں کہ اگر بھگوان داس کی موت کے پیچھے تمہارا ہی ہاتھ ہے تمہاری موت بڑی اذیتناک ہو گی۔"

"میں نے اتنا طویل سفر اذیتناک موت مرنے کی خاطر نہیں بلکہ جوزف کی جائداد کے بٹوارے کے لیے اختیار کیا ہے۔" میں سرد آواز میں بولا۔ "مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں نے تمہارے ہوٹل میں بھگوان داس یا تمہارے کسی دوسرے اہم آدمی کو نشانہ بنانے کا جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ میری دانشمندی کسی طرح نہیں کہی جا سکتی۔ شاید قسمت مجھ پر مہربان تھی جو میں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ویسے اپنی حماقت کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کی بے انتہا مسرت بھی ہے کہ تمہارا اب سے اہم مہرہ میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

"بارود کو چنگاری دکھانے کا انجام معلوم ہے تمہیں۔"

"خوفناک دھماکا۔۔۔" میں نے بے پرواہی کا اظہار کیا۔ "لیکن مجھے تمہاری بے بسی کا احساس بھی ہے۔ تمہارے شکاری کتوں نے نہ تو میری شکل دیکھی ہے نہ ہی میرے جسم سے اترے ہوئے کسی لباس کی خوشبو سونگھی ہے جو انہیں میرا ٹریس لگانے میں مدد دے سکے۔"

"سور کے بچے۔" بھوشن یکلخت ہی آپے سے باہر ہو کر چیخا۔ "پیچھے سے چھپ کر وار کرنا مردانگی نہیں ہے۔ ایک بار کھل کر سامنے آجاؤ پھر تمہیں بھوشن کی طاقت کا احساس ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ سور کا بچہ کہتے وقت تم کسی آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے اپنی ہی صورت دیکھ رہے ہو گے۔" میں نے اسے چڑھانے کی خاطر کہا۔ "بھوشن کے ساتھ جوزف کے خوبصورت نام کا جوڑ بھی تمہارے خیال کی تائید کرتا ہے۔ کیوں؟ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری ماں نے جوزف کے ساتھ باقاعدہ میرج کی تھی یا۔۔۔"

"یو باسٹرڈ۔۔۔" بھوشن کا پارہ اور چڑھ گیا۔ "مطلب کی بات کرو۔"

"میری بتائی ہوئی رقم تم اگر آج ہی رفاہی ادارے کے کھاتے میں جمع کرا دو تو کل سے ہمارے راستے الگ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کیا تم بھوشن پر اعتبار نہیں کر سکتے۔" اس بار بھوشن کے لہجے ہی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خود پر بڑی مشکل سے قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ "میں تمہیں کوئی وقت نہیں دیتا۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تم جس وقت چاہے ایک بار مجھ سے مل لو۔ اس کے بعد میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں گا۔ دو چار کروڑ خرچ کرنا میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا۔"

"تم نے یہ پیشکش ایک بار پہلے بھی کی تھی لیکن میں نے اسے رد کر دیا تھا۔"

"کیوں۔ کیا بھوشن کے سامنے آتے ہوئے ڈرتے ہو۔"

"ہاں لیکن صرف اس لیے کہ میں تمہارے ملک میں بالکل تنہا ہوں اور جو شخص جان بوجھ کر کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کی کوشش کرے اسے عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "تم اگر دو چار کروڑ خرچ کر دینے کی پوزیشن میں ہو تو میرے سامنے آئے بغیر بھی میرا مطالبہ پورا کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا ہوں لیکن میں ذاتی طور پر اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا اندازہ ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اس شبے کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"کچھ ایسے واقعات اور حقائق میری فائل پر موجود ہیں جو تمہارے کردار کی اصلیت کی نفی کرتے ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "کیا تم اب نئی اور جج کے چکر میں ڈال کر مجھے ٹریپ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے جو مجھے تمہارے وجود کا یقین دلا سکتا ہے۔" بھوشن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اپنے پاسپورٹ کے شروع کے صفحات کی فوٹو کاپی ڈاک کے ذریعے مجھے بھیج دو۔ میں اپنی تسلی کرنے کے بعد بغیر وقت ضائع کیے تمہاری مطلوبہ رقم رفاہی ادارے کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دوں گا۔"

"پاسپورٹ میں تصویر بھی ہوتی ہے جسے تم اپنے پالتو کتوں کو دکھا سکتے ہو۔" میں نے جلدی سے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "تصویر کے علاوہ اس میں ایڈریس بھی درج ہوتا ہے۔ نہیں مائی ڈیئر بھوشن۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے اطراف کسی چالاک مکڑی ہی کی طرح جالا بننے میں ماہر ہو لیکن میں اتنی آسانی سے تمہارے بچھائے ہوئے جال میں ٹریپ نہیں ہوں گا۔"

"یو۔۔۔ یو۔۔۔ آف اے بچ۔" وہ دوبارہ پاگل ہو گیا۔ چیخ کر بولا۔ "اپنے شبے کی تصدیق کیے بغیر میں تمہیں ایک کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"پھر سوچ لو۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "مجھے ذاتی طور پر رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے مطلوبہ رقم رفاہی ادارے میں ڈپازٹ کرنے کو کہا تھا۔"

"اس میں تمہاری کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھگوان داس کے بعد اب اگلا نمبر تمہارا ہی ہو۔" میں نے خشک اور سفاک لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ کر مسکرانے لگا۔

بھوشن میرے سامنے موجود نہیں تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میری کال ریسیو کرنے کے بعد اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی۔ وہ یقیناً کسی خارش زدہ جانور کی طرح خود اپنا ہی جسم نوچ کھسوٹ رہا ہو گا۔ مجھے لیڈی مکارنس کی پیش گوئی کا بھی خیال تھا جس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بھوشن پروفیسر مورس کی اصلیت معلوم کر لے گا۔ کچھ دیر تک میں اپنے خیالوں میں گم رہا پھر میں نے فائلیں اٹھائیں اور دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھتے وقت میرے ذہن میں اچانک کالا کا خیال ابھر آیا۔ وہ بہت دنوں سے غائب تھی حالانکہ موہنی کے خاتمے کے بعد اس کے راستے صاف ہو گئے تھے لیکن لیڈی مکارنس نے حسب دستور یہی دعویٰ کیا تھا کہ کالا کی مورتی اس کی لائبریری میں قید ہے اور وہ بہت جلد اس کی روح کو بھی قید کر کے اس کی مورتی میں منتقل کر دے گی۔ لندن کے قیام کے دوران میں بھی لیڈی مکارنس کی سحر انگیز شخصیت کے ایسے روپ دیکھ چکا تھا جو ناقابل یقین تھے۔ مجھے پنڈت جسی جو مر چکے سمان شکتی والے کی کٹی ہوئی وہ گردن آج بھی یاد ہے جسے لیڈی مکارنس نے میرے سامنے ہوا میں معلق کر کے مجھ سے بات کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے مجھے اپنی جس زیر زمین لائبریری کی سیر کرائی تھی اگر اس کا علم دوسروں کو ہوتا تو بلاشبہ اس پراسرار اور حیرت انگیز لائبریری کا شمار بھی دنیا کے عجوبوں میں کیا جاتا۔

ایک مسلمان ہونے کے ناتے مجھے ان باتوں پر اعتقاد اور یقین نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن میں شنکر کے سفلی عمل کے ان گنت عملی تماشے دیکھ چکا تھا۔ کول دو، موہنی اور کالا کے حیرت انگیز کمالات بھی میرے ذہن میں روز اول کی طرح محفوظ تھے۔ لیڈی مکارنس کی پیش گوئیاں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ اس کے علاوہ میں تاریخ کے مطالعے میں بھی خاصی دلچسپی رکھتا تھا۔ میں نے وقت کے جید مسلمانوں کے بارے میں بھی حیرت انگیز واقعات پڑھ رکھے تھے۔ آج کے دور میں بھی دانش ور ابو ریحان البیرونی کے اعداد و شمار کے کھیل کو مانتے ہیں جو اپنے وقت میں کوئی دوسرا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ حساب کتاب کے ذریعے آنے والے لمحوں کے جن واقعات کے بارے میں قیاس آرائی کرتا تھا وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتے تھے۔ محمود غزنوی جیسا عظیم فاتح تاریخ کے اوراق میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ عقیدے کے اعتبار سے پکا مسلمان تھا۔ نجومیوں اور پنڈتوں سے سخت بیر رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں وقت کے بڑے بڑے عالم اور فاضل موجود تھے جن میں البیرونی بھی تھا۔ سلطان کو البیرونی بہت عزیز تھا لیکن اسے بھی اس کی پیش گوئیوں پر اعتقاد نہیں تھا مگر ایک روز محمود غزنوی جیسا راسخ الاعتقاد بھی البیرونی کے حساب کتاب پر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس روز اس نے البیرونی کا امتحان لینے کی خاطر اسے طلب کیا اور بڑے دوستانہ انداز میں مسکرا کر پوچھا کہ وہ جس کمرے میں بیٹھا ہے اس کے اندر کئی دروازے ہیں جن سے گزر کر باہر جایا جا سکتا ہے۔ کیا وہ سلطان کو اپنے حساب و کتاب کے ذریعے یہ بات بتا سکتا ہے کہ وہ کس دروازے سے واپس جائے گا؟ جواب میں البیرونی نے حساب کتاب لگا کر ایک پرچے پر کچھ لکھا اور اسے تہ کر کے سلطان کے حوالے کر دیا اور درخواست کی کہ محمود غزنوی کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے اس تحریر کو نہیں پڑھے گا۔ محمود غزنوی نے شرط قبول کر لی پھر اس نے البیرونی کے علم کو غلط ثابت کرنے کی خاطر اسی وقت کمرے میں ایک نیا دروازہ تعمیر کرایا اور اس کے ذریعے باہر نکل گیا۔ اسے مکمل یقین تھا کہ البیرونی کا اعداد و شمار کا علم جھوٹا ثابت ہو گا لیکن جب اس نے اپنی مٹھی میں بند تہ کیا ہوا کاغذ کھول کر پڑھا تو اس پر بھی یہی عبارت درج تھی کہ سلطان ایک

نیا دروازہ تعمیر کرا کے اس کے ذریعے باہر جائے گی۔ اس کے علاوہ تاریخ کے اوراق اور بھی متعدد ایسے عاملوں سے بھرے پڑے ہیں جن کے حیرت انگیز واقعات کو آج کی دنیا محض من گھڑت کہانی قرار دیتی ہے لیکن وہ اپنی جگہ مستند ہیں۔

بہرحال میرے ذہن میں اس وقت کالکا کی طویل غیر حاضری کے اسباب مختلف انداز میں سامنے آرہے تھے۔ اس نے مجھ سے ہر مشکل وقت میں مدد کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ا۔ بمبیسیڈر میں بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے پھیلائے ہوئے جال کے سلسلے میں میری رہنمائی کرنے کی غرض سے نہیں آئی تھی۔ کالکا کے تصور کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں یہ امکانی پہلو بھی کلبلا رہا تھا کہ کہیں لیڈی مکارنس کالکا کی آتما کو بھی قید کرنے میں کامیاب تو نہیں ہوگئی؟

دفتر سے نکل کر پارکنگ لاٹ جاتے وقت میرے ذہن میں صرف کالکا موجود تھی لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے اس کے تصور کو ذہن سے جھٹک دیا اور ایک بار پھر بھوشن جوزف کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں ہر قیمت پر اسے نیچا دکھانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بھگوان داس کی موت ایسے حالات میں ہوئی تھی کہ اگر میں اسے بچانے اور زندہ حالت میں قابو کرنے کی کوشش کرتا تو خود اپنی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ غرض یہ کہ بھوشن کی بساط کا ایک اہم ترین مہرہ میرے ہاتھ آتے آتے نکل گیا تھا۔ اب صرف گیتا باقی رہ گئی تھی۔ کرشن شرما کی خوبصورت اور حسین بیوی جس پر قبضہ جمانے کے بعد بھوشن نے کرشن شرما کو اپنے ناجائز کاروبار میں اہم آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ گیتا کی بازیابی میرے کام آسکتی تھی لیکن ابھی بھوشن کے لیے بھگوان داس کی موت کا غم تازہ تھا اس لیے فی الحال گیتا کے سلسلے میں میرے لیے جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی بھی قدم خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

دفتر کے احاطے سے نکل کر میں کھلی سڑک پر آیا تو میں نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی میں بڑی سنجیدگی سے آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ اچانک عقبی سیٹ سے کوئی ٹھوس اور سرد شے میری گردن پر جم گئی اس کے ساتھ ہی کسی نے بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا تھا۔

"اگر تم نے شرافت سے میری بات پر عمل کیا تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت بھی دے سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں مجھے تمہاری دردناک موت پر کوئی صدمہ بھی نہیں ہوگا۔"

سرد اور ٹھوس شے جس کا دباؤ میری گردن پر تھا وہ کسی ریوالور یا پستول کی نال ہی ہو سکتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب منجمد ہو گئے لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک معروف شاہراہ ہے اگر تم نے میرا قصہ پاک کرنے کی حماقت کی تو خود بھی محفوظ نہ رہ سکو گے۔"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں۔" پشت سے جواب ملا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ تمہارے عقب میں بلیو کلر کی جو ڈیلیوری وین آرہی ہے اس میں بھی اپنے ہی آدمی موجود ہیں جو کسی خطرے کے وقت میری مدد کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔"

میں نے عقبی شیشے پر نگاہ ڈالی تو بلیو کلر کی وہ وین بھی نظر آگئی جس کا حوالہ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کا نمبر ذہن نشین کر لیا تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ مجھے کسی حد تک اس بات کا یقین بھی تھا کہ ندیم کے کچھ افراد میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے جو مجھے خطرے میں دیکھ کر میری مدد ضرور کریں گے۔

"اگلے چوراہے سے گاڑی بائیں جانب موڑ کر اس راستے پر چلنا جو ساحلی علاقے کی طرف جاتا ہے۔" پشت سے ہدایت ملی۔

"تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔ "مجھے ساحلی علاقوں کی سیر و تفریح کی عادت نہیں ہے۔"

"تم شاید کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔"

"یہی جملہ میں تمہارے لیے بھی کہہ سکتا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تمہارے کچھ آدمی میری گاڑی کے تعاقب میں آرہے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ میرے آدمی بھی ان کی نگرانی کر رہے ہوں۔ بازی کا رخ کسی وقت پلٹ بھی سکتا ہے۔"

"جو خطرات سے کھیلنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے لیے بازی کا رخ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمارا کام صرف مارنا یا مرجانا ہے۔"

"کسی دہشت گرد تحریک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"آگے سے بائیں جانب۔" سرد لہجے میں کہا گیا۔

میرے پاس سوائے عمل کرنے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا چنانچہ میں نے چوراہے سے گاڑی موڑ کر اس سڑک پر ڈال دی جو ساحلی علاقے کی طرف جاتی تھی۔ ابھی تک میں اس بات کا اندازہ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا کہ مجھے اغوا کرنے یا کسی ویران ساحلی علاقے میں لے جا کر گولی مار دینے والے فرد یا افراد کا تعلق کس گروہ سے تھا اگر وہ بھوشن کے آدمی تھے تو پھر ان سے کسی رعایت کی توقع کرنا فضول ہی تھا۔ بہرحال میں خود کو بزدل بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیا تمہارا تعلق کسی دہشت گرد پارٹی سے ہے؟"

"نہیں۔ ہم خود کو سیاست سے بہت دور رکھتے ہیں۔"

"لیکن کسی کو اسلحہ کے زور پر اغوا کرنا بھی ایک طرح سے سیاسی عمل کے زمرے میں آتا ہے۔"

"تمہیں یہ کس نے بتایا تھا کہ تم موت سے نہیں ڈرتے۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہارا ارادہ مجھے قتل کرنا ہے تو پھر ساحلی علاقے تک خود زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلاوجہ پٹرول ضائع ہوگا اور آج کل ویسے بھی چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔"

اس بار کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ جو شخص پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا اس نے میری آڑ میں رہ کر کچھ اس طرح گردن جھکا رکھی تھی کہ میں اس کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا۔ بہرحال میں نے عقبی شیشے کے ذریعے اس بلیو کلر کی وین کو دیکھ لیا جو بدستور ایک محدود فاصلے سے ہمارے تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے۔" میں نے ایک بار پھر نامعلوم شخص کو کریدا۔

"گھبراؤ نہیں اگر تم میرے اشاروں پر چلتے رہے تو میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔"

"تو کیا صرف میری ہڈی پسلی کا سرمہ بنانے پر اکتفا کرو گے۔" میں جلا گیا۔

"تمہیں ابھی بھی کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ ندیم کی طرف سے کسی امکانی مدد کی امید بھی رفتہ رفتہ دم توڑ چکی تھی اس لیے کہ اب میں جس سڑک پر گاڑی دوڑا رہا تھا اس پر ٹریفک کا رش نہیں تھا۔ بلیو کلر کی وین کے علاوہ دور دور تک کسی اور گاڑی کا نشان نہیں تھا۔ ساحلی علاقہ قریب آتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی میرے اضطراب میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ میرا پستول اس وقت بھی بغلی ہولسٹر میں موجود تھا لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ کوئی رسک لے سکتا تھا۔ اس کے باوجود میں کسی ایسے لمحے کی تلاش میں ضرور تھا جو مجھے خطرے سے نجات دلانے میں مدد کر سکے۔

اچانک میں نے بلیو کلر کی وین کو برق رفتاری سے آگے نکلتے دیکھا جس کی اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے علاوہ ایک شخص اور بھی بیٹھا تھا۔ اندر کتنے افراد موجود تھے مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں ابھی اس چال پر غور کر رہا تھا کہ وین نے مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش کس مقصد سے کی ہے کہ پشت سے تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

"گاڑی سڑک کے کنارے کرکے روک لو۔"

"کیوں۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "کیا یہاں سے ساحل تک کا سفر پیدل کرنے کا ارادہ ہے۔"

"جتنا کہا گیا ہے اسی پر عمل کرو۔ زیادہ چہکنا تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔"

"میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔" میں نے گاڑی کی رفتار بتدریج کم کرتے ہوئے مصالحانہ پیشکش کی۔ "اس وقت بھی اگلی نشست پر جو بریف کیس رکھا ہے اس میں ہزار سے زیادہ کی رقم موجود ہے کیا تم مجھ سے کوئی سودا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو۔ مجھے ایک معقول سا موقع فراہم کر کے تم دوسری قسط میں ہزاروں کی بھی وصولی کر سکتے ہو۔ پچاس ہزار کی رقم کچھ کم نہیں ہوگی۔"

"گاڑی کنارے لگا کر روک دو۔ اس کے بعد تم سے سودے بازی کی گنجائش ہو سکتی ہے۔"

مجھے اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آئی۔ میں نے گاڑی کو کنارے لگا کر روک دیا لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف ہی تھا۔ گاڑی کا انجن بند ہوتے ہی پچھلی نشست پر موجود شخص نے تیز خوشبو میں ڈوبا ہوا ایک پھویا نکال کر میری ناک پر جما دیا۔

"کلوروفارم" میرے ذہن میں ایک ہی دوا کا نام ابھرا۔ میں نے خود کو اس کے اثر سے بچانے کی کوشش کی لیکن دشمن کی گرفت اتنی ٹھوس اور مضبوط تھی کہ مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میں اس کی دونوں کلائیوں کو پکڑے پوری قوت صرف کر رہا تھا لیکن کلوروفارم بھی اپنا اثر تیزی سے دکھا رہا تھا پھر میری گرفت کمزور پڑ گئی۔ میں نے خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کی لیکن میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے کتنی دیر بعد ہوش آیا میں اس وقت کا تعین کرنے سے قاصر ہوں۔ بہرحال آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو ایک آراستہ مگر مختصر سے کمرے میں پایا جہاں میں آرام دہ مسہری پر لیٹا تھا۔ میں ہوش آنے پر جلدی سے اٹھا۔ میرا بریف کیس مسہری کے ساتھ ہی گول میز پر موجود تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ رقم کے علاوہ دوسری ضروری چیزیں بھی موجود تھیں پھر میرا ہاتھ بغلی ہولسٹر کی جانب لپکا جہاں میرا پستول بھی موجود تھا۔ میں نے اسے نکال کر چیک کیا۔ اس کا میگزین بھی بھرا ہوا تھا۔ ایک لمحے کو میرا ذہن چکرا گیا۔ میرا سر کلوروفارم کے باقی ماندہ اثر سے بھاری ہو رہا تھا۔

یکلخت میری نظر اپنے لباس پر پڑی تو میرا دماغ کسی پھرکی کی طرح گھوم گیا۔ میں اس وقت سوٹ میں نہیں بلکہ ریشمی نائٹ گاؤن میں ملبوس تھا۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہاں موجود ہر شے نہایت قیمتی اور خوبصورتی سے آراستہ تھی۔ کمرے میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے آہستہ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے داہنی جانب کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو پستول کے دستے پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔ میں بجلی کی

طرح پوزیشن لے کر گھوما تھا لیکن میرا ذہن ایک بار پھر چکرا کر رہ گیا۔ میں ماہ رخ کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو گہرے سرخ رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی۔ اس کا چہرہ کسی گلاب کے پھول کی مانند تر و تازہ نظر آرہا تھا جس پر پانی کے قطرے شبنم کا تاثر پیش کر رہے تھے۔ اس کی غزالی آنکھوں میں آسودگی تھی اور گداز ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"آئی ایم اکسٹریملی سوری مائی ڈیئر۔" اس نے میری جانب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مگر تمہیں یہاں تک آنے میں میرے آدمیوں کے ہاتھوں کوئی پریشانی ہوئی ہے تو میں اس کے لیے معافی کی خواستگار ہوں۔"

"ہونہہ" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اس کے سراپا کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ ماہ رخ نے زندگی میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔" وہ بڑی بے باکی سے بولی۔ "میری جیت اب بھی ادھوری ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اب اس کی تکمیل میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔"

"میرا لباس؟"

"الماری میں ہینگر پر موجود ہے۔ میں نے خود اپنے نازک ہاتھوں سے تمہارے سوٹ پر استری کی ہے۔" اس نے میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بڑی مترنم آواز میں کہا۔ "کیا تم مجھے اس خدمت کا معاوضہ نہیں دو گے۔"

"بریف کیس میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "تم جو معاوضہ چاہو لے سکتی ہو۔"

"تم شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ بے غیرتی سے مسکراتی ہوئی میرے قریب بیٹھ گئی۔ اس کے جسم اور لباس سے بڑی مسحور کن خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ ایک ادا سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جذباتی لہجے میں بولی۔ "تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے مقابلے میں دولت کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ تم میرے لیے زیادہ قیمتی ہو۔"

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" میں اپنا ہاتھ کھینچتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم چاہو تو مجھے من مانی سزا دے سکتے ہو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے ہاتھوں سے مر کر بھی مجھے خوشی ہوگی۔"

"یہاں میری حیثیت کیا ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "کیا میں اپنے آپ کو قیدی سمجھوں؟"

"ہاں لیکن صرف میری زلفوں کا اسیر۔" وہ بڑی نشیلی آواز میں بولی۔

"مجھے یقین ہے کہ باہر تمہارے آدمی ضرور موجود ہوں گے جو یہاں سے نکلنے کی صورت میں کوئی اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔" اس نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "تم چاہو تو باہر جاکر اس کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے انہیں تمہیں صرف یہاں تک لانے کا حکم دیا تھا اور بس واپسی کے لیے کوئی احکامات نہیں دیے تھے۔ باہر تمہاری گاڑی موجود ہے جس کے اگنیشن میں چابی بھی جھول رہی ہوگی۔"

"اگر میں یہاں سے تمہاری اجازت حاصل کیے بغیر جانا چاہوں تو؟"

"جا سکتے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔" اس نے اپنی کھلی زلفوں کو سر کی خفیف جنبش سے پشت کی جانب اچھالتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر تم نے اپنی خوشی سے جانے کی ضد کی تو پھر تمہیں اپنی ہی مرضی سے یہاں واپس بھی آنا پڑے گا اور اس وقت ـــــ" ماہ رخ کی آنکھوں میں پھر سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ "اس وقت مجھے تمہارے اشاروں پر نہیں بلکہ تمہیں میری خواہشات کے مطابق عمل کرنا پڑے گا۔"

"کیا تمہیں اپنی عزت اور سلیمان شاہ کے مرتبے کا کوئی خیال نہیں ہے؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"سلیمان شاہ؟" وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "ہم ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ وہ بھی میری طرح شکاری ہے لیکن میں نے کبھی اس کے اس عمل پر کوئی شکایت نہیں کی۔ وہ بھی میری نجی زندگی کو کریدنے کی کوشش نہیں کرتا۔ دراصل ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں۔ اب ایک دوسرے کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاید اس لیے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ایسے رازوں سے واقف ہیں جن کی تشہیر ہم دونوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم کم از کم میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"صرف ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تم کچھ دیر کے لیے پھول بن جاؤ۔" اس نے ڈریسنگ گاؤن کو قدرے ڈھیلا کرتے ہوئے جذباتی انداز میں کہا۔ "بھنورے کا کردار میں ادا کر لوں گی۔"

"شٹ اپ۔" میں برداشت نہ کر سکا۔ تیزی سے کترا کر اس کے قریب سے گزرا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا سوٹ الماری کے ہینگر پر موجود تھا۔ میں اسے لے کر واش روم میں چلا گیا۔ ماہ رخ نے کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

میں واش روم سے لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو وہ مسہری پر بے شرمی کے ساتھ بکھری پڑی تھی۔ شاید اسے امید تھی کہ میں اسے سمیٹ لوں گا لیکن اس کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ میں نظریں جھکا کر کمرے سے باہر نکلا تو ایک ورانڈے میں موجود تھا جس کے سامنے سمندر کی سرکش موجیں آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ باہر دور دور تک سناٹا تھا۔ میری گاڑی اس ہٹ کے سامنے ہی پارک تھی جو غالباً ماہ رخ کی ملکیت تھی۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسٹیئرنگ سنبھالا اور ہٹ کی طرف نظر ڈالے بغیر واپسی کے راستے پر چل پڑا جس کی تلاش میں مجھے زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑی تھی۔

*

مجھے سب سے زیادہ حیرت ندیم کے سلسلے میں تھی۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے کچھ جانثار ہر لمحہ میری نگرانی پر مامور رہیں گے۔ میں نے اس کی درخواست نہیں کی تھی۔ یہ خود ندیم کا فیصلہ تھا لیکن اس کے باوجود اس کے آدمیوں نے مجھے ماہ رخ کے آدمیوں کے ہاتھوں اغوا ہونے سے نہیں بچایا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ ماہ رخ کے سلسلے میں بے بس تھے یا پھر مجھے اغوا کرنے والوں نے انہیں ٹھکانے لگا دیا تھا۔

بہرحال، ماہ رخ نے مجھے جو چیلنج کیا تھا وہ اس میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مجھے اغوا کر کے جہاں لے جایا گیا تھا وہ جگہ میری دیکھی بھالی تھی۔ ساحلی علاقے کے اس حصے میں صرف وی آئی پی کی ہٹس تھیں جہاں عام افراد کو نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ خصوصاً تعطیل والے دن پولیس فورس اس بات کو یقینی بنانے کے لیے وہاں تعینات رہتی تھی کہ عام آدمی خاص آدمیوں کے رنگ میں بھنگ نہ ڈال سکے۔ مجھے جس ہٹ میں رکھا گیا تھا اس کا نمبر بھی واپسی کے وقت میں نے دیکھ لیا تھا۔ یہ محض دل کی تسلی کی خاطر تھا ورنہ میں اول تو ماہ رخ کے خلاف کوئی ایف آئی آر درج نہیں کرانا چاہتا تھا اور دوسرے میرے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت بھی نہیں تھا جسے میں اغوا کی واردات کے سلسلے میں بطور ثبوت پیش کر سکتا۔ یوں بھی غلاظت میں پتھر پھینک کر میں اپنے لباس کے اجلے پن کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

رات کو ندیم دیر گئے گھر لوٹا تو میں عارفہ اور نسیم کے ساتھ ڈرائنگ روم ہی میں موجود تھا۔ میں نے ندیم کے چہرے کا بغور مطالعہ کیا مگر اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ پھر عارفہ اور نسیم ندیم کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے رخصت ہو گئیں تو میں نے سنجیدگی سے ندیم کو مخاطب کیا۔

"کیا تم نے ابھی تک اپنے خاص آدمیوں کو میری نگرانی پر مامور نہیں کیا؟"

"خیریت۔ اس وقت تمہیں یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔" ندیم نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ اس کا چہرہ کسی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"یوں ہی ایک خیال ذہن میں آیا تھا۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"ہاں۔" میں نے اس بار کھل کر کہا۔ "آج تمہاری ماہ رخ بیگم نے مجھے اغوا کر لیا تھا۔"

"نہیں۔"

"مجھے ایک مخصوص جگہ کچھ دیر تک قید رکھا گیا لیکن بے ہوشی کی حالت میں۔ اس کے بعد مجھے واپسی سے روکا بھی نہیں گیا۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ سوچتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک تمہاری ماہ رخ صاحبہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں لیکن انہوں نے جال بہرطور بہت خوبصورت بنا تھا۔ میری پذیرائی کے لیے اس نے وہ تمام ہتھکنڈے اختیار کر رکھے تھے جو کسی بھی بڑے گھر کی اوباش عورتیں کر سکتی ہیں۔"

"کیا تم مجھے تفصیل سے بتانا پسند کرو گے۔"

"تم براہ راست ماہ رخ سے مل کر پوچھ لینا۔ اس طرح تجدید ملاقات بھی ہو جائے گی اور وہ تم کو میرے اغوا کی روداد زیادہ بے شرمی سے مکمل کر سکے گی۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کہانی بیان کی ہے وہ سو فیصد درست ثابت ہوگی۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "وہ سلیمان شاہ کی داشتہ تھی پھر اس کی ضرورت بن گئی۔ ان کے درمیان میاں بیوی کا جو رشتہ قائم ہے وہ بھی ایک گھناؤنی سیاست ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر کبھی سلیمان شاہ کی کوئی گوٹ اوپر پھنس جاتی ہے تو وہ ماہ رخ کو بڑی بے غیرتی سے اپنے حریف کے سامنے چارا بنا کر ڈال دیتا ہے اور اگر ماہ رخ کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ سلیمان شاہ کے اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ سیاست میں اس قسم کی باتیں نئی نہیں ہیں۔ جس طرح ہر گاڑی میں ایک اسپیئر وہیل ہوتا ہے جسے بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح اب سیاست دان بھی اپنے پاس کوئی نہ کوئی حسین ساتھی ضرور پال کر رکھتے ہیں وہ اسپیئر وہیل کی طرح استعمال میں آتی رہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ نے مجھے چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے بگڑتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"نہیں۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔ "تم ماہ رخ کے خلاف جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ تمہارے ساتھ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں میرے آدمیوں کی کچھ غلطی بھی شامل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے آدمی تمہاری نگرانی پر موجود تھے لیکن ماہ رخ نے

بڑی خوبصورتی سے میری آڑ لے کر انھیں راستے سے ہٹا دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے ٹیم کے بیشتر افراد اس حقیقت سے واقف ہیں کہ میں نے بھی آڑے وقتوں کے لیے ماہ رخ کو پال رکھا ہے۔" ندیم ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اس نے میرے آدمیوں کو تمہاری نگرانی سے ہٹانے کی خاطر میرا نام اتنی خوبصورتی سے استعمال کیا کہ وہ بھی فریب کھا گئے اور ماہ رخ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس قماش کی ضدی اور سرپھری عورت ہے۔ اس کے اندر کسی ناگن کا وہ سحر بھی موجود ہے جو جنس مخالف کو دم بخود کر دیتا ہے۔ وہ جس چیز کو پسند کر لیتی ہے اسے حاصل کرنے کو وہ اپنی آن کا مسئلہ بنا لیتی ہے۔ میں نے آج تک اسے ناکام ہوتے نہیں دیکھا۔"

"گویا تمہیں میرے اغوا کا علم ہو گیا تھا۔"

"شبہ ہوا تھا لیکن اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ تمہیں حاصل کرنے کی خاطر میرے آدمیوں کو بھی ڈاج دینے کی کوشش کرے گی۔"

"ڈاج دینے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے طنز کیا۔ "تم تو پہلے ہی سے اس کی زلف گرہ گیر کے شکار ہو۔"

"اس کے آدمیوں نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا۔" ندیم نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسی حرکت جو تمہارے شایان شان نہ ہو۔"

"بہت خوب۔" میں زہر خند سے بولا۔ "گویا اب اغوا کے معاملات میں حسب مراتب اور فریق دوم کی شان کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔"

"وہ تمہیں اغوا کرنے کے بعد کہاں لے گئے تھے۔"

"اس خوبصورت اور حسین جہنم میں جہاں ماہ رخ کی بے غیرتی اور بے شرمی ایدھن کا کام دے رہی تھی۔"

نسیم نے آکر کھانے کو کہا تو ندیم خاموشی سے اٹھ گیا۔ میں بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا جہاں عارفہ میری منتظر تھی۔

"کیا بات ہے۔ آج آپ کچھ پریشان پریشان سے نظر آرہے ہیں۔" عارفہ نے میرے لباس تبدیل کرنے کے بعد بڑی محبت سے پوچھا۔

"کچھ کاروباری مصروفیات ایسی درپیش تھیں کہ ـــ"

"میں اس مقام تک پہنچنے سے پہلے آپ کی پرسنل سکریٹری کے فرائض بھی انجام دے چکی ہوں۔" اس نے اپنی خوبصورت اور نرم انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "آپ کے چہرے پر کوئی کاروباری پریشانی مجھے نظر نہیں آرہی۔ کوئی اور ہی بات ہے؟"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے۔" میں چونکا۔

"کیا ماہ رخ نے ابھی تک آپ کو پریشان کرنا نہیں چھوڑا؟"

"کیا مطلب۔ یہ تمہارے ذہن میں ماہ رخ کا خیال کیسے آگیا؟" میں نے حیرت سے عارفہ کی نظروں میں جھانکا۔

"عورت دنیا میں سائنس کا وہ سب سے زیادہ حساس آلہ ہے اپنے راستے میں دور دراز تک آنے والی کسی بھی شے کا سراغ لگانے میں کبھی غلطی سے کام نہیں کرتا۔ اس شے کی ہیئت معلوم کرنے میں بھی عورت کا دماغ اور اس کی سوچ بڑا موثر کردار ادا کرتی ہے۔"

"کیا تمہیں اب بھی مجھ پر شبہ ہے کہ میں ـــ"

"پلیز۔" عارفہ نے تیزی سے کہا۔ "مجھے گناہ گار مت کریں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کس قدر ٹھوس کردار کے مالک ہیں لیکن میں ماہ رخ جیسی عورتوں کو بھی جانتی ہوں جو اپنے مقصد کے حصول کی خاطر آخری منزل تک جانے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔"

"فرض کرو۔ اس نے اپنے مقصد کی انتہا تک پہنچ کر مجھے تسخیر کر لیا تو؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا ایسی صورت میں تم مجھ سے ناراض نہیں ہو گی؟"

"نہیں۔" عارفہ نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نرم پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اتنی پڑھی لکھی ہوں کہ تسخیر اور تاراج کے مطلب سمجھتی ہوں البتہ اگر آپ نے مغلوب ہو کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تو اور بات ہے۔"

"ایسی صورت میں تمہارا ردعمل کیا ہو گا۔"

"یہ تو آپ کی طرف سے عمل کی نوعیت کے بعد طے کیا جا سکتا ہے۔" وہ مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ میں محبت کی فراوانی تھی، اعتماد تھا، محبت کی تمام پاکیزگی اور ایک مشرقی عورت کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ میں نے بے اختیار ہو کر اس کے سراپا کو اپنے وجود کی گہرائیوں میں چھپانے کی خاطر اپنی بانہوں کی حصار میں لے لیا۔

دوسری صبح میں دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ وہ کچھ گھبرایا گھبرایا لگ رہا تھا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو پہلے اس نے وہی گفتگو دہرائی جو میں نے ولیم پوکر کی حیثیت سے اس سے کی تھی پھر دبی زبان میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن آپ کی شخصیت پر شبہ کر رہا ہے۔"

"کیا آپ بھوشن سے ملے تھے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں لیکن ولیم پوکر نے یہی کہا تھا کہ بھگوان داس بار بار

اسے شہباز کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ طاغوتی قوتیں ایک بار پھر میرے خلاف سرگرم عمل ہو رہی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"ناتھن کے بارے میں آپ نے کیا عمل کیا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ولیم پوکر نے آپ کو صحیح ٹپ دی ہو جو آپ کی تفتیشی عمل میں خاصی موثر ثابت ہو۔"

"ولیم پوکر کی ایک انفارمیشن حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "قتل جس کمرے میں ہوا تھا اس کے واش روم سے ایک دروازہ دوسرے کمرے میں کھلتا ہے۔ ٹائل کی درمیانی لکیروں کی وجہ سے کسی عام آدمی کا اس کے بارے میں سراغ لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھی شاید اسی خفیہ راستے سے ولیم پوکر یا پروفیسر موریں کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔"

"کیا آپ نے بذات خود اس چور دروازے کا نظارہ کیا ہے؟"

"جی ہاں۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا "بس اتفاق ہی سمجھ لیں جو میں ولیم پوکر کی انفارمیشن کی تصدیق کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایمبیسیڈر کا منیجر میرے بے حد اصرار کے بعد مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا تھا جہاں میں نے تفتیش کرتے کرتے وہ خفیہ دروازہ تلاش کر لیا۔ جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوا؟ منیجر میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ اس وقت میرے ساتھ تنہا تھا۔ اس نے منت گزاری کر کے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر میں نے اس دروازے کے راز کے سلسلے میں زبان کھولی تو بھوشن اسے کتوں سے بدتر موت مارے گا۔ زندگی بچانے کے عوض اس نے اس بات کا اقرار بھی کر لیا کہ ایمبیسیڈر میں ناتھن کی حیثیت بظاہر ایک اسٹیورڈ سے زیادہ نہیں ہے لیکن اسے بھوشن کی طرف سے وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اس نے کچھ اور ضروری اور خفیہ باتوں سے بھی مجھے آگاہ کیا ہے۔"

"کیا آپ نے ناتھن کو حراست میں لینے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نے اسے کچھ سوالات کرنے کی خاطر منیجر کے کمرے میں طلب کیا تھا۔" سراج نے کہا۔ "گفتگو کے دوران میں نے ناتھن کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا تھا کہ مجھ سے باتیں کرتے وقت وہ بے حد بے پروا اور پرسکون نظر آرہا تھا۔ ہر سوال کا جواب بڑے محتاط اور بے پروا انداز میں دے رہا تھا۔ میں نے اسے تھانے لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن کسی طرح بھوشن کو اس بات کا علم ہو گیا جس نے فون کر کے بڑی سختی سے مجھے تاکید کی ہے کہ میں ہوٹل کے چھوٹے چھوٹے ملازم کو بھی حراست میں لینے سے گریز کروں۔ بظاہر اس نے یہی وجہ بتائی ہے کہ وہ ہوٹل کی بدنامی کو پسند نہیں کرے گا۔"

"کیا آپ اوپر سے احکامات حاصل کر کے ہوٹل کے ایک معمولی اسٹیورڈ کو بھی حراست میں نہیں لے سکتے؟"

"میری پوزیشن اتنی اہم نہیں ہے جتنی بھوشن کی ہے۔" سراج نے تلملا کر جواب دیا۔ "آپ کو اس کا اندازہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

"پھر فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "مرنے والے بھی بھوشن ہی کے آدمی تھے اگر وہ خود ہی قاتلوں کی گرفتاری میں قانون کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا ہے تو آپ بھی سرسری سی رپورٹ تیار کر کے نامعلوم قاتلوں کے خلاف پرچہ کاٹ دیجیے۔ کچھ عرصے تک بھوشن کو اپنی کارکردگی دکھانے کی خاطر دو چار بےضرر شہریوں کو گرفتار کر کے کاغذات کی خانہ پری کیجیے پھر کیس کو داخل دفتر کر دیجیے۔ بلاوجہ اپنا خون کیوں ہلکان کر رہے ہیں۔"

"ولیم پوکر نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کا شکار بھوشن بھی ہو سکتا ہے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "دعا کیجیے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تاکہ بھوشن کی کمینگی کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔"

"ایک عام انسان کی حیثیت میں یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن میں قانون کا محافظ اور ذمہ دار آفیسر بھی ہوں۔"

"جو ناتھن کو چاہنے کے باوجود حراست میں لینے سے قاصر ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔" سراج نے میری بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے۔"

"بھگوان داس اب جہنم رسید ہو گیا ہے لیکن ولیم پوکر نے یہ کیوں کہا کہ وہ مرنے سے پیشتر بار بار آپ کا نام لے رہا تھا؟ کیا آپ بھگوان داس سے پہلے بھی ملے تھے؟"

"ہو سکتا ہے کسی تجارتی یا صنعتی میٹنگ میں آمنا سامنا ہوا ہو لیکن براہ راست میں اس سے واقف نہیں تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر کچھ سوچ کر تیزی سے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ولیم پوکر بھی آپ سے ڈبل گیم پلے کر رہا ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"پیشہ ور قاتل یا بدمعاش عام طور پر یہی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں کہ پولیس کی توجہ ایک طرف مبذول کرا دیتے ہیں

اور دوسری طرف سے اپنا کام کر جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ویلم پور کر بھی ایسی ہی کوئی سازش کر رہا ہو۔"

"لیکن آپ ہی کے خلاف کیوں؟"

"کبھی ملاقات ہوئی تو پوچھ کر آپ کو ضرور مطلع کروں گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ حالات نے میرے ذہن کو اس قدر الجھا دیا ہے کہ۔"

"جسٹ ریلیکس مسٹر سراج۔" میں نے اس بار ہمدردی کا اظہار کیا۔ "وقت کا انتظار کیجئے۔ جو مجرم زیادہ چالاک ہوتے ہیں وہ اکثر حماقت کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کی کوئی ایسی ہی حماقت آپ کے کام آ جائے۔"

"بڑی مچھلی کانٹے میں پھنس جانے کے باوجود اپنی طاقت کا استعمال کر کے ڈور تڑا کر نکل جانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔" سراج نے بے بسی کا اظہار کیا۔ "حالات کے پیش نظر بھوشن کا شمار بھی ایسی ہی بڑی مچھلیوں میں ہوتا ہے۔"

"مجھے حیرت ہے۔ کیا آپ بھوشن کے خلاف گھٹنے ٹیکنے پر بالکل ہی مجبور ہو گئے ہیں۔"

"جنگ کے طریقے بھی عجیب ہوتے ہیں مسٹر شہباز اگر پوری فوج باغی ہو جائے اور ہتھیار ڈال دے تو اکیلا کپتنی کمانڈر یا تو سینے پر گولی کھا کر مر جاتا ہے یا پھر اسے بھی زندگی بچانے کی خاطر اپنی مرضی کے خلاف خود کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا پڑتا ہے۔" سراج نے قدرے جھلائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "جب عدلیہ اور قانون آزاد نہ ہو تو پھر سیاست دانوں ہی کا راج ہوتا ہے۔ آپ چاہیں تو اسے اندھیر نگری اور چوپٹ راج کا نام بھی دے سکتے ہیں۔"

"میں آپ کی مجبوری اور حالات کی نزاکت دونوں کو سمجھ رہا ہوں لیکن آپ اس اہم نکتے کو کیوں فراموش کر رہے ہیں کہ محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ بھی بھوشن کے سلسلے میں سیاسی ہتھکنڈے کا استعمال کر سکتے ہیں۔"

"کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟" سراج نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"دنیا کی کوئی بھی حکمران پارٹی اگر اپنے کسی بڑے اور قد آور سیاسی حریف کو قابو کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے تو وہ بھی قانون نافذ کرنے والے اداروں کا سہارا لیتی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں اپنا مطلب واضح کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس فائرنگ کے درمیان رائفل کی نال سے نکلی ہوئی گولی قانون ہی کی طرح اندھی ہوتی ہے۔ وہ کسی کی اجل کا پیغام بن کر نکلتی ہے تو پھر اس کی حیثیت یا طاقت کا اندازہ نہیں لگاتی۔ آپ بھی کسی پولیس مقابلے کی راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ حالات خراب ہونے کے باوجود زیادہ دن تک برقرار نہیں رہتے۔ کچھ دنوں تک اکھاڑ پچھاڑ ہوتی ہے پھر اہم سے اہم فائلیں بھی سرد خانے میں داخل دفتر کر دی جاتی ہیں۔"

"ہوں۔ میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "تجویز بری نہیں ہے اگر کسی خطرناک مریض کے متعدی مرض سے ہزاروں آدمیوں کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو اسے ختم کر دینا ہی مناسب ہوتا ہے لیکن جوابی فائرنگ اور پولیس مقابلے کے لیے بھی کوئی معقول جواز ضروری ہوتا ہے۔"

"پولیس کے لیے کسی جواز کا پیدا کرنا میرے خیال میں کوئی ایسی دشوار بات۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "لیکن آپ میری پولیس لائف اور میرے کردار سے واقف ہیں۔ میں کوئی ایسا قدم اٹھانے سے قاصر ہوں جس کی بنا پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہے۔"

"ماہ رخ نے اپنے اغوا کے سلسلے میں جو پیش بندی کی تھی اس کا کیا رہا۔" میں نے کچھ سوچ کر موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تک کسی جانب سے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ آپ کا تبادلہ ماہ رخ کی سفارش پر ہی پرانی جگہ پر ممکن ہوا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ بھوشن کے مقابلے میں زیادہ بڑی اور طاقت ور مچھلی ہے۔ سلیمان شاہ کی وجہ سے اس کی پوزیشن سیاسی حلقوں میں بھی خاصی پائیدار ہے۔ آپ اگر چاہیں تو ماہ رخ سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔"

"ابھی اس کی نوبت نہیں آئی۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد سراج سے فون پر گفتگو کا سلسلہ بند ہوا تو میں اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر نکلا اور دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی بھوشن ہی کا خیال گونج رہا تھا۔ وہ میرے مقابلے میں یقیناً اپنے قدم مضبوط کر رہا ہو گا تاکہ ضرورت پیش آنے کی صورت میں میرے خلاف کوئی موثر کارروائی کر سکے اور میں چاہتا تھا کہ کسی طرح اسے اندر سے اتنا کھوکھلا کر دیا جائے کہ وہ میرے سامنے سر اٹھانے یا سینہ تان کر چلنے کی جسارت نہ کر سکے۔ میں گیتا کی بازیابی کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا جو بھوشن کے خلاف استعمال کی جا سکتی تھی۔

دفتر پہنچ کر میں کام میں منہمک ہو گیا۔ دو چار فائلیں ہی نپٹا سکا تھا کہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور وارثی میرے آفس میں بوکھلایا ہوا داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر پائے جانے والے

تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ میرے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہو گا۔ وہ بری طرح سہما سہما سا نظر آ رہا تھا۔ آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"کیا بات ہے مسٹر وارثی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

"سر۔ وہ۔ بھوشن جوزف۔"

"کیا ہوا بھوشن کو؟" میں چونکا۔

"اس کے ساتھ آنے والے مسلح افراد نے ہمارے گارڈز سمیت سب پر قابو پا لیا ہے۔" وارثی نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "بھوشن کے ساتھ آنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہم مقابلے کا رسک نہیں لے سکتے تھے اور اب بھوشن آپ کے دفتر کی طرف آ رہا ہے۔ میں آفس کے باتھ روم کے راستے نکل کر آپ تک یہ اطلاع پہنچانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ میرا مشورہ ہے آپ فوری طور پر۔"

وارثی اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا اس کے ساتھ ہی میں نے بھی داخلی دروازے کی سمت دیکھا جہاں بھوشن سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقامی جذبوں کی سرخی موجود تھی۔ تیور بھی خطرناک ہی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے وارثی کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

☆

میرا خیال تھا کہ بھوشن وارثی کو کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دے گا لیکن اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی شاید اسے اپنے ساتھ آئے ہوئے مسلح افراد پر پورا اعتماد تھا کہ وہ وارثی کو دفتر کی حدود سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ وہ چونکہ میرے کمرے میں کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا اس لیے آفس کے باہر بھی اس کے گارڈز ضرور موجود رہے ہوں گے جنہوں نے وارثی کے باہر نکلتے ہی اسے دبوچ لیا ہو گا۔

بھوشن جس ہنگامی انداز میں میرے دفتر میں داخل ہوا تھا اور وارثی نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ میرے لیے یقیناً پریشان کن ہی تھا لیکن میں بھوشن پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں اس سے خائف ہوں۔ میں نے سیدھا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھا کر وہ چور سوئچ آن کر دیا جو ایک حساس قسم کے ٹیپ ریکارڈ سے منسلک تھا۔ اس کے ذریعہ آفس میں کی جانے والی گفتگو بہ آسانی ریکارڈ کی جا سکتی تھی۔ چور سوئچ چونکہ میز کی اوپری سطح پر ایک کونے میں لگا تھا اس لیے اسے آسانی سے نہیں تلاش کیا جا سکتا تھا۔

"تشریف لائیے مسٹر بھوشن۔" میں نے اخلاقاً اٹھتے ہوئے مخاطب کیا۔ "گو کہ میں براہ راست آپ سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود میں آپ کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ متعدد پارٹیوں میں ہم ایک ساتھ شریک ہو چکے ہیں۔ بس اتفاق ہی ہے جو ابھی تک ہم ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہوئے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خشم آلود نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہوں میں حقارت اور انتقام کا ملا جلا احساس جھلک رہا تھا۔ میرے آفس میں ہونے کے باوجود اس کے تیور خطرناک ہی نظر آ رہے تھے۔ یقیناً وہ گارڈز کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ میرے دفتر میں محض تفریحاً یا کاروباری باتیں کرنے نہیں آیا ہو گا۔ میرے ذہن میں لیڈی ملکارنس کے کہے ہوئے جملے صدائے بازگشت بن کر گونجے مگر میں نے خود کو مطمئن ظاہر کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔

"کیا پینا پسند کریں گے آپ۔ ٹھنڈا یا گرم۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے دبنگ لہجے میں پوچھا۔ "کیا میں یہاں تمہارے ساتھ دوستی کرنے کی غرض سے آیا ہوں یا کسی کاروباری ضرورت نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں پرسکون لہجے میں بولا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ آپ شاید چیمبر آف کامرس میں ہونے والے الیکشن کے سلسلے میں تشریف لائے ہوں گے۔ اگر میرا اندازہ درست ہے تو یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ آپ جیسے بڑے کاروباری لوگ اگر پلیٹ فارم پر آ جائیں تو کاروباری اور تجارتی اداروں کو خاصی سہولت میسر آ سکتی ہے۔"

"نہیں۔ بھوشن ابھی اتنا سستا بھی نہیں ہوا کہ وہ تمہارے آفس تک محض ایک ووٹ کی خاطر آنے کی حماقت کرے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "میرے لائق اور کوئی خدمت۔"

"اگر مجھے تمہاری کوئی خدمت درکار ہوتی تو میں تمہیں فون پر بھی کنیکٹ کر سکتا تھا۔" اس کے تیور بدستور خراب تھے۔

"پھر۔" اس بار میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "آپ نے کس سلسلے میں زحمت گوارا کی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے آنے کی وجہ جانتے ہو۔"

"سوری۔ مجھے علم نجوم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا تمہیں علم ہے کہ اس وقت تمہارا تمام عملہ میرے گارڈز کے رحم و کرم پر ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے جواب میں اسے گھورا۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھوشن جوزف کی نگاہوں میں تم جیسے لوگوں کی۔"

"ون منٹ مسٹر بھوشن۔" میں نے تیز لہجے میں اسے ٹوکا۔ "میرا خیال ہے ہم ابھی تک ایک دوسرے کے اتنے بے

مخلف دوست بھی نہیں ہیں کہ اپنی کیٹ کو یکسر نظرانداز کردیں۔"

"تم بھول رہے ہو کہ اس وقت تمہارے سامنے کون بیٹھا ہے۔" اس کی آواز میں کسی زخمی ناگ کی پھنکار تھی۔ "بہتر ہوگا کہ تم سیدھی طرح میرے سوالات کا جواب دو۔ ورنہ بھوشن کی دشمنی تمہیں اتنی مہنگی پڑے گی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"تم اب حد سے بڑھنے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم کھل کر بات کرو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ ویسے تمہاری اطلاع کے عرض کردوں کہ میں تم سے کسی طرح بھی خائف نہیں ہوں۔ تمہارے بارے میں میں نے اخبارات میں بہت کچھ پڑھ رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بلاوجہ تم سے خوفزدہ رہوں۔"

"بھگوان داس کے نام سے واقف ہو۔" وہ میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے اصل مطلب پر آگیا۔

"غالباً تمہارے بزنس منیجر کا نام ہے۔ اکثر میں نے اسے مختلف میٹنگ میں تمہاری نمائندگی کرتے دیکھا ہے لیکن ہم ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔"

میں نے جان بوجھ کر "تھے" کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔

"کیا تم پروفیسر سورس کے نام سے بھی ناواقف ہو۔"

"یہ نام میرے لیے قطعی غیر معروف اور اجنبی ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کبھی ا۔ بمبسیڈر ہوٹل جانے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"نام ضرور سنا ہے جانے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔"

"کیا تم واقعی اتنے بھولے اور معصوم ہو جتنا اس وقت ظاہر کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" اس کے لہجے میں سفاکی کا عنصر بھی شامل تھا۔

ٹھیک اسی وقت جب بھوشن نے مجھ سے سوال کیا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں ہم دونوں کے سوا کوئی تیسری شخصیت بھی موجود ہے۔ فوری طور پر میرا ذہن بھوشن کے ہمراہ آئے ہوئے کسی گارڈ کی سمت گیا جو غالباً میرے آفس کے اندر آگیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

کاکا دفتر کے اس گوشے کے ایک صوفے پر نیم دراز تھی جو میں نے خاص لوگوں کے سلسلے میں مخصوص کررکھا تھا۔ میں نے اپنے چہرے سے اپنے اندرونی جذبات کو ظاہر نہیں ہونے دیا، یہ اور بات ہے کہ کاکا کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں۔ وہ کسی نوخیز دوشیزہ کے روپ میں اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کے بیٹھنے کا کافرانہ انداز اور جسم پر نظر آنے والا لباس یقیناً سحر انگیز تھا، اگر کسی فلم میں اس کی عکاسی کی گئی ہوتی تو سینسر کی قینچی اس کے ایک فریم کو بھی پردہ اسکرین پر دکھانے کی اجازت نہ دیتی۔ کاکا کی نگاہوں میں مستی کے جام تھرک رہے تھے وہ مجھے بڑی سیکسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" بھوشن نے اپنا سوال دہرایا تو میں نے نظر گھما کر اس کی جانب دیکھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ تمہارے سوال کا کیا جواب دوں۔" کاکا کے آجانے سے میرے رگ و پے میں ایک نئی قوت سرایت کرگئی تھی۔

"آئی سی۔" بھوشن کا لہجہ یکلخت خونخوار ہوگیا۔ "کیا تم شرافت سے اس بات کا اقرار نہیں کروگے کہ تم نے ا۔ بمبسیڈر میں پروفیسر سورس کی حیثیت سے قیام کے دوران بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کو گولی مار کر ہلاک کیا ہے۔"

"واٹ۔" میں نے حیرت سے چونکنے کی بڑی شاندار اداکاری کی، انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ الزام میرے لیے قطعی غیر متوقع اور بے بنیاد رہا ہو۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو مسٹر شہباز۔" بھوشن کرسی پر پہلو بدل کر سخت آواز میں بولا۔ "میرے آدمی کسی دشمن کی زبان کھلوانے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے دیدہ و دانستہ تلملا کر جواب دیا۔ "تم نے یقیناً سوتے یا جاگتے میں کوئی سپنا دیکھا ہے۔ جس کے اثرات اب تک تمہارے ذہن پر مسلط ہیں۔"

"بھگوان داس نے تمہارے میک اپ میں ہونے کے باوجود کئی بار تمہیں شہباز کہہ کر مخاطب کیا تھا۔"

"تمہیں یقیناً کوئی ایسی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ جس کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"تم نے جس کمرے میں بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اس سے ملحق کمرے میں تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہورہا تھا۔"

"اگر تمہارے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت موجود ہے تمہیں یہاں آنے کے بجائے کسی پولیس اسٹیشن یا پھر مجسٹریٹ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ ٹیپ کی جانے والی گفتگو میرے خلاف تمہارے کیس کو خاصی تقویت دے سکتی ہے۔"

"تم نے غالباً ا۔ بمبسیڈر میں قیام کے دوران اس شینڈلر پر غور نہیں کیا جو چھت پر موجود تھا۔" بھوشن نے مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے گھورا۔ "شینڈلر کے اندر ایک مختصر مگر حساس کیمرا بھی موجود ہے۔ جس کے ذریعہ دوسرے کمرے میں اس کی

مووی بھی تیار ہوسکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "پھر تو ناکردہ جرم کے باوجود شاید عدالت مجھے پھانسی کی سزا دینے سے دریغ نہ کرے گی۔"

"پھانسی کی سزا تمہیں میرے زرخرید کتے بھی دے سکتے ہیں۔" بھوشن کے لہجے میں اس بار بلا کی سفاکی تھی۔

"شہباز۔ میرے سپنوں کے راجہ۔ میرے من مندر کے دیوتا، تمہاری داسی اس سمے تمہارے پاس موجود ہے اس لیے تمہیں بھوشن سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" کاکا کی خرم آواز مندر میں کنواریوں کی بجائی ہوئی گھنٹیوں کی آواز بن کر میرے کانوں میں گونجی۔ "اگر تم کہو تو میں بھوشن کا کریا کرم بھی کرسکتی ہوں۔"

"حیرت انگیز۔" میں کاکا کی بات سن کر اور بے خوف ہوگیا۔ بھوشن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "ابھی تک تو کتے صرف شکار کی خاطر یا منشیات وغیرہ کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کررہے تھے۔ تم نے اگر انہیں کسی شخص کو پھانسی دینے کے فن میں بھی طاق کردیا ہے تو بلاشبہ تمہارا یہ کارنامہ عالمی سطح پر بےحد سراہا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے تمہیں نوبل پرائز کا حق دار بھی سمجھا جائے اور تمہارا شمار بھی دنیا کے ان افراد میں۔۔۔"

"شٹ اپ۔" بھوشن آپے سے باہر ہونے لگا پھر اس نے غصے میں تالی بجائی تو باہر کھڑے ہوئے دو مسلح گارڈ دندناتے ہوئے آفس کے اندر آگئے۔ ان کی نگاہیں بھوشن کی طرف تھیں لیکن خودکار رائفلوں کا رخ میری ہی جانب تھا۔

"میرا ایک اشارہ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردینے کے لیے بہت کافی ہوگا۔" وہ غرایا۔ "تم خواہ کسی بھی میک اپ میں ہو لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کا خون تم ہی نے کیا ہے۔"

"دل تو میرا بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ میرے مکان کو آگ لگوانے میں کسی نہ کسی زاویے سے تمہارے ہاتھ بھی ضرور شامل ہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "یہ بات ضرور تمہارے علم میں ہوگی کہ کاروبار اختیار کرنے سے پیشتر میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔ حالات کی روشنی میں کوئی نتیجہ اخذ کرنا مجھے بھی آتا ہے۔ ہوسکتا ہے دانش کے اغوا میں خان جابر کا ہاتھ شامل ہو جس نے فون پر مجھ سے کھل کر آگ لگانے کا اقرار کیا تھا، پولیس کے ذمے دار افراد کے علاوہ کچھ اور ایسے عینی شاہد بھی موجود ہیں جنہوں نے خان جابر کو جائے وقوعہ پر دیکھا تھا، پولیس کی فائل پر اس کا ثبوت موجود ہے کہ تم نے خان جابر کو اپنا آدمی ظاہر کرکے اسے بازیاب کرانے پر زور دیا تھا۔ دو اور دو چار کرنا مجھے بھی آتا ہے مائی ڈیئر مسٹر بھوشن لیکن میں نے تمہارے دفتر پر مسلح آدمیوں کے ساتھ چڑھائی کرنے کی حماقت نہیں کی۔"

"کبھی ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولا۔ "ورنہ تمہارا انجام تمہارے فرشتوں کے تصور سے بھی زیادہ بھیانک اور اذیت ناک ہوگا۔"

"اس کا جواب تو آنے والا وقت ہی دے سکے گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا۔

"بھوشن کو انڈر اسٹیمیٹ کرنے کی کوشش کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے پوچھا پھر کاکا کی جانب ایک سرسری نظر ڈالی جو بدستور اسی انداز میں نیم دراز تھی جو خون کی گردش اور حرارت تیز کردینے کے لیے بہت کافی تھی۔

"تم بھوشن کی طاقت کو آزمانا چاہتے ہو۔" وہ غراتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"طاقت کی آزمائش زرخرید غنڈوں اور دہشت گردوں کے بل بوتے پر نہیں کی جاتی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مرد وہ ہوتا ہے جو صرف اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرتا ہے۔"

"یو باسٹرڈ۔" وہ حلق کے بل چیخا، میرے جواب نے اسے جنونی کیفیت سے دوچار کردیا تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے کسی آدم خور درندے کے انداز میں پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر دونوں مسلح افراد کی سمت دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "اس کو بال سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلو۔ میں اسے بتاؤں گا کہ بھوشن سے اونچی آواز میں بات کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

دونوں مسلح افراد بھوکے جانوروں کی طرح میری جانب لپکے تھے پھر اس طرح ایک جھٹکے سے رک گئے جیسے کوئی نادیدہ دیوار ان کے راستے میں حائل ہوگئی ہو، ان کی خودکار رائفلیں بھی ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر چکی تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کاکا کی طاغوتی قوتوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔ پھر اس سے پیشتر کہ وہ اپنی رائفل اٹھاتے یا بھوشن اپنی حیرت پر قابو پاتا، میں نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا آٹومیٹک نکال کر کرخت لہجے میں انہیں للکارا۔

"خبردار۔ اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو پھر مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

بھوشن نے کوئی جواب نہیں دیا وہ حالات کے پیش نظر جیسے گنگ ہوکر رہ گیا تھا لیکن اس کی نگاہوں سے بدستور نفرت اور انتقام کے شعلے ابل رہے تھے، بازی پلٹ جانے کے باوجود وہ اپنی شکست تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ بھوشن نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی اس کا ٹیپ ہی اس کے خلاف اور اس کے مسلح

افراد کو رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کرا سکتا تھا۔

"مسٹر بھوشن۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب تمہارا اپنی طاقت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلا کر یہ حکم نہیں دو گے کہ وہ مجھے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے یہاں سے لے جائیں۔"

"اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ تم بھوشن کا بال بھی بیکا کر سکتے ہو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔ "میرے مسلح افراد نے اس وقت بھی تمہارے محلے کے تمام افراد کو قابو کر رکھا ہے، اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو پھر تمہارے آفس کا ایک فرد بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے مائی ڈیئر مسٹر بھوشن۔" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"تم بہت جلد اپنا انجام خود اپنی نظروں سے دیکھ لو گے۔"

میں نے کوئی مناسب جواب دینا چاہا لیکن اسی لمحے کالکا نے مجھے مخاطب کیا۔

"تم اس راکشس کو باتوں میں الجھائے رکھو۔ میں تمہارے متر ڈی ایس پی سراج کو اطلاع دینے جا رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ دشٹ اپنے آدمیوں سمیت گرفتار ہو جائے۔"

پھر کالکا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت بھوشن کو مخاطب کیا۔

"مجھے تمہاری حماقت پر ہنسی بھی آ رہی ہے اور رونا بھی۔ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو، میں چاہوں تو تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی غلطی نہیں کروں گا البتہ تمہیں ایک بار پھر یہ یقین دلانا چاہوں گا میں کسی پروفیسر مورس سے واقف نہیں ہوں اور بھگوان داس یا اس کے ساتھیوں کے قتل سے بھی میری ذات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" بھوشن نے گرج کر جواب دیا۔ "بہتر ہو گا کہ تم مجھے گولی مار دو۔ دوسری شکل میں اگر میں زندہ رہا تو پھر تمہیں اذیت ناک موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"غلط فہمی کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم خود ہی فیصلہ کرو، اپنے دماغ پر زور ڈالو اور یہ بتاؤ کہ میری تم سے یا تمہارے منیجر بھگوان داس سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے جبکہ میں تم دونوں سے پوری طرح واقف بھی نہیں ہوں۔ ہمارے درمیان کسی قسم کا کاروباری لین دین بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں، میں بلاوجہ۔۔۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ سفاکی سے بولا۔ "بھوشن کے ذہن میں ایک بار جو بات بیٹھ جائے وہ آسانی سے نہیں نکل سکتی۔ میرے پاس کوئی اہم ثبوت نہ سہی لیکن اس کے باوجود میں تم سے بھگوان داس کا انتقام ضرور لوں گا۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اب تم اپنی اوقات سے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"یو سن آف اے بچ" مجھے موقع ملے دو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ بھوشن کس طاقت کا نام ہے۔"

پھر وہی ہوا جو کالکا نے کہا تھا۔ کچھ دیر بعد سراج اور اس کے ساتھیوں نے پورے آفس کو گھیر لیا۔ بھوشن کے مسلح گارڈز نے پولیس سے مقابلے کی خاطر فائرنگ بھی شروع کر دی تھی لیکن وہ زیادہ دیر تک اپنا دفاع نہیں کر سکے، اس کے بعد سراج نے تمام مسلح افراد کو گرفتار کرا لیا۔ ان کے وہ ہتھیار بھی قبضے میں لے لیے جو بغیر لائسنس کے تھے پھر سراج میرے کمرے میں داخل ہوا جہاں میں نے بھوشن کو بدستور پستول کی زد پر لے رکھا تھا، سراج نے بھوشن اور اس کے باقی دونوں ساتھیوں کو بھی حراست میں لے لیا۔

بھوشن نے اس موقع پر کوئی مزاحمت نہیں کی لیکن وہ سراج کو کچھ ایسی نگاہوں سے گھور رہا تھا جیسے اس پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہو کہ پہاڑ اور گلہری میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پولیس کی بھاری نفری جب سب کو گھیرے میں لے کر باہر کی سمت ہانک رہی تھی تو میں نے سراج کو اشارے سے رکنے کو کہا اور وہ ٹیپ اس کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

"اس میں وہ تمام گفتگو ریکارڈ ہے جو بھوشن اور میرے درمیان ہوئی تھی۔"

"تھینکس مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ ابھی میں نے بھوشن کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اتفاق ہی سمجھئے جو میں بازی جیتنے میں کامیاب ہو گیا ورنہ بھوشن کے ساتھی مجھے اور میرے محلے کے افراد کو بھون ڈالنے سے کوئی گریز نہ کرتے۔"

"کیا میں آپ کے آفس کے کچھ ذمے دار لوگوں کو بیان لینے کی خاطر اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

"ایز یو وش۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پولیس بھوشن کے خلاف کوئی ٹھوس کارروائی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

"کیا اب تم اپنی کالکا رانی کا شکریہ بھی ادا نہیں کرو گے۔"

کالکا کی آواز سن کر میں نے نظریں اٹھائیں، وہ ایک بار پھر مجھے صوفے پر عجیب حالت میں نیم دراز نظر آ رہی تھی، میں قریب جا کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا، اس کے ہونٹوں کا گداز گلاب کی پنکھڑی کی طرح بڑے تشنہ انداز میں کپکپا رہا تھا، اس کی نگاہوں میں میرے لیے پیار ہی پیار تھا، انداز میں خود سپردگی کی کیفیت تھی، ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کالکا کے وجود کو بھی سندلی انگوٹھی کے ذریعے جلا کر راکھ کر دوں لیکن میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے گریز کیا۔ کالکا نے مجھے اور میرے محلے کے افراد کو بھوشن اور اس کے مسلح گارڈز سے نجات دلا کر جو احسان کیا تھا میں اس کا بدلہ بدی میں نہیں دے سکتا تھا پھر میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ لیڈی مکلارنس کالکا کے مقابلے میں کس حد تک طاقت ور ثابت ہو سکتی ہے۔ لیڈی مکلارنس بھی میرے لیے کارآمد تھی اس لیے میں فی الحال ان دونوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وقت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ میں ان دونوں کی پراسرار طاقت سے استفادہ کرتا رہوں۔ میری نگاہیں کالکا کے خوبصورت اور حسین جسم کے نشیب و فراز پر پھسل رہی تھیں۔ یہ محض دکھاوا تھا۔ میں کالکا کو یہی تصور دینا چاہتا تھا کہ اس کے قیامت خیز جسم نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے ورنہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت مجھے کالکا اور ماہ رخ کے مقابلے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ ان میں سے زیادہ بے شرم اور بے غیرت کون ہے؟

"کیا بات ہے شہباز۔" کالکا نے میری نگاہوں کو محسوس کرتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔ "تم اس قدر غور سے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو۔"

"کالکا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔ "کیا میں تمہارے قریب آ سکتا ہوں۔"

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔" وہ اپنے جسم کو سمیٹ کر بیٹھ گئی۔ "شریر اور جسم کا سمبندھ ویسے بھی سچا پیار نہیں کہلاتا، پریم تو من کی گہرائیوں میں ہوتا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم مجھے اپنے قریب آنے سے کیوں منع کر رہی ہو۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "تم شاید کومل ورما، موہنی اور رادور کے انجام کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ ہو لیکن میں تمہیں وشواس دلاتا ہوں کہ تمہارے شریر کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

"پھر میرے قریب آنے کے لیے اتنے بے کل کیوں ہو۔"

"میں تمہیں بہت قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں، تمہاری سانسوں کی مہک اور شریر کی تپش کو محسوس کرنا چاہتا ہوں، تمہارے قرب کی لذتوں سے سرشار ہونا چاہتا ہوں۔"

"ماہ رخ نے تمہیں اس کا موقع دیا تھا پھر تم نے اسے دھتکار کیوں دیا۔" وہ شوخ ہوئی۔ "تم چاہتے تو اس کے شریر سے بھی اپنے من کی پیاس بجھا سکتے تھے۔ اسی کارن تو اس نے تمہیں اپنے آدمیوں سے اغوا کرایا تھا۔"

"او۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہے لیکن پھر تم نے میری کوئی مدد نہیں کی۔" میں نے شکوہ کیا۔

"میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم اس حسین کنیا کے شریر کی گرمی سے پگھلتے بھی ہو یا نہیں۔" اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم ان لوگوں کی نشاندہی کر سکتی ہو جنھوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کر لی۔

"کر سکتی ہوں لیکن ایسا کروں گی نہیں۔" وہ ایک ادائے دل ربانہ سے بولی۔ "وہ نردوش ہیں۔ اصل جڑ تو ماہ رخ تھی جس نے تمہیں بڑی دیدہ دلیری سے اغوا کرایا تھا۔ اس کے کارن اس نے تمہارے آدمیوں کو بھی بڑا خوبصورت جل دیا تھا اور ہاں تم نے جو اس کی ہٹ اور وین کا نمبر نوٹ کیا ہے اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ وہ ہٹ بھی ماہ رخ کی تھی اور وین بھی اسی کے گھریلو استعمال میں آتی ہے پرنتو تم اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں رکھ سکو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو گھاٹے میں رہو گے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو پہلے سے نہیں بتائی جاتیں۔ میں کیول تمہیں اتنا بتا سکتی ہوں کہ ماہ رخ سے بگاڑ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کالکا۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ "کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔"

"تمہاری بھرپور جوانی سے تھوڑی سی۔ بھکشا (بھیک)۔" کالکا معنی خیز انداز میں بولی۔ "ساگر سے اگر دو چار چلو پانی نکل جائے تو اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بہتی گنگا میں دنیا ہاتھ دھوتی ہے۔ تم بھی سمے سے فائدہ اٹھاؤ۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔۔۔ تم؟" میں نے حیرت سے جواب دیا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ تم نے کیا کہا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ اگر کبھی میں نے کسی اور سندری کو من میں بسایا تو تم اپنا سمبندھ اور سارے بندھن توڑ کر آزاد ہو جاؤ گی اور۔۔۔"

"مجھے سب یاد ہے کہ میرے من مندر کے کرشن کنہیا۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "میں نے من میں کسی دوسری سندری کو بسانے کی بات کی تھی بھوگنے ناتھ۔ گھڑی دو گھڑی من بہلانے اور من میں بسانے میں دھرتی اور آکاش کا فرق ہوتا ہے۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ اگر میں نے ماہ رخ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو گھاٹے میں رہوں گا۔" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"ہاں میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"لیکن۔۔۔"

"مجھے مجبور مت کرو شہباز۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیل اتنا یاد رکھو کہ کبھی کبھی منش کو موت سے چھٹکارا پانے کے لیے گندے پانی سے بھی من کی پیاس بجھانی پڑتی ہے۔"

"مگر یہ گناہ ہے۔"

"پاپ اور پن کی بات مت کرو۔" کاکا نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری دشمنی صرف بھوشن سے تھی، بھگوان داس کے ساتھیوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے ان کا کریا کرم کرڈالا؟"

"تم میرے باپ کی موت، میری ماں کے دربدر ہونے کی کہانی اور میرے آدمیوں کے نقصان کو کیوں فراموش کررہی ہو۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میں بھی یہی کہہ رہی ہوں میرے سرتاج۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "یدھ اور پریم میں سب چلتا ہے۔ ماہ رخ بھی۔"

"ہمتم ..."

"اپنی کاکا رانی کی ایک بات دھیان سے سن لو۔ اگر تم نے اس مکار اور فریبی کنیا کی آشا کی راہ میں دیواریں کھڑی کرنے کی کوشش کی تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔ وہ اپنی ہٹ کی خاطر کتنا گر سکتی ہے تم اس کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکتے۔"

"ایک بات کہوں کاکا رانی۔" میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ "اگر تمہیں بھگوان داس والی رام کہانی معلوم تھی تو تم نے میری مدد کیوں نہیں کی، تم اتنے عرصے مجھ سے دور دور کیوں رہیں۔"

"تم نے مجھے یاد بھی تو نہیں کیا تھا۔" اس نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولی۔ "مجھے وشواس تھا کہ بھگوان داس نے تمہارے خلاف جو جال بچھایا تھا اس میں وہ خود ہی پھنس کر دم توڑ دے گا۔ تمہارے اوپر کوئی بات نہیں آئے گی۔ اس کے علاوہ مجھے آج کل ایک ضروری کام اور بھی درپیش ہے۔"

"وہ کیا ...؟"

"تمہاری وہ طوطے جیسی ناک والی سفید چمڑی کی بڑھیا آکاش پر اڑنے کے سپنے دیکھ رہی ہے۔" کاکا نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے میری مورتی کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے اور اب میری آتما پر قابو پانے کے سپنے دیکھ رہی ہے جو کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ ابھی مجھے دیوی دیوتاؤں کی طرف سے اس بڑھیا سے ٹکرانے کا اشارہ نہیں ملا ورنہ میں اسے تمام بھید بھاؤ سمجھا دیتی کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"وہ تمہاری دشمن کیوں بن گئی؟ تمہارا اس کا کیا جھگڑا ہے؟"

"جھگڑا منش اور منش کے درمیان بھی نہیں ہوتا۔" اس نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ "یہ سب شکتی اور کرسی کا چکر ہوتا ہے، منش خود کو منوانے کے کارن اور دشمن پر اپنی دھاک بٹھانے کی خاطر ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔ تمہاری وہ سفید چمڑی والی بددماغ بڑھیا بھی شکتی ہی کی خاطر میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کررہی ہے لیکن تم اس بات کے گواہ ہو کہ میں نے تمہارے معاملے میں اسے نیچا دکھا دیا۔"

"میں ... سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اس نے بھوشن کے سلسلے میں تم سے پورے یقین اور وشواس سے کیا کہا تھا؟" کاکا نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نے کہا تھا کہ بھوشن پروفیسر مورس کے پیچھے چھپے ہوئے تمہارے اصل روپ کو ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، پر تو اس کا کہا سچ نہیں ہوا، میں نے اپنی شکتی کے زور سے بھوشن کو ایک نئے جنجال میں پھنسا دیا۔ کاش میں تمہیں دکھا سکتی کہ اس سے اس بڑھیا کے سینے پر کتنے سانپ لوٹ رہے ہیں۔"

"کاکا۔" میں نے پھر موضوع بدلا۔ "کیا تم ایک کام میں میری مدد کرسکتی ہو۔"

"حکم کرو مہاراج۔" اس کے انداز میں پھر خود سپردگی کا عنصر شامل ہوگیا۔

"کیا میں گپتا کو بھوشن کی قید سے نہیں نکال سکتا۔"

"گپتا۔" کاکا نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "کبھی وہ سچ مچ اتنی سندر تھی کہ اس کا شریر پوجا جانے کے قابل تھا لیکن اب بھوشن اور اس کے شکاری کتوں نے اسے بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہے، اس کے شریر کا سارا رس چوس لیا ہے، اس کے کومل جسم کو ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل دیا ہے۔ وہ زندہ ضرور ہے لیکن کسی مرجھائے ہوئے ایسے پھول کی طرح جو گرم ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے بکھر چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ گپتا بھوشن کے سلسلے میں ایک اہم ثبوت ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے۔" کاکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم اسے بھوشن کی قید سے مکتی دلانا چاہتے ہو تو میں تمہاری سہائتا کرنے کو تیار ہوں لیکن میرا خیال ہے بھوشن کی تباہی میں ابھی کچھ سے باقی رہ گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے اسے ایک جھٹکا دینے کی خاطر تمہارے ہاتھوں گرفتار ضرور کرایا ہے لیکن ابھی پولیس بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی، شاید گپتا کی گواہی بھی پولیس کے کسی کام نہ آسکے۔"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ بھوشن کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کردو تو ..." میں نے کاکا کو ٹٹولنا چاہا۔

"میں تمہارا حکم ماننے سے انکار نہیں کروں گی پر تم بھوشن کی موت کے بعد ایک نیا طوفان تمہارے خلاف سر اٹھائے گا جو بھوشن کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہوگا اس لیے میرا مشورہ ہے کہ ابھی سمے کا انتظار کرو، بھوشن اپنی شکتی کے بل بوتے پر جو غلطیاں کررہا ہے اسے کرنے دو، یہی غلطیاں اس کی تباہی کا باعث بنیں گی۔ رہا تمہارے بچاؤ کا معاملہ تو یہ تمہاری کاکا کی ذمہ داری ہے۔ جس پر تم ایک بچے پریمی کی طرح آنکھ بند کرکے وشواس کرسکتے ہو۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ بھوشن کا کریا کرم میرے ہاتھوں ہو۔" میں جذباتی ہونے لگا۔

"تمہاری اچھا بھی ضرور پوری ہوگی۔ یہ کاکا کا وچن ہے۔"

"کیا تم ماہ رخ کے سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرسکتیں۔"

"مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرو شہباز۔" کاکا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تشنہ انداز میں کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ماہ رخ کے شریر کے ذریعے میں بھی اپنی منو کامنائیں (دلی خواہشیں) پوری کرسکوں۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو ..."

"میں تمہیں اپنے اصلی روپ میں نہیں اپنا سکتی لیکن ماہ رخ کے شریر میں داخل ہوکر تمہاری بانہوں میں ضرور مچل سکتی ہوں۔" کاکا کی حسین نگاہوں میں پھر مستی کے ساغر ٹکرانے لگے۔

مجھے اس وقت کاکا کے وجود سے بھی گھن محسوس ہورہی تھی لیکن ضبط کرکے بولا۔

"تم جانتی ہو کاکا رانی ماہ رخ کس ٹائپ کی عورت ہے، یوں بھی میں عورتوں کے قریب جانے سے ..."

"میں پھر کسی وقت تمہارے سوال کا جواب دوں گی۔" اچانک کاکا نے فضا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہاری وہ خمیدہ ناک والی بڑھیا پھر میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کررہی ہے۔ وہ بھوشن کو میرے مقابلے پر لانا چاہتی ہے لیکن میں اس کا سپنا پورا نہیں ہونے دوں گی، مجھے آگیا دو شہباز۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا، میں تمہاری سہائتا کو ضرور آجاؤں گی۔"

پھر کاکا کا حسین وجود میری نظروں سے اوجھل ہوگیا، میں چند لمحے تک اس کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر میں نے ریسیور اٹھایا اور ندیم کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جب بھوشن اور اس کے مسلح ساتھیوں نے میرے آفس پر یلغار کی تھی اس وقت ندیم کے آدمی کہاں تھے

"ہیلو ..." دوسری جانب سے ندیم ہی نے کال ریسیو کی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔" میں سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "کیا تمہیں بھوشن کے میرے دفتر آنے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ہاں ... مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بھوشن اور اس کے آدمی اس وقت سراج کے آفس میں موجود ہیں اور انہوں نے کیا موقف اختیار کیا ہے۔"

"کیا تم مجھے تفصیل بتانا پسند کرو گے۔"

"بھوشن کا کہنا ہے کہ وہ تم سے محض کچھ ضروری کاروباری امور پر گفتگو کرنے کی خاطر گیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "اس نے مسلح افراد سے اپنا کسی قسم کا کوئی تعلق ماننے سے انکار کردیا ہے۔"

"پھر وہ افراد کس سے متعلق تھے۔"

"مسلح افراد نے بھی بھوشن کو پہچاننے سے انکار کردیا ہے۔" ندیم نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ "ان کا اقبالی بیان ہے کہ وہ تمہارے آفس میں ڈکیتی کے ارادے سے گئے تھے جہاں ان کے دو ساتھی تمہارے ہاتھوں مارے گئے پھر کسی نے پولیس کو مخبری کردی اور پولیس نے بروقت پہنچ کر انہیں گرفتار کرلیا۔"

"کیا تم اس کہانی پر یقین کرسکتے ہو۔"

"بات میری یا تمہاری نہیں ... اقبالی بیان کی ہے جو باقاعدہ مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریکارڈ کیا گیا ہے، قانون کی نگاہوں میں بھی اقبال جرم کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے، میرا خیال ہے کہ بھوشن نے ان لوگوں کو قبل از وقت پوری طرح بریفنگ کردی تھی کہ پکڑے جانے کی صورت میں انہیں کیا بیان دینا ہے۔"

"اور وہ جو ٹیپ میں نے سراج کو دی تھی۔" میں نے تلملا کر پوچھا۔ "اس کا کیا بنا۔ اس میں میرے اور بھوشن کے درمیان ہونے والی وہ تمام گفتگو ریکارڈ تھی جس میں اس بات کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ وہ مسلح افراد بھوشن ہی کے آدمی تھے اور بھوشن مجھے براہ راست دھمکی دینے اور بھگوان داس کے قتل کے سلسلے میں اپنی طاقت کا احساس دلانے کی غرض سے آیا تھا۔"

"سراج اس کو سامنے لانے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "جس وقت وہ بھوشن اور مسلح افراد کو لے کر تھانے پہنچا، اس وقت چیف منسٹر کا ایک اہم آدمی سراج کے کمرے میں پہلے سے موجود تھا جس کی موجودگی میں سراج کی جگہ اگر اور کوئی بھی ہوتا تو ان احکامات کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کرسکتا تھا جو اسے بند کمرے میں موصول ہوئے تھے۔"

"گویا بھوشن کے کسی آدمی نے گرفتاری کے فوراً بعد اوپر تک اطلاع کردی۔" میں نے تلملا کر جواب دیا۔

"سراج کی پوزیشن اس وقت خاصی قابلِ رحم ہے۔ بھوشن نے اس پر ہتکِ عزت کا دعویٰ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سراج نے اسے کسی ذاتی عناد کی وجہ سے غیر قانونی طور پر زیرِ حراست لینے کی حماقت کی ہے، جس غلطی کو وہ فراموش نہیں کر سکتا۔"

"ہمپ۔۔۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اب سراج غریب کا کیا بنے گا؟"

"میں نے اس سلسلے میں اپنے اثر و رسوخ بھی استعمال کیے ہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ بھوشن اور سراج کے درمیان مصالحت ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ سراج کو معافی بھی مانگنی پڑے۔"

"گویا اب بھوشن میرے معاملے میں زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔"

"پریشان مت ہو مائی ڈیئر۔ ہم نے بھی ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" ندیم نے بہ دستور بے پروائی سے جواب دیا۔ "اگر اس نے کوئی حماقت یا انتقامی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو اس بار میرے آدمی بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔"

"مجھ سے غلطی ہوگئی۔" میں نے جھلاتے ہوئے کہا۔ "ان دونوں مسلح افراد کے ساتھ مجھے بھوشن کا قصہ بھی ہمیشہ کے لیے پاک کر دینا چاہیے تھا۔"

"یہ کام میرے آدمی بھی سرانجام دے سکتے تھے لیکن میں نے انہیں موبائل پر کسی قسم کی قتل و غارت گری سے منع کر دیا تھا۔"

"وجہ۔۔۔؟"

"میرا اصول ہے کہ جنگ اپنے علاقے کے بجائے دوسرے کے علاقے میں لڑی جائے تو زیادہ بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔"

"میں اسے نرالی منطق کہوں گا۔"

"اپنی اپنی سوچ کی بات ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے میرا مشورہ ہے کہ تم بھوشن کے سلسلے میں فی الحال اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرنا۔ کسی زہریلے ناگ کے پھن کو جوتے تلے دبانے کے فن میں مہارت حاصل کیے بغیر عملی قدم اٹھانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے بائی دی وے، کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ جب بھوشن کے مسلح آدمیوں نے کوئی موقع دیے بغیر تم کو اور تمہارے عملے کو قابو میں کر لیا تھا تو پھر اس کی اطلاع پولیس تک کس طرح پہنچی؟"

"میں سمجھ رہا تھا کہ تمہارے کسی آدمی نے سراج کو صورتِ حال کی نزاکت سے آگاہ کیا ہوگا۔" میں نے کاکا کے ذکر کو درمیان سے نکالنے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہارے کسی آدمی نے ایسا نہیں کیا تھا؟"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال، اب تمہیں اپنی پرچھائیں سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بھوشن کسی وقت بھی انتقامی کارروائی کر سکتا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا، پھر دوسری جانب سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا اور بھوشن کے بارے میں غور کرنے لگا جس نے یقیناً بڑی ذہانت سے بازی کا رخ پلٹ دیا تھا۔

شام کو سراج نے بھی وہ تمام تفصیل بیان کر دیں جو ندیم مجھے بتا چکا تھا۔

"میں اب دو ماہ کی چھٹی پر جا رہا ہوں۔" سراج نے تفصیل بتانے کے بعد بجھے ہوئے دل سے کہا۔

"خیریت۔۔۔؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا آپ بھوشن سے۔۔۔"

"بھوشن سے نہیں۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔ "ملک کے سیاسی حالات سے۔ لیکن دو ماہ کی چھٹی میں محض تفریحاً نہیں لے رہا ہوں۔ اس کے لیے مجھے مجبور کیا گیا ہے۔ دوسری صورت میں مجھے اس حرامزادے سے معافی مانگنی پڑتی جو مجھے منظور نہیں تھی۔"

"کیا اب دو مہینے تک آپ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے؟"

"اس کا جواب تو آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔" سراج کے لہجے میں کوئی آنے والا طوفان مچل رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے پولیس مقابلے کا ایک سنہری موقع ضائع کر دیا۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔"

"بھوشن نے ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا بیان دیا جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا اس سلسلے میں مجھے بھی کھینچا جائے گا؟"

"بیان تو بہرحال دینا ہوگا لیکن مجھے بھوشن کے نظریے پر اب شبہ ہو گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے بیان دیا ہے کہ اگر آپ نے اپنا دفاع نہ کیا ہوتا تو پھر آپ ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں کام آ جاتے۔ اس کا بیان بھی قطعی سیاسی نوعیت کا ہے۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ حقیقتاً آپ کے دفتر محض کاروباری گفتگو کے ارادے سے گیا تھا۔"

"میرے ٹیپ کا کیا بنا؟"

"وہ میرے پاس آپ کی امانت ہے۔ کسی وقت واپس کر دوں گا۔"

"کیا اس سلسلے میں کسی زاویے سے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟"

"فی الحال میں آپ کو بھی سیاست سے کام لینے کا مشورہ دوں گا۔"

سراج سے ہونے والی گفتگو کے بعد مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ سراج کے لیے اوپر سے ملنے والے احکامات کس قدر اذیت ناک ہوں گے۔ وہ ایک ایماندار، ذمے دار اور دلیر افسر تھا۔ اس نے بڑے بڑے سورماؤں میں گھٹنے ٹیکنا نہیں سیکھا تھا لیکن بھوشن کے بارے میں چونکہ حکومت کے ایک صوبے کی مشینری کام کر رہی تھی، اس لیے اس نے وقتی طور پر شاید اسی میں کوئی مصلحت سمجھی ہو کہ تحریری معافی کے بجائے چھٹی پر چلا جائے۔ مجھے یقین تھا کہ چھٹی کے باوجود وہ بھوشن کے خلاف ضرور مواد اکٹھا کرنے سے باز نہیں آئے گا۔

میں دفتر سے اٹھنے لگا تو بھوشن کا فون آ گیا۔

"ہیلو مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ڈاکوؤں کے حملے سے بال بال بچ گئے۔"

"تھینکس۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے حق میں بیان دے کر عدالت کے چکروں اور بیان بازی سے بچا لیا ورنہ مفت کی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی۔"

"پریشان مت ہو۔ تمہیں عدالتوں کے چکر نہیں لگانے پڑیں گے۔ جس کو بیان کی ضرورت ہوگی، وہ خود تمہارے پاس آئے گا۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ بھوشن کا وہ مصالحتی لہجہ بھی اس کی کمینگی ہی کا ایک حصہ تھا۔ اس نے یقیناً مجھے فون کر کے اپنی طاقت اور برتری کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں کوئی ہماری گفتگو نہ سن رہا ہو، میں نے بھی سراج کے مشورے پر سیاسی حربے کا استعمال مناسب سمجھا تھا۔ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے گہرے ہمدرد ہیں۔

"مجھے تمہاری دوستی سے یہی توقع تھی۔" میں نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"ویسے مجھے ایک بات کی حیرت ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"تمہارے دوست اے ایس پی سراج صاحب دو مہینے کی چھٹی پر چلے گئے۔ شاید وہ ڈاکوؤں کے گروہ سے خوف زدہ ہو گئے۔" بھوشن کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"سراج صاحب سے میری دوستی نہیں، بس واجبی سی ملاقات ہے۔"

"بہرحال، مجھے افسوس ہے کہ آج میرا خاصا وقت برباد ہو گیا اور تمہارے ساتھ کاروباری گفتگو بھی مکمل نہ ہو سکی۔"

"نیور مائنڈ مسٹر بھوشن۔" میں نے اس کی دھمکی کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم ایک ہی شہر میں ہیں، ملاقاتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔"

"کیوں نہیں۔ میں تم سے بہت جلد دوبارہ ملاقات کرنے کا وقت نکال لوں گا۔"

"مجھے تمہارے ساتھ ہر ملاقات میں پہلے سے زیادہ خوشی ہوگی۔" میں نے دبی زبان میں اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔ "کہو تو میں باقی معاملات طے کرنے کی خاطر تمہارے آفس آ جاؤں؟"

"ابھی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" بھوشن نے میرا مضحکہ اڑانے کی خاطر ہنستے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "کچھ دنوں تو سکون کا سانس لے لو، اس کے بعد میں خود ہی تمہاری پرابلم حل کر دوں گا۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میں ابھی بھوشن کی کمینگی کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔ اس بار دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"مجھے خوشی ہے کہ اب آہستہ آہستہ تم نے شطرنج کی چالیں سیکھ لی ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"تم نے اچھا کیا جو بھوشن سے فون پر الجھنے کی کوشش نہیں کی۔" ندیم سنجیدگی سے بولا۔ "وہ بڑی شاطرانہ چالوں سے اب تمہیں ایکس پلائٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"لیکن تمہیں۔۔۔"

"اس فکر میں گھلنے کی کوشش مت کرو ورنہ تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا۔" ندیم نے کہا۔ "فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ تمہاری کاکا کی طرح میں نے بھی ایک دو پراسرار ارواح کو قابو کر رکھا ہے جو مجھے پل پل کی خبر دیتی رہتی ہیں۔"

"اور اگر میں اپنا موجودہ آفس کسی دوسرے کمرے میں شفٹ کر دوں تو؟"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بد ارواح اپنی پراسرار شکتی کے زور پر کہیں بھی پہنچ سکتی ہیں۔"

"سراج کو مجبوراً دو ماہ کی چھٹی پر جانا پڑ گیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ حالات کے پیشِ نظر مناسب یہی تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے منظرِ عام سے الگ ہو جائے۔ اوکے، باقی باتیں گھر پر ہوں گی۔" ندیم نے اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا۔

اس رات بڑی شدت کی بارش ہو رہی تھی۔ موسم اتنا

خوشگوار ہو گیا تھا کہ میں اور عارفہ خاصی رات تک جاگتے رہے۔ اس روز مجھے پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا کہ عارفہ کو بارش سے والہانہ عشق ہے۔ اپنے ساتھ اس نے مجھے بھی بڑی دیر تک کھڑکی کے پاس کھڑا رکھا۔ بارش کے سبب مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اور عارفہ کا قرب' دونوں ہی لطف انگیز تھے۔ میں اسے بانہوں کے حصار میں لیے پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا۔ پھر نیند کا غلبہ طاری ہوا تو اپنے بستر پر آ گیا۔ دن بھر کی تھکن اور اعصاب شکن واقعات نے میرے ذہن کو بوجھل کر دیا تھا۔ عارفہ بہ دستور شب خوابی کے لباس میں کھڑکی کے پاس کھڑی بجلی کی چمک' بادل کی ہلکی ہلکی گرج اور موسلادھار بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

میں نے ایک طویل جماہی لے کر دوسری کروٹ بدل لی۔ پھر جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ میں کتنی دیر تک سویا' مجھے اس کا احساس نہیں لیکن دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی جب کسی نے بڑی بے دردی اور پوری شدت سے مجھے جھنجوڑ کر بیدار کیا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ خواب گاہ کی تمام بتیاں روشن تھیں اس لیے صورت حال کا سرسری جائزہ لیتے ہی میرا سر چکرا گیا۔ چھے' سات نقاب پوش جدید اسلحہ کے ساتھ میری خواب گاہ میں پوزیشن لیے کھڑے تھے۔ نقاب کے اندر سے ان کی جھانکتی ہوئی خون آلود نگاہیں بڑی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ میں نے پلٹ کر بستر پر نظر ڈالی' عارفہ وہاں موجود نہیں تھی لیکن اجلی چادر کی شکن اور اس پر نظر آنے والے خون کے تازہ دھبے دیکھتے ہی یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ اس غریب پر کیا گزری ہو گی۔

"پریشان مت ہو مائی ڈیئر۔" بستر کے قریب کھڑے ہوئے نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری خوب صورت دھرم پتنی نے ہمارے آدمیوں کے ساتھ ہاتھاپائی کی حماقت کی تھی جس کے نتیجے میں اسے معمولی زخمی ہونا پڑا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ موت کے ہرکاروں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ میرے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود عارفہ کی غیر موجودگی نے میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز کر دی تھی۔ مجھے عارفہ کے علاوہ اپنی ماں' ندیم اور نسیم کا خیال بھی ستا رہا تھا۔

"خوب صورت چیزیں کہاں ہوتی ہیں؟" اس نے بڑے بیہودہ انداز میں جواب دیا' پھر رکھائی سے بولا۔ "اب تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ ہم چاہتے تو تمہیں بھی گود میں اٹھا کر لے جاتے لیکن تم اب اس قابل نہیں ہو کہ تمہارا بوجھ برداشت کیا جائے۔"

"اسی چھت کے نیچے میری ماں' میرا دوست اور اس کی بیوی بھی تھی۔ وہ سب۔۔۔"

"ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔" وہ مجھے سفاک نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "اوپر سے صرف تمہاری مزاج پرسی کے احکامات ملے تھے' تمہاری بیوی بلاوجہ درمیان میں آ گئی چنانچہ میں نے اسے بھی ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ باس خوب صورت چہروں کا رسیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہمارے اس اقدام پر خوشی کا اظہار کرے گا۔"

"اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو میں ایک ایک کو چن کر ہلاک کر دوں گا۔" میں نے درشتگی سے کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تمہارے دل و دماغ میں یہ خواہش ضرور مچل رہی ہو گی مگر یہ تب ہی ممکن ہو گا جب تم آزاد رہو گے اور ہم تمہیں آزادی کا پروانہ نہیں' موت کا پیغام دینے آئے ہیں۔"

"عارفہ کو واپس کر دو۔" میں نے سودا کرنا چاہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"تم اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں ہو کہ ہم تمہارے ساتھ کوئی سودے بازی کریں۔ تمہیں زندہ یا مردہ بہرحال میں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔ باس نے یہی حکم دیا ہے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اذیتناک موت کے مترادف ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارے باس کا؟"

"کیا اب بھی اس سوال کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا' پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "ہمارے پاس کم وقت ہے' بہتر ہو گا کہ تم اب چلنے کی تیاری کرو ورنہ ہمیں مجبوراً تمہارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔"

عارفہ کی غیر موجودگی نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ اسے اگر ندیم کے مکان سے باہر لے جایا گیا تھا تو پھر کالکا کو بھی اس کا علم ہو چکا ہو گا۔ کالکا نے کہا تھا کہ اگر میں نے اس کے بجائے کسی اور سے ناتا جوڑا تو پھر وہ مجھ سے تمام بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی اور اس کے بعد مجھے خطرناک حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حالات کے پیش نظر کالکا کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی لاحق تھا کہ جو لوگ عارفہ کو زخمی کر کے لے گئے ہیں انہوں نے اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک روا نہیں رکھا ہو گا۔

"بھوشن۔۔۔" میرے ذہن میں بس ایک ہی نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ میری کیفیت اس شکاری جیسی تھی جس کے ہاتھ سے اس کا اسلحہ نکل گیا اور خونی درندوں نے اسے چاروں اطراف سے گھیر رکھا ہو۔

"کس بات پر غور کر رہے ہو؟" نقاب پوش نے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔ "کیا تم شرافت سے ہمارے ساتھ نہیں

چلو گے؟"

"میں مسٹر بھوشن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک آخری کوشش کی۔

"سوری۔ ہمیں ایسے کوئی احکام نہیں ملے کہ ہم تمہاری کسی خواہش کا احترام کر سکیں۔"

میرے پاس اب کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ عارفہ دشمنوں کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ ایسی صورت میں اگر میں بھی ان کے قبضے میں چلا جاتا تو پھر عارفہ کی بازیابی کے امکانات بھی ختم ہو جاتے۔ عارفہ کو بچانے کی خاطر مجھے بہرحال رسک لینا تھا چنانچہ میں نے اٹھتے اٹھتے بجلی کی طرح لپک کر اپنا آٹومیٹک تکیے کے نیچے سے نکال لیا۔ وہ یقیناً میری حماقت ہی تھی۔ کامیابی کی صورت میں بھی میں ان کی تعداد میں صرف ایک یا دو کی کمی کر سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ میرا حشر بھی ضرور خراب کر دیتے لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ پشت سے سر پر لگائی جانے والی ضرب اتنی شدید تھی کہ میری پلکوں کے درمیان کئی سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ غالباً کوئی نقاب پوش میری پشت پر بھی چوکنا کھڑا تھا جسے میں اپنے ایکشن سے پہلے نہیں دیکھ سکا تھا۔

میں کب تک بیہوش رہا' مجھے اس کا کوئی احساس نہیں لیکن جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو مجھ پر ایک بار پھر جنونی کیفیت کا شدید حملہ ہوا۔ ہوش آنے پر میری نظر سب سے پہلے عارفہ پر پڑی جو ایک ستون سے بندھی کھڑی تھی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس اس طرح تار تار کیا جا چکا تھا کہ اس کا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ ستون کے ساتھ ہی ایک آرام کرسی پر بھوشن جوزف بیٹھا فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ مجھے اپنی زندگی عارفہ کی اس نازک پوزیشن سے زیادہ عزیز نہیں تھی۔ میں نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی مگر کراہ کر رہ گیا۔ میرے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے۔

بے بسی کا احساس میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے پوری شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ عارفہ مجھے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر سرسری طور پر اس کمرے کا جائزہ لیا جو بہ ظاہر کسی عمارت کا تہہ خانہ دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے سے نکلنے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جہاں دو بھاری بھرکم نقاب پوش ہاتھوں میں خودکار اسلحہ لیے پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ میں نے نہ چاہنے کے باوجود اپنی نگاہوں کا زاویہ اس طرح تبدیل کر لیا کہ عارفہ کو نہ دیکھ سکوں لیکن میرے وجود کے اندر گرم آندھی کے شدید جھکڑ چل رہے تھے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو اپنی زندگی کی قربانی دے کر بھی عارفہ کو اس شرمناک صورت حال سے رہائی دلانے سے گریز نہ کرتا۔

"بڑے بے بس نظر آ رہے ہو مائی ڈیئر مسٹر شہباز!" بھوشن کی منحوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا اس وقت تم نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کرو گے؟ اس روز اپنے دفتر میں تو تم بہت اونچے سروں میں بول رہے تھے۔"

"بھوشن۔۔۔" میں کسی زخمی درندے کی طرح گرجا۔ "دشمنی اگر ہے تو صرف میری اور تمہاری ہے۔ عارفہ کو درمیان میں لا کر تم نے اپنی انتہائی کمینگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔"

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی اسی قسم کی کوئی بات کہتا لیکن اگر میری جگہ تم ہوتے تو شاید تم بھی اس قیامت خیز اور خوب صورت نظارے سے ضرور لطف اندوز ہوتے جس سے میں ہو رہا ہوں۔" بھوشن نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کوئی خوب صورت اور حسین ناری اگر کپڑوں کی قید سے بالکل ہی آزاد ہو جائے تو پھر اس کی سندرتا کا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ شریر پر لباس کے ٹکڑے جھول رہے ہوں تو پھر منش کے اندر کا جانور اور زیادہ بھوکا ہونے لگتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"عارفہ کی رہائی کے بدلے میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے بہ مشکل اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے شکست کا اظہار کیا۔

"گڈ۔۔۔!" اس نے ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کیا۔ پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم واقعی میری ہر بات مانو گے؟"

"ہاں۔"

"میرا تھوکا چاٹ سکو گے؟"

"ہاں' مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

"میرے جوتوں کی نوک پر سر رکھ کر اپنی دھرم پتنی کی رہائی کی بھیک مانگو گے؟"

"میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے منظور ہے' لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"تمہیں میرے برابر بیٹھ کر کھلی نظروں سے شیر اور ہرنی کے درمیان موت اور زندگی کا کھیل تماشہ دیکھنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"شیر میرا ہو گا۔۔۔ اور۔۔۔ ہرنی تمہاری۔" بھوشن نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ بھوکا شیر کسی سندر ہرنی کو کس طرح پنجوں میں دبوچ کر بے بس کرتا ہے اور بیچاری ہرنی اپنی زندگی بچانے کی خاطر کیسے پھڑپھڑاتی ہے؟"

"بھوشن۔۔۔" میں پوری شدت سے چیخا۔ "ذلیل۔ اگر مرد ہے تو مجھے آزاد کر کے دیکھ' پھر میں تجھے بتاؤں گا کسی مرد کو

اپنی غیرت کس قدر عزیز ہوتی ہے۔"

"تم ناراض کیوں ہوتے ہو میری جان۔" اس نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر تم مجھے موقع نہیں سمجھتے تو پھر تمہاری خوشی کی خاطر بھوکے شیر کا کردار بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔۔۔ کیوں؟ کیا تم بھوشن کی سوداگری دیکھنا پسند کرو گے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خود کو شکنجوں سے آزاد کرانے کی خاطر پوری شدت سے تڑپا تو بندشوں نے مجھے اور قوت سے جکڑ لیا۔

"تم نے بھوشن کو اپنے جال میں پھنسانے کی خاطر پولیس چوکی تک پہنچایا تھا۔" وہ حقارت سے بولا۔ "یاد ہے نا تمہیں۔۔۔؟ لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے ابھی بھوشن کی طاقت کا اندازہ نہیں لگایا۔ یہ بھی میں نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے جو تمہارے باقی گھر والوں کو چھوڑ دیا ورنہ وہ بھی تمہارے سامنے کھڑے اپنی دردناک موت کا انتظار کر رہے ہوتے۔ کیا تم بھوشن کی اس مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"خان جابر، بہرام اور ٹائیگر کی موت میرے لیے زیادہ اہم نہیں تھی۔" بھوشن نے سرد لہجے میں کہا۔ "ایسے کم ظرف کے شکاری کتے بازاروں میں آسانی سے مل جاتے ہیں لیکن بھگوان داس۔۔۔ تم نے اسے مار کر اچھا نہیں کیا۔ وہ میرا سب سے قیمتی آدمی تھا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "میں نے بھگوان داس کو نہیں مارا۔"

"پروفیسر مورس کی حیثیت سے بھی ایمبیسڈر میں قیام کرکے تم نے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔" وہ اپنے موقف پر قائم رہا۔ "شیر کی کچھار میں گھس کر شکار کرنا تم جیسے بچوں کے بس کا کھیل نہیں ہے۔"

"تم یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں کسی پروفیسر مورس سے واقف نہیں ہوں۔"

"ولیم پوکر کا نام کبھی سنا ہے؟" اچانک بھوشن نے بڑے سفاک لہجے میں سوال کیا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔" میں نے بے بسی کا اظہار کیا۔ "ولیم پوکر کا نام میں پہلی بار تمہاری زبان سے سن رہا ہوں۔"

"سمجھا۔۔۔ تم شاید شرافت سے کسی بات کا اقرار نہیں کرو گے۔" بھوشن سفاک آواز میں بولا۔ "تب میں تمہیں وہ شیر اور ایک ہرنی کا کھیل دکھاؤں گا۔"

میں بھوشن کا مفہوم سمجھ کر تڑپ اٹھا۔ میں نے ایک بار پھر کن انکھیوں سے عارفہ کی جانب دیکھا جسے حالات کی ستم ظریفی نے مہر بلب کر رکھا تھا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں موت کا اذیتناک تصور جیسے جم کر رہ گیا تھا۔ نگاہیں اس طرح پھٹی پھٹی تھیں جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ کر بری طرح سہم گئی ہو۔

"مسٹر شہباز!" بھوشن کی آواز دوبارہ گونجی۔ "میں تمہیں صرف دس منٹ کا موقع دے رہا ہوں۔ جو سچ ہے وہ شرافت سے اگل دو ورنہ میں تمہارا اور تمہاری دھرم پتنی کا وہ حشر کروں گا کہ شاید بھوکے کتے بھی تم دونوں کا ماس (گوشت) کھانے سے انکار کر دیں گے۔ صرف دس منٹ۔ اس کے بعد اگر تم نے بچ نکلنے کی کوشش کی تو بھی بھوشن اپنا ارادہ تبدیل نہیں کرے گا۔"

بھوشن کے آخری جملوں کے ساتھ میرے ذہن کی رفتار تیز ہو گئی۔ میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی۔ مجھے اگر اس بات کی توقع ہوتی کہ میرے سچ اگل دینے کے بعد وہ عارفہ کو شرافت سے آزاد کر دے گا تو شاید میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن مجھے علم تھا کہ بھوشن جیسا دغا باز آدمی صرف میری زبان کھلوانے کی خاطر مجھے سبز باغ دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری راست گوئی کے باوجود وہ عارفہ کو اپنی قید سے کبھی آزاد کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ گیتا کی مثال میرے سامنے موجود تھی۔ کرشن تھاپا کی موت کے بعد بھی اس نے گیتا کو نہیں چھوڑا تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ عارفہ میرے اور موت کے درمیان ایک خلیج بن کر حائل ہو گئی تھی۔ اگر وہ بھوشن کے قبضے میں نہ ہوتی تو مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہ ہوتا لیکن اس وقت مجھے صرف اور صرف عارفہ کا خیال لاحق تھا جس نے مجھ پر موت کے تصور کو بھی بڑا اذیتناک بنا دیا تھا۔

"بے بہادری مت کرو مسٹر شہباز۔" بھوشن نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "پانچ منٹ بیت چکے ہیں۔ اب تمہارے پاس صرف پانچ منٹ یا ساٹھ سیکنڈ کی مہلت باقی رہ گئی ہے۔ اس کے بعد تم پہلے اپنی نظروں سے اپنی دھرم پتنی کی پوترتا (پاکیزگی) کی دھجیاں اڑتے دیکھو گے۔ اس کے بعد میرے ٹومی تمہارے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

میرے سر پر فیصلے کی گھڑی منڈلا رہی تھی۔ موت اور زندگی کا درمیانی فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا۔ میں کسی آخری فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری قوت فیصلہ جواب دیتی جا رہی تھی۔ میں اس وقت جس دوراہے پر کھڑا تھا اس کے دونوں طرف موت کے فرشتوں کا رقص جاری تھا۔ پھر میں نے اچانک ایک فیصلہ کر لیا۔ سچ بولنے کا۔ میرے فیصلے کے اندر

امید کی مدھم سی کرن نظر آ رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ میرے سچ بولنے سے عارفہ کی مصیبت ٹل جاتی۔ یہ ایک موہوم سی امید تھی جس کے امکانات بہت کم تھے لیکن میں عارفہ کی خاطر رسک لینے پر مجبور تھا۔

میں نے بھوشن کی سمت دیکھا جو آرام کرسی پر بیٹھا پھانسی دینے والے مجسٹریٹ کی طرح اپنی دستی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرافت یا نرمی کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ دوسری طرف عارفہ نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔ شاید زندگی کی حسرت نے اس کے خوب صورت وجود میں تڑپ کر دم توڑ دیا تھا۔ داخلی دروازے پر کھڑے ہوئے نقاب پوش رائفلوں پر اپنی گرفت جمائے اس طرح پلکیں جھپکائے بغیر بھوشن کی طرف متوجہ تھے جیسے اس کے کسی آخری اشارے کے منتظر ہوں۔

مجھے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے خود کو سمیٹ کر بھوشن کو مخاطب کرنا چاہا۔ ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے، اسی مثل کے مصداق میں نے زبان کھولنے کا فیصلہ کر لیا لیکن قبل اس کے کہ میں زبان کو جنبش دیتا میں نے کالکا کو دیکھا جو بڑے بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کا یہ خوفناک روپ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کے غلیظ ہونٹوں پر تازہ خون کے دھبے موجود تھے۔ اس کے ہاتھوں کی تعداد دو سے زیادہ تھی۔ کندھوں پر سانپ اگے نظر آ رہے تھے جن کی پھنکارنے کی آواز بے حد دہشت ناک تھی۔ اس کے جسم کی رنگت الٹے توے سے بھی زیادہ سیاہ تھی جس پر دنیا جہان کا گند موجود تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے لپک رہے تھے۔ سر سے پاؤں تک وہ قہری قہر دکھائی دے رہی تھی۔ میں اس کی ناراضگی کا سبب سمجھ رہا تھا۔ عارفہ کو زندہ دیکھ لینے کے بعد اس کی پراسرار اور گندی قوتوں میں سیلاب امڈ آیا تھا۔ وہ عارفہ کو میری بیوی کے روپ میں دیکھ کر جوالا مکھی بن گئی تھی۔ میری نگاہوں کے سامنے کھڑی وہ مجھے انتہائی نفرت بھری انتقامی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے غلیظ ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اس کی بھیانک آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر کالکا تمہیں زمین سے اٹھا کر آکاش تک لے جا سکتی ہے تو آکاش سے اٹھا کر پاتال میں بھی جھونک سکتی ہے پرنتو تم نے شاید میری بات کو مذاق سمجھا تھا۔"

"کالکا۔"

"نہیں۔" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "اب تمہیں کالکا کا نام لینے کا بھی ادھیکار نہیں رہا۔"

"میں۔۔۔ موہنی کی بات کر رہا ہوں جس نے عارفہ کا گھر جلانے کی کوشش کی تھی۔"

"اور میں کیا کروں گی، یہ تم اپنی نظروں سے دیکھو گے۔ اگر تم نے میرے پریم کا ایک رخ دیکھا ہے تو اب نفرت کا دوسرا رخ بھی دیکھ لینا۔" کالکا نے اپنی خون آلود زبان ہونٹوں پر پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ کچھ شکتیاں تمہارا ساتھ دے رہی ہیں لیکن آج میں دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرواد لے کر تمہارے مقابلے پر آئی ہوں۔ آج تمہیں دھرتی کی کوئی بھی شکتی کالکا کے سراپ سے نہیں بچا سکے گی۔"

مجھے یکلخت صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو بدستور میری انگلی میں موجود تھی لیکن میں اس کو استعمال کرنے سے قاصر تھا۔ میں نے میاں صاحب کو مدد کے لیے پکارنا چاہا لیکن میری زبان پر جیسے تالے پڑ گئے تھے۔ میرے ذہن کے ایک گوشے میں اس مہان شخص کا خیال ابھرا جس کا تعلق اجنتا کے قبیلے سے تھا۔ کئی موقعوں پر اس نے میری مدد کی تھی۔ میاں صاحب نے اسے میری نگرانی پر مامور کیا تھا لیکن اس وقت سوائے صندلی انگوٹھی کے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ مایوسی میرا مقدر بن چکی تھی۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے کالکا کے بھیانک روپ کو دیکھ رہا تھا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" کالکا زہرخند سے بولی۔ "تمہاری آنکھوں میں یہ اداسی کیسی ہے۔ تم تو بہت بلوان ہوا کرتے تھے۔ اپنی شکتیوں کو آواز دو۔ اس خمیدہ ناک والی مکروہ بڑھیا کو پکارو جس نے تمہیں وشواس دلایا ہے کہ وہ میری آتما کو بھی قابو کر سکتی ہے۔ تمہارے سندر مکھڑے پر نراشا کے بادل اچھے نہیں لگتے۔ چہکنے کی کوشش کرو بھولے ناتھ۔"

کالکا میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ میری مجبوریوں پر طنز کر رہی تھی۔ میری حسرتوں پر تمسخر برسا رہی تھی اور میں خاموش تھا۔

"یہ سندری تمہیں کالکا کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہے؟" اس نے نفرت سے عارفہ کی سمت دیکھا۔ اس کے کاندھوں پر اگے ہوئے سانپوں کی پھنکاریں خطرناک ہو رہی تھیں۔

"کالکا۔" میں اس کے خطرناک تیور دیکھ کر چیخ اٹھا۔ "تمہارا مجرم میں ہوں مجھے جو چاہے سزا دے دو لیکن عارفہ۔۔۔"

"عارفہ۔۔۔" کالکا نے بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے حقارت اور طنز سے کہا۔ "سندر نام ہے پرنتو اب کیول اس کے نام کی سندرتا ہی باقی رہے گی۔ اس کے کومل شریر کو میں اس قدر بھیانک بنا دوں گی کہ تم اس کی طرف کبھی دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ تم مورکھ ہو۔ مورکھ جو من کا نہیں کیول سندرتا کا پجاری ہوتا ہے اور جب سندرتا پر چھاؤں کے بجائے

دھوپ آجاتی ہے تو وہ اپنی نگاہیں پھیر لیتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت میری کوئی بات بھی کالکا کے لیے قابل قبول نہیں ہوگی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ کالکا کے سامنے آتے ہی بھوشن، جوزف اور اس کے دونوں اسلحہ بردار اس طرح اپنی اپنی جگہ ساکت و جامد ہو گئے تھے جیسے وہ گوشت پوست کے انسان نہیں پتھر کے بے جان مجسمے ہوں یا پھر کسی مشین کے کل پرزے جنہیں سوئچ آف کر کے ان کی جگہ پر روک دیا گیا ہو۔

"تمہاری کوئی آخری اچھا ہو تو بیان کرو۔" کالکا نے اپنے ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "کبھی ہمارے تمہارے درمیان بھی کچھ سمبندھ تھا۔ اسی سمبندھ کے ناتے اب میں اتنی کٹھور بھی نہیں ہوں کہ تمہاری آخری خواہش بھی پوری نہ کر سکوں۔"

میں بدستور خاموش رہا۔ عارفہ شرم و حیا سے سر جھکائے کھڑی تھی۔ شاید وہ کالکا کو نہ دیکھ رہی تھی نہ ہماری آوازیں سن رہی تھی۔ کالکا کی پراسرار شخصیت نے ہر شے کو سحر زدہ کر دیا تھا۔

"چپ کیوں ہو شہباز خان۔ کچھ تو کہو۔" کالکا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "کیا تم اس سے بھی اپنی سندر دھرم پتنی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس کے کومل شریر سے اپنی من کی اگنی کو ٹھنڈا نہیں کرو گے۔"

"کالکا۔" میں نے کچھ سوچ کر اس کی قوت کو للکارا۔ "اگر تم مہان شکتی کی مالک ہو تو کچھ دیر کے لیے ہاتھ پیر کھول کر مجھے آزاد کر دو۔"

"کالکا سے پنجے لڑاؤ گے۔ کیوں۔" وہ بڑی حقارت سے مسکرائی پھر اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر لہرایا تو میرے ہاتھ پیر کی بندشیں کچے دھاگے کی مانند ٹوٹ گئیں۔ "اٹھو شہباز خان۔ آج تم اپنے من کی یہ آشا بھی پوری کر لو۔ پر تم ایک بات یاد رکھو۔ میں داور، کومل، ورما یا موہنی نہیں ہوں جو تم مجھے جلا کر بھسم کر سکو۔ میں تمہارے ساتھ کوئی دیا بھی نہیں کروں گی۔"

میں عارفہ کو بچانے کی خاطر کالکا کی جانب لپکا لیکن کسی پراسرار قوت نے مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ میں چکرا کر منہ کے بل زمین پر الٹ گیا۔ کالکا نے بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اٹھو شہباز خان۔ تم تو ایک قدم بڑھا کر ہی لڑکھڑا گئے۔"

مجھے زندگی اور موت سے زیادہ عارفہ عزیز تھی۔ میں نے دوبارہ اٹھنے میں دیر نہیں لگائی لیکن آگے بڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پراسرار اور ساحرانہ قوتوں نے میرے سامنے نادیدہ دیوار کھڑی کر دی تھی۔

"اب مجھے آگیا دو شہباز مہاراج۔" کالکا نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری سندر دھرم پتنی کی بھی کچھ سیوا کر سکوں۔"

"کالکا۔" میں حلق کے بل چلایا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔"

"کون روکے گا مجھے۔ تم۔؟ تمہاری طوطے کی ناک والی بڑھیا یا وہ کنکھیاں جو اب تک میرا راستہ کاٹتی رہی تھیں۔" اس کے لہجے میں سفاکی کے ساتھ ساتھ اعتماد بھی تھا۔ "آج دھرتی یا آکاش کی کوئی مہان سے مہان شکتی بھی کالکا کے سامنے نہیں آسکے گی۔"

پھر وہ تیزی سے عارفہ کی طرف مڑی۔ اس کے اندر انتقام کی شدت پیدا ہو رہی تھی۔ کندھوں پر اگے ہوئے سانپوں کی زبان کی لپلپاہٹ کے ساتھ ساتھ شعلے بھی لپکنے شروع ہو گئے تھے۔ کالکا کے تیور ہر لمحہ غضبناک ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں سے تازہ خون کے قطرے ابل ابل کر اس کے سیاہ جسم پر پھیل رہے تھے پھر اس نے جے بجرنگ بلی اور جے کالی ماں کے نعرے بلند کر کے ایک ہاتھ کو فضا میں اٹھا کر عارفہ کی طرف جھٹکا تو بجلی کا ایک کڑکا ہوا اس کے ساتھ ہی عارفہ کی کربناک چیخ بلند ہوئی۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے عارفہ کے الٹے ہاتھ کو جسم سے علیحدہ ہوتے دیکھا جو اب زمین پر پڑا پھڑ پھڑا رہا تھا پھر کالکا کا منحوس ہاتھ ایک بار پھر فضا میں بلند ہوا اور عارفہ کا دوسرا ہاتھ بھی اس کے بدن کا ساتھ چھوڑ کر زمین پر تڑپنے لگا۔ عارفہ کی فلک شگاف چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ بھوشن اور اس کے ساتھی بدستور پتھر کے بے جان مجسمے نظر آ رہے تھے۔ میں اپنی جگہ گنگ کھڑا تھا۔ عارفہ پر جو کچھ گزر رہی تھی شاید اس نے میری قوت گویائی سلب کر دی تھی۔ میری حیثیت کسی خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔

"کیوں مہاراج۔" کالکا نے میری طرف دیکھ کر طنز کیا۔ "کیا اب بھی تم اپنی مہان شکتیوں کو آواز نہیں دو گے۔ کچھ تو کرو مہاراج۔ کنش تو اپنی دھرم پتنی کا جیون بچانے کی خاطر اندھے کنویں میں بھی چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ تم کیسے مرد ہو جو خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے ہو۔"

میں نے ایک بار پھر پوری قوت صرف کر کے آگے بڑھنا چاہا لیکن میرے قدم جیسے زمین میں جکڑ دیے گئے تھے۔ میں اپنی جگہ سے جنبش کرنے سے بھی قاصر تھا۔

"ہمارے درمیان ایک بار پھر پرانے سمبندھ قائم ہو سکتے ہیں۔" کالکا نے اس بار بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں تڑپ کر بولا۔

"پھر سوچ لو۔ کہیں تم بعد میں بدل نہ جاؤ۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں تمہاری شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی سندر دھرم پتنی کے کومل شریر کو بچانے کی خاطر کالکا کی مہان شکتی کے سامنے گھٹنے ٹیک دو گے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں تیار ہوں لیکن کیا تم عارفہ کے دونوں ہاتھ دوبارہ اسے واپس کر سکتی ہو؟"

"کالکا کی مہان شکتی جسے مہان دیوی دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل ہے سب کچھ کر سکتی ہے۔" پھر اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اس کے بھدے اور غلیظ ہونٹ ہلنے لگے شاید وہ کسی منتر کا جاپ کر رہی تھی۔

میں گندی اور طاغوتی قوتوں کے ناقابل یقین کھیل تماشے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں جمنا کو گرفتار کرتے وقت رام دیال نے مجھے منع کیا تھا۔ اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ شنکر کی رکھیل ہے۔ شنکر کی سفلی قوتیں اس کی مدد ضرور کریں گی لیکن میں نے رام دیال کی بات کو محض تعصب کا رنگ دے کر نظر انداز کر دیا تھا پھر دوسری صبح مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے ایک حیرت انگیز اطلاع ملی تھی۔ تھانے کے جس لاک اپ میں جمنا کو قید کیا گیا تھا اس کی سلاخیں موم کی طرح پگھل گئی تھیں اور جمنا بڑے اطمینان سے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

مجھے یقین تھا کہ کالکا کی پراسرار قوتیں بھی عارفہ کا ہاتھ اس کے جسم سے جوڑنے میں کامیاب ہو جائیں گی پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ ایک بار پلک جھپکنے کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ عارفہ کے دونوں ہاتھ اس کے جسم سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر کرب کے تاثرات بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔

"کیوں شہباز خان۔" کالکا نے میری سمت دیکھ کر فاتحانہ انداز میں کہا۔ "کیا اب بھی تم میری مہان قوتوں کا اعتبار نہیں کرو گے۔"

"میں اس سے پہلے بھی تمہارے حیرت انگیز چمتکار دیکھ چکا ہوں۔"

"اب تم اپنا دیا ہوا وچن پورا کرو۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "مجھے اس شکتی کا راز بتا دو جس نے داور، کومل، ورما اور موہنی کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ جس کے کارن میں تمہارے من کے اندر کا حال نہیں جان سکتی تھی۔"

کمبل پوش سفید ریش بزرگ کی تنبیہ میرے ذہن میں تازہ ہو گئی۔ انہوں نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ میں صندلی انگوٹھی کے بارے میں کبھی زبان کھولنے کی کوشش نہ کروں ورنہ میرا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔

"میری بات کا اعتبار کرو کالکا۔" میں نے دروغ سے کام لینے کی کوشش کی۔ "میں نہیں جانتا کہ۔"

"کالکا سے اب کوئی چھل کپٹ نہیں چلے گی شہباز خان۔ مکتی چاہتے ہو تو اب کھل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"میں تم سے غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ۔"

"ہو سکتا ہے کہ کالکا کی مہان شکتی تمہاری سندری کی آنکھوں کی جگہ دو بھیانک سوراخ کر دے۔ جس سے دو زہریلے ناگ جھانکنے لگیں۔ کیا ایسی ہولناک صورت میں بھی تم اسے سوئیکار کرو گے؟"

"مجھ پر دیا کرو کالکا۔" میں مجسم التجا بن گیا۔

"دیا کروں اور وہ بھی تم پر۔" اس کی خونی آنکھوں سے آگ کے شعلے ابلنے لگے۔ اس کے تمام ہاتھ جو تعداد میں چھ یا آٹھ تھے پوری شدت سے دائرے کی شکل میں گردش کرنے لگے۔ ان کے حرکت کرنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ کمرے میں شائیں شائیں کی مدھم آوازیں گونج رہی تھیں۔ کاندھے پر اگے سانپوں نے بھی لہرانا شروع کر دیا تھا۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کالکا کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کالکا جس نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی تھی۔ جس نے میری خاطر شنکر جیسے شیطان صفت سفلی کے ماہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مجھے خوش کرنے کی خاطر، میرا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس نے مجھے موہنی کی موت کا موقع فراہم کیا تھا۔ جسی دھر جیسے مہان پنڈت نے شنکر کا ساتھ دینے کی ٹھان لی تھی لیکن کالکا میرے ساتھ تھی۔ وہ مجھے ایک ایک لمحے کی خبر دیتی رہی۔ کئی بار دشمنوں نے مجھے اپنے جال میں پھانس کر موت کی ابدی نیند سلانے کے خواب دیکھے لیکن کالکا کی پراسرار قوت میرا ساتھ دیتی رہی لیکن اس وقت وہی کالکا ایک بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں اس کی خفگی کا سبب سمجھ رہا تھا۔ اس نے مجھے پہلے ہی باور کرا دیا تھا کہ اگر میں نے اس کے سوا کسی اور کو من میں بسانے کی غلطی کی تو مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ماہ رخ کے سلسلے میں اس نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ اس نے مجھے من میں بسانے اور وقتی طور پر دل بہلانے کا فرق سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"سمے تیزی سے گزر رہا ہے شہباز خان۔" اس کی غضبناک آواز گونجی۔ "مجھے کھل کر اس شکتی کے بارے میں بتا دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ تمہاری عارفہ تمہیں دان کر دوں گی۔ پر تو اگر اب بھی تم نے میرا کہنا نہ مانا تو مجھے مجبوراً دیوتاؤں کے چرنوں میں تمہاری بلی (قربانی) پیش کرنی پڑے گی۔"

کالکا کی پیشکش میرے لیے کسی مژدہ جاں فزا سے کم نہیں تھی لیکن کمبل پوش بزرگ کی نصیحت میرا راستہ روک رہی تھی۔ کالکا کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ میرے

جواب کی منتظر تھی۔ میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی پھر اچانک میرے ذہن میں رندھیر کا خیال ابھرا جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا۔ پانڈے کے آفس میں وہ ایک لاکھ کی رقم وصولنے آیا تھا۔ میری مداخلت پر اس نے میرے اوپر ریوالور تان لیا تھا۔ میں نے میاں صاحب کی بخشی ہوئی قوتوں کو پہلی بار استعمال کیا۔ "نتیجتاً" رندھیر نے خود ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی تھی۔ اس نے میرے ہی حکم پر پانڈے کو بھی زخمی کیا تھا۔

اس انجانی قوت کا خیال آتے ہی میرے اندر یقین کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ میں نے خود کو سنبھالا' خوف کے احساس کو ذہن سے جھٹک کر کالکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرسراتی آواز میں بولا۔

"کالکا رانی۔ تم جس طاقت کا راز جاننے کی خاطر بے چین وہ اس کا کھوج تمہارے دیوی دیوتا بھی نہیں لگا سکیں گے۔"

"ہنہ۔" کالکا نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے اسے میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو رہا ہو۔ "یہ تم کہہ رہے ہو شہباز خان جس کی حیثیت میرے لیے ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں ہے جسے میں جب چاہوں اپنے چرنوں تلے مسل کر شانت کر سکتی ہوں۔"

"کالکا۔" میرا لہجہ تحکمانہ ہو گیا۔ "عارفہ کی بندشیں کھول کر آزاد کر دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

جواب میں کالکا غضبناک ہو گئی اس نے بڑے غصے میں اپنے تمام ہاتھ فضا میں بلند کرلیے پھر کچھ پڑھ کر ہاتھوں کو میری جانب تیزی سے جھٹکا۔ اس کی انگلیوں سے آگ کے متعدد نیلے پیلے شعلے نکل کر میری جانب لپکے فضا میں ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور شعلے درمیان میں ہی کسی نادیدہ قوت سے ٹکرا کر ختم ہو گئے۔ کالکا کے چہرے پر پہلی بار حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات ابھرے تھے لیکن وہ اتنی جلدی اپنی شکست ماننے کو تیار نہیں تھی۔ اسے اپنے دیوی دیوتاؤں کی مہان شکتی پر گھمنڈ تھا۔ اس نے پہلے حملے کی مایوسی کے بعد مجھ پر کئی تابڑ توڑ جنتر منتر آزمائے۔ طاغوتی قوتیں خوفناک صورتوں میں نمودار ہو رہی تھیں۔ وہ میری موت کی درپے تھیں لیکن رحمانی قوتیں کالی طاقتوں کو یکے بعد دیگرے ملیامیٹ کر رہی تھیں۔ کچھ دیر تک یہ کھیل تماشہ جاری رہا۔ کالکا کے انداز سے اب پسپائی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"ہمت ہو چکا کالکا رانی۔ عارفہ کو بندشوں سے آزاد کر دو ورنہ آج وشنو اور پاروتی کی مہان شکتیاں بھی تمہیں میرے ہاتھ سے نجات نہیں دلا سکیں گی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

کالکا کے چہرے پر اضطرابی کیفیت کے اثرات پھیل کر گہرے ہو رہے تھے۔ اس کے تیور اب وہ نہیں تھے جو پہلے تھے

پھر وہ کسی معمول کی طرح پلٹی اور عارفہ کو رسیوں کی قید سے آزاد کر دیا۔ بھوشن اور اس کے اسلحہ بردار ابھی تک بت بنے ہوئے تھے۔

"تم نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ ہر آڑے وقت پر میرے کام آتی رہی ہو اس لیے میں تمہیں معاف کر رہا ہوں ورنہ شاید

تمہارا انجام بھی داور اور موہنی سے مختلف نہ ہوتا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑی مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی۔

"تمہیں میری ایک سیوا اور کرنی پڑے گی۔" میں نے سفاک آواز میں کہا۔ "اپنی شکتی کے زور سے بھوشن اور اس کے دونوں ساتھیوں کو اٹھا کر نرک (دوزخ) میں جھونک دو۔"

کالکا مجھے گھورتی ہوئی پلٹی پھر اس نے کوئی جنتر پڑھ کر پھونکا تو کمرے کے وسط میں ایک الاؤ نظر آنے لگا جس کے شعلے چھت تک بلند ہو رہے تھے پھر کالکا نے دوسرا منتر آزمایا تو بھوشن اور اس کے اسلحہ بردار روبوٹ جیسے انداز میں متحرک ہو کر الاؤ کی جانب بڑھنے لگے۔ عارفہ سہمی ہوئی مجھ سے لپٹی کھڑی تھی پھر اس وقت اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے منہ دوسری طرف پھیر لیا جب بھوشن اور اس کے ساتھیوں نے بھڑکتے شعلوں کے اندر چھلانگ لگائی تھی۔ کالکا نے ان کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو سلب کر دیا تھا۔

پھر انسانی گوشت کے جلنے کی چراند فضا میں پھیلنے لگی۔ کالکا کی نگاہوں میں تاسف نظر آرہا تھا لیکن رحمانی قوتوں نے اسے پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔

"شہباز خان۔ میرے عزیز۔ جتنی جلدی ممکن ہو اس چھت کے نیچے سے نکل کر کھلے آسمان کے نیچے چلے جاؤ۔" لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "یہاں تمہارے لیے خطرہ ہے۔ کالی اور ناپاک قوتیں تمہارے اطراف اپنا جال بن رہی ہیں۔"

میں نے کالکا کی سمت دیکھا پھر عارفہ کو لے کر اس عمارت سے باہر آگیا جو سنسان علاقے میں جنگل کے قریب کہیں تعمیر کی گئی تھی۔ شاید بھوشن اسے عقوبت خانے کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ مجھے اس عمارت سے باہر نکلنے میں بھی کالکا نے میری رہنمائی کی تھی پھر میں بس ایک لمحے کو اس کی طرف سے غافل ہوا اور وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر غائب ہو گئی۔ "تم نے برا کیا جو کالکا کو نظروں سے دور رکھا۔" لیڈی مکلارنس کی آواز ابھری۔ "اب وہ پہلی فرصت میں گندی طاقتوں سے پوری طرح لیس ہو کر تمہارے مقابلے پر آنے کی کوشش کرے گی۔ وقت بہت کم ہے کوشش کرو کہ تم جلد از جلد اپنے دوست کے مکان کے اندر پہنچ جاؤ۔ وہ جگہ تمہارے لیے محفوظ ترین ہے۔ وہاں طاغوتی قوتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

"لیکن مجھے واپسی کا راستہ نہیں معلوم۔"

"گھبراؤ مت میرے عزیز۔ لیڈی مکلارنس تمہاری رہنمائی کرے گی۔ اپنی آنکھیں بند کرلو اور جس سمت میری آواز سنائی دے اسی سمت قدم بڑھاتے رہو۔"

میں نے لیڈی مکلارنس کے کہنے پر آنکھیں بند کرلیں۔ عارفہ نے بھی آنکھیں بند کر کے مجھے بازو سے پکڑ رکھا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی آواز میری رہنمائی کرتی رہی۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ ندیم کے مکان کے اندر کوئی شیطانی قوت داخل نہیں ہو سکتی مگر حیرت اس بات کی بھی تھی کہ مجھے اور عارفہ کو اسی چھت کی خوابگاہ سے اغوا کیا گیا تھا۔

راستے میں کئی بار میں کسی درخت کے تنے اور شہنیوں سے ٹکرایا۔ شاید میں گھنے جنگل سے گزر رہا تھا۔ عارفہ نے اب اپنا ہاتھ میری کمر میں ڈال کر مضبوطی سے مجھے پکڑ لیا تھا۔ ہم تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے پھر اچانک ہم کسی دلدل میں پھنس کر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ عارفہ کی چیخ ویرانے میں دور تک سنائی دی تھی۔

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے دلدل سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے آواز دی۔ "کہاں ہو تم۔"

"میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں شہباز خان۔" لیڈی مکلارنس کے بجائے کالکا کی خوفناک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "اب اس گندے سے تمہیں صرف موت ہی نجات دلائے گی۔ تمہاری قوتیں گند میں تھڑے ہوئے کسی شخص کی سہائتا نہیں کرتیں۔ اسی کارن میں نے تمہاری اس سفید چمڑی والی بڑھیا کی آواز میں تمہیں پھانسنے کی چال چلی تھی اور تم کالکا کے جال میں پھنس گئے۔"

"کھا گیا ناچا۔ بدنصیب۔" اس بار کمبل پوش بزرگ کی آواز سنائی دی۔ "میں نے کہا تھا ناکہ قلابازیاں لگانا ترک کر دے۔ پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کرلے لیکن تو ٹھمکے لگانے سے باز نہیں آیا۔"

"رحم میرے محترم۔ رحم۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "میرا ہاتھ تھام لیں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"بغلیں بجانا شروع کر دے۔ ناک بند کر کے غوطہ لگا دے۔ موت کی تکلیف آسان ہو جائے گی۔"

عارفہ مجھ سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ میں نے دلدل سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اوپر آنے کے بجائے نیچے کی طرف جانے لگا۔ موت کا تصور میرے اعصاب کو آزار رہا تھا۔ میں نے عارفہ کو پوری قوت سے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ اس کے دل کی ڈوبتی ہوئی دھڑکنیں مجھے صاف طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کمبل پوش بزرگ کو حلق پھاڑ پھاڑ کر آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

موت اور زندگی کا فاصلہ تیزی سے گھٹتا جا رہا تھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں چلانے بند کر کے خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کی امید بھی گزرتی جا رہی تھی۔ ہمارے جسم دلدل میں نیچے اترتے جا رہے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو پوری شدت سے پکڑ رکھا تھا لیکن کیوں؟ کیا پیار کی یہ شدت موت پر غالب آ سکتی تھی؟ نہیں' یہ صرف دل کا بہلاوا تھا شاید ہم یہ چاہتے تھے کہ دونوں ایک ساتھ موت کو لبیک کہیں۔

میرے ذہن میں کالاکا کی شاطرانہ چال گونج رہی تھی۔ بس ایک لمحے کو میں اس کی جانب سے غافل ہوا تھا اور وہ اپنا کام کر گئی۔ لیڈی مکارس کی آواز میں اس نے فوری طور پر مجھے ندیم کے گھر واپسی کا مشورہ دیا تھا۔ میں اس کی آواز نہ پہچان سکا اور پھر بازی جو کچھ دیر پیشتر میرے حق میں تھی یکلخت پلٹ گئی۔ میں نے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً آنکھ بند کر کے دلدل میں چھلانگ مار دی تھی۔ کمبل پوش بزرگ کی آواز نے مجھے سہارا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب کالاکا کی شیطانی قوتیں میرے خلاف موثر نہیں ہوں گی لیکن شاید یہ بھی میری خوش فہمی تھی۔ کمبل پوش بزرگ نے بار بار مجھے پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کر لینے کا مشورہ دیا تھا مگر میں نے ان کی بات پر عمل نہیں کیا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ ان کی آواز نے میری چیخ و پکار کا جواب نہیں دیا تھا۔

میرا وقت پورا ہو چکا تھا۔ کچھ گنی چنی سانسیں اور رہ گئی تھیں۔ ہمارے جسم سینوں تک دلدل کے اندر دھنس چکے تھے "عارفہ۔" میں نے مشکل لہجے میں کہا۔ "ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

"یہ وقت معافی تلافی کا نہیں' دعا کا ہے۔" وہ ٹوٹی سی آواز میں بولی۔ "خدا سے دعا کیجئے شہباز کہ وہ ہماری مشکل آسان کر دے۔"

"اب دعا کے بغیر ہی ہماری مشکل کچھ دیر میں آسان ہو جائے گی۔" میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔

"اس کی ذات سے مایوس ہونا گناہ ہے۔"

"میں نے شاید تمہیں اپنا کر اچھا نہیں کیا۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تم اسے میری خود غرضی بھی کہہ سکتی ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں عارفہ۔ مجھے معلوم تھا کہ جس دن بھی سفلی قوتوں کو تمہاری زندگی کی اطلاع مل گئی وہ ہمارے گرد اپنا حلقہ تنگ کر دیں گی۔ اسی غرض سے میں نے تمہیں ندیم کے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ ناپاک طاقتیں ندیم کی چار دیواری کے اندر نہیں پہنچ سکیں گی لیکن ہم دونوں کو ہماری خواب گاہ سے اغوا کیا گیا جس کا مطلب یہی ہے کہ وہ طلسم بھی ٹوٹ گیا جس نے اس گھر کو ہمارے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ بنا رکھا تھا۔ اب زندگی کی امید فضول ہے۔"

عارفہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش بتا رہی تھی کہ وہ خدا سے زندگی کی خاطر گڑگڑا کر فریاد کر رہی تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی میں اپنی بے بسی اور بے چارگی پر قہقہہ لگانے لگا۔ کبھی کالاکا نے مجھے نہ جانے کتنے محاذ پر موت کے ہاتھوں سے بچایا تھا۔ اس نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا تھا۔ اس کی شہ پا کر میں مغرور ہو گیا تھا۔ شکر سے لے کر بھوشن جوزف تک کے واقعات میرے ذہن میں گھومنے لگے۔ کالاکا نے اگر ہر وقت میری مدد نہ کی ہوتی تو بھوشن اور اس کے گرگے شاید میرے دفتر ہی میں میرا جسم گولیوں سے چھلنی کر چکے ہوتے۔ اس نے اچانک ایک حسین روپ میں اگر بساط کا رخ میرے حق میں موڑ دیا تھا۔ بھوشن کو وقتی طور پر حد کی کھائی پڑی تھی لیکن پھر عارفہ کو میری بیوی کی حیثیت میں پا لینے کے بعد کالاکا نے اپنی نگاہیں بدل لی تھیں۔ اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے کبھی اس کے علاوہ کسی اور عورت کو دل میں بسانے کی کوشش کی تو وہ میرے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس وقت اسی کی شیطانی قوتوں نے مجھے بے بسی کی موت مرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"شہباز۔" میرے ذہن میں کالاکا کی سپاٹ آواز ابھری۔ "میری شکتی مہان ہے" تم چاہو تو میں اب بھی تمہیں موت کے اس دلدل سے نکال سکتی ہوں۔ ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟" تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی تو میں نے جلدی سے پوچھا۔

"تم زندہ رہو گے۔ میں تمہاری ساتھی بن کر رہوں گی لیکن تمہیں اس سندر ناری کو جسے تم نے اپنی باہنوں میں سمیٹ رکھا ہے میرے حوالے کرنا ہو گا۔"

"کیا تم اس آخری وقت میں بھی عارفہ کو میری باہنوں میں نہیں دیکھ سکتیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "کتنی سنگدل ہو تم۔"

"تم بھی کچھ کم کٹھور نہیں ہو شہباز خان۔" کالاکا نے زہر میں بجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میرے ہوتے تم نے کسی اور کو اپنا لیا۔ اس وچن کو بھول گئے جو تم نے اپنی کالاکا رانی سے کیا تھا۔"

"اس میں کچھ غلطی تمہاری بھی تھی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں نے کئی بار تمہارے قریب آنے کی کوشش کی لیکن تم نے ہر بار مجھے روک دیا۔"

"وہ میری مجبوری تھی۔"

"اب اس کہانی کو ختم ہو جانے دو۔" میں نے مایوس ہو کر جواب دیا۔ "اب زندگی اور موت کے درمیان صرف چند سانسوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ یہ چند لمحے مجھے سکون سے گزار لینے دو۔"

"اب بھی سمے ہے شہباز' عارفہ کو میرے حوالے کر دو' میں تمہیں زندگی کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"تم عارفہ کا کیا کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہاری دھرم پتنی کو کوئی کشٹ نہیں دوں گی۔" کیول اسے اس وقت تک تم سے دور رکھوں گی جب تک تم مجھے اس شکتی کا بھید نہیں بتا دو گے جس نے کالاکا کے مقابلے پر تمہاری سہائتا کی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے پھر جھوٹ بولا۔ "لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کبھی کبھی میرے اندر سے ایک آواز آتی ہے جو مجھے سہارا دیتی ہے۔ وہی آواز میرے خون کی حدت کو تیز کرتی ہے پھر موت کا تصور میرے ذہن سے چھٹ جاتا ہے۔ اس کیفیت میں میری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔"

"تم کالاکا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔"

"تم مجھے مر جانے دو کالاکا رانی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے تو پھر اپنے راستے الگ کر لو یا پھر اپنی مہان شکتی سے یہ سوال کرو کہ اگر کوئی قوت تمہارے مقابلے پر میری مدد کر رہی ہے تو پھر اس وقت میں موت اور زندگی کی کشمکش میں کیوں جتا ہوں۔ کیا میں تم سے چھل کپٹ کرنے کی خاطر جان بوجھ کر موت کو گلے لگا رہا ہوں۔"

میری باتوں میں وزن تھا۔ حالات نے میری بات کی تصدیق میں مدد دی۔ کالاکا سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے جو نکتہ پیش کیا تھا اسے محسوس کر کے شاید اسے میری باتوں پر یقین آ گیا تھا۔ میرے لیے اب زندگی کے لمحے بڑے مختصر رہ گئے تھے۔ دلدل سے اٹھنے والی بساند سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ ہم گلے تک موت کے چنگل میں پہنچ چکے تھے۔ کالاکا کی تیز اور پراسرار نگاہیں میرے دل و دماغ کا ایکسرے کر رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ وہ صندلی انگوٹھی یا غیبی طاقت کا راز نہیں معلوم کر سکے گی۔

"میں تمہیں شما کرنے کو تیار ہوں لیکن تمہیں اپنی دھرم پتنی کو چھوڑنا ہو گا۔"

میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ جھلا کر بولا۔ "اب تمہارے شما کرنے سے کیا ہو گا۔ موت کے چنگل سے اب شاید تمہاری شکتی بھی۔۔۔"

"تم کالاکا کی مہان شکتی کو آزمانا چاہتے ہو؟" اس کے چہرے پر خون کی تمازت تیز ہو گئی۔ میں نے ایک اور ناقابل یقین منظر دیکھا۔ کالاکا نے اپنے دونوں ہاتھ ہماری جانب اٹھا دیے۔ وہ ہاتھ تیزی سے عارفہ کی طرف بڑھ رہے تھے پھر کالاکا نے مجھے اور عارفہ کو اس طرح پکڑ کر دلدل سے نکال کر خشک

زمین پر رکھ دیا جیسے ہمارا وجود اس کے لیے کسی تنکے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

"اب تم کیا کہو گے میری شکتی کے بارے میں؟"

"اب کہنے کو باقی ہی کیا رہ گیا ہے۔" میں نے اسے خوش کرنے کی خاطر جواب دیا۔ "میں تمہارا یہ اپکار (احسان) بھی ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"عارفہ کو میرے راستے سے ہٹانے کی خاطر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" کالکا نے ایک بار پھر مجھے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔ اس نے عارفہ کو بڑی حقارت بھری نظروں سے دیکھا جو میرے وجود سے بری طرح لپٹی کھڑی تھی۔

"کیا تم مجھے سوچنے کا موقع نہیں دو گی؟"

"زیادہ چتور بننے کی کوشش مت کرو شہباز خان۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔ "تمہیں یہ فیصلہ ابھی اور اسی وقت کرنا ہو گا ورنہ پھر مجھے آگیا دو۔ میں اس کے سندر شریر کو جلا کر بھسم کیے دیتی ہوں۔"

"نہیں کالکا نہیں۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔"

"بہت زیادہ پریم ہے تمہیں اس سندری سے۔" کالکا نے غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے سفاک لہجے میں کہا۔ "تم چاہتے تو اس کا جیون بچ سکتا تھا لیکن اب دھرتی کی کوئی شکتی اسے میرے کشٹ سے مکتی نہیں دلا سکے گی۔"

کالکا نے اپنے ہاتھ فضا میں بلند کر لیے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے عارفہ کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں اسے بے بسی کی موت مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ مرنے کا آخری فیصلہ کر لیا۔ کالکا کے ہونٹ متحرک تھے۔ وہ عارفہ کے وجود کو ختم کر دینے کی خاطر کسی خطرناک منتر کا جاپ کر رہی تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔

میں نے سفید رنگ کی ایک بلی کو اچانک اپنے اور کالکا کے درمیان حائل ہوتے دیکھا جس نے نمودار ہوتے ہی اپنا قد بڑھانا شروع کر دیا تھا پھر وہ اتنی بلند ہو گئی کہ ہم اور کالکا ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ خدا کی وہ رحم دل مخلوق ہمارے اور کالکا کے درمیان دیوار بن گئی تھی۔

"میرے عزیز۔" میری قوت سماعت سے اجنا کے قبیل سے تعلق رکھنے والے مہربان بزرگ کی آواز ٹکرائی۔ "تم اپنی شریک حیات کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے کالی اور ناپاک قوت کی آنکھوں کی بینائی وقتی طور پر چھین لی ہے۔ جب تک تم اپنے دوست کے محفوظ مکان تک نہیں پہنچ جاتے میں اس گندی بلا کو روکے رکھوں گا۔"

"لیکن وہ جگہ بھی اب ہمارے لیے محفوظ نہیں رہی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں ہماری خواب گاہ سے اغوا کیا گیا تھا لیکن۔۔۔"

"غیب کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا کمبل پوش بزرگ مجھ سے خفا ہیں؟"

"جلدی کرو میرے عزیز۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

میں نے عارفہ کا ہاتھ تھاما اور عقب کی سمت دوڑتے ہوئے کہا۔ "عارفہ میری زندگی بھاگو جتنا تیز بھاگ سکتی ہو بھاگو ورنہ موت ہمارا مقدر بن جائے گی۔"

پھر کسی نے میرا بازو پکڑ کر جھنجوڑا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر لیٹا تھا اور عارفہ مجھے پریشان نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"تم۔۔۔؟"

"آپ شاید کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے۔ تین بار لاحول پڑھیے۔" عارفہ نے بڑی محبت سے میرے چہرے سے پسینے کے قطروں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ اس وقت بھی شب خوابی کے لباس میں تھی۔ چہرے سے پسینہ خشک کرنے کے بعد اس نے مجھے پانی لا کر دیا۔ میرا دل اب بھی دھڑک رہا تھا۔ میں نے پانی پیا تو قدرے سکون ہوا۔

"اب آپ سونے کی کوشش کریں۔ میں آپ کا سر دباتی ہوں۔"

"عارفہ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میں خواب کی کیفیت میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"کچھ بھی نہیں لیکن آپ کا جسم اس طرح لرز رہا تھا جیسے شدید سردی لگ رہی ہو۔ میں آپ کو چادر اڑھانے کے ارادے سے اٹھی تو آپ نے زور سے چلا کر کہا تھا۔ جتنا تیز ہو سکے بھاگو ورنہ موت ہمارا مقدر بن جائے گی۔"

"اور کچھ؟" میں نے خواب کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے صرف اتنا ہی سنا تھا۔" وہ اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی۔ "ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"کیا آپ آج کل کسی بات سے پریشان ہیں؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ میرے ذہن میں سفید بلی اور اجنا کے قبیل سے تعلق رکھنے والے مہربان کے جملے ابھی تک گونج رہے تھے۔

"پھر بھی اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ دنوں آرام کر لیں۔" عارفہ نے بڑے پیار سے مشورہ دیا۔ "کبھی کبھی کام کی زیادتی بھی نیند میں خلل انداز ہوتی رہتی ہے۔"

"تم پریشان ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے خود کو سکون پہنچانے کی خاطر عارفہ کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر آنکھیں بند کر لیں لیکن میرا ذہن بڑی دیر تک اس طویل خواب کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہا۔

٭

میں دفتر میں بیٹھا فائلوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر میرے ذہن میں بار بار بھوشن جوزف کا خیال گونج رہا تھا۔ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس قدر دیدہ دلیری سے اپنے غنڈوں کے ساتھ میرے آفس تک آنے کی کوشش کرے گا اگر کالکا نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو بات بگڑ بھی سکتی تھی۔ بھوشن میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی خاطر نہیں آیا تھا۔ مجھے اپنی شخصیت اور طاقت کا احساس دلانے کی غرض سے آیا تھا۔ وہ مجھ سے بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا اعتراف کرانا چاہتا تھا۔ اس کے شکاری کتوں نے میرے عملے کے تمام افراد کو گھیر رکھا تھا اب اس کے رحم و کرم پر تھے۔ وقت کی گردش کوئی رخ بھی اختیار کر سکتی تھی لیکن کالکا کے آجانے سے بات بگڑتے بگڑتے رہ گئی۔

سراج نے بھوشن اور اس کے ساتھیوں کو رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا لیکن وہ اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکا۔ خود وہ ماہ کی رخصت پر جانے کو مجبور ہو گیا۔ بھوشن نے اپنے آدمیوں کو ڈاکو قرار دے کر میرے حق میں بیان دیا تھا۔ اس طرح یہ بات ریکارڈ پر لائی گئی کہ ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور بھوشن محض کاروباری باتیں کرنے کی غرض سے میرے دفتر آیا تھا۔ اس نے بڑی شاطرانہ چال چل کر نہ صرف خود کو قانون کے شکنجوں سے محفوظ کر لیا بلکہ اس جال کی بندشوں کو بھی اور مضبوط کر لیا تھا جو وہ میرے خلاف بن رہا تھا۔ اب مجھے پیش آنے والے کسی اچانک اور جان لیوا حادثے میں کم از کم اس کا نام درمیان میں نہیں آسکتا تھا ویسے بھی اس کی پہنچ دور تک تھی جس کی بدولت اس کی گرفت میرے مقابلے میں زیادہ مضبوط تھی۔

میرے لیے ضروری تھا کہ فوری طور پر بھوشن کو کوئی موثر جواب دیتا ورنہ دوسری شکل میں میری خاموشی اس کے حوصلوں کو اور بلند کر سکتی تھی۔ اپنا دفاع کرنا دانشمندی کی دلیل ہے لیکن کبھی کبھی یہ عمل دشمن کو اور تیزی اور شدومد سے حملہ کرنے پر اکسا دیتا ہے۔ مجھے بھوشن کے مقابلے میں اپنی پسپائی منظور نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ بھوشن کو کوئی ایسا سبق دوں جو اسے اپنی حدود پھلانگنے کی جسارت کرنے سے باز رکھے ابھی میں ان عجیب و غریب فراز کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ بھوشن جوزف نے تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی حماقت کی تھی؟" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری تو میری پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔

"کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا۔ "بھوشن مجھ سے کاروباری باتیں کرنے آیا تھا۔"

"اور اس کے زر خرید غنڈے کیا کرنے آئے تھے؟"

"وہ ڈاکہ مارنے کی غرض سے آئے تھے لیکن اب پولیس کی تحویل میں ہیں۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ ڈی۔ایس۔پی سراج نے دو مہینے کی چھٹی لے لی ہے۔"

"اس سلسلے میں آپ براہ راست سراج سے بھی رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔"

"بہت زیادہ خفا معلوم ہوتے ہو؟" ماہ رخ نے بے باکی سے کہا۔ "کیا اب تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے کہ اپنی ماہ رخ کو خدمت کا کوئی موقع دو۔"

"میرا خیال ہے کہ میرے مقابلے میں سراج کو آپ کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن تمہاری بات ہی کچھ اور ہے۔" فون پر سرد آہ بھرنے کی آواز واضح طور پر سنائی دی تو میں تلملا اٹھا۔

"کیوں؟ کیا میرے اندر سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔" وہ معنی خیز آواز میں بولی۔ "اور میں نے ان پروں کو بہت سنبھال کر رکھا ہے۔"

"میری صحت پر اس قسم کی باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"میرے دل سے پوچھو۔" اس نے بازاری انداز میں جواب دیا۔ "تمہاری صحت ہی تو ہے جس نے مجھے تمہارا دیوانہ بنادیا ہے۔"

"مسز سلیمان شاہ۔" میں نے قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "کیا آپ حماقت کی باتوں سے پرہیز نہیں کرسکتیں۔"

"اب میں بہت آگے نکل چکی ہوں ڈارلنگ۔" اس نے میری بات کا کوئی اثر لیے بغیر کہا۔ "اب فوری طور پر واپسی مشکل ہے۔"

"گویا اب مجھے براہ راست سلیمان شاہ سے ملنا پڑے گا۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"یہ کوشش بھی کرکے دیکھ لو۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "لیکن تم شاید بھول رہے ہو مائی ڈیئر کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں اور سلیمان شاہ ایک دوسرے کی نجی زندگی کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں کرتے۔ تم ہمارے تعلقات کو کاروباری بھی کہہ سکتے ہو۔ ہم وقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ سلیمان شاہ کی زیادتیوں کے خلاف کئی خوبصورت اور حسین لڑکیوں نے مجھ سے بھی شکایت کی تھی۔ جانتے ہو میں نے کیا جواب دیا۔ میں نے انہیں یہ کہہ کر اپنے ملازموں سے کوٹھی کے باہر نکلوا دیا کہ مجھے سلیمان شاہ کے کردار پر اعتماد ہے۔ میں نے غلط کہا تھا لیکن ہمارے درمیان شادی سے پہلے ہی یہ معاہدہ ہوگیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ جس دن یہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہم دونوں ہی بہت خسارے میں رہیں گے لیکن اس کے باوجود اگر تم سلیمان شاہ سے ملنا چاہتے ہو تو ضرور ملو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"آپ آخر مجھ سے چاہتی کیا ہیں؟"

"تم اب اتنے معصوم بھی نہیں ہو کہ ایک معمولی سی بات بھی نہ سمجھ سکو۔"

"کیا صرف یہی کہنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"کاش اس وقت تم میرے سامنے ہوتے اور میں یہ دیکھ سکتی کہ تم غصے میں کتنے حسین لگتے ہو۔"

"محترمہ۔" میں نے تنگ آکر کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے معاف کردیں اور میرا پیچھا چھوڑ دیں۔"

"ممکن ہے مائی ڈیئر لیکن اس کے لیے وقت لگے گا۔" ماہ رخ نے پھر بے حیائی کا ثبوت پیش کیا۔ "دعا کرو کہ میرا دل جلدی تم سے بھر جائے اس کے بعد ہم صرف دوست رہیں گے۔ تمہاری جگہ کوئی اور خوش نصیب لے لے گا۔"

"گویا ابھی مجھے دوبارہ اغوا کرانے کے امکانات باقی ہیں۔"

"نہیں۔ اب اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" اس نے بڑی دیدہ دلیری سے جواب دیا۔ "وقت اور تجربوں نے مجھے خاصا مشاق بنادیا ہے۔ میں کوئی ایسا کمزور جال شکار پر نہیں پھینکتی جسے وہ توڑ کر نکل جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"اب مجھے تمہیں اغوا کرانے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں جب بھی اشارہ کروں گی تم خاموشی سے میرے پاس دوڑے چلے آؤ گے۔"

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"تم جس کی مثال دے رہے ہو اسے مرے ہزاروں سال بیت چکے ہیں۔ اب زمانہ بہت ترقی کرگیا ہے۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی ترقی پر جس میں شرم و حیا کا فقدان ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "ان باتوں کو پھر کسی وقت کے لیے اٹھا چھوڑو فی الحال یہ بتاؤ کہ [illegible] تم چاہو تو بھوشن تمہارے قدموں پر جھک کر معافی مانگنے کو بھی تیار ہوسکتا ہے۔"

"کیا وہ بھی تمہارے بچھائے ہوئے کسی جال میں پھنس چکا ہے۔" میں نے تلخ انداز میں پوچھا۔

"ہیرے کی قدر صرف جوہری جانتا ہے جان من۔" اس کے سانس بھرنے کی آواز دوبارہ فون پر سنائی دی۔ "بھوشن میرے لیے ہیرا تو کیا پتھر بھی نہیں ہے۔"

"ہیرا کبھی کبھی موت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو پہلے ہی تمہارے اوپر مرچکی ہوں۔ اس لیے مجھے موت کا کوئی غم نہیں ہوگا۔"

"نان سنس۔" میں نے تلملا کر کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے میز پر رکھ دیا تاکہ ماہ رخ دوبارہ فون کرکے مجھے پریشان کرنے کی کوشش نہ کرسکے۔

ماہ رخ سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد میں ایک بار پھر بھوشن کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

☆

دفتر سے واپسی پر میں پانڈے کے بنگلے پر چلا گیا۔ اس کے ہاتھ اور ٹانگ کے زخم تیزی سے مندمل ہو رہے تھے۔ ڈاکٹروں نے اسے اسپتال سے رخصت کردیا تھا لیکن آرام کی ہدایت کی تھی۔

کچھ دیر بعد پانڈے نے مجھے اپنی خواب گاہ میں تنہا ہی بلایا جہاں اس وقت اس کی خوب صورت اور حسین بیوی نرمل بھی موجود تھی۔ میں راکیش کے میک اپ میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس وقت اس کے تن پر برائے نام لباس تھا لیکن اس وقت وہ گلابی ساڑی میں ماتھے پر بندیا لگائے خاصی دلکش نظر آرہی تھی۔ اس نے مجھے ہاتھ باندھ کر سلام کیا تھا۔ میں پانڈے کے بستر کے قریب جاکر اس آرام کرسی پر بیٹھ گیا جو شاید اس کی عیادت کو آنے والوں ہی کے لیے مخصوص تھی۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ میں پانڈے سے اس کی بیماری کے بارے میں پوچھتا رہا وہ مجھے اپنی کیفیت کے بارے میں بتاتا رہا تھا لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ میری آمد کی وجہ سے وہ کچھ مضطرب دکھائی دے رہا تھا شاید کالی طاقتوں نے اس کو مجھ سے دور رہنے کی تاکید کردی تھی یا پھر شاید وہ بیماری کا احساس تھا جو مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر ابھر آیا تھا۔

"بھائی صاحب۔" نرمل نے پہلی بار مجھے مخاطب کیا۔ "آپ ان کے مترہیں۔ آپ ہی انہیں سمجھائیں کہ ابھی ان کا دفتر جانا ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے بھی یہی کہا ہے کہ ابھی ایک دو ہفتے اور آرام کی ضرورت ہے۔"

شاید پانڈے نے اپنی بیوی کو میرے بارے میں بتا رکھا تھا جو وہ مجھ سے اتنی بے تکلفی سے پیش آئی تھی۔

"کیوں پانڈے جی۔" میں نے پانڈے کو غور سے دیکھا۔ "یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"بستر پر پڑے پڑے اب طبیعت اکتا گئی ہے۔ دفتر میں ہزاروں کام میری وجہ سے ادھورے پڑے ہیں۔ بزنس الگ چوپٹ ہو رہا ہے۔" پانڈے نے کہا۔ "آپ کو تو تجربہ ہوگا کہ اگر مالک اپنی کرسی پر موجود نہ ہو تو ملازم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کاروبار زندگی سے زیادہ قیمتی تو نہیں ہوتا۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو بہت زیادہ ضروری کام ہوں انہیں آپ گھر پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

"یہی تو میں سمجھاتی ہوں لیکن یہ سنتے کس کی ہیں۔" نرمل نے بڑے پیار سے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھاگوان۔ اب بس کرو۔" پانڈے نے بیوی سے کہا۔ "جا، جاکر شہباز صاحب کے لیے کچھ جل پانی کا بھی بندوبست کر۔"

نرمل کمرے سے چلی گئی تو پانڈے نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کل سے آپ کو فون کرنے کے لیے سوچ رہا تھا لیکن موقع نہیں مل سکا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"میں نے اخبار میں بھوشن جوزف اور آپ کے دفتر میں ہونے والی خطرناک ڈکیتی کے بارے میں پڑھا تھا لیکن میرا من کہتا ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔" پانڈے نے کہا پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "وہ ڈاکو نہیں بلکہ بھوشن کے اپنے ہی آدمی رہے ہوں گے۔"

"آپ اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں؟" میں نے پہلو بدل کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ شاید رندھیر کو بھول رہے ہیں۔" پانڈے نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "وہی جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا۔"

"لیکن اس کا بھوشن یا میرے دفتر میں آنے والے غنڈوں سے بھلا کیا تعلق ہوسکتا ہے۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"رندھیر مر نہ گیا ہوتا تو میں اس سے یہ بھی قبول کرالیتا۔" پانڈے نے بڑے یقین سے جواب دیا۔ "وہ دھن دولت کا پجاری تھا۔ کوئی بھی اچھے مول چکا کر اسے خرید سکتا تھا۔"

"لیکن بھوشن اور رندھیر کا ایک دوسرے سے کیا تعلق بنتا ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ بھوشن اپنے خریدے ہوئے غنڈوں کو بھی اس طرح استعمال کرتا تھا کہ کسی کو اس کی بھنک بھی نہیں ہوتی تھی کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"دو روز پہلے میرے پاس راجن سنگھ آیا تھا۔" پانڈے نے تھوڑے توقف کے بعد آہستہ سے کہا۔

"راجن سنگھ۔" میں نے پانڈے کی خاموشی اور اس کے چہرے پر ابھرنے والے ناخوشگوار تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نام شاید میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"بھگوان داس کے بعد بھوشن نے اب راجن جیسے راکشش کو پال لیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کو غلط اطلاع ملی ہو اس لیے کہ بھوشن جیسا متعصب آدمی کسی سکھ کو۔"

"سنگھ سکھوں کے نام کا ایک حصہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کے معنی شیر کے ہوتے ہیں۔" پانڈے نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ "جس طرح رندھیر نے اپنے نام کے ساتھ ٹائیگر لگا رکھا تھا اسی طرح راجن بھی خود کو کسی شیر سے کم نہیں سمجھتا۔"

"وہ آپ سے کس سلسلے میں ملا تھا؟"

"وہ مجھ سے [illegible] پکچر کمپنی کے پورے کاروبار کا سودا کرنے آیا تھا۔"

"نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر پوچھا۔ "کیا راجن نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اسے بھوشن نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"نہیں۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی لیکن میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکوں کہ راجن کی اس آفر کے پیچھے کس کی مرضی شامل ہوگی۔ بھوشن کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے جو پانڈے کے کاروبار کو خریدنے کی ہمت کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ راجن کو میں نے آپ کے پاس بھیجا ہو۔"

"آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔" پانڈے نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "آپ چاہیں تو بغیر کسی مول تول کے میں سب کچھ آپ کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔"

"محبت ہے آپ کی۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر پانڈے کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "آپ کو اس کا شبہ کس طرح ہے کہ راجن بھوشن ہی کا کوئی کارندہ ہوگا؟"

"میں بھی اسی دیس کا باسی ہوں شہباز صاحب۔ اس شہر میں پوری زندگی بتادی ہے اس لیے تھوڑی بہت جانکاری میں بھی رکھتا ہوں کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔" پانڈے نے پہلی بار اعتراف کیا۔ "اگر دھن کی خاطر کچھ بدمعاش بھوشن کے اشارے پر ناچ رہے ہیں تو دو چار اپنے آدمی بھی ہیں جو جان پر کھیل جانے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

"راجن کے بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دنوں پہلے تک مچھیروں کی بستی میں رہا کرتا تھا اور زیرزمین ناجائز تجارت کرنے والوں کی مدد کرتا تھا۔" پانڈے نے کہا۔ "میری معلومات کے مطابق وہ ایک دو آدمیوں کا خون بھی کرچکا ہے۔ مرنے والوں کا تعلق چونکہ اسمگلروں کے گروہ سے تھا اس لیے بات دبی رہی۔ مچھیروں کی بستی کے لوگ بھی خوفزدہ رہتے ہیں اس لیے کوئی اس کے خلاف زبان نہیں کھولتا۔ ایک بار کسی نے کسٹم والوں کو راجن کے بارے میں مخبری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس حرامزادے کو کسی طرح اس کی بھنک مل گئی۔ کسٹم پارٹی کو ریڈ میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور مخبری کرنے والے کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ جس رات کسٹم پارٹی نے ریڈ کیا تھا اسی رات مخبری کرنے والے کی جھونپڑی کو پیٹرول چھڑک کر اس طرح آگ لگادی گئی کہ اس میں رہنے والوں میں سے بھی کوئی نہ بچ سکا۔ سب ہی جل کر روسٹ ہوگئے۔"

پانڈے ایک لمحے کو خاموش ہوا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق راجن اب مچھیروں کی بستی میں نہیں رہتا۔ اب وہ بڑے ٹھاٹ باٹ سے ایک تین کمروں کے اپارٹمنٹ میں رہتا ہے جہاں اس کو دنیا کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کسی ناجائز تجارت کرنے والے نے اسے نواز دیا ہو۔" میں نے ایک نکتے کا اظہار کیا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن اب مجھے وشواس ہے کہ وہ صرف اور صرف بھوشن کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا بھگوان داس کی موت کے بعد راجن کو باقاعدہ منیجر کی پوسٹ پر رکھا گیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن بھی ایک نمبر کا بدمعاش ہے۔" پانڈے نے جواب دیا۔ "اس نے ابھی تک راجن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن اس کے آدمی راجن سے ملتے رہتے ہیں۔ یہ اطلاع میرے ایک ایسے آدمی نے دی ہے جو کبھی راجن کا نائب ہوا کرتا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کی اطلاع بھوشن اور راجن کے گٹھ جوڑ کے بارے میں درست ہو لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ بھوشن ہی آپ کے کاروبار کو خریدنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ راجن کی آفر کے پیچھے کسی اسمگلر کا ہاتھ ہو۔"

"نہیں۔" پانڈے نے بڑی وثوق سے جواب دیا۔ "راجن بھوشن ہی کے اشارے پر مجھ سے ملا تھا۔ اس طرح بھوشن اپنے لیے چوڑے کاروبار کو اور پھیلانا چاہتا ہے۔"

"بے شنکر کمپنی ہی کیوں؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کسی بھی کمپنی یا ادارے کی داغ بیل بھی ڈال سکتا ہے۔"

"اس کے پیچھے بھی اس کی کوئی نہ کوئی چال ضرور ہوگی۔ ہو سکتا ہے وہ رندھیر کی موت کی وجہ سے مجھے کنگال کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اتنا بڑا سودا کرنے کے بعد بھلا آپ کنگال کس طرح ہو جائیں گے۔"

"کاغذات کی تیاری اور ڈیل مکمل ہونے کے بعد راجن اور بھوشن کے گرگے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"آپ شاید بھوشن کی ذات سے بہت خوف زدہ ہوگئے ہیں۔"

"کچھ اور باتیں بھی ہیں جن کو میں زبان تک نہیں لانا چاہتا۔" پانڈے نے خلاء میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "رندھیر اگر چاہتا تو مجھے جان سے بھی مار سکتا تھا لیکن اس نے صرف مجھے اپاہج کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ باتیں ہیں۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں۔" میں نے رندھیر کے ذکر کو ٹالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس بار پانڈے نے کچھ عجیب انداز میں کہا۔ "میں کچھ اہم اور خاص باتیں لکھ کر ایک بند لفافے میں آپ کو دینا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اسے میری زندگی میں نہیں کھولیں گے۔ البتہ میرے مرنے کے بعد آپ وہ بند لفافہ کسی ذمے دار پولیس آفیسر تک پہنچادیں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا راجن یا بھوشن کی طرف سے آپ کو کوئی ایسی دھمکی ملی ہے کہ بے شنکر کمپنی کا سودا نہ

کرنے کی صورت میں آپ کی زندگی کو کوئی خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا راجن جیسے غنڈے کو میرے پاس محض تفریحاً بھیجا گیا ہوگا۔" پانڈے نے بڑی گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر سودا کرنا ہی منظور ہوتا تو اس کے لیے راجن کے علاوہ کوئی اور بھی سامنے آسکتا تھا۔"

پانڈے کی بات میں وزن تھا اس لیے میں نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا پھر نرمل کے آجانے سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا موضوع بدل گیا۔ ایک کپ چائے پینے کے بعد میں پانڈے سے اجازت لے کر اٹھ گیا لیکن گھر پہنچنے تک میرا ذہن پانڈے کی باتوں ہی کے بارے میں غور کرتا رہا۔ خاص طور پر ایک نکتہ میرے دل و دماغ میں رہ رہ کر کھٹک رہا تھا۔

آخر وہ بیان کیا تھا جسے پانڈے اپنی موت کے بعد ہی پولیس کے سامنے لانا چاہتا تھا؟

*

ندیم کو میں نے حالات سے بے خبر نہیں رکھا۔ بھگوان داس کے سلسلے میں اپنے ایکشن کا ردعمل اس کی ناراضگی کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس بات کا علم بھی تھا کہ اب ندیم میری جانب سے پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ محتاط ہو گیا ہوگا۔ میں اس کے کارندوں سے پوری طرح واقف نہیں تھا مگر مجھے یقین تھا کہ اس کے آدمی اب سائے کی طرح میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔ اس کے علاوہ ندیم نے بھگوان داس کی موت بھوشن کی گرفتاری اور رہائی کے بعد بھی مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کو شبہ تھا کہ بھوشن کے آدمی کسی وقت بھی مجھ پر قاتلانہ حملہ کر سکتے ہیں ایسی صورت میں مجھے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔

بھوشن کی مثال اس درندے کی سی تھی جو ایک بار گولی لگنے سے زخمی ہو جائے تو پھر اس کی درندگی میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ خود اپنے قدموں تلے آئے ہوئے سوکھے پتوں کی چرچراہٹ سن کر بھی چونک اٹھتا ہے۔ بھوشن کسی درندے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ سراج کی تحویل میں اس کو زیادہ وقت نہیں گزارنا پڑا تھا۔ وہ بڑی صفائی سے قانون کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب پہلے کے مقابلے میں وہ یقیناً زیادہ ہوشیار ہو گیا ہوگا۔ اس کی مثال اس کمینے اور عیار شخص سے بھی دی جا سکتی ہے جو چھپ کر پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس کی پہنچ دور دور تک تھی اسی لیے سراج نے معافی مانگنے کے بجائے دو ماہ کی رخصت پر جانا منظور کرلیا تھا۔ تھانے سے واپسی پر اس نے بڑی دلیری سے دوبارہ مجھے فون کیا تھا اور ڈھکے چھپے لفظوں میں یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی اب وہ مجھے سسکا سسکا کر مارنے کی کوشش کرے گا اور کوئی طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکے گی۔

ندیم خاموشی سے میری گفتگو سنتا رہا پھر پانڈے کی "بند لفافے" والی بات پر وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا تم نے اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کیا بیان ہے جو وہ اپنی زندگی میں پولیس کو دینے سے گریز کر رہا ہے۔"

"کوشش کی تھی لیکن وہ ٹال گیا۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے کسی پارٹی کی جانب سے کوئی ایسی دھمکی ملی ہے جس کی وجہ سے وہ زبان کھولنے سے کترا رہا ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ ممکن ہے پانڈے کی کوئی ایسی ہی کمزوری دشمنوں کے ہاتھوں لگ گئی ہو جس سے وہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہوں اور پانڈے خطرے کی بو سونگھ لینے کے باوجود زبان کھولنے سے قاصر ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پانڈے کا بیان ہمارے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"لیکن اس کے لیے ہمیں اس کی موت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ایسی صورت میں صرف ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔" ندیم نے خلاء میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں پانڈے کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

"فائدہ؟"

"جو لوگ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں یا زبردستی اس کے کاروبار کو ہتھیانا چاہتے ہیں وہ خاموش تو نہیں بیٹھیں گے کوئی نہ کوئی قدم پانڈے کو مزید ہراساں کرنے کے لیے ضرور اٹھائیں گے اگر دشمن کا کوئی آدمی ہمارے ہاتھ لگ گیا تو ہم اس کو زبان کھولنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ پانڈے پر حملہ کرنے والا ہر شخص اس کمزوری سے واقف ہو جسے وہ زندگی میں پولیس سے پوشیدہ

رکھنا چاہتا ہے۔"

"ڈور کا ایک سرا ہاتھ آجائے تو دوسرا سرا بھی کسی نہ کسی طرح تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن ڈور اگر بہت زیادہ الجھی ہوئی ہو تو اس کے درمیان سے ٹوٹ جانے کا اندیشہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ہمیں پانڈے کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"فی الحال اسے کچھ عرصے کے لیے بھول جاؤ۔" ندیم نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ایک بار پولیس کی تحویل تک پہنچ جانے کے بعد وہ فوراً ہی کوئی جوابی کارروائی کرنے کی حماقت نہیں کرے گا اگر ایسا نہ کرنا ہوتا تو وہ تمہیں دوبارہ فون نہ کرتا۔"

"اس کی یہی وقتی خاموشی ہمارے لیے فائدہ مند بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "کیا ضروری ہے کہ ہم پہلے دشمن کے حملے کا انتظار کریں اور جوابی کارروائی بعد میں کریں۔"

"دفاعی کھیل کبھی کبھی کھلاڑی کی فتح کا سبب بن جاتا ہے۔ دور اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ کسی طرح دشمن کو تھکا کر اتنا نڈھال کر دیا جائے کہ وہ جوابی حملے کے وقت اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ رہے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سراج آگیا۔ ندیم نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر خاموشی سے اندر چلا گیا۔ میں نے ملازم کو بلا کر چائے کا آرڈر دیا پھر سراج سے گفتگو میں مصروف ہو گیا۔ وہ نیپ جو میں نے سراج کے حوالے کی تھی وہ سراج نے کرسی پر بیٹھتے ہی میرے حوالے کر دی تھی۔ میں نے اسے بڑی بے پروائی سے میز پر ڈال دیا تھا۔

سراج کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ چھٹی لینے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا ہے۔ اندر ہی اندر وہ ان لوگوں کے خلاف ثبوت بھی اکٹھا کر رہا ہوگا جن کے سبب اسے یہ انتہائی بڑی تھی۔

"مسٹر سراج۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "دو ماہ کی چھٹیاں گزرنے کے بعد آپ کا کیا ارادہ ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ ڈیوٹی جوائن کر لیں گے۔"

"ابھی میرے پاس خاصا وقت ہے۔" اس نے بڑے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ڈیوٹی جوائن کر لوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چھٹیاں اور بڑھوا لوں یا پھر ملازمت ہی سے سبکدوش ہو جاؤں۔"

"گویا آپ بھوشن کے سامنے۔"

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے یہ ظاہر ہو کہ میں بھوشن سے خوف زدہ ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "مصلحت کے اپنے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں جنہیں پورا کیے بغیر کامیابی کے امکان زیادہ نہیں رہ جاتے۔"

"آج کل آپ کا کیا شغل ہے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"چین سے بسر ہو رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "آپ سنائیں کاروبار کا کیا حال چال ہے؟"

"اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے لیکن میں نے مایوسی کا لفظ اپنی لغت سے خارج کر دیا ہے۔" جواب میں میں نے بھی شوخی لہجہ اختیار کیا پھر ایک فوری خیال کے تحت میں نے بدلی زبان میں کہا۔ "مسٹر سراج۔ کیا آپ اجتماعی قوت پر یقین رکھتے ہیں۔"

"جمہوریت اسی کا نام ہے۔"

"کیا خیال ہے اگر ہم کسی دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔" میں نے کھلے الفاظ میں اپنا مدعا ظاہر کیا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا لیکن ایک بات قبل از وقت عرض کر دوں۔" اس نے سنبھل کر جواب دیا۔ "جب تک میں ملازمت میں ہوں قانون کا احترام اور اس کے تقاضے پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمیں کسی بھی غیر قانونی اقدام سے پرہیز کرنا ہوگا۔"

"بھوشن کی رہائی کے سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تمام واضح ثبوت کے باوجود آپ اس کی رہائی کو قانونی کہہ سکتے ہیں؟ کیا ہمارا قانون محض ایک مجبوری سفارش کے آگے دم نہیں توڑ گیا تھا؟ اور خود آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ اگر آپ چھٹی نہ لیتے تو آپ کو قانون کی وردی میں ہونے کے باوجود ایک مجرم سے معافی طلب نہیں کرنی پڑتی۔ نہیں مسٹر سراج یہ قانون نہیں ہے۔ یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ جو لوگ کمزور اور بے بس ہوتے ہیں صرف قانون کی گرفت میں آکر دم توڑ دیتے ہیں اس کے برعکس اثر و رسوخ رکھنے والے شاطر اور دہشت گرد کھلے عام دندناتے پھرتے ہیں۔"

"میں آپ کی بات کی نفی نہیں کروں گا لیکن۔"

"ہمیں اب قانون کی بالادستی کی خاطر اپنی راہیں تبدیل کرنی ہوں گی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "چیچک کا ایک خطرناک مریض اگر سیکڑوں صحت مند انسانوں کی جان کا خطرہ بننے لگتا ہے تو ڈاکٹر اسے زندہ رکھنے کی جدوجہد کرنے کے بجائے موت کی نیند سلا کر منوں مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں اس لیے کہ اگر وہ زندہ چھوڑ دیا جائے تو اس کے جراثیم سیکڑوں انسانوں کی موت کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہی طریقہ علاج اب

ہمیں قانون کو مستحکم بنانے کی خاطر اختیار کرنا پڑے گا۔ کیا وہ اعداد و شمار پولیس ریکارڈ پر موجود نہیں ہیں جس میں بے شمار ایسے افراد کو پولیس مقابلے میں ٹھکانے لگا دیا گیا جو اگر پکڑے جاتے تو عدم ثبوت کی وجہ سے ان پر کوئی فرد جرم عائد نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"بھوشن کے سلسلے میں آپ کا کیا پروگرام ہے۔" سراج نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اس کے گرد اپنا گھیرا اتنا تنگ کریں کہ اسے سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔"

"اس کے لیے کیا ہمیں براہ راست غیر قانونی طور پر بھوشن سے ٹکرانا ہوگا۔"

میں نے سراج کے منہ سے ایک بار پھر قانون کا نام سنا تو ایک لمحے کو خاموش ہو گیا۔ میں شاید یہ غلط راہ پر قدم اٹھا رہا تھا۔ سراج ایک دیانت دار اور قانون پسند پولیس آفیسر تھا۔ اس سے رازداری کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"قانونی اور غیر قانونی باتوں کا فیصلہ تو آپ کو کرنا ہوگا۔ میں تو صرف آپ کے ایک مددگار کی حیثیت سے آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ پیش منظر میں آپ اور آپ کی اسکیم ہوگی اور پس منظر میں میری خدمات ہر وقت آپ کو حاصل ہوں گی۔"

سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس بات کو تاڑ گیا تھا کہ میں نے اچانک پٹڑی بدلنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ایک کہنہ مشق اور تجربہ کار آفیسر تھا۔ مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ چھٹی لے کر بھوشن کے سلسلے میں خاموش نہیں بیٹھا ہوگا۔ کسی سب میرین کی طرح اندر ہی اندر وہ دشمن کی گھات میں لگا ہوگا۔ ایسی صورت میں اسے ساتھ ملا کر کوئی غیر قانونی اقدام کرنا دانش مندی کے خلاف ہی تھا۔

"مسٹر شہباز۔" وہ تھوڑے توقف سے بولا۔ "آپ بذات خود بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں میں آپ کو اس بات کا مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ ذاتی طور پر بھوشن کے معاملے میں الجھنے کی کوشش کریں۔"

"بھوشن اپنے دہشت گردوں کے ساتھ میرے دفتر میں شاید مجھے کسی بال روم ڈنر کی دعوت دینے کی غرض سے آیا تھا۔" میں نے خشک لہجہ اختیار کیا۔ "میرے مکان کو آگ لگا کر اس کے زر خرید کتوں نے غالباً مجھے خیر سگالی کا پیغام دینے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہو رہے ہیں۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "پھر کسی وقت حاضر ہوں گا لیکن جاتے جاتے میں ایک بار پھر آپ کو صبر و تحمل سے کام لینے کا مشورہ دوں گا۔"

جواب میں میں نے خاموشی سے اٹھ کر سراج سے رخصتی مصافحہ کیا پھر اندر آگیا۔

ساحلی علاقے پر پھیلی ہوئی مچھیروں کی بستی خاصی گنجان تھی۔ جھونپڑیوں اور کچے پکے مکانوں کے درمیان پھیلی ہوئی تنگ اور پر پیچ گلیاں جرائم کی پرورش کے لیے بڑی سازگار تھیں۔ ساحل پر دور دور تک کشتیاں لنگر انداز نظر آرہی تھیں۔ مکانوں میں چراغ، لالٹین یا گیس کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں لیکن بستی کے قریب واقع ہوٹل میں جنریٹر ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی روشنی موجود تھی۔ یہاں زیادہ تر میزیں سرشام ہی سے بھرنے لگتی تھیں۔ ٹوٹی پھوٹی اور میلی کچیلی میزوں پر بستی کے مچھیرے بیٹھ کر کچی شراب سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ شراب کے علاوہ یہاں دیگر مشروب اور دوسری نشہ آور اشیاء بھی فروخت ہوتی تھیں۔ نشے میں بہک کر اکثر لوگ جب آپے سے باہر ہونے لگتے تو ہوٹل کے تنومند ملازمین اسے ڈنڈا ڈولی کر کے ٹھنڈی ریت پر پھینک آتے تھے۔

ہوٹل کے مالک کا نام بشیر ماچھی تھا لیکن لوگ اسے بشیرا کے نام سے یاد کرتے تھے اور اسی طرح اس سے ڈرتے تھے جیسے شیطان لاحول سے۔ وہ ایک گٹھے ہوئے جسم اور پستہ قد کا مالک تھا۔ رنگت سیاہ تھی لیکن اس کے چہرے پر نظر آنے والی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں ہی کی طرح روشن نظر آتی تھیں۔ سیدھے بازو پر اس نے ایک مگرمچھ کی تصویر گدوا رکھی تھی۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں ہر چند کہ چہرے کی ساخت کے اعتبار سے میل نہیں کھاتی تھیں لیکن اس کی شخصیت کو رعب دار بنانے کے لیے بہرحال کافی تھیں۔ بظاہر وہ بڑا ملنسار اور ہنس مکھ

نظر آتا تھا لیکن اندر سے کسی زہریلے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ ہوٹل کے نظم و نسق کو نبھانے کی خاطر اس نے سات آٹھ خطرناک غنڈے پال رکھے تھے۔ جو کسی بھی صورت حال سے نپٹنے کی خاطر ہروقت تیار رہتے تھے۔

اس وقت بھی ہوٹل کی بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں جب میں نے وہاں قدم رکھا۔ میرا لباس کاؤ بوائز سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا سگار آہستہ آہستہ دھواں خارج کر رہا تھا۔ چمڑے کی جیکٹ کے نیچے میرا آٹومیٹک بغلی ہولسٹر کے اندر موجود تھا۔ لمبے پھل کا ایک چاقو بھی میں نے احتیاطاً داہنی پنڈلی پر باندھ رکھا تھا تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ چہرے پر میک اپ تھا۔ اس لیے میرے پہچان لیے جانے کا امکان بہت کم تھا۔ اس کے باوجود میں وہاں کے لوگوں کے لیے اجنبی تھا اس لیے ہوٹل میں قدم رکھتے ہی متعدد چہرے میری طرف متوجہ ہوئے تھے مگر پھر وہ اپنے حال میں مست ہو گئے البتہ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا بشیرا ماچھی مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی دو چار نظریں میرے ہی چہرے پر مرکوز تھیں۔ شاید وہ بشیرا کے شکاری کتے تھے جو ایک اجنبی کو دیکھ کر چوکنے ہو گئے تھے۔ میں نے چھپر والے ہوٹل میں بیٹھے ہوئے خستہ حال مگر بدمست افراد پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر بڑی بے جگری سے قدم اٹھاتا ہوا کاؤنٹر کی سمت چلا گیا۔ بشیرا ماچھی کی نگاہیں جھپکے بغیر میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"مجھے راجن سنگھ کا پتا درکار ہے۔" میں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر بڑی رازداری سے کہا۔

"کون ہو تم؟" بشیرا نے راجن کا نام سن کر چونکتے ہوئے سوال کیا۔ انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھی راجن ہی کا کوئی آدمی ہے یا پھر وہ اس سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔

"کچھ کاروباری باتیں کرنی ہیں۔"

"کس قسم کا کاروبار؟" وہ قدرے تیزی سے بولا۔ "یہ مچھیروں کی بستی ہے مسٹر جہاں صرف مچھلیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔"

"اسی لیے تو میں سب سے بڑی مچھلی کا پتا دریافت کر رہا ہوں۔"

"تم شاید غلط جگہ آگئے ہو۔" اس نے بدلے ہوئے تیور سے جواب دیا۔

میں نے جیب سے دس گرام سونے کی ایک ٹکیا نکال کر ہاتھ پر رکھی پھر اسے بشیرا کو دکھاتے ہوئے بولا۔ "مجھے راجن سے فوری طور پر ملنا ہے۔ اس نے یہی کہا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں تم سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"لیکن ـــ وہ اب اس بستی میں نہیں رہتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ اسی لیے تو تم سے اس کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے خشک انداز میں بشیرا کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس وقت کم ہے اگر میں واپس چلا گیا تو شاید راجن تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

"میں تمہیں راجن کے ایک ساتھی سے ملوا سکتا ہوں۔ شاید وہ تمہارے کسی کام آسکے۔" بشیرا نے ایک لمحے تک کچھ سوچنے کے بعد کہا پھر اپنے ایک ملازم کو بلا کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اسے لے جا کر راجن کے منیجر سے ملوا دے۔"

میں نے بشیرا کو مسکراتی نظروں سے دیکھا پھر اس کے ملازم کے ساتھ ہو لیا۔ میں مچھیروں کی اس بستی میں بلا مقصد نہیں آیا تھا۔ مجھے پانڈے کی زبانی راجن کی موجودہ رہائش کا علم ہو چکا تھا لیکن میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خاص طور پر راجن ہی کی خدمات حاصل کرنے میں بھوشن کی کیا مصلحت تھی؟ کیا فضائی راستوں پر چوٹ کھانے کے بعد اس نے بحری راستوں کو اپنی ناجائز تجارت کے لیے منتخب کیا تھا؟ راجن مچھیروں کی بستی کا بے تاج بادشاہ کہلاتا تھا چنانچہ وہ بھوشن کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ راجن تک پہنچنے سے پہلے میں وہ کوائف جمع کرنے کا خواہش مند تھا جن کی بدولت بھوشن جیسے کھلاڑی نے راجن جیسے فرد سے گٹھ جوڑ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے ہوٹل سے باہر آکر بشیرا کے ملازم سے دریافت کیا جو دبلا پتلا اور دراز قد واقع ہوا تھا۔

"سیٹھ نے مجھے صرف اتنا حکم دیا ہے کہ تمہیں راجن سنگھ کے منیجر سے ملوا دوں۔" وہ کھردرے لہجے میں بولا۔ "میرا نام جان کر کیا کرو گے۔"

"راجن کو یہ بستی چھوڑے کتنا عرصہ ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کہ پچھلی بار جب میں آیا تھا تو وہ اسی بستی میں رہتا تھا۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"اس کا جواب بھی تم کو منیجر دے سکتا ہے۔" اس نے بدستور ناخوشگوار انداز میں کہا۔ "ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ بشیرا کا وہ دراز قد ملازم اپنی باتوں سے مجھے بڑا پراسرار نظر آ رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا اگر وہ ملازم راجن کے نام اور اس کے کام سے واقف تھا تو اسے میرے ساتھ اس انداز میں گفتگو کرنے کی ہمت کبھی نہ ہوتی۔ وہ شاید راجن ہی کے گروہ کا کوئی فرد تھا۔ میں نے اپنے شبے کی تصدیق کی خاطر اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

"کیا راجن نے اب بشیرا ماچھی کو کمیشن دینا بند کر دیا ہے۔"

"فضول باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

ہم اس وقت ہوٹل سے خاصی دور ایک سنسان علاقے کی طرف نکل آئے تھے۔ دراز قد کا وہ ملازم مجھے مچھیروں کی بستی کی سمت لے جانے کے بجائے گھاٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔ میری چھٹی حس نے ایک بار پھر میری رہبری کی۔ "منیجر" کا لفظ کوئی خطرناک کوڈ بھی ہو سکتا تھا۔ جسے بشیرا ماچھی نے استعمال کیا تھا۔ ممکن تھا کہ "منیجر سے ملوا دے" کے اشارے کے پس پردہ بشیرا نے اپنے آدمی کو مجھے ٹھکانے لگا دینے کے احکامات جاری کیے ہوں۔ تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے چمڑے کی جیکٹ کی زپ اور نیچے کر لی تاکہ مجھے اپنا آٹومیٹک نکالنے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب میں پوری طرح اس پوزیشن میں تھا کہ کسی خطرے کی صورت میں فوری طور پر جوابی کارروائی کر سکوں۔ ہم دونوں خاموشی سے قدم بڑھاتے رہے۔ گھاٹ قریب آنے لگا تو میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا راجن کا منیجر مکان میں رہنے کے بجائے کسی کشتی پر قیام پذیر ہے۔"

"تم کس کے آدمی ہو اور راجن سے کس لیے ملنا چاہتے تھے۔" اس بار اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"بھوشن کا نام بھی سنا ہے تم نے؟"

"کیا؟" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ "تم بھوشن کو کیسے جانتے ہو۔"

"اسی طرح جس طرح راجن بھوشن سے واقفیت رکھتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "لیکن تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ بشیرا نے تمہیں صرف یہ حکم دیا ہے کہ مجھے راجن کے منیجر سے ملوا دو۔"

"ہاں۔" وہ تیزی سے میری سمت پلٹا۔ "سیٹھ نے مجھے یہی حکم دیا تھا۔"

"کیا مطلب ـــ کیا تم مجھے منیجر سے ملوانے کی زحمت گوارا نہیں کرو گے۔" میں نے بگڑتے ہوئے اسے جواب دیا پھر نہایت پھرتی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ دراز قد آدمی کی جانب کرتے ہوئے سرد آواز میں بولا۔ "میں سمندر میں تیرنے والی کوئی مچھلی نہیں ہوں جسے تم لوگ آسانی سے جال میں پھانس لو گے۔"

"لیکن ـــ"

"وقت مت ضائع کرو۔" میں نے سفاک لہجے میں اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "زندگی عزیز ہو تو اب کھل جاؤ ورنہ مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"کیا جانتے ہو؟" اس نے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔

"راجن اور بھوشن کے گروہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔"

"میں نے بھوشن کا نام صرف راجن اور بشیرا کی زبانی سنا ہے۔ براہ راست میں اس سے واقف نہیں ہوں۔"

"کیا تم آسانی سے اپنی زبان نہیں کھولو گے۔"

جواب میں اس نے اس قدر تیزی سے آٹومیٹک کی پروا کیے بغیر مجھ پر چھلانگ لگائی کہ میں ایک لمحہ کو گڑبڑا گیا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی لیکن میں اتنا بے پروا بھی نہیں تھا کہ اس کے قابو میں آجاتا۔ ذرا سی جھکائی دے کر میں نے اس کے چہرے پر ایک بھرپور ٹھوکر لگائی تو وہ کراہ اٹھا۔ وہ زمین پر گرنے کے باوجود ربر کی کسی گیند کی طرح اچھل کر کھڑا ہوا تھا لیکن اس بار میں نے کرانے کا ایک نپا تلا ہاتھ رسید کیا تو وہ دوبارہ اپنا توازن کھو بیٹھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی چھاتی پر سوار تھا میرا آٹومیٹک اس کی پیشانی پر جم گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ میں نے اپنے گھٹنوں کے نیچے دبا رکھے تھے۔

"اب بتاؤ۔ بھوشن اور راجن کے درمیان کیا تعلق ہے۔" میرا لہجہ بے حد سرد اور سفاک تھا۔

"راجن۔ بھوشن کے لیے کام کرتا ہے۔" اس نے کچھ توقف سے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔

"یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن کام کی نوعیت کیا ہے۔"

"وہ ـــ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"انکار کی صورت میں تم میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔" میرا لہجہ اور سفاک ہو گیا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم بعد میں مجھے زندہ چھوڑ دو گے۔" اس نے سودے بازی کرنی چاہی۔

"خطرناک کاموں میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا پھر آٹومیٹک کا دباؤ بڑھا دیا۔

"بتـــ تا تا ہوں۔" وہ موت کے تصور ہی سے کانپ اٹھا۔ تیزی سے بولا۔ "راجن بھوشن کے لیے سونے اور ہیروئن کی اسمگلنگ کرتا ہے۔"

"آج کل اس کاروبار کی نگرانی کس کے ذمے ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ راجن کے شہر منتقل ہو جانے کے بعد بھوشن کے ناجائز تجارت کی دیکھ بھال کون کرتا ہے۔"

"بشیرا ماچھی۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "تم بشیرا کو راجن کا دست راست بھی کہہ سکتے ہو۔"

"تمہاری اپنی حیثیت کیا ہے؟"

"میرے علاوہ بستی کے کچھ اور لوگ بھی آنے جانے والے مال کی نگرانی کرتے ہیں۔ جس کے عوض بشیرا ہمیں معقول کمیشن دیتا ہے۔"

"اب یہ بھی بتا دو کہ تم مجھے ساحل کی جانب کیوں لے جا رہے تھے۔ مخبر سے ملوانے سے بشیرا کا مقصد کیا تھا؟"

"وہ ... وہ میرے ہاتھوں تمہیں ٹھکانے لگوانا چاہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ اسے تمہارے اوپر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ تمہیں کسٹم یا پکڑ دھکڑ کرنے والی کسی ایجنسی کا آدمی سمجھا ہے۔"

"کیا بھوشن بذاتِ خود بھی تمہاری بستی میں کبھی نظر آیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے آیا بھی ہو لیکن میں نے صرف ایک بار راجن اور بشیرا کو اس کے بارے میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ اس کی صورت کبھی نہیں دیکھی۔"

"کیا ان دونوں کو علم ہے کہ تم نے ان کی زبانی بھوشن کا نام سن لیا ہے؟"

"نہیں۔ راجن اپنے باپ کے ساتھ بھی رحم کرنے کا عادی نہیں ہے۔" اس نے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔ "اگر اسے میرے سلسلے میں شبہ بھی ہو جاتا تو اب تک میری لاش مچھلیاں کھا چکی ہوتیں۔"

"اگر میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں تو کیا بشیرا بھی تمہیں معاف کر دے گا؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ گڑگڑانے لگا۔

"نہیں وہ مجھے اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گا۔ صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے تم کسی طرح مجھے زخمی کر دو اگر میں بے ہوش ہو سکوں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ بعد میں میرا بیان یہی ہو گا کہ تم تنہا نہیں تھے بلکہ تمہارے کچھ ساتھی بھی ساحل پر موجود تھے جنہوں نے مجھے اچانک گھیر لیا۔"

"تم عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ کسی دوسرے موقع پر وہ میرے کام بھی آ سکتا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس کی خواہش کے عین مطابق تھا۔ میں نے آٹومیٹک کے دستے سے اس کی پیشانی پر دو تین ضرب لگائی تو اس کا چہرہ ایک طرف ڈھلک گیا۔ سر سے بہنے والا خون اس کے چہرے پر پھیل کر اس کے وجود کو کچھ اور بھیانک بنا رہا تھا۔ اس سے چھٹکارا پا کر میں تیزی سے اس جانب قدم اٹھانے لگا جہاں میں نے کرائے پر حاصل کی جانے والی گاڑی کھڑی کی تھی۔

رات گئے اپنے اصل حلیے میں گھر پہنچا تو عارفہ میری منتظر تھی۔ اس نے میری عدم موجودگی میں کھانا نہیں کھایا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ وہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاتی تھی۔ کھانا کھانے کے دوران بھی میرا ذہن پانڈے کے حوالے سے راجن سنگھ اور بشیرا ماچھی کے سلسلے میں الجھا رہا۔ میں کوئی خدائی فوجدار نہیں ہوں لیکن راجن کی پشت پناہی چونکہ بھوشن کر رہا تھا اس لیے مجھے بھی محتاط ہونا پڑا۔ پانڈے کے بیان کے مطابق بھوشن نے راجن کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ راجن نے بھوشن کا نام درمیان میں نہیں لیا تھا لیکن اس نے پانڈے کو باتوں باتوں میں یہ ضرور باور کرا دیا تھا کہ اگر کاروبار کا سودا اس کے ساتھ طے نہ ہوا تو اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔

پانڈے نے مجھ سے کہا تھا کہ بھوشن کے آدمی راجن سے ملتے رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی پانڈے کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ وہ راجن سے خوفزدہ نہیں ہے۔ اس کے اپنے بھی کچھ لوگ تھے جس کے ذریعے وہ راجن کو اس کے ارادے سے روک سکتا تھا لیکن وہ بھوشن کے نام سے ضرور سہم گیا تھا۔ ممکن ہے یہ محض پانڈے کا خیال ہو کہ بھوشن سامنے آئے بغیر اس کے کاروبار کو خریدنا چاہتا تھا لیکن پانڈے نے راجن کے سلسلے میں جو تفصیل فراہم کی تھی میں اس کی تصدیق کر چکا تھا۔ مچھیروں کی بستی یقیناً بھوشن کے لیے سونا اگل رہی تھی۔ اس کی ناجائز تجارت کی دیکھ بھال راجن ہی کرتا تھا۔ کسٹم کے چھاپے کے بعد بھوشن نے اسے وہاں سے ہٹا دیا تھا اور اب بشیرا ماچھی راجن کے نائب کی حیثیت سے سارے کام انجام دے رہا تھا جس کی تصدیق اس شخص نے کی تھی جسے میں بے ہوش کر آیا تھا۔ اسی کے ذریعے مجھے اس بات کا علم بھی ہوا تھا کہ بستی کے لوگ بھی بشیرا ماچھی سے خوف کھاتے ہیں۔ بستی میں کسی اجنبی یا نامعلوم آدمی کی موجودگی بشیرا کے حکم کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی جس کی سزا بڑی بھیانک ہوتی تھی۔ اس نے اپنے آدمی کو میرے سلسلے میں بھی یہی ہدایت کی تھی کہ مجھے راجن کے مخبر سے ملوا دیا جائے۔ میری قسمت اچھی ہی تھی جو میری چھٹی حس نے بروقت مجھے چونکا دیا ورنہ اس وقت میری لاش بھی یا تو کسی سرد خانے میں پڑی ہوتی یا بھوکی مچھلیاں اور آبی جانور میرے گوشت سے شکم سیری میں مصروف ہوتے۔

"کیا بات ہے۔" عارفہ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔ "آپ کچھ خاموش خاموش سے نظر آ رہے ہیں۔"

"بھوک کی شدت۔" میں نے جلدی سے ایک خوب صورت بہانہ تراشا۔ "پیٹ بھر جانے دو پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"ندیم بھائی بھی کئی بار آپ کے سلسلے میں پوچھ چکے ہیں۔"

"ندیم۔" میں کسی خیال سے چونکا۔ "کیا وہ شام کو کہیں گیا تھا؟"

"جی نہیں وہ گھر پر ہی تھے۔"

"کوئی فون آیا تھا؟" میں نے سرسری طور پر دریافت کیا۔

"آیا تھا۔" عارفہ نے جواب دیا۔ "مگر اس گھر کی چار دیواری کے اندر قدم رکھنے کے بعد سے میں نے فون کو ہاتھ لگانا چھوڑ دیا ہے۔ کال نسیم یا پھر ندیم بھائی ہی اٹینڈ کرتے ہیں۔"

"فی الحال تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ ہمارے دشمنوں کو ابھی اس بات کا علم ہو سکے کہ تم باحیات ہو۔ وہ ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مکان کے ساتھ ساتھ تم بھی جل کر راکھ ہو چکی ہو۔"

"لیکن حیرت اس بات کی ہے کہ میرے علاوہ اس بلڈنگ کا کوئی اور فلیٹ نہیں جلا تھا نہ ان میں رہنے والوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا تھا۔"

"خاموش قوتوں کا مقصد تمہیں نقصان پہنچانا تھا۔" میں نے جواب دیا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "ندیم کہاں ہے؟"

"اپنی خواب گاہ میں۔ نسیم کے ساتھ۔" عارفہ کے جواب میں شوخی تھی۔

"کوئی اور خاص بات؟"

"اب تو دیر ہو چکی ہے۔ آپ صبح کسی وقت پانڈے جی کو فون کر لیجیے گا۔"

"پانڈے۔" میں چونکا۔ "کیا اس کا فون آیا تھا؟"

"جی ہاں۔ دو بار اس نے آپ کو کال کیا تھا۔ شاید کوئی ضروری بات کرنی ہو گی۔"

"کال کس نے ریسیو کی تھی۔ نسیم نے یا ندیم نے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ پانڈے کی کال سن کر میرے ذہن میں ان گنت وسوسے جاگ اٹھے تھے۔

"مجھ سے ندیم بھائی نے کال کا ذکر کیا تھا۔"

میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا۔ میں نے ایک بار سوچا کہ اسے فون کروں لیکن پھر عارفہ کی وجہ سے میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا لیکن میرا دماغ برابر پانڈے کی کال کے سلسلے میں مختلف امکانی پہلوؤں پر غور کرنے میں مصروف تھا۔ خاص طور پر وہ بند لفافہ جو پانڈے میرے حوالے کرنا چاہتا تھا لیکن اس شرط کے ساتھ وہ لفافہ اس کی موت کے بعد پولیس کے کسی ذمے دار آفیسر کے حوالے کیا جائے۔ ہو سکتا تھا کہ اس نے اسی سلسلے میں کوئی اہم بات کرنے کی خاطر فون کیا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے راجن یا بھوشن کے سلسلے میں کچھ نئی معلومات حاصل ہوئی ہوں جسے وہ مجھ تک پہنچانا چاہتا ہو۔

"نسیم آپ سے خفا ہے۔" عارفہ نے کھانا کھانے کے بعد کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"آپ ایک اہم بات بھول رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ کیا؟"

"آج اس کی شادی کی سالگرہ تھی۔"

"اوہ۔ آئی ایم ریلی سوری۔ میرے ذہن سے بالکل نکل گیا۔"

"وہ کہہ رہی تھی کہ صبح آپ سے جھگڑا کرے گی۔"

"اس کی خفگی دور کرنے کا ایک طریقہ ہے میرے پاس بشرطیکہ تم بعد میں اس کی تصدیق کر سکو۔" میں نے ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا اب آپ ان کے رنگ میں بھنگ ڈال کر انہیں ڈسٹرب کریں گے؟"

"جی نہیں۔" میں نے عارفہ کی حسین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم اور آپ مل کر نسیم کی سالگرہ کا جشن منا لیتے ہیں۔ بعد میں آپ اس کی تصدیق کر دیجیے گا۔"

"بے شرم۔" عارفہ نے میرے جملے کا مفہوم بھانپ کر شوخی سے کہا پھر برتن اٹھانے میں مصروف ہو گئی۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو نو بج رہے تھے۔ عام طور سے میں ساڑھے سات اور آٹھ کے درمیان اٹھنے کا عادی تھا۔ عارفہ غالباً باہر ناشتا تیار کر رہی تھی۔ میں نے اٹھ کر جلدی جلدی غسل کیا۔ دفتر جانے کے لیے بڑی عجلت میں تیار ہوا اور بریف کیس اٹھائے باہر آ گیا۔ عارفہ اور نسیم ناشتے کی میز پر بیٹھی ہنس بول رہی تھیں۔ ندیم نظر نہیں آ رہا تھا۔ عارفہ ناشتا تیار کرنے گئی تو نسیم نے خفگی کا اظہار کیا۔ "کل میری شادی کی سالگرہ تھی تو آپ گھر سے غائب تھے۔"

"سوری۔" میں نے عارفہ کی طرف دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

"معافی مل سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے بڑے پیار سے جواب دیا۔

"میرا گفٹ آپ پر ڈیو ہو چکا ہے اسے نہ بھولیے گا۔"

"سستے چھوٹ گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا پھر ناشتا شروع کرتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہارے میاں نظر نہیں آ رہے ہیں۔ کیا ابھی تک لمبی تانے سو رہے ہیں؟"

"جی نہیں۔" عارفہ نے شوخی سے جواب دیا۔ "میرے بھائی ہر کام بڑی پابندی اور وقت سے کرتے ہیں۔"

"انہیں کوئی ضروری کام تھا اس لیے جلدی چلے گئے۔" نسیم نے کہا۔ "آپ کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ دفتر پہنچتے ہی مسٹر پانڈے کو فون ضرور کر لیجیے گا۔"

"کیا صبح بھی پانڈے کا کوئی فون آیا تھا؟"

"مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" نسیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں نے ناشتا بھی خاصی عجلت میں کیا پھر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ دفتر پہنچا تو اپنے کمرے میں قدم رکھتے ہی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ لیڈی مکارنس وہاں پہلے سے موجود تھی۔ مجھے حیرت ہوئی اس لیے کہ اس نے مجھے اپنے آمد کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ حسب معمول وہ اس وقت بھی اسی لباس میں نظر آ رہی تھی۔ جس میں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"آپ۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں میرے عزیز۔ میں بیس منٹ سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"اپنے آنے کی اطلاع کر دی ہوتی تو میں ائیرپورٹ پر ـــ"

"مجھے لانگ روٹ اختیار کرنے کی عادت نہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ بھی اسی کی طرح پراسرار تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"بیس منٹ پہلے میں مکارنس کیسل میں تھی۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اچانک تمہارا خیال آیا تو یہاں آ گئی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے اسے گھورا۔

"اس میں تعجب یا حیرت کی کیا بات ہے۔" وہ میز پر رکھے ہوئے پیپر ویٹ کو گھماتے ہوئے بولی۔ "سائنس نے اب کافی ترقی کر لی ہے۔ مختلف شعاعوں کے ذریعے انسان کا عکس اور اس کی تحریر ایک لمحے میں ہزاروں میل کا سفر طے کر سکتی ہے لیکن سائنس کی ترقی بھی ابھی لیڈی مکارنس کے مقابلے سے قاصر ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وقت، فاصلے اور ادوار میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میں ایک پل ضائع کیے بغیر لاکھوں میل کے فاصلے بھی طے کر سکتی ہوں اور میری نگاہیں ہر گزرے اور آنے والے دور میں بھی بلا روک ٹوک جھانک سکتی ہیں۔ کیا میری لائبریری دیکھنے کے بعد بھی ابھی تک تمہیں میری صلاحیتوں کا یقین نہیں آیا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان ـــ"

"اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "لوگ بڑی بڑی تجربہ گاہوں میں بیٹھے شب و روز تسخیر کائنات کا جائزہ لے رہے ہیں اور تم اس وقت یہاں میری موجودگی پر حیرت کا اظہار کر رہے ہو۔ مائیکل ڈی ناسٹرے یا ناسٹرڈ۔مس کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ وہ سولہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوا تھا لیکن اس نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہیں۔ کیا تمہارے مذہبی پیشوا اور پیغمبران غیر معمولی بصیرت کے مالک نہیں تھے جو مخفی اور بعید واقـ[illegible] علم رکھتے تھے۔ کیا تم نے اپنی کتابوں میں طلسم سیمیا کے [illegible] میں نہیں پڑھا جس کے ذریعہ روح ایک جسم سے دوسرے [illegible] میں منتقل کر سکتے ہیں اور ایسی اشیاء جن کا حقیقت سے تعلق نہ ہو لوگوں کو روز روشن میں دکھلا سکتے ہیں۔ میں محض اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعہ خود کو پلک جھپکتے ہزا[illegible] میل کا فاصلہ طے کرنے کے قابل بنا لیا ہے۔ اس میں جو[illegible] بھلا کیا بات ہے۔"

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے لیڈی مکارنس کو دیکھ رہا تھا جو اپنی صلاحیتوں [illegible] اعتبار سے کسی بھی جن سے کم نہیں تھی پھر اس وقت میری [illegible] دنگ رہ گئی جب وانی نے میرے کمرے میں قدم رکھا تھا [illegible] اس نے لیڈی مکارنس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ [illegible] حقیقت نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ دیو مالائی کر[illegible] سے بھی کہیں زیادہ پراسرار ہے۔

"یس مس وانی۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے [illegible] سے کہا۔ "کوئی اہم فائل ڈسکس کرنی ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ کے لیے صرف ایک پیغام ہے۔ [illegible] پانڈے کو فون کر لیں۔"

وانی چلا گیا تو میں نے پھر لیڈی مکارنس کی طرف [illegible] سے دیکھا۔

"میں تمہیں صرف دو باتوں کی نصیحت کرنے کی غرض سے آئی ہوں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولی۔ "میری عظیم شخصیت کو کاکا کی حقیر مورتی اور اس کے طلسم سے ملانے کی حماقت نہ کرو اور کوشش کرو کہ خود کو صرف اپنی دنیا اور اپنے مفاد کی حد تک محدود رکھو۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے افسوس ہے میرے عزیز کہ چند مجبوریوں کے پیش نظر میں اپنی زبان کھول کر دوسری زوال پذیر قوتوں کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیا آپ میری آئندہ زندگی کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتیں؟"

"تمہاری زندگی اور تمہارا مستقبل دونوں میرے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے لیکن ایک قوت ایسی بھی ہے جو تمام قوتوں سے بالاتر ہے اور جب تک اس کا اشارہ نہ ہو کوئی دوسری قوت اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ جو ایسا کرنے کی کوشش کرتی ہیں ان کی صلاحیتیں واپس چھین لی جاتی ہیں۔ انہیں عبرتناک حالات سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔"

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میرے مفادات کا خیال رکھیں گی۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ اسی غرض سے اس وقت میں بذات خود تمہارے سامنے موجود ہوں لیکن ایک بات یاد رکھو۔ دنیا کا کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ مریض بد پرہیزی سے گریز کرے اور اپنے معالج کی ہدایت پر عمل کرے ورنہ پھر دوائیں اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔"

"لیڈی مکارنس۔ کیا کاکا اس وقت ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی ہوگی۔"

"کاکا۔ پتھر کی ایک بے جان اور حقیر مورتی جو کسی معمولی کھلونے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔" لیڈی مکارنس نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی روح کو بھی قید کر کے اس کی مورتی میں منتقل کر دوں گی۔ جو اس وقت بھی میری زمین دوز لائبریری میں شیشے کے ایک بکس میں موجود ہے۔ میں آج بھی اپنے وعدہ پر قائم ہوں۔ اگر تمہیں میری بات پر اعتماد نہیں ہے تو کاکا سے بھی فرمائش کرنا کہ وہ تمہیں اپنی مورتی کا درشن کرا دے یا پھر لندن آ کر تم اپنی آنکھوں سے میری بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔"

وہ جانے کے ارادے سے کھڑی ہوئی تو میں نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا میں کاکا کے مشوروں پر عمل کر سکتا ہوں۔ وہ میری محسن ہے متعدد موقعوں پر اس نے مجھے موت کے منہ میں جانے سے بچایا ہے۔"

"میں اب جا رہی ہوں میرے عزیز۔ میری دونوں نصیحتوں کو فراموش نہ کرنا اور ہاں۔" وہ مسکرائی۔ "اپنے دفتر سے میرے جانے کے صرف ایک منٹ بعد تم مجھے لندن کے نمبروں پر ضرور ڈائل کرنا تمہاری کال میں بذات خود ریسیو کروں گی۔"

پھر وہ کمرے سے چلی گئی۔ لیڈی مکارنس کی آمد کا طریقہ کار میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس نے مجھ سے جو باتیں کی تھیں وہ بھی پراسرار تھیں۔ میں نے اس کی بات کی تصدیق کرنے کی خاطر ٹھیک ایک منٹ بعد اسے لندن کے نمبروں پر ڈائل کیا اور دوسری جانب سے لیڈی مکارنس ہی کی آواز سن کر گنگ رہ گیا۔

"مجھے معلوم تھا میرے عزیز کہ تم ضرور میری بات کی تصدیق کرو گے۔ میری نصیحتوں کا خیال رکھنا۔ فی الحال میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" لیڈی مکارنس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میں اس وقت خود کو طلسم ہوش ربا کا کوئی جیتا جاگتا کردار سمجھ رہا تھا جس کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر کے اسے کسی ویران اور پراسرار جزیرے پر ڈال دیا گیا تھا جہاں دور دور تک لق و دق میدان کے سوا اور کوئی ذی روح نظر نہیں آتا تھا۔ جس سے میں واپسی کا راستہ دریافت کر سکتا۔

حالات اور واقعات نے ایک بار پھر میرے ذہن کے گوشوں میں لیڈی مکارنس اور کاکا کی پراسرار اور ناقابل یقین شخصیتوں کو گڈمڈ کرنا شروع کر دیا۔ میں ڈور کا کوئی سرا تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ ڈائریکٹ لائن والے فون کی گھنٹی بجی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے پانڈے کی آواز ابھری۔

"میں کل سے آج تک آپ کو تین بار فون کر چکا ہوں۔"

"رات میری واپسی ایک تقریب کی وجہ سے تاخیر سے ہوئی تھی۔ میں نے اس وقت آپ کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"آپ کے پریشان نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے شہباز صاحب۔ دوسرے تو میری جان ہی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" پانڈے کے لہجے میں پریشانی کی جھلک موجود تھی۔

"کوئی اہم بات۔"

"کل شام تقریباً پانچ بجے راجن کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے صرف پندرہ دن کی مہلت دی ہے۔ اگر میں نے پندرہ دنوں کے اندر اندر کاروبار اس کے ہاتھوں فروخت کرنے کا فیصلہ نہ کیا تو پھر حالات کی ذمے داری بھی مجھ پر ہی ہوگی۔" پانڈے نے بے بسی سے کہا۔ "یہ کیسا انیائے (ظلم) ہے۔"

"کیا آپ راجن کی آواز فون پر پہلے بھی سن چکے ہیں؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیکن اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ راجن کا محض نام استعمال کیا گیا ہو۔ فون کسی اور نے کیا ہو؟"

"فرق کیا پڑتا ہے۔ بات تو ایک ہی ہے۔"

"کیا اس نے حالات کی ذمے داری کے سلسلے میں کوئی خاص دھمکی بھی دی ہے؟"

"ہاں۔ اس نے کہا ہے کہ مجھے ہر قیمت پر اس کے ساتھ سودا کرنا پڑے گا۔ وہ منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہے لیکن انکار کی صورت میں وہ میرے کاروبار کو برباد کرنے سے باز نہیں آئے گا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی؟" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر وہ منہ مانگی قیمت ادا کر سکتے ہیں تو کوئی اور کاروبار بھی کر سکتا ہے۔"

"مجھے جانے کاروبار کی بات کچھ اور ہی ہوتی ہے۔"

"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں نے اسی سلسلے میں مشورہ کرنے کی خاطر آپ کو فون کیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ راجن سے ہمیشہ کے لیے

چھٹکارا حاصل کرلیں۔" میں نے کہا۔ "پچھلی ملاقات میں آپ نے کہا تھا کہ کچھ آدمی آپ نے بھی برے وقتوں کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ کیا وہ آپ کے کام نہیں آسکتے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں شہباز صاحب لیکن خطروں سے ہمیشہ دور ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کاروباری لوگ ویسے بھی تھانے، کچہری سے پناہ مانگتے ہیں اس لیے کہ بنی بنائی ساکھ اگر ایک بار خراب ہوجائے تو دوبارہ مشکل سے ٹھیک ہوتی ہے۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے۔" میں نے مشورہ دیا۔ "آپ اپنے کاروبار کی قیمت مارکیٹ ریٹ سے دوگنی لگادیں اگر بھوشن ہی راجن کی پشت پناہی کررہا ہے تو وہ یہ سودا ختم کردے گا۔"

"بھوشن پر میں پہلے صرف شبہ کررہا تھا لیکن اب مجھے وشواس ہے کہ راجن اسی کے کھونٹے پر اچھل رہا ہے۔"

"اس یقین کی کوئی معقول وجہ بھی ضرور ہوگی؟"

"کل ہی رات کوئی نو بجے کے لگ بھگ مجھے راجن یا اس کا نام استعمال کرنے والے نے دوسری بار کال کیا تھا۔" پانڈے نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "دوسرا فون آنے سے پہلے میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ کاروبار کی قیمت اتنی لگادوں کہ وہ میرا پیچھا چھوڑدے لیکن اب بات اور ہوگئی ہے۔ کل شام مچھیروں کی بستی میں کسی نے راجن کے گروہ کے ایک آدمی کو مار دیا ہے۔ راجن مجھے اس واردات کا ذمے دار ٹھہرا رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے اسے وارننگ دینے کی خاطر یہ چال چلی ہے۔"

"حقیقت کیا ہے؟" میں نے جان بوجھ کر چبھتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔ مجھے بشیرا ماچھی یا راجن کے اس آدمی کی موت کی اطلاع کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا جس نے مجھے "مخبر سے ملانے" کا فرض پورا کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید موت ہی اس کا مقدر بن گئی تھی ورنہ میں نے اسی کی ایما پر اسے بے ہوش کرنے کی خاطر آٹو منک کے دستے کا استعمال کیا تھا۔

"بھگوان کی سوگند۔ مجھے نہیں معلوم کہ راجن کا وہ آدمی کون تھا اور اسے کس نے نرک میں جھونک دیا ہے۔"

"کیا راجن نے مرنے والے کے سلسلے میں بھی آپ کو کوئی دھمکی وغیرہ دی ہے؟"

"ہاں۔" پانڈے نے مردہ سے انداز میں جواب دیا۔ "اس نے کہا ہے کہ میں قاتل کو ایک ہفتے کے اندر اندر اس کے حوالے کردوں ورنہ وہ اپنے ایک بندے کا انتقام لینے کی خاطر میرے چار خاص اور کارآمد آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور پھر اس کے بعد میرا اپنا نمبر بھی آسکتا ہے۔"

"کاروبار کے سلسلے میں بھی کوئی بات ہوئی تھی۔"

"نہیں ۔۔۔ وہ ۔۔۔ کا بچہ فون پر ہزاروں گندی گندی گالیاں بک رہا تھا اور اب اسے کاروباری بات کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جب وہ حرام کا جنا میرا کریا کرم ہی کردے گا تو سودے کی بات کون کرے گا؟"

"پھر کیا اب بھی آپ راجن کے خلاف اپنے آدمیوں کو استعمال نہیں کریں گے؟"

"ابھی میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا لیکن جب منش کی جان پر بن جائے تو پھر اسے ہاتھ پاؤں تو ہلانے ہی پڑتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی جوابی کارروائی کرنے سے پیشتر آپ کو پولیس کو حالات سے مطلع کردینا چاہیے۔"

"پولیس کیا کرے گی۔" پانڈے نے جھلا کر کہا۔ "بھوشن کی وجہ سے تو آپ کے متر سراج صاحب کو بھی چھٹی لینی پڑگئی ہے۔ راجن کا نام اخبار میں آئے گا تو بھوشن کی کمینگی سے بھی مجھے زیادہ خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔"

"آپ راجن کا نام لیے بغیر بھی رپورٹ کراسکتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "پولیس ریکارڈ پر ایف آئی آر درج ہوجانے کے بعد آپ کی پوزیشن قانونی اعتبار سے بہتر ہوجائے گی۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"پانڈے جی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھ سے تمام باتوں پر کیوں مشورہ کررہے ہیں جبکہ موہنی اور کومل ورما ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتی رہی ہیں۔"

"میں کوئی رشی منی نہیں ہوں۔ کالی طاقتوں کے آگے منش بے بس ہوکر رہ جاتا ہے لیکن بھگوان کی سوگند میں آپ کو ہمیشہ سے اپنا متر سمجھتا ہوں۔"

"میری ایک بات مانیں گے؟"

"کہو۔"

"مجھے اس راز سے آگاہ کردیجیے جو آپ اپنی موت کے بعد بند لفافے میں پولیس تک پہنچانا چاہتے ہیں۔" میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ابھی ہم ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں لیکن وقت گزر جانے کے بعد سوائے افسوس کرنے کے اور کیا باقی رہ جائے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں شہباز صاحب لیکن ابھی میں نے اس سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا مگر میں آپ کو وچن دیتا ہوں کہ آپ کے مشورے پر ضرور دھیان دوں گا۔"

"ایک بات اگر آپ میری مان لیں تو شاید میں بھی آپ کے لیے بہت کچھ کرسکتا ہوں۔" میں نے عدیم کے مشورے کے پیش نظر کہا۔ "آپ اپنے آدمیوں کو اپنے کاروبار کی دیکھ بھال پر لگادیں۔ انہیں ہر قسم کے اختیار سونپ دیں تاکہ راجن یا اس کے آدمی آپ کے بزنس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکیں۔ رہا آپ کی حفاظت کا مسئلہ تو اس کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی مگر ۔۔۔؟"

"اب اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کو میری یہ بات ماننی پڑے گی۔" میں نے پھر اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کو راجن کا فون نمبر معلوم ہے؟"

"ہاں کیوں؟"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد آپ اس ذلیل کو فون کرکے صاف صاف انکار کردیں کہ آپ کو اس کے ساتھ کوئی سودا منظور نہیں اور یہ کہ اگر اس نے آپ کی طرف نظر بھی اٹھائی تو آپ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے مگر فون کرنے سے پہلے اپنے آدمیوں کو کاروبار کے سلسلے میں ضروری ہدایت دینا نہ بھولیے گا۔"

"جیسا آپ کہہ رہے ہیں میں ویسا ہی کروں گا مگر بھوشن ۔۔۔"

"اس کی جانب سے آپ کوئی چنتا نہ کریں۔"

"آپ نہیں سمجھے شہباز صاحب۔ وہ حرام کا بچ کسی زہریلے ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" پانڈے نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ مچھیروں کی بستی میں ہونے والا قتل اسی کا حرامی پن ہو۔ جس کے کارن وہ راجن کے ذہن میں میرے خلاف زہر بھرنے کی کوشش کررہا ہو۔ وہ [illegible] آدمی ہمیشہ دوغلی چال چلتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر قتل کے موضوع کو ٹالتے ہوئے بولا۔ "آپ راجن کو فون کرتے وقت اس پر کسی طرح کے خوف کا اظہار نہیں ہونے دیں گے بلکہ سخت رکھ کر دو ٹوک بات کریں اور اس کے بعد مجھے ضرور بتادیں کہ آپ کے درمیان کیا بات چیت ہوئی ہے۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ راجن کا ایڈریس اور فون نمبر مجھے دے سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" پانڈے نے کہا پھر اس نے مجھے پتا اور فون نمبر دونوں لکھوادیے۔

فون بند کرنے کے بعد میں ایک لمحے تک ذہنی طور پر راجن اور بھوشن کے بارے میں منصوبہ بندی کرتا رہا پھر اپنے دفتری کاموں میں مصروف ہوگیا۔

دبلا پتلا اور دراز قد نوارد اس طرح واثق کے سامنے کرسی پر بیٹھا دائیں بائیں لہرا رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے اپنا توازن کھو کر فرش پر ڈھیر ہوجائے گا۔

واثق اسے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نوارد کے سر کے بال الجھے ہوئے تھے شیو بھی تین چار دن سے نہیں کیا گیا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کی جینز پر سرخ رنگ کی قمیص اس کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ بظاہر وہ کسی پاپ میوزک کے بینڈ کا کوئی نمائندہ محسوس ہورہا تھا۔ شاید نشہ کرنے کا عادی بھی تھا جو اس وقت بھی سرور کی کیفیت سے دوچار تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بڑی مشکل سے الٹا ہاتھ اٹھا کر واثق کو سلام کیا تھا پھر اجازت لیے بغیر ہی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نیم وا آنکھوں سے بھی یہی محسوس ہورہا تھا کہ وہ اس وقت بھی ترنگ میں ہے۔ شاید وہ نشہ کرنے کے معاملے میں صبح و شام کی تمیز اور وقت کے بجائے صرف اپنی مرضی کا مالک تھا۔ ابھی تک اس نے واثق سے ہم کلام ہونے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔

"کیا میں جناب کی تعریف پوچھ سکتا ہوں۔" کچھ توقف کے بعد واثق نے اسے سپاٹ اور خشک لہجے میں مخاطب کیا۔

"عبدالکریم۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "زیادہ تر لوگ مجھے صرف کریم کے نام سے جانتے ہیں۔"

"یہاں آنے کی زحمت کیسے گوارا کی؟"

"بے روزگاری۔" وہ شانے اچکاتے ہوئے مسخروں جیسے انداز میں بولا۔ "جہاں بھی جاتا ہوں NO VACANCY کا بورڈ نظر آتا ہے۔ کاش میں انگریزی پڑھنا اور لکھنا جانتا تو بہتر تھا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جناب کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟"

"صرف ایم اے تک پڑھ سکا اس کے بعد جیب نے ڈاکٹریٹ کرنے کی اجازت نہیں دی۔"

"ایم اے کی ڈگری تو غالباً اس وقت بھی آپ کی جیب میں پڑی ہوگی۔" واثق نے طنز کیا۔

"سوری۔" نوارد یا عبدالکریم نے حقارت آمیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "میں نے اسے ڈبلیو پی بی (W.P.B) کے حوالے کردیا ہے۔"

"ڈبلیو پی بی" واثق نے اسے گھورا۔ "یہ کسی بہت بڑے ادارے کا نام معلوم ہوتا ہے۔"

"جی نہیں۔" وہ تلخ انداز میں مسکرایا۔ "میرا اشارہ ویسٹ پیپر باسکٹ کی طرف تھا۔"

"بہت خوب۔" واثق تلملا گیا۔ "مذاق اچھا کرلیتے ہیں آپ۔"

"سچ کہا آپ نے ہیرے کی قدر صرف جوہری جانتا ہے۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" واثق یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"آپ صرف ملازمت دے دیں۔ خدمت میں کروں گا۔"

"کیا آپ نے آفس کے باہر نو ویکیسی کا بورڈ نہیں پڑھا تھا؟"

"پڑھا تھا۔" وہ معصومیت سے بولا۔ "اسے پڑھنے کے بعد ہی آپ تک آنے کی جسارت کی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔" وارثی نے رکھائی سے جواب دیا۔ "فی الحال ہمارے پاس کوئی ملازمت نہیں ہے۔"

"کچھ لے دے کر کام چل سکے تو میں اس کے لیے بھی۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت شاید ہوش میں نہیں ہیں۔"

"دو چار وقت فاقے کی نوبت اٹھانی پڑے تو انسان پر دنیا سے بیزاری کا نشہ طاری ہو جاتا ہے۔" وہ فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "یہ نشہ بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ وقتی طور پر ہر ذی روح کو یا تو بے نیاز کر دیتا ہے یا پھر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ بے نیازی یا خودکشی کتنا تضاد ہے ان دونوں میں۔"

"آپ اپنا اور میرا، دونوں کا وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"جب کوئی کام نہ ہو تو انسان وقت برباد کرنے کے سوا۔۔۔"

"پلیز۔" وارثی نے فیصلہ کن انداز میں اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ اب آپ تشریف لے جائیں۔"

"دوسری صورت میں آپ یقیناً اپنے کسی چپراسی کو بلا کر مجھے دفتر سے باہر پھنکوا دیں گے۔"

"اٹ از ٹو مچ۔" وارثی غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ۔۔۔"

"کوئی تگڑی سفارش چلے گی۔" نو وارد کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ وارثی کے دل میں یہی آئی تھی کہ اس سے مغز کھپانے سے بہتر ہے کہ وہ واقعی کسی چپراسی کو بلا کر اسے باہر نکلوا دے۔ اسے اس بات پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ اس کے اپنے چپراسی نے کسی نو وارد کو اجازت لیے بغیر اندر کیوں بھیج دیا اور کسی گارڈ نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

ان خیالات کے ذہن میں آتے ہی وارثی کے وجود کے اندر خطرے کے الارم بجنے شروع ہو گئے تھے۔ بھوشن والے حادثے کے بعد سے اس کی حفاظتی ذمے داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ نو وارد دشمن کا کوئی کارندہ بھی ہو سکتا تھا۔ وارثی کے جھلا کر کھڑے ہونے کے باوجود وہ بڑی اطمینان سے کرسی پر دھرنا جمائے بیٹھا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ وارثی کوئی سخت قدم اٹھاتا اس نے جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر وارثی کے سامنے میز پر ڈال دیا۔

وارثی کو مجبوراً اپنا غصہ ضبط کرنا پڑا اس لیے کہ وہ کارڈ ندیم کا تھا جس کی پشت پر دستخط بھی موجود تھے جنہیں وارثی اچھی طرح پہچانتا تھا۔ کارڈ شہباز کے نام تھا۔ پیغام صرف اتنا تھا کہ "کارڈ لانے والے کو ملازم رکھ لو۔ شکریہ۔"

"آپ یہ کارڈ پہلے بھی دکھا سکتے تھے۔" وارثی نے اپنی کرسی پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"میرے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں اس لیے میں نے سوچا کہ پہلے آپ کے نیاز حاصل کر لیے جائیں۔ ملازمت کے بعد غالباً سب سے زیادہ واسطہ آپ ہی سے رہے گا۔"

"ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ باس آپ کو آؤٹ ڈور ڈیوٹی پر مامور کر دیں اور آپ کو مسٹر عابد کے انڈر کام کرنا پڑے۔"

"یہ شہباز صاحب کس قسم کے آدمی ہیں۔" نو وارد یا عبدالکریم نے رازداری سے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل میں صبح ذرا دیر سے اٹھنے کا عادی ہوں۔"

"تشریف لائیے۔" وارثی نے اس کی احمقانہ بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں آپ کو باس تک پہنچا دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔" وہ بڑے مضمحل انداز میں کرسی سے اٹھ کر وارثی کے ساتھ ہو لیا۔ وارثی کو حیرت ہی تھی کہ ندیم نے ایسے اول جلول آدمی کی سفارش کس وجہ سے کی؟ میرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد وارثی نے تمام تفصیل شروع سے آخر تک سنائی پھر نو وارد کو اندر بلا لیا۔ میں نے ندیم کا کارڈ اور پیغام پڑھنے کے بعد نو وارد کی جانب دیکھا تو اس کی کیفیت بھی وارثی کے بیان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔

"آپ ندیم کو کس طرح جانتے ہیں؟"

"ایک ہی شہر میں رہتا ہوں اس لیے علیک سلیک ہو گئی۔" نو وارد نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "واقفیت نہ ہوتی تو شاید یہ مجھے نہ ملتا اور اگر یہ کارڈ مجھے نہ ملتا تو شاید ملازمت۔۔۔"

"پہلے آپ کہاں ملازم تھے؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ پہلا اتفاق ہوگا۔" اس نے بدستور بے پروائی سے جواب دیا۔

"آپ کس قسم کا کام آسانی سے کر سکتے ہیں۔" میں نے اسے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً برداشت کرتے ہوئے دریافت کیا اگر ندیم نے اس کی سفارش نہ کی ہوتی تو میں اسے ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ کوئی کام بھی دے دیں۔ میرے اندر ہر کام کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔" اس بار اس نے پہلی بار سنجیدگی اختیار کی۔ "میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کسی قسم کی شکایت

…قع نہ ملنے پائے ویسے میں ڈرائیونگ بہت اچھی کر لیتا … کئی مقابلوں میں انعامات بھی حاصل کر چکا ہوں۔"

میں نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ مجھے شبہ سا ہو رہا تھا کہ … اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آ رہا … ایک لمحے کو میرے ذہن میں ماسٹری کا تصور ابھرا لیکن پھر … اپنے خیال کی نفی کرنی پڑی اس لیے کہ نو وارد کی آنکھوں … وہ چمک نہیں تھی جو ماسٹری کی شخصیت کی انفرادیت تھی۔

"میں ضرورت مند ہوں سر۔" اس نے مجھے خاموش دیکھ … ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کل سے کام پر آ جائیں۔ میں ندیم سے … کرنے کے بعد آپ کو کسی مناسب کام پر لگا دوں گا۔"

"شکریہ سر۔"

"نام کیا ہے آپ کا؟" میں نے رسمی سا سوال کیا۔

"عبدالکریم لیکن مجھے صرف کریم اچھا لگتا ہے۔"

"تعلیمی پوزیشن کیا ہے؟"

"حالات ناسازگار تھے سر اس لیے۔۔۔" اس نے وارثی کو … آنکھوں سے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں جواب دیا۔ "میٹرک … بمشکل کر سکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کل آ جائیں۔"

جواب میں کریم نے فوجیوں کے انداز میں پاؤں جوڑ کر …ٹ کیا پھر آفس سے باہر نکل گیا اور وارثی ایک بار پھر اس … "نابغے" کے بارے میں غور کرنے لگا۔

ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے پانڈے کا فون ملا۔ وہ آواز ہی سے … معلوم ہو رہا تھا۔ "کیا آپ نے راجن کو اپنے … فیصلے سے آگاہ کر دیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت …

"ہاں۔"

"پھر کیا جواب دیا اس نے؟"

"اس حرامی نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنے کیے کرم کا … درست کر لوں۔ چار روز کے اندر اندر وہ مجھے شمشان گھاٹ … پہنچا دے گا۔"

"آپ نے اپنے آدمیوں کو کاروباری امور کے سلسلے میں … کر دیا ہے۔"

"وہ پوری طرح چوکس ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے ایک … آدمی کو راجن کے پیچھے بھی لگا دیا ہے تاکہ وہ جہاں بھی … نظر آئے اسے گولی مار دی جائے۔"

"گڈ۔" میں نے پانڈے کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر اسے … سراہا۔ "اب آپ نے درست قدم اٹھایا ہے۔"

"مجھے اپنی یا کاروبار کی کوئی چنتا نہیں ہے شہباز صاحب … صرف یہ سوچتا ہوں کہ میرے بعد نرمل کا کیا بنے گا۔ آپ کو شاید نہیں معلوم ہے کہ میرے سوا اس دھرتی پر اس کا کوئی سہارا نہیں ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا دشمنوں نے آپ کو ختم کرنے کے بعد نرمل دیوی کے ساتھ کوئی برا سلوک کرنے کی دھمکی تو نہیں دی ہے؟"

"آپ نے یہ نتیجہ کیسے نکال لیا؟" پانڈے کے لہجے میں تجسس تھا۔

"اب یہ بھی اقبال کر لیں کہ آپ یہی پیغام بند لفافے میں اپنی موت کے بعد پولیس تک پہنچانا چاہتے تھے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"آپ بزنس میں آنے کی بجائے اگر پولیس کے محکمے میں رہتے تو زیادہ کارآمد ہو سکتے تھے۔" پانڈے نے جواب دیا۔ "میں جو پیغام بند لفافے میں آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں نرمل بھی اس کا ایک حصہ ضرور ہے لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ اب مجھے وہ پیغام تیار کر لینا چاہیے۔" پانڈے نے توقف سے جواب دیا۔ "میں نے راجن کے بارے میں بہت ساری باتیں معلوم کر لی ہیں۔ کسی زمانے میں وہ خوبصورت [illegible] دلالی کا دھندا بھی کرتا تھا پھر اس نے اپنا گروہ بنا لیا۔ اس کے بعد اس نے لڑکیوں کا دھندا چھوڑ کر چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں شروع کر دیں پھر اس نے مچھیروں کی بستی کی رہائش اختیار کی اور وہاں اپنے قدم جما لیے اور نشہ آور چیزوں کی ناجائز تجارت کا کاروبار شروع کر دیا۔ بھوشن نے ہوائی سفر میں اپنے آدمی کے پکڑے جانے کے بعد ہی راجن سے گٹھ جوڑ کیا تھا اور اب بھوشن کی وجہ سے وہ دو ٹکے کا کتا شیر بن بیٹھا ہے۔ جس کے پاس کبھی بس میں سفر کرنے کی خاطر ٹکٹ کے پیسے نہیں ہوتے تھے اب وہ قیمتی گاڑیوں میں بیٹھا پھرتا ہے۔ مچھیروں کی بستی اس خنزیر نے محض پولیس دکھاوے کی خاطر ترک کی ہے لیکن اب بھی وہ بستی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ آج کل اس کا ایک گرگا شیرا ماچھی اس کے اور بھوشن کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا ہے۔"

"مچھیروں کی بستی میں جس آدمی کا قتل ہوا تھا اس کے بارے میں بھی آپ کو کچھ معلوم ہوا؟" میں نے پانڈے کو کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ پولیس یا کسٹم کا مخبر بن گیا ہو جس کی وجہ سے اس کانٹے کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔" پانڈے نے حقارت سے کہا۔ "راجن کے قوانین کسی جرمن نازی جرنل سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اسے جس پر شبہ بھی ہوتا ہے اسے مار دیا جاتا ہے۔"

"کیا راجن کا جواب ملنے کے بعد آپ نے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے بھی کچھ آدمی تعینات کیے ہیں؟"

"جی ہاں۔ راجن کے جواب کے بعد اب یہ ضروری ہو گیا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "آپ کی حفاظت کا ذمہ میں نے لیا ہے۔ آپ صرف اتنا کریں کہ گھر پر مامور اپنے آدمیوں کو اتنی ہدایت اور کر دیں کہ وہ پوچھ گچھ کیے بغیر کسی کو گولی مارنے سے دریغ کریں۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" پانڈے نے جلدی سے جواب دیا۔ "میرا فون ملنے کے بعد راجن نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کوئی دس منٹ بعد اس نے مجھے دوبارہ فون کر کے چار روز بعد میری ارتھی اٹھانے کی دھمکی دی تھی۔" پانڈے رفتہ رفتہ نارمل ہو رہا تھا۔ "مجھے وشواس ہے کہ میرا جواب سننے کے بعد اس نے اپنے دو غلے باپ بھوشن سے ضرور مشورہ کیا ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

پانڈے سے بات کرنے کے بعد میں نے ندیم سے رابطہ قائم کر کے اسے حالات سے باخبر کیا۔

"کھیل صحیح معنوں میں اب شروع ہو گا۔" ندیم نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "میں نے پانڈے اور راجن کے درمیان ہونے والی گفتگو سے پہلے ہی اپنے کچھ آدمی تعینات کر دیے ہیں جو پانڈے کی حفاظت کریں گے۔"

"تم نے کسی آدمی کو اپنا سفارشی کارڈ دے کر بھیجا تھا؟"

"ہاں۔" ندیم نے سرسری انداز میں جواب دیا۔ "وہ ضرورت مند تھا اس لیے میں نے اسے تمہارے پاس روانہ کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ تم اسے اپنے ڈرائیور کی جگہ بھی دے سکتے ہو۔ آدمی میرے اعتماد کا بھی ہے اور کار آمد بھی۔"

"کار آمد سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ اگر ماہ رخ نے تمہارے اغوا کی خاطر کوئی دوسرا پروگرام مرتب کیا تو عبدالکریم تمہارے لیے خاصا کار آمد ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" میں نے ماہ رخ کے تذکرے کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں چلتے پھرتے دیکھا ہو گا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے اپنے گروہ کا کوئی آدمی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ میں نے کسی غلط آدمی کی سفارش نہیں کی ہے۔"

دوسری جانب سے فون بند کر دیا گیا۔ میں نے ندیم کے مشورے کے تحت ہی پانڈے کو مشورہ دیا تھا کہ وہ راجن کو دو ٹوک جواب دے دے۔ ندیم کا خیال تھا کہ اگر اس طرح بھوشن کا کوئی آدمی جو پانڈے کو مارنا چاہتا تھا، ہاتھ آ گیا تو اس کے ذریعے ڈور کا دوسرا سرا بھی تلاش کیا جا سکتا تھا مگر اب میں بڑی سنجیدگی سے تصویر کا دوسرا رخ دیکھ رہا تھا۔ راجن نے پانڈے کو دھمکی دی تھی کہ وہ چار روز کے اندر اندر اس کا قصہ ہی پاک کر دے گا۔ اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر راجن یا بھوشن کے ذہن میں یقیناً کوئی ایسی تجویز ہو گی کہ جو ان کو قانون کی دسترس سے محفوظ رکھے۔ ایسی شکل میں ندیم کے آدمیوں کی ایک معمولی سی بے پروائی بھی پانڈے کی زندگی کا چراغ گل کر دینے کے لیے کافی ہوتی۔

شاید میں نے پانڈے کو مشورہ دے کر عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ بظاہر مجھے اس کے، راجن اور بھوشن کے معاملات میں دخل انداز ہونے کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اگر کچھ کرنا تھا تو میں اسے ذاتی طور پر بھی کر سکتا تھا۔ خاصی دیر تک میں حالات کے مختلف پہلوؤں کی اونچ نیچ کے سلسلے میں ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر اچانک ایک خیال کے تحت میں نے ریسیور اٹھایا اور راجن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تین چار گھنٹیاں بجنے کے بعد دوسری جانب سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔ بولنے والے کا لہجہ اس امر کی تصدیق کر رہا تھا وہ خاصا اجڈ اور تہذیب سے بالکل ہی نا آشنا تھا۔

"مجھے راجن سے بات کرنی ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز اور کھردرے لہجے میں کہا۔

"کون بول رہا ہے؟"

"میرا تعلق اس سے ہے جو تمہاری پرورش کر رہا ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

"کیا تم پرورش کرنے والے کا نام نہیں لے سکتے؟"

"سوری۔ اس کا جواب میں صرف راجن کو دے سکتا ہوں۔ اسے فون پر بلاؤ۔"

"میں۔ راجن ہی بول رہا ہوں لیکن تصدیق کیے بغیر میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کے لیے پابند نہیں ہوں۔"

"باس نے مجھے پانڈے کی موت کے مشن کا انچارج بنایا ہے۔" میں نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ "تمہارے ذہن میں کیا اسکیم ہے؟"

"تم اگر سربراہ مقرر کیے گئے ہو تو سامنے آ کر دو بدو بات کر سکتے تھے۔ فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"باس کا حکم نہیں ہے کہ میں خود کو ظاہر کروں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے دور رہ کر نگرانی کرنے کی ہدایت ملی ہے۔"

"تمہیں بہرحال اپنی شناخت کرانا ہو گی۔" راجن نے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ "شناخت کے بغیر راجن اپنے باپ پر بھی بھروسا کرنے کو تیار نہیں ہے۔"

"تھری فائیو۔" میں نے وہی کوڈ دہرایا جو رند میر عرف ٹائیگر نے اپنی موت سے پیشتر بتایا تھا۔

"حرامزادے۔" دوسری جانب سے راجن کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تو راجن کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ایک بات یاد رکھ۔ راجن ان لوگوں میں سے نہیں جو پالتو کتوں کے بھونکنے سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔ "بھوشن نے تمہیں پانڈے کی موت کے لیے جتنی رقم دی ہے میں تمہیں اس سے دگنی رقم دے سکتا ہوں۔"

"کیا تو پانڈے کا ناجائز باپ ہے جو اس کی زندگی کا سودا کر رہا ہے؟" اس نے ایک گندی گالی چٹخاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اگر اس پر اعتراض ہے تو تم مجھے اپنا ناجائز باپ بھی سمجھ سکتے ہو۔" میں نے سفاکی سے جواب دیا۔ "لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر تم نے پانڈے جی کی جانب ٹیڑھی نظروں سے دیکھا تو تمہارا انجام بھی اس شخص سے مختلف نہیں ہو گا جو تمہارے چچے شیرا ماچی کے خفیہ اشارے پر مجھے نیچے گرانے جا رہا تھا۔"

"تو نے راجن کے ایک کار آمد آدمی کو مار کر اچھا نہیں کیا۔" وہ غرایا۔ "میں تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا اور پھر تمہارے جسم کی بوٹیاں لاغر اور بھوکے کتوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔"

"بھوشن کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو بچے۔" میں نے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "ورنہ میں تم کو اس زمانے سے جانتا ہوں جب تم آوارہ لڑکیوں کے دھندے سے ملنے والی کمیشن پر دو وقت کی روٹی حاصل کرتے تھے۔"

"اور کیا جانتے ہو راجن کے بارے میں؟" اس نے بے پروائی سے پوچھا۔

"آج کل تم بھوشن کے اشاروں پر جنگلی ریچھ کی طرح ناچ رہے ہو۔ اس کے لیے نشہ آور اشیا کی ناجائز تجارت کر رہے ہو۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک ایک پل کی خبر ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں اور تمہارے باس دونوں کو پولیس کے ہاتھوں ریڈ ہینڈڈ (RED HANDED) گرفتار کرا سکتا ہوں لیکن ایسا کروں گا نہیں اس لیے کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔"

"سنا ہے جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" راجن نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہو جائے گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔ "تم نے پانڈے کو چار روز کی مہلت دی ہے اور میں تمہیں صرف دو روز کے اندر ایسی جگہ پہنچا دوں گا جہاں تم صرف میرے رحم و کرم پر ہو گے۔"

"تم۔۔۔ اور راجن سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے۔"

"بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ پانڈے کا خیال دل سے نکال دو۔" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ورنہ تمہیں اپنی اصلیت اور حیثیت کا احساس دلانے کی خاطر مجھے اپنا قیمتی وقت برباد کرنا ہو گا۔"

"مرد ہو تو کھل کر میدان میں آ کر راجن سے مقابلہ کرو۔ فون پر تو انسان ملک کے سربراہ کی شان میں بھی قصیدے پڑھ سکتا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں۔ دو روز بعد میں تمہیں مقابلے کا موقع دے کر اس بات کا احساس ضرور دلاؤں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"ایک مشورہ میرا بھی ہے۔ پانڈے کی کمائی کھانے کے بجائے راجن کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ زیادہ فائدے میں رہو گے۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں دو روز کے اندر مل جائے گا۔"

میں نے سلسلہ منقطع کر کے نظر اٹھائی تو کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کی حسین آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لیتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"ہنستے بولتے رہا کرو شہباز خان۔ سنجیدگی کی حالت میں اچھے نہیں لگتے۔"

"تم!" میں نے کاکا کو حیرت سے دیکھا۔

"کیوں۔ کیا تم ابھی مجھے یاد نہیں کر رہے تھے؟"

میں ایک لمحے کو چونکا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ راجن سے بات کرنے کے بعد میرے ذہن میں کاکا ہی کا خیال ابھرا تھا لیکن حیرت اس بات کی تھی کہ منڈلی انگوٹھی کی موجودگی کے باوجود اس نے میرے خیال کو کس طرح پڑھ لیا تھا۔ کہیں وہ دیوار مسمار تو نہیں ہو گئی تھی جو منڈلی انگوٹھی کی کرامت نے رحمانی اور طاغوتی قوتوں کے درمیان کھڑی کی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے مجھے خاموش دیکھ کر ایک ادا سے پوچھا۔

"سوچ نہیں رہا، صرف محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے اس کے سراپا پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے بڑی حسرت بھری آواز

میں کہا۔ "اس جسم کے پیچ و خم کو جو میری دسترس سے باہر ہے، اس حسن کی رعنائیوں کو جسے میں چھونے سے معذور ہوں ان لبوں کے گداز کو جنہیں دیکھ کر تشنگی کا احساس اور شدت اختیار کرلیتا ہے۔ کیا یہ دوریاں ختم نہیں ہوسکتیں؟"

"ابھی سے نہیں آیا لیکن تم نے مجھے سچے من سے چاہا تو سب کچھ ممکن ہے۔"

"نہیں۔ تم مجھے بہلانے کی کوشش کررہی ہو۔"

"تمہیں اس وقت میرا یہاں آنا برا تو نہیں لگا؟" اس نے بڑی شوخی سے پوچھا۔

"تم نہ آتیں تو میں تمہیں آواز دے کر بلا لیتا۔"

"میں کبھی نہیں؟" وہ میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"تم میرے ساتھ ہو لیکن اس کے باوجود اب بھوشن کے پالتو کتے بھی میرے اوپر بھونکنے لگے ہیں۔"

"تمہارا اشارہ راجن کی طرف ہے؟" اس نے کچھ توقف سے دریافت کیا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اس نے پانڈے کو چار روز کے اندر اندر موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی دی ہے اور اب مجھ سے بکواس کرنے لگا ہے۔"

"اپنی کالکا رانی کو حکم دو۔ تمہاری اچھا کیا ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ راجن کو اس بات کا احساس دلاؤں کہ میرے سامنے اس کی حیثیت کیا ہے۔"

"بس۔" کالکا مسکرائی۔ "تم صرف حکم دو میرے من مندر کے دیوتا۔ میں اس پاپی کا سر لاکر تمہارے قدموں میں ڈال دوں گی۔"

"نہیں۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتا۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ میں اسے ذلیل کرسکوں۔ اس کا گھمنڈ خاک میں ملا سکوں۔"

"اس کے لیے تو میرا بس ایک اشارہ ہی بہت ہے۔" کالکا نے جواب دیا۔ "آج کا دن تمہارے لیے شبھ نہیں ہے مگر کل تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ تم اس کے گھر جاکر بھی اسے ذلیل کرسکتے ہو۔"

"لیکن وہاں ہر وقت اس کے خطرناک آدمی منڈلاتے رہتے ہیں؟"

"اس کی چنتا مت کرو۔ میں ان کو اندھا کردوں گی۔ تم ان کی نظروں کے سامنے ہوگے لیکن وہ تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے پر تم ایک بات کا دھیان رکھنا راجن کا خون بہانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ اس پلید کے خون کا ایک قطرہ بھی میرے منڈل کو توڑنے کے لیے بہت ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کالکا کو دیکھا۔ "کیا وہ تمہارے طلسم کو توڑنے کی طاقت رکھتا ہے؟"

"غلط سمجھے بھولے ناتھ۔" اس نے مجھ پر فدا ہوجانے والے انداز میں مسکرا کر کہا۔ "میں اس منڈل کی بات کررہی ہوں جو تمہاری رکھشا (حفاظت) کرے گا۔ ورنہ تم اشارہ کرو تو میں اس کو ہمیشہ کے لیے تباہ بھی کرسکتی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "فی الحال میں راجن کو ایک سبق دینا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری خواہش ضرور پوری ہوگی۔" کالکا نے کہا پھر ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "اب میری ایک اچھا تم بھی پوری کردو۔"

"وہ کیا۔"

"مجھ سے ٹال کر ماہ رخ کے پاس چلے جاؤ۔" اس کی نگاہوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ انگڑائی لے کر بولی۔ "میں اس کے شریر کے ذریعے تم سے بہت قریب ہونا چاہتی ہوں۔ اتنا قریب کہ ہماری سانسیں بھی گھل مل جائیں۔"

"ماہ رخ ہی کیوں۔ ہم ویسے بھی اپنی پیاس کی شدتوں کو کم کرسکتے ہیں۔" میں کالکا کو آزمانے کی خاطر دیدہ و دانستہ کسی بدمست شرابی کی طرح اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ کالکا کی آنکھوں کی مستیوں میں کچھ اور اضافہ ہوگیا لیکن پھر اس سے پہلے کہ میں اسے بانہوں کے حصار میں لیتا وہ کسی چھلاوے کی طرح میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ شاید وہ مجھ سے خائف تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ میرے جسم کا لمس اس کے وجود کو بھی جلا کر خاک کردے گا۔

☆

مجھے پہلے ہی دن اندازہ ہوگیا تھا کہ کریم بلاشبہ ایک ماہر ڈرائیور ہے۔ گاڑی چلاتے وقت وہ بہت سنجیدہ نظر آتا تھا لیکن عام حالات میں ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ پنک میں ہو۔ ہر دیکھنے والا پہلی نگاہ میں اس کے بارے میں یہی اندازہ لگاتا تھا کہ وہ کوئی نہ کوئی نشہ کرنے کا عادی ضرور ہے۔ خود واسنتی نے بھی مجھے دبی زبان میں یہی مشورہ دیا تھا کہ میں اسے ڈرائیونگ جیسی اہم ڈیوٹی دینے کے بجائے اور کسی کام پر لگادوں لیکن میں نے ندیم کی سفارش کو نظر انداز نہیں کیا۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم نے کسی غلط آدمی کو بلاوجہ میرے ساتھ کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی۔ میں نے دبی زبان میں ایک دوبار ندیم کو کریم کے سلسلے میں کریدنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ ہر بات یہی کہہ کر ٹال گیا تھا کہ وہ ایک ضرورت مند ہے اس لیے اس کی سفارش کی گئی تھی بہرحال ندیم نے یہ بات بڑے یقین سے کہی تھی کہ کریم نہ صرف ایماندار ہے بلکہ اس پر اعتماد بھی کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت رات کے بارہ کا عمل رہا ہوگا جب میں اپنی گاڑی میں بیٹھا ایک پوش علاقے کی طرف سفر کررہا تھا۔ میرے استعمال میں وہ گاڑی خاص خاص موقعوں پر ہی آتی تھی ورنہ گیراج میں بند رہتی تھی۔

میں پچھلی نشست پر بیٹھا راجن کے بارے میں سوچ رہا تھا اور کریم ڈرائیونگ سیٹ پر پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ ہرچند کہ کالکا نے کہا تھا کہ وہ راجن کے آدمیوں کو اس طرح اندھا کردے گی کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکیں لیکن اس کے باوجود میں پورے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ کریم کو میں نے اس بات سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ اس وقت رات کے بارہ بجے میں کہاں جارہا ہوں۔

بھوشن کے سلسلے میں بھی میرے ارادے خطرناک ہی تھے۔ میں اسے اپنے دفتر پر دھاوا بولنے کا جواب فوری طور پر دینے کا خواہش مند تھا لیکن ندیم کے مشورہ پر میں نے اپنے ارادے کو ملتوی کردیا تھا لیکن قبل اس کے بھوشن، راجن کو بطور آلہ کار میرے خلاف استعمال کرتا میں "اگرچہ حسن روز اول" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اسے ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ وہ میری جانب نظر اٹھانے کی بھی جرات نہ کرسکے۔ اسی وجہ سے میں نے اس وقت راجن کی رہائش گاہ پر اپنی اصل صورت میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ حالات کے پیش نظر میں نے جان بوجھ کر یہ رسک لینا مناسب سمجھا تھا۔ اس طرح راجن کی وساطت سے میں بھوشن کو بھی یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔

کریم نے میرے حکم پر گاڑی ایک مسجد کے عقبی دروازے والی لائن میں پارک کردی۔ یہاں سے راجن کا اپارٹمنٹ بمشکل ایک فرلانگ تھا۔ میں گاڑی سے نیچے اترنے لگا تو کریم نے پوچھا۔

"آپ کی واپسی کب تک ہوگی؟"

"غیر ضروری سوالات سے پرہیز کرنے کی عادت ڈالو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب لیکن میں نیند کا ذرا کچا ہوں اس لیے پوچھ لیا تھا۔"

"آئندہ احتیاط سے کام لینا۔ ڈیوٹی کے اوقات میں سونا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا باس۔" کریم نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا۔

میں نے اس کا جواب دینے کے بجائے قدم آگے بڑھا دیے۔ اتنی رات گئے راجن کا اپارٹمنٹ تلاش کرنے میں مجھے دشواری بھی پیش آسکتی تھی چنانچہ میں نے دوپہر ہی ایک چکر لگا کر راستوں کو ذہن نشین کرلیا تھا۔ راجن بلڈنگ کے سیکنڈ فلور پر رہائش پذیر تھا۔ لوگوں نے مجھے یہی اطلاع فراہم کی تھی دو کمرے بیڈ روم اپارٹمنٹ تھے اور اس میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ آباد تھے جن کا تعلق اونچی سوسائٹی سے تھا۔ مجھے راجن کے اپارٹمنٹ تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فلیٹ کے باہر روشنی کے لیے نائٹ بلب موجود تھے۔ میں نے اپنی صورت شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی البتہ جینز اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ میرا آٹومیٹک جینز کی جیب میں موجود تھا جس پر میرے سیدھے ہاتھ کی گرفت جمی ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک میں دروازے سے لگا کھڑا اندر کی سن گن لیتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر کال بیل پر الٹے ہاتھ کی انگلی رکھ دی۔ اندر میوزیکل بیل کی آواز صاف سنائی دی تھی۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی نے بھاری بھرکم آواز میں پوچھا۔ میری دانست میں وہ راجن ہی کی آواز تھی جسے میں فون پر بھی سن چکا تھا۔

"فرینڈ۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

اندر سے الیکٹرک لاک کے کھٹ کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی "اندر آجاؤ" بھی کہا گیا تھا۔

میں دھڑکتے ہوئے دل سے اندر داخل ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ راجن میرے سامنے ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں غیر ملکی ساخت کی سب مشین گن تھی جس کا رخ میری جانب تھا۔ دروازے کا انتظام کچھ خودکار قسم کا تھا۔ میرے اندر داخل ہونے کے بعد وہ دوبارہ بند ہوچکا تھا۔ میرا ہاتھ آٹومیٹک کے دستے پر جمے کا جما رہ گیا۔ ایک معمولی سی حرکت بھی میرے جسم کو چھلنی کرسکتی تھی۔ راجن نے اپنی انگلی ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔ ایزی چیئر کے برابر ہی اس کی مسہری بچھی ہوئی تھی جس کی چادر کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ میرے آنے سے پیشتر وہ بستر پر ہی رہا ہوگا۔ میں نے کوئی رسک لینے کی حماقت نہیں کی۔ ہوسکتا تھا کہ اس کے کچھ آدمی دوسرے کمرے میں بھی موجود ہوں۔

"خوش آمدید مسٹر شہباز خان۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کمرے میں میرے بستر اور صرف ایک ایزی چیئر کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی دوسری چیز نہیں ہے اس لیے تمہیں کھڑا رہنے کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ راجن کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالے کھڑا رہا۔ مجھے کسی ایسے موقعے کی تلاش تھی جب راجن محض ایک لمحے کو غافل ہوتا اور میں بساط پلٹنے میں کامیاب ہوسکتا۔

"مجھے آپ جیسے بڑے بزنس مین کو اور وہ بھی تنہا اپنے اس غریب خانے میں دیکھ کر حیرت ہورہی ہے۔" راجن نے پلکیں جھپکائے بغیر کہا۔ "کیا مجھ سے کوئی ضروری کام پیش آگیا ہے اگر ایسا ہے تو حکم دیا ہوتا۔ میں خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوتا۔ ویسے بائی دے وے کیا میں یہ معلوم کرنے

کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ کو میرے غریب خانے کا پتا کس طرح معلوم ہوا؟"

"میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"کیا ضروری بات کے لیے آپ نے یہی وقت مناسب سمجھا تھا؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"پانڈے کے میرے اوپر کچھ احسانات ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے کاروبار کا سودا کرنے کا ارادہ ترک کر دو۔"

"اوہ۔" وہ بڑے بے ہودہ انداز میں مسکرایا۔ "کیا آپ پانڈے جی کے نمائندے کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔"

"کیا ہم اس موضوع پر کھل کر بات نہیں کر سکتے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں پانڈے جی کے کاروبار کو خریدنے کا فیصلہ ترک نہیں کر سکتا۔" اس نے سب مشین گن کا رخ ابھی تک میری طرف سے نہیں ہٹایا تھا۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"وجہ نہ ہوتی تو میں آپ کو کبھی مایوس نہ کرتا۔"

"تم چاہو تو میں تمہیں اچھی خاصی معقول رقم دے سکتا ہوں۔" میں نے دوسرا پتا پھینکا۔

"راجن کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔" وہ شانے تے ہوئے بولا۔ "دو چار لاکھ تو میں ہر مہینے اپنے یار دوستوں اور سنگی ساتھیوں میں بانٹ دیتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہاری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔ اس کی نگاہوں میں اب درندگی کے آثار بھی پیدا ہونے لگے تھے۔

"دولت کی خاطر تو انسان ملک بھی چھوڑ دیتا ہے۔" میں نے کالکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو مچھیوں کی بستی سے بظاہر اپنا تعلق ختم کر لیا۔ زیادہ خطرات سے کھیلنا بھی دانشمندی کے خلاف ہے۔"

"ایک بات اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔

"وہ کیا؟"

"جنہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہوتی صرف وہی احمق لوگ شیروں کی کچھار میں گھس کر اس کا شکار کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔"

"شہباز۔" میرے کانوں میں کالکا کی آواز گونجی۔ "تم راجن سے خائف نہ ہو۔ یہ تمہارے اوپر فائر نہیں کر سکے گا اور کرے گا تو اس کا نشانہ خطا جائے گا۔ البتہ تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہے ورنہ میرا طلسم وقتی طور پر ٹوٹ جائے گا۔"

"کس سوچ میں پڑ گئے شہباز صاحب۔" راجن نے میری خاموشی کو میری بزدلی یا خوف سے تعبیر کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "مچھیوں کی بستی کا حوالہ دے کر تم نے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اب مجھے اس بات پر بھی غور کرنا پڑے گا کہ بشیرا ماچھی نے مجھے جس آدمی کے قتل کی اطلاع دی تھی اس میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"میں قتل و غارت گری سے عموماً دور ہی رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ـــ"

"تم اس وقت راجن سے مخاطب ہو مسٹر شہباز ـــ راجن جو اپنے پورے جسم پر سیکڑوں آنکھیں اور کان رکھنے کا عادی ہے۔" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتا ہوا زہرخند سے بولا۔ "کیا تم انکار کر سکو گے کہ دو روز قبل تم ہی نے تھری فائیو کا کوڈ استعمال کر کے مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی تم نے پانڈے ہی کی حمایت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ کالکا کی آواز نے میری ہمت بڑھادی تھی۔ میں نے کرخت آواز میں کہا۔ "وہ میں ہی تھا جس نے تمہیں تھری فائیو کا اشارہ دے کر بات کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہارا انجام بھی اس شخص سے مختلف نہ ہوگا جسے تمہارے دست راست بشیرا ماچھی نے خفیہ کوڈ کے ذریعے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا اشارہ کیا تھا۔"

"کیا اب بھی تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ یہاں سے زندہ بچ کر واپس جا سکو گے؟" راجن کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ اس کی خونخوار آنکھوں سے انتقام کے شعلے بلند ہونے شروع ہو گئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ مجھ سے ٹکرا کر تم خسارے میں رہو گے۔" میں نے جلتی ہوئی آگ پر پٹرول چھڑک دیا۔ "بھوشن سے واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ دوغلی شخصیت کا مالک ہے۔ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد وہ تمہیں بھی ایندھن کی طرح دہکتی آگ میں جھونک کر بھول جائے گا کہ اس نے کبھی راجن نامی کسی وفادار کتے کو بھی پالا تھا۔"

راجن نے جواب دینے کے بجائے ایک برسٹ مارا لیکن کالکا کی پراسرار قوت نے مجھے شعلہ اگلتی گولیوں سے محفوظ ہی رکھا تھا۔ سب مشین گن کی آواز سن کر اچانک راجن کے کمرے میں چار رائفل بردار نمودار ہو گئے۔ وہ غالباً دوسرے کمرے میں موجود تھے اور تڑتڑاہٹ کی آواز سن کر بیدار ہوئے تھے۔

راجن کی آنکھوں سے خون ابل رہا تھا شاید اسے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ اس نے جو برسٹ مارا تھا اس کی ایک گولی بھی میرے وجود کو چاٹنے سے قاصر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر غصے اور حیرت کے ملے جلے تاثرات لپک رہے تھے۔

"باس۔" اچانک نمودار ہوتے رائفل برداروں میں سے ایک نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا حکم ہے۔ اسے بھون کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔"

"نہیں۔" راجن نے الٹا ہاتھ بلند کر کے انہیں منع کیا پھر دوبارہ سب مشین گن پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا۔ "یہ میرا شکار ہے۔ اسے میں کتے کی موت ماروں گا۔"

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی راجن نے یکے بعد دیگرے دو برسٹ اور مارے لیکن کالکا کی طاغوتی قوت اس کے آڑے آ گئی۔ راجن کی جھلاہٹ اور بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔

"اپنے پالتو کتوں کو بھی موقع دو راجن۔ یہ بھی اپنے دل کی حسرت پوری کر لیں۔"

جواب میں راجن کی جانب سے کوئی اشارہ ملے بغیر ہی ان چاروں کی رائفلوں نے شعلے اگلنا شروع کر دیا تھا۔ کالکا کی کالی قوت نے ان کی کوشش کو بھی ناکام بنا دیا۔ کمرے میں موجود دس آنکھیں مجھے حیرت سے گھور رہی تھیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا ریوالور نکال کر اسے راجن کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "تم اور تمہارے زر خرید غلام اپنی کوشش کر چکے۔ کیا تم اب مجھے بھی اپنا نشانہ آزمانے کا موقع دو گے۔"

راجن نے بڑی شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچ رکھا تھا۔ اس کی خونخوار نگاہیں بدستور مجھے گھور رہی تھیں لیکن اس سے پیشتر کہ وہ میری بات کا جواب دیتا کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا اس کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو گئی۔ پوزیشن کے پیش نظر میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ اندھیرے میں سنسناتی ہوئی کوئی گولی میرے وجود کو بھی چاٹ سکتی تھی لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کمرے کی روشنی کس نے بجھائی تھی اگر وہ راجن ہی کے آدمی تھے تو انہیں اندھیرا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

گولیوں کی آواز کے ساتھ یکے بعد دیگرے کربناک چیخوں کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ "ندیم" میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا شاید وہ ندیم ہی کے آدمی تھے جو بروقت میری مدد کو آ گئے تھے لیکن کس راستے سے؟ جس داخلی دروازے کے قریب میں موجود تھا وہ تو پہلے ہی کسی خودکار نظام کے تحت بند ہو گیا تھا۔

"ایک بات یاد رکھنا شہباز خان۔" تاریکی میں راجن کی گرجدار آواز ابھری۔ "اگر مجھے کچھ ہو گیا تو بھوشن اور اس کے آدمی تمہیں سسکا سسکا کر ماریں گے۔ تم اب نظروں میں آ چکے ہو۔"

میں نے کوئی جواب دینے کی حماقت نہیں کی۔ گھپ اندھیرے میں اندھا دھند فائر کرنے والے پر اپنی پوزیشن واضح کرنا موت کو ہی دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن راجن یہ حماقت کر چکا تھا پھر وہی ہوا جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔ اس کی پوزیشن فائرنگ کرنے والوں کی نظروں میں آ چکی تھی۔ یکے بعد دیگرے تین فائر اور ہوئے اس کے ساتھ ہی میں نے راجن کی آخری چیخ کی آواز سنی۔ وہ فائر کرنے والوں کو گندی گندی گالیاں بکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایک دو گالیوں کی مدھم آواز کے ساتھ ہی اس کی آواز حلق میں گھٹ کر دم توڑ گئی۔

"شہباز۔" اچانک کالکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "راجن مر چکا ہے۔ اس کے جسم سے خون کا پہلا قطرہ نکلتے ہی میرا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ باہر آس پاس کے فلیٹوں کے لوگ جاگنا شروع ہو گئے ہیں۔ کسی لمحے پولیس بھی پہنچنے والی ہے۔"

"مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"میں نے دروازہ کھول دیا ہے۔ جلدی سے اٹھو اور باہر نکلنے کی کوشش کرو۔ میں بہرحال تمہیں اپنی مہان شکتی کے ذریعے تمہاری کار تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔"

میرے پاس وقت کم تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیرونی دروازے سے باہر نکلا جہاں نائٹ بلب اس وقت بھی روشن تھا۔ سیڑھیوں پر دو چار آدمی موجود تھے۔ میں ایک لمحے کو ٹھٹکا تو کالکا کی پراسرار آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"سے برباد نہ کرو شہباز خان ورنہ پھنس جاؤ گے۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"لیکن یہ لوگ ـــ؟"

"کالکا تمہارے ساتھ ہے۔ کترا کر نکل جاؤ۔ میں نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔"

میں نے کالکا کے کہنے پر عمل کیا اور تیزی سے لوگوں کے درمیان سے کتراتا ہوا نکل گیا۔ بلڈنگ سے باہر آ کر اپنی کار کی سمت قدم اٹھاتے ہوئے میں نے ایک بار پھر کالکا کو آواز دے کر پوچھا۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ لوگ کون تھے جنہوں نے اندھیرا کیا تھا اور ـــ"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ صرف اتنا یاد رکھو کہ جب تک تمہاری کالکا رانی تمہارے سنگ ہے کوئی شکتی تمہیں پریشان نہیں کر سکتی۔"

"لیکن ـــ"

"میں اب جا رہی ہوں۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔" کاکا نے تیزی سے جواب دیا۔ "ابھی مجھے تمہیں بچانے کے لیے کچھ اور بندوبست بھی کرنے ہیں۔"

میں نے دوبارہ کاکا کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا کار تک پہنچا تو کریم اگلی سیٹ پر اسٹیئرنگ سے سر ٹکائے اونگھ رہا تھا لیکن میری آہٹ پاتے ہی وہ بیدار ہو گیا۔ ایک لمحے بعد ہی میری گاڑی دوبارہ گھر کی جانب فراٹے بھر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی میرا ذہن اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے راجن کے اپارٹمنٹ کی روشنی گل کی تھی اور میرے دشمنوں کو میرے راستے سے ہٹانے میں میری مدد کی تھی۔

صبح ناشتے پر ندیم سے ملاقات ہوئی تو وہ خاصا موڈ میں تھا۔ اس کی گفتگو سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ اسے میرے اور راجن کے ٹکراؤ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر اس کا اظہار نہ کیا ہو۔ جن افراد نے راجن کے اپارٹمنٹ میں اندھیرا کر کے فائرنگ کی تھی وہ ندیم ہی کے آدمی رہے ہوں اور اسے اب تک کی تمام رپورٹ تفصیل سے مل چکی ہو۔ ناشتے کے دوران ہمارے درمیان ہنسی مذاق ہوتا رہا پھر فون کی گھنٹی بجی تو ندیم نے اٹھ کر کال ریسیو کی کچھ دیر تک وہ بات کرتا رہا پھر دوبارہ آکر ناشتے میں شامل ہو گیا۔ میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ فون زیادہ اہمیت کا نہیں تھا ورنہ ندیم کے چہرے کے تاثرات میں کسی نہ کسی تغیر کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔

پندرہ بیس منٹ بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس بار نسیم نے کال ریسیو کی اس لیے کہ ندیم ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ نسیم نے بتایا کہ وہ کال میرے لیے تھی۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا تو دوسری جانب سے پانڈے کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"شہباز صاحب۔ راجن نے مجھے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی لیکن وہ اپنی کمینگی سے باز نہیں آیا۔"

"خیریت؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ راجن یا بھوشن کے آدمیوں نے میرے آفس پر حملہ کر کے اسے برباد کر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ پلاسٹک بم کے ذریعے انھوں نے عمارت کو خاصا نقصان پہنچایا ہے لیکن بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ میرا دفتر محفوظ رہا۔ حملہ کرنے والوں کی تعداد کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن میرے جو آدمی وہاں خفیہ طور پر موجود تھے ان کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں کے دو آدمی مارے گئے ہیں۔ دونوں ہی اجرتی قاتل تھے اور پولیس کو بھی متعدد کیسز میں درکار تھے۔ ایک آدمی میرا بھی زخمی ہوا ہے۔"

"کیا پولیس کو اس کی اطلاع دے دی گئی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو منع کر دیا ہے۔" پانڈے نے جواب دیا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میرے آدمی بلاوجہ پھنسیں لیکن میری اطلاع کے مطابق پولیس نے اس وقت میرے دفتر والی عمارت کو گھیر رکھا ہے شاید کسی پڑوسی یا پھر کسی چوکیدار نے پولیس کو حادثے کی اطلاع کر دی ہے۔"

"کیا آپ کے آدمیوں نے فرار ہو جانے والے کسی آدمی کی شناخت کی ہے؟"

"نہیں۔ حملہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ انھیں اتنی مہلت نہیں ملی کہ وہ دشمنوں کی شناخت کر سکتے۔ اگر وہ پہلے سے محتاط نہ ہوتے تو شاید حملہ آور میرے دفتر کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر کرنے کے بعد ہی دم لیتے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ راجن جیسے بدمعاش کتنے کچے اور ہیں اور کتنے ان کے خلاف ہیں۔ اسی غرض سے میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے آدمیوں کو محتاط کر دیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا وہ اب مجھے نقصان پہنچانے سے باز آ جائیں گے؟"

"آپ اپنے آدمیوں کو چوکس رہنے کی تاکید کر دیں۔ باقی ہم دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں سراج سے کہہ کر آپ کے دفتر کی حفاظت کے لیے وہاں پولیس کا کوئی دستہ متعین کرا دوں۔"

"لیکن سراج صاحب تو خود چھٹیوں پر ہیں۔"

"اس کے باوجود وہ پولیس کے محکمے کی حد تک خاصا بااثر بھی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ میرے مکان کو بھی اپنا نشانہ بنانے کی کوشش ضرور کریں گے۔" پانڈے نے خوف زدہ انداز میں جواب دیا۔ "نرمل بتا رہی ہے کہ اس نے صبح سویرے پوجا کرتے وقت فائرنگ کی آواز سنی تھی۔"

"چوکیدار کا کیا بیان ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ چوکیدار کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔" پانڈے نے کہا۔ "وہ آس پاس کہیں بھی نظر نہیں آیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو لیکن میں نے آپ کی حفاظت کی ذمے داری لی ہے اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔"

"جو لوگ آپ کی حفاظت کے باوجود چوکیدار کو لے جا سکتے ہیں وہ مجھے اور نرمل کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" پانڈے کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ "میرا خیال ہے کہ اب میری بھلائی اسی میں ہے کہ بھوشن کے ہاتھ اپنا بزنس

فروخت کر کے ملک سے کہیں باہر چلا جاؤں۔"

"کیا آپ مجھے کچھ دنوں کی بھی مہلت نہیں دیں گے؟"

"دو چار دنوں سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" پانڈے نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں ریسیور رکھ کر حالات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ راجن کی موت کی اطلاع شاید بھوشن کو فوراً ہی مل گئی تھی جو اس کے زرخرید دہشت گرد فوراً ہی ایکشن میں آ گئے تھے۔ میں نے پانڈے کو جو ہدایت دی تھی اس کا مشورہ مجھے ندیم نے دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پانڈے پر حملہ کرنے والوں میں سے اگر کوئی ایک بھی ہاتھ آ گیا تو اس کے ذریعے ڈور کا دوسرا سرا بھی بہ آسانی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ ندیم نے مجھے اس بات کا بھی یقین دلایا تھا کہ وہ پانڈے کی رہائش گاہ پر دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے پانڈے کے گھر پر فائرنگ کی تھی اور اس کے چوکیدار کو اغوا کر لے گئے تھے ہو سکتا تھا کہ ندیم کے آدمیوں نے انھیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہو لیکن جو دشمن عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ سکتا تھا وہ اندر داخل ہونے میں بھی کامیاب ہو سکتا تھا۔

میں نے صبح کے اخبارات کو خاص طور پر دیکھا لیکن اس میں راجن کے فلیٹ پر ہونے والی خونریزی کی معرکہ آرائی کی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی تھی جس کی دو وجہ ہو سکتی تھی۔ یا تو پریس رپورٹروں تک اس واردات کی بھنک نہیں پہنچی تھی یا پھر بھوشن نے اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے اس خبر کو اخبار میں آنے سے روک دیا تھا۔

میں لباس تبدیل کر کے دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم پورٹیکو میں اپنی گاڑی میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اگنیشن میں کی لگا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔" میں نے قریب جا کر خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے امید تھی کہ تم کوئی ایسی ہی جلی کٹی بات کرو گے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم اپنا کچھ قیمتی وقت میرے ساتھ برباد کر سکتے ہو۔"

"چلنا کہاں ہے؟"

"جہنم میں مگر میں تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے ندیم کو غور سے دیکھا پھر دوسری سمت کا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ندیم نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے کوٹھی سے باہر لے آیا۔ پھاٹک پر موجود مسلح چوکیدار کے سوال کا جواب بھی اس نے سر کی خفیف جنبش سے دیا تھا۔ پانچ سات منٹ تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی لیکن میں نے جانے پہچانے راستوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کیسو کی طرف جا رہا تھا۔

"کیا میں تمہاری ناراضگی کا سبب دریافت کر سکتا ہوں۔" گفتگو کی پہل ندیم نے کی۔

"تم نے پانڈے کی رہائش گاہ کی حفاظت کی حامی بھری تھی لیکن۔"

"اس کے باوجود وہاں فائرنگ ہوئی اور شاید پانڈے کا چوکیدار بھی اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے چونکا۔ "تمہیں اس کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"صرف اسی کی نہیں بلکہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ کل رات راجن کے اپارٹمنٹ میں زندگی اور موت کا کیا ڈراما اسٹیج ہوا تھا۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں یا میرے آدمی تمہاری جانب سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں ہوں گے۔ تم نے راجن جیسے خطرناک آدمی سے ٹکرانے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ مناسب نہیں تھا۔ بھوشن والے واقعے کے بعد میں نے تمہیں کچھ دنوں کے لیے خاموش رہنے کا مشورہ دیا تھا لیکن تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اس میں بھی شاید تمہاری کوئی مصلحت ہو گی۔ کوئی ایسی مصلحت جسے تم نے مجھ سے ڈسکس کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔"

"راجن کے سلسلے میں وہ قدم میں نے پانڈے کی خاطر اٹھایا تھا۔"

"مچھیروں کی بستی میں جا کر راجن کے ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟ کیا اس حماقت میں بھی پانڈے کی خیرخواہی کا دخل تھا؟"

"میرے ساتھ جو کچھ گزر چکی ہے تم اس سے ناواقف نہیں ہو۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "موت برحق ہے، جو وقت طے ہو چکا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

"شاید اسی لیے تم نے اب موت کے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل شروع کر دیا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مرنے سے پہلے میں اپنے دشمنوں سے کچھ حساب بے باق کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔"

"اس وقت تم مجھے کیسو کیوں لے جا رہے ہو۔ کیا کوئی خاص کام ہے؟"

"اس کا جواب تمہیں کیسو پہنچ کر ہی ملے گا۔"

میں نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ کیسو پہنچ کر ندیم نے اپنے کچھ آدمیوں سے ان کی خیریت دریافت کی پھر مجھے ساتھ لیے خفیہ راستوں سے گزرتا ہوا اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گیا جہاں میں پہلے بھی جا چکا تھا۔ ان زیرزمین کمروں کو ندیم خاص طور پر ٹارچر سیل کے لیے استعمال کرتا تھا۔ کمرے میں

داخل ہوتے ہی میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہاں پانڈے کی کوٹھی کے چوکیدار کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو صورت ہی سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر ملیشیا کے شلوار سوٹ نظر آ رہے تھے۔ کمرے کے تین اطراف تین مسلح نقاب پوش موجود تھے۔ یہ ندیم کی اپنی فورس کے آدمی تھے جو دشمنوں کی نگرانی پر مامور تھے۔

ندیم کچھ دیر تک خاموش کھڑا دونوں شلوار قمیص والوں کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے مقابلتاً دراز قد والے کو مخاطب کیا جس کے چہرے پر گھنیری مونچھیں بھی تھیں۔ دوسرا مونچھوں کی علت سے آزاد تھا۔

"کیا تم صرف دو تھے جنہیں پانڈے کی کوٹھی پر تخریبی کارروائی کے لیے بھیجا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ہمارے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے جو موقع کی نزاکت دیکھ کر خاموشی سے نکل گئے لیکن وہ زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہیں گے۔ اب وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ انتقامی کارروائی کریں گے۔" اس نے ندیم کو نخوت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "تم خواہ کوئی بھی ہو۔ باس کے عتاب سے نہیں بچ سکو گے۔ اس نے اپنے دشمنوں کو معاف کرنا نہیں سیکھا۔"

"تمہارے باس کا نام کیا ہے؟ مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔ اس لیے کہ دشمنوں کو معاف کر دینا میرے اصول کے بھی خلاف ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" دراز قد والے نے ندیم کو تیز اور خطرناک نظروں سے گھورا۔ "کیا ہم تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیں گے۔"

"تم ــــ" اس بار ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "تم شاید افضال عرف فضلو ہو جو پولیس کو متعدد قتل، آبرو ریزی، اغوائے برائے تاوان اور بینک ڈکیتی کے کیسز میں مطلوب ہو اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو حکومت نے تمہیں زندہ یا مردہ پولیس کے حوالے کرنے پر کئی لاکھ کا انعام بھی مقرر کر رکھا ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہارے ہر سوال کا جواب دیں لیکن اتنا سمجھ لو کہ اب تمہارے برے دن بہت قریب آ گئے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"بھوشن کے لیے کب سے کام کر رہے ہو؟"

"میں کسی بھوشن کو نہیں جانتا۔"

"پانڈے کی رہائش گاہ پر کس مقصد سے گئے تھے؟"

"خود اپنا ولیمہ کھانے۔" وہ اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا۔ "سنا ہے اس کی دھرم پتنی کافی زوردار ہے۔"

"بھوشن نے تمہیں تخریب کاری کرنے کے عوض کیا آفر دی تھی۔"

"بکواس مت۔" وہ غرایا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم کسی بھوشن ووشن سے واقف نہیں ہیں۔"

"میں تمہیں دگنی رقم بھی دوں گا اور زندگی کی ضمانت بھی۔" ندیم نے سرد اور ٹھہرے انداز میں کہا۔ "زبان کھول دو گے تو زیادہ فائدے میں رہو گے۔"

"آخ تھو۔" اس نے حقارت سے زمین پر تھوکتے ہوئے سفاک آواز میں جواب دیا۔ "میں تمہاری آفر پر پیشاب کرنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"اگر تم فضلو کو جانتے ہو تو یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ میرے فیصلے چٹانوں کی طرح اٹل ہوتے ہیں۔"

جواب میں ندیم کا اٹھا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور فضلو ڈکراتا ہوا فرش پر الٹ گیا۔ نقاب پوش کی چلائی ہوئی گولی نے اس کے اگلے گھٹنے کی ہڈی کو کرچیوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

"اب تمہارا کیا جواب ہے؟" ندیم نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ہم ــــ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

ندیم کا ہاتھ جو فضا میں بلند تھا نیچے گرا اور اس کے ساتھ فضلو کے دل کے مقام سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا سیدھی کروٹ زمین پر گر کر اس کے جسم نے دو چار شدید جھٹکے کھائے پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی بے جان مگر خونخوار آنکھیں ندیم کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

"کیا تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں فضلو کے دوسرے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"تم سے تعاون کرنے کے سلسلے میں وہ مجھے جو موت ماریں گے وہ زیادہ اذیتناک ہوگی اس لیے تم ہی میرا قصہ بھی ختم کر دو۔" فضلو کے ساتھی نے قدرے خوفزدہ انداز میں جواب دیا۔

"تم شاید رحیم بخش ہو جو نقب زنی میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔ میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں لیکن صرف اس شرط پر کہ تمہیں اپنی زبان کھولنی پڑے گی۔" ندیم نے سرد آواز میں کہا۔ "دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہاری موت فضلو سے زیادہ دشوار اور اذیتناک ثابت ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں دونوں آنکھوں سے محروم کر کے کسی پولیس اسٹیشن کے سامنے پھینک دیا جائے۔"

"نہیں ــــ تم مجھے مار ڈالو۔ میں اندھا بن کر زندگی گزارنے پر موت کو ترجیح دوں گا۔" وہ چیخا۔

"اس کا فیصلہ چوبیس گھنٹے بعد ہی ہو گا۔" ندیم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر چوکیدار کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "مسٹر پانڈے میں تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔"

"شکریہ باس۔"

"میں فضلو کی لاش ٹھیک آدھے گھنٹے بعد پرانے قبرستان کے بڑے چوک کے قریب کوڑے دان میں پھنکوا دوں گا۔ تم پانڈے سے یہی کہنا کہ تم ایک اشتہاری مجرم کے تعاقب میں گئے تھے۔" ندیم نے کہا۔ "تم پانڈے کو اگر چاہو تو فضلو کی لاش کے ٹھکانے سے بھی آگاہ کر سکتے ہو لیکن اس شرط پر تمہارا نام درمیان میں نہ آنے پائے۔"

"میں خیال رکھوں گا باس۔"

"ٹیم کے باقی افراد کو بھی سختی سے تاکید کر دینا کہ وہ پوری طرح چوکس رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کا دوسرا وار زیادہ بھرپور اور خطرناک ہو۔ میں پانڈے کے سلسلے میں کسی قسم کی غفلت برداشت نہیں کروں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے حکم دیا پھر مجھے ساتھ لے کر اوپر اپنے آفس میں آ گیا۔

"یہ مسٹر پانڈے کا چوکیدار ــــ"

"نہیں ہے۔" ندیم نے مسکرا کر میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "اصل چوکیدار کو مجبوراً اغوا کر کے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا گیا ہے۔ وہ بالکل خیریت سے ہے اور مفت میں آرام سے پڑا انڈے پراٹھے اڑا رہا ہے۔"

"کیا پانڈے کے مکان پر حملہ کرنے والے صرف دو ہی افراد تھے۔"

"ہو سکتا ہے زیادہ ہوں لیکن میرے جال میں یہی دونوں پنچھی پھنسے تھے جن میں سے ایک ختم ہو گیا۔"

"کیا یہ جوابی کارروائی راجن کے آدمیوں نے کی ہوگی۔"

"اگر ایسا ہوتا تو بشیرا ماچھی اور اس کے گرگے اس وقت آرام سے اپنی بستی میں پڑے خراٹے لے رہے ہوتے۔"

"کیا مطلب۔"

"میرے آدمیوں نے یہی اطلاع دی ہے کہ ابھی تک راجن کی موت کی اطلاع مچھیوں کی بستی تک نہیں پہنچی۔"

"آئی سی۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا یہ ایکشن بھوشن کے اشارے پر اس کے آدمیوں نے کیا تھا۔"

"فی الحال یہی سوچا جا سکتا ہے۔" ندیم نے شانے اچکا کر کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں اب زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور ہاں۔ پانڈے سے کہہ دینا کہ وہ پریشان نہ ہو اس کی حفاظت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کوئی کارآمد آدمی ہمارے ہاتھ نہیں لگ جاتا۔ ایک خاص بات اور پانڈے کو تاکید کر دینا کہ چوکیدار کے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھے۔"

میں خاصی دیر تک ندیم کے ساتھ بیٹھا صورت حال پر تبادلہ خیالات کرتا رہا پھر ندیم ہی کی کار لے کر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن بھوشن کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

دفتر پہنچا تو وہاں فون کا تانتا بندھ گیا۔ پہلی کال پانڈے کی تھی جس نے چوکیدار کی واپسی کی اطلاع کے ساتھ ساتھ اس کی بہادری اور شجاعت کی بھی بے حد تعریف کی۔

"اس کا بیان ہے کہ دو آدمیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے راستے میں چٹان کی طرح جما رہا پھر کسی نے پشت سے اس کے سر پر وار کیا تھا۔ غالباً وہ کسی طرح سے کوٹھی میں داخل ہو کر باڑھ کی آڑ میں چھپا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا تھا۔ بے ہوش کرنے کے بعد وہ چوکیدار کو ساتھ لے گئے۔ پاس پڑوس کے لوگ فائرنگ کی آواز سن کر جاگنے لگے تھے اس لیے حملہ آوروں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ چوکیدار جلدی ہوش میں نہیں آئے گا لیکن اس کے بھاگیہ (قسمت) اچھے تھے جو وہ جلدی ہوش میں آ گیا۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی جو اغوا کرنے والوں نے اس کی تلاشی نہیں لی۔" پانڈے نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چوکیدار نے ہوش آنے پر گاڑی میں صرف دو آدمی دیکھے تھے جس میں سے ایک کو اس نے ہلاک کر دیا پھر فائرنگ کرتا ہوا چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا کر باہر آ گیا۔ کچھ اندرونی چوٹیں آئی ہیں اسے مگر اسے افسوس ہے کہ وہ دوسرے آدمی کا قصہ ختم نہیں کر سکا۔"

مجھے پانڈے کی معصومیت پر ہنسی آ رہی تھی جو چوکیدار کے بیان پر یقین کر رہا تھا ورنہ اس میں بے شمار جھول بھی تھے۔ بہرحال میں نے پانڈے کو مبارکباد دیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ نے کیس پولیس کو رپورٹ کر دیا ہے؟"

"اسی کارن میں نے آپ سے مشورہ لینے کو فون کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ خاموش ہی رہیں۔ اس طرح جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ دوسری صورت میں پولیس آپ کو اور چوکیدار کو بلاوجہ تنگ کرے گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے میرا مشورہ ہے کہ آپ اب چوکیدار کی تعداد میں اضافہ کر دیں۔"

"جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کروں گا لیکن آپ کے بندے اس وقت کہاں تھے جب ان دو آدمیوں نے چوکیدار کو اغوا کیا تھا۔"

"حملہ آوروں کی تعداد دو سے زیادہ تھی۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ہمارے آدمیوں نے انہیں آپ کی کوٹھی سے دور ہی روک لیا تھا۔ جن دو افراد نے چوکیدار کو اغوا کیا تھا وہ بھی نظروں میں آ چکے تھے۔ ہمارے آدمی ان کا تعاقب کر کے دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ چوکیدار کو کہاں لے

جا رہے ہیں لیکن پھر چوکیدار کے سڑک پر گرنے کے بعد وہ یہی سمجھے تھے کہ شاید اسے مار دیا گیا ہے۔ اسی لیے انھیں تعاقب کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ان میں سے ایک جو مارا گیا ہے اس کے سر کے لیے پولیس نے انعام مقرر کر رکھا تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"فرار ہونے والے نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر لاش کو ایک کوڑے دان کے قریب پھینک دیا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "گاڑی کا نمبر جو ہمارے آدمیوں نے نوٹ کیا تھا وہ جعلی ثابت ہوا۔ بہرحال آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے آپ کے گھر کی حفاظت کی ذمے داری لی ہے۔"

میں نے باٹڑے سے فون کا رابطہ ختم کر کے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ گھنٹی دوبارہ بجی اور میں نے برا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"خیریت۔ کیا آپ نے بقیہ چھٹی منسوخ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"یہ اندازہ کس طرح لگایا آپ نے۔" سراج کے لہجے میں تجسس تھا۔

"آپ جیسا پولیس آفیسر اور دو مہینے چھٹی پر رہے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا۔"

"میں نے اس وقت آپ کو ایک اہم اطلاع دینے کی خاطر فون کیا ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت۔"

"آج صبح پولیس کو ایک کوڑے دان سے فضلو نامی دہشت گرد کی لاش ملی ہے۔ حکومت نے اس کے زندہ یا مردہ گرفتار کرانے والے کے لیے خاصا بڑا انعام مقرر کیا تھا۔"

"مجھے پہلے بھی یقین تھا کہ آپ چھٹی لینے کے باوجود خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔"

"میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "فضلو کی لاش کا ملنا کچھ اچھا شگون نہیں ہے۔ اس کی موت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ کوئی دو بڑی پارٹیاں آپس میں ٹکرائی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو محتاط رہنا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ فضلو کی موت سے بھلا میرا تعلق کیا ہو سکتا ہے۔"

"فضلو جیسے سفید ہاتھیوں کو صرف ایک ہی شخصیت پال سکتی ہے۔ بھوشن جوزف اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو فضلو کی موت میں خواہ کسی کا ہاتھ ہو بھوشن آپ کی ذات پر بھی ضرور شبہ کرے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے دیدہ و دانستہ چونکتے ہوئے کہا۔ "آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔ اب مجھے اس دو نظے سور سے پہلے سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔"

"اگر آپ کہیں تو میں پولیس کے کچھ ایسے با اعتماد لوگوں کو آپ کی حفاظت پر مامور کر دوں جو اب بھی میری عزت کرتے ہیں۔"

"شکریہ۔ لیکن میں اپنے ارد گرد بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔ ویسے بھی کسی گولی پر میرا نام لکھا جا چکا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی اور نہیں روک سکتا۔"

"اگر کبھی میری خدمت کی ضرورت پڑے تو تکلف سے کام نہ لیجیے گا۔"

"تھینک یو مسٹر سراج۔ مجھے علم ہے کہ آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

سراج سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں ایک ضروری فائل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور مجھے ریسیور اٹھا کر ریسیو کرنی پڑی۔ اس بار دوسری جانب سے بھوشن کی آواز ابھری تھی۔

"میں نے تمھیں ڈسٹرب تو نہیں کیا مائی ڈیئر شہباز۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

"بالکل نہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں دو ایک روز سے پروگرام بنا رہا تھا کہ تم سے ملاقات کر کے کچھ کاروباری گفتگو کی جائے لیکن مصروفیت کی وجہ وقت نہیں نکل سکا۔"

"تم نے حکم دیا ہوتا۔ میں تمھارے درشن کرنے چلا آتا۔"

"نہیں۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "تم ایک بار میرے دفتر آنے کی زحمت گوارا کر چکے ہو۔ اب میری باری ہے۔"

"جب چاہو آ جاؤ۔ میرے آدمی تمھارا سواگت کرنے کو ہر وقت تیار رہیں۔" بھوشن کے لہجے میں دھمکی پوشیدہ تھی۔ "اس وقت کیسے یاد کر لیا؟"

"میں ایک خاص پروجیکٹ پر تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔" بھوشن نے کہا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "دراصل میں ماحولی آلودگی کو دور کرنے کے لیے ایک پلانٹ لگانا چاہتا ہوں۔ حکومت سے گرانٹ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ البتہ ایک مسئلہ ضرور پیش آئے گا۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے کچرا سمیٹنے کی خاطر محنتی اور کارآمد ساتھیوں کی ضرورت ہوگی جو صرف ایسا کوڑا کرکٹ اکٹھا کریں جن کی موجودگی ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔ دو چار ایسے ماہرین کی خدمات بھی حاصل کرنی ہوں گی جو خطرناک جرثوموں کی بربادی میں ہمارے کام آ سکیں۔"

"اچھا جذبہ ہے لیکن اچانک تمھیں اس نیک کام کا دھیان کیسے آ گیا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں؟ کیا تم نے کبھی کوڑے کرکٹ کے ڈھیر یا ڈرم کے اندر مردہ جانوروں اور انسانوں کی لاشیں نہیں دیکھیں جو صفائی کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے تعفن پیدا کرتی رہتی ہیں جس کا زہر دور تک پھیلتا رہتا ہے۔ کیا اس قسم کی بے قاعدگی کرنے والوں کو دشمن کی صف میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔" بھوشن نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ایسے تمام افراد کو چن چن کر گولیوں سے بھون ڈالنا چاہیے۔"

"مہذب شہری اور قانون کا احترام کرنے والے ایسا کر نہیں سکتے ورنہ میں بھی تمھارا ہم خیال ہی ہوں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے کہ ہم قانون کی نگاہوں میں آئے بغیر چوری چھپے خطرناک جرثوموں کو جن میں اب مستر رساں انسانوں کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے موت کی نیند سلا دیں۔ میرے نزدیک یہ بھی انسانیت کی خدمت ہوگی لیکن میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لیے کہ کبھی میرا تعلق بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے سے رہ چکا ہے۔"

"جو لوگ زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زیادہ آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔" بھوشن نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"دانش وروں کا بھی یہی کہنا ہے کہ سیانا کوا جلدی گند کھاتا ہے۔" میں نے اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔

"بہرحال۔ ہمیں جلد ہی مل بیٹھ کر کوئی آخری فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"میں ہر وقت تیار ہوں۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر جواب دیا۔ "ویسے میں نے سنا ہے کہ آج صبح کسی دہشت گرد کی لاش کوڑے کے ایک ڈرم سے برآمد ہوئی ہے۔ شاید کوئی اشتہاری مجرم تھا۔"

"تمھیں یہ خبر کہاں سے مل گئی۔" بھوشن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "میں نے اخبار میں ایسی کوئی سرخی نہیں دیکھی۔"

"مجھے یہ خبر اپنے ذرائع سے موصول ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"دشمنیاں اور انتقام کی آگ ایسے ہی واقعات سے جنم لیتی ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے اس قسم کی وارداتوں کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"ہر تجربہ آہستہ ہی آہستہ ہوتا ہے۔ خیر یہ بتاؤ کہ تم کب مل رہے ہو؟"

"بہت جلد۔" میں نے مختصراً کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

بھوشن کے فون نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کاروباری امور پر تبادلہ خیالات کا محض بہانہ تھا ورنہ دراصل بھوشن مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجن اور فضلو دونوں ہی اس کے خاص مہرے تھے جو پٹ چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ فضلو کی موت کی اطلاع ملنے کے بعد بھوشن کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ وہ میرے لیے اور خطرناک ہو جائے گا۔ ندیم کا قول بھی یہی تھا کہ دشمن کے گرد گھیرا اتنا تنگ کر دو کہ اسے سانس لینے میں بھی دشواری محسوس ہو مگر میں اس کے خلاف تھا۔ میرا ذاتی نظریہ تھا کہ اس سے پہلے کہ کوئی موذی ایذا پہنچانے کی کوشش کرے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ورنہ چوٹ کھایا ہوا سانپ اور درندہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ بھوشن کے بارے میں بھی میں نے یہی سوچا تھا لیکن کاکا نے مجھے روک دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ابھی بھوشن کو چھیڑنا مناسب نہ ہوگا۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ میری خواہش کے مطابق بھوشن میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا۔

شام کو میں دفتر سے گھر جانے کے لیے روانہ ہوا تو اچانک میرے ذہن میں جیسے سوئیاں چبھنے لگی ہوں۔ شاید دن بھر کی تھکان تھی جو میرے اعصاب پر غالب آ رہی تھی۔ میں نے کچھ دیر آرام کرنے کی خاطر نشست کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ گاڑی کریم چلا رہا تھا۔ اس کے آ جانے سے کم از کم ڈرائیونگ کا بوجھ میرے ذہن سے اتر گیا تھا۔

میں آنکھ بند کیے خاموش بیٹھا تھا۔ میرے ذہن پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہو رہی تھی پھر گاڑی کی اور دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں غالی کی گرد ڈھیلی کرتے ہوئے نیچے اترا۔ میری آنکھوں کے سامنے عجیب سی دھند طاری ہو رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کے اندر داخل ہو گیا پھر جب یکلخت میرے ذہن سے غنودگی دور ہوئی تو میں چونک اٹھا۔ میں اس وقت اپنے گھر کے بجائے ماہ رخ کی خواب گاہ میں موجود تھا جو میری نگاہوں کے سامنے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی مے نوشی سے شغل کر رہی تھی۔ حسب معمول اس کے جسم پر جو لباس تھا وہ اتنا باریک کہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس نے ایک ہی گھونٹ میں جام خالی کیا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"کاش میں نے اس وقت کچھ اور مانگ لیا ہوتا۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک لمحے پہلے میرے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ کاش اس وقت تم اس خوب صورت خواب گاہ میں میرے قریب ہوتے۔" اس نے دوسرا جام تیار کیا پھر اسے ہاتھ میں لیے لہراتی ہوئی اٹھی۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آنکھوں میں مستیوں کے ساغر ٹکرا رہے تھے۔ میرے قریب آ کر اس نے بڑے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔ "سلیمان شاہ کل ہی دورے پر گیا ہے۔ اسے واپسی میں شاید ایک ہفتے سے زیادہ دن بھی لگ سکتے ہیں۔ اکیلے گھر میں میرا دم گھٹ رہا تھا لیکن اب تم آ گئے ہو تو یہ لمحے حسین بن جائیں گے۔"

"ایک بات پوچھوں ماہ رخ صاحبہ۔" میں نے اسے تلخ لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم نے میرے ڈرائیور کو خریدنے کے لیے کتنی رقم آفر کی تھی۔"

"ڈرائیور۔" اس نے تعجب سے مجھے گھورا۔ "کیا تم خود سے یہاں نہیں آئے ہو؟"

"شہباز۔" اچانک کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ڈرائیور کا نام درمیان میں مت لاؤ۔ اس کا ذہن ابھی تک میری گرفت میں ہے۔ تمہیں گھر چھوڑنے تک وہ میرے قبضے میں رہے گا۔ اسے کچھ یاد نہیں رہے گا کہ وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا۔"

"کاکا!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے؟"

"ہاں، اس لیے کہ میں تمہاری دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ماہ رخ نے جب تمہیں پہلی بار اغوا کرایا تھا تو اس نے بے ہوشی کی حالت میں تمہاری کچھ ایسی تصویریں بھی بنالی تھیں جو اگر منظر عام پر آ جائیں تو تم شاید خودکشی کرنے سے بھی دریغ نہ کرو۔ تصویروں میں تم دونوں ہی لباس کی قید سے آزاد ہو۔"

"لیکن ۔۔۔" میں نے کچھ کہنا چاہا مگر اسی لمحے ماہ رخ نے مجھے مخمور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا جو تم اپنی مرضی سے آ گئے ورنہ تمہیں بلانے کے لیے میرے پاس اور بھی بہت طریقے ہیں۔ گزرے ہوئے حسین لمحوں کی کچھ ایسی حسین اور بے باک یادگاریں جن کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد شاید تم زندگی بھر مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے سلسلے میں سوچنا بھی چھوڑ دو گے۔"

"بلیک میلنگ؟" میں دانت پیس کر بولا۔

"پلیز ڈارلنگ۔" وہ بہکنے لگی۔ "اب آ گئے ہو تو اتنی خشک باتیں نہ کرو۔ ان لمحوں میں خود بھی ڈوب جاؤ اور مجھے بھی ڈوب جانے دو زندگی ایسے ہی حسین اور خوبصورت لمحوں کا نام ہے۔ تم خوش نصیب ہو جو ماہ رخ نے تمہیں چاہا ہے ورنہ ہزاروں لوگ میرے ایک لمس کے لیے بھی ترستے رہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ بے شرمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"تم حکم دے کر دیکھو۔" وہ لہرا کر بولی۔ "میں تمہارے ایک اشارے پر بے شرمی کی تمام حدود پھلانگنے کو تیار ہوں۔"

میں نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن میرے ذہن پر ایک بار پھر غنودگی طاری ہونے لگی۔ ماہ رخ نے اگر مجھے سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید میں چکرا کر گر گیا ہوتا پھر وہ مجھے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیے صوفے پر آ گئی۔ بھرا ہوا جام میری سمت بڑھاتے ہوئے بولی۔ "لو اسے ایک ہی گھونٹ میں ختم کر جاؤ۔ یہ زندگی ہے۔ آب حیات ہے۔ یہ وہ شے ہے جو انسان کو زمانے کی اونچ نیچ اور خطروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کے ذہن پر نرم اور بھیگے بھیگے بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ ان بادلوں کے اندر اسے حسن کی ایک دیوی عریاں حالت میں رقص کرتی نظر آتی ہے اور پھر ۔۔۔ پھر انسان سب کچھ فراموش کر کے اونچی اونچی لہروں پر تیرنے لگتا ہے۔ وہ تنہا نہیں ہوتا۔ حسن کی وہ دیوی بھی اس کے شانہ بشانہ ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ لہروں کی مانند ایک دوسرے سے گلے مل کر جھوم اٹھتے ہیں۔ لو اسے میری خاطر پی جاؤ۔ اپنی ماہ رخ کی خاطر پلیز ۔۔۔"

میری آنکھیں غنودگی کے عالم میں بند ہو رہی تھیں۔ مجھے سب کچھ دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ مار کر جام توڑ دینا چاہا لیکن وہ خواہش میرے اندر گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے ماہ رخ کی جانب دیکھا۔ وہ اس وقت بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جام لیا اور ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتار لیا۔ بس ایک ثانیے کے لیے مجھے یوں لگا تھا جیسے کوئی دہکتی ہوئی شے میرے گلے سے نیچے اتر گئی ہو لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضاؤں میں اڑ رہا ہوں۔ ماہ رخ نے درمیانی فاصلہ کچھ اور کم کر دیا۔ اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر دوسرا جام تیار کر کے میری سمت بڑھایا۔ میں اسے بھی لہرا کر پی گیا۔ مجھے اب کمرے کی ہر شے ناچتی اور تھرکتی نظر آ رہی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

"بس کرو مائی سویٹ ہارٹ۔" ماہ رخ نے اپنی باہیں میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "ایک چھلکتا ہوا جام میں بھی ہوں۔ مجھے بھی اپنے وجود میں ضم کر لو۔ سب کچھ بھول کر سب کچھ فراموش کر کے میرے حسن کی گہرائیوں میں ڈوب جاؤ۔"

میں نے ماہ رخ کی سمت غور سے دیکھا۔ وہ بھی اس وقت ایک چھلکتا ہوا جام نظر آ رہی تھی۔ میں اسے مدہوشی کے عالم

میں دیکھتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ بے حجاب ہو رہی تھی۔ درمیان میں جو پردے حائل تھے وہ سرکنے لگے تھے پھر میں ضبط نہ کر سکا۔ میں نے اسے کسی معصوم پرندے کی طرح اپنی باہوں میں دبوچ لیا۔

"شہباز۔" مجھے کاکا کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔ "میں نے جو سپنے دیکھے تھے اب ان کے پورے ہونے کا سمے آ گیا ہے۔ تم نے بھی تو کئی بار میرے سندر شریر کو چھو کر محسوس کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کاکا رانی۔" میں نے ماہ رخ کے سراپا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آج تمہیں جل جانے کا خطرہ نہیں ہے۔"

"نہیں میرے من مندر کے دیوتا۔" کاکا نے مستی بھرے انداز میں جواب دیا۔ "آج تم نے امرت پی لیا ہے۔ جب تک اس کا نشہ تمہارے ذہن پر باقی رہے گا۔ تمہاری پوتر شکتیاں تم سے دور رہیں گی۔ تم اب کیول کاکا کے ہو۔ تمہاری کاکا رانی نے تمہیں پانے کے لیے بہت جتن کیے ہیں اور آج "آج" میں اپنے سندر سپنوں کو پورا کرنے میں سپھل ہو گئی ہوں۔ مجھ سے دور مت رہو پران ناتھ۔ آؤ میرے قریب آؤ۔ میرے شریر کی پیاس بجھا کر ان لمحوں کو امر کر دو۔"

نشے کا سرور آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میرے پہلو میں ماہ رخ بکھری پڑی تھی لیکن مجھے کاکا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ذہن پر زور دے کر اس راز کو جاننے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ بے خودی کی کیفیت کچھ اور شدت اختیار کر گئی۔ میں نے نشے کی حالت میں لہرا کر ماہ رخ کے پھول جیسے مہکتے جسم کو اپنے بازوؤں کے حصار میں پوری شدت سے سمیٹ لیا اور اس کے بعد مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ ہر طرف جیسے خواب ناک گھپ اندھیرے پھیل گئے تھے۔ ان اندھیروں میں کاکا اور ماہ رخ کی سانسوں کی ملی جلی مہک بھی شامل تھی جو میری بے خودی کی کیفیت کو بڑھا رہی تھی۔

*

دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں اپنی کار میں موجود تھا جو گھر کی جانب رواں دواں تھی۔ گزری ہوئی باتیں مجھے خواب لگ رہی تھیں لیکن جب میں نے بیرونی ماحول کو بتی قمقموں سے جگمگاتے دیکھا تو چونک اٹھا۔ میں نے بوکھلا کر اپنی دستی گھڑی کی جانب دیکھا۔ جب میں دفتر سے روانہ ہوا تھا اس وقت پانچ بجے تھے لیکن اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ کریم ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا اور حسب معمول پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ میری الجھن بڑھنے لگی۔ میرے ذہن پر نشے کا معمولی سا خمار ابھی تک تھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ خواب نہیں ایک بھیانک حقیقت تھی۔ میں نے اس حقیقت کو معلوم کرنے کی خاطر کریم سے پوچھا۔ "ہم دفتر سے کب روانہ ہوئے تھے؟"

"میں نے وقت پر غور نہیں کیا تھا صاحب لیکن ہم دفتر سے سیدھے کوٹھی ہی کی جانب روانہ ہوئے ہیں۔"

"شہباز۔" کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے ڈرائیور کا ذہن اس وقت تک میرے قبضے میں رہے گا جب تک تم گھر نہیں پہنچ جاتے۔ اس کے بعد بھی اسے یہ یاد نہیں رہے گا کہ تم راستے میں کہاں رکے تھے۔"

"کاکا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے شکوہ کیا۔ "مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

"جھوٹ مت بولو شہباز۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔ "کیا تم نے خود اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا کہ تم میرے سندر شریر کو قریب سے چھو کر محسوس کرنا چاہتے ہو۔ میں نے تو کیول تمہاری اچھا (خواہش) پوری کی ہے۔ دو پریمیوں کی آتماؤں کا بندھن اور شریر کا ملاپ کوئی پاپ نہیں ہوتا۔ اگنی (آگ) کو بجھانا تو پن ہے۔ شاستروں میں یہی لکھا ہے۔"

"لیکن جو کچھ ہوا ہے وہ میرے نزدیک ۔۔۔"

"بھول جاؤ شہباز خان۔ اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔" کاکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "جو بیت گیا وہ اب واپس تو نہیں آ سکتا۔ کاکا پہلے بھی تمہاری تھی اور اب بھی تمہاری ہے۔ پاپ اور پن کے چکر میں مت پڑو۔ یہ دھرماتماؤں کے سوچ وچار کی باتیں ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سختی سے ہونٹ بھینچ لیے پھر یکلخت کسی فوری خیال کے تحت میں نے چونک کر صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔

کمبل پوش بزرگ کی دی ہوئی صندلی انگوٹھی میرے ہاتھ میں موجود تھی لیکن اس کا رنگ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔ رنگ کی یہ تبدیلی میرے خیال کے مطابق کوئی نیک علامت نہیں تھی۔ شاید نیک دل بزرگ مجھ سے خفا ہو گئے تھے۔ وہ کراماتی انگوٹھی میرے لیے بہت کارآمد تھی۔ غالباً مجھ سے جو گناہ سرزد ہو چکے تھے اس کے جرم کی پاداش میں سفید ریش بزرگ کے غصے کی شدت نے اس کا رنگ تبدیل کر دیا تھا۔ اس انگوٹھی کی بدولت کاکا اور لیڈی مکلارنس دونوں میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے سے قاصر تھیں' وہ دونوں ہی اس راز کو پا لینے کی خاطر سر توڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ جس نے ان کی رسائی میرے دل کے نہاں خانوں تک ناممکن بنا دی تھی' وہ انگوٹھی ہر وقت میری انگلی میں موجود رہتی تھی لیکن اس کے باوجود کوئی دوسری نظر اسے دیکھنے سے قاصر تھی' بزرگ نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی اس کے بارے میں میں اپنی زبان ہمیشہ بند رکھوں' اسی انگوٹھی کے ذریعہ میں نے سب سے پہلے داور کو جلا کر خاک کیا تھا' وہ بہت پہلے مر چکا تھا۔ ندیم نے ایک مدت [illegible] کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا لیکن شمر نے اپنے مکروہ علم سفلی کے زور سے اسے زندہ مردہ حیثیت کے روپ میں میرے مقابلے پر کھڑا کیا تھا لیکن صندلی انگوٹھی کی [illegible] اس کے جسم سے ٹکرا کر اسے آگ کے خطرناک شعلوں کی لپیٹ میں گھیر کر راکھ کر دیا تھا۔

کاکا نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ ایک طاقت جب دوسرے سے ٹکراتی ہے تو کمزور طاقت جل کر فنا ہو جاتی ہے۔ کاکا کا یہی جملہ داور کے سلسلے میں میرے کام آ گیا تھا اس کے بعد کومل' ورما اور پھر سوہنی بھی اسی انگوٹھی کا شکار ہوئی تھیں۔ وہ انگوٹھی خدا کے ایک برگزیدہ بزرگ کا عطیہ تھی لیکن میں نے گناہ کے دلدل میں پھنس کر شاید اس کی تاثیر کم کر دی تھی یا شاید بالکل ہی ختم کر دی تھی۔ نیکی اور بدی میں سیاہ اور سفید اور ثواب و گناہ میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے' میں گناہ کا مرتکب ہوا تھا اس لیے صندلی انگوٹھی کی روحانی قوتوں کو جلال آ گیا تھا جس نے اپنی رنگت حیرت انگیز طور پر تبدیل کر لی تھی۔

میں بہت دیر تک گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں دفتر سے سیدھا گھر جانے کے ارادے سے اٹھا تھا لیکن شدید غنودگی کے اثرات نے مجھے آنکھیں بند کر لینے پر مجبور کر دیا تھا پھر آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ماہ رخ کی خوابگاہ میں پایا' شاید کوئی مافوق قوت میرے ذہن کو کنٹرول کر رہی تھی جس کے پیش نظر میں شرافت کی تمام حدود کو ایک جست میں پھلانگ گیا' شراب اور شباب نے مل کر میرے اندر کے شیطان کو بیدار کر دیا تھا' ماہ رخ کسی کھلی کتاب کی طرح میری [illegible] میں اس کی اور کاکا کی ملی جلی آوازوں کو سن رہا تھا' مجھے یاد آیا۔ کاکا نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں کبھی کبھی ماہ رخ کی طرف ہو آیا کروں' وہ براہ راست میرے آغوش کی زینت نہیں بن سکتی تھی لیکن ماہ رخ کے روپ میں اس کے جسم پر قبضہ جمانے کے بعد وہ وصل کی لذتوں سے سرشار ہو سکتی تھی۔ مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا تھا اس میں کاکا کی پراسرار قوتوں کا بھی دخل تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ ماہ رخ نے مجھے اغوا کرانے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں کچھ ایسی شرمناک تصویریں بنالی تھیں جو اگر منظر عام پر آ جاتیں تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔

میرے ذہن میں گرم ہواؤں کے طوفانی جھکڑ چل رہے تھے' میری نگاہیں صندلی انگوٹھی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو کچھ بیت چکی تھی اس میں کاکا کی خباثتوں کا بھی دخل تھا' اس نے یقیناً کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میرے خلاف کوئی بہت گہری چال چلی تھی' مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا جو ناقابل یقین قوتوں کی مالک تھی۔ آخری ملاقات میں اس نے مجھے محتاط رہنے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی تلقین کی تھی مگر جو کچھ ہو چکا تھا اس میں میرے ارادوں کو کوئی دخل نہیں تھا' کچھ نادیدہ قوتوں نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو بالکل معطل کر دیا تھا' [illegible] میں کاکا کا ہاتھ یقینی شامل تھا' اس نے بذات خود اس کا اقرار بھی کیا تھا' [illegible] اپنی پیاس بجھانے کی خاطر میرے ساتھ ایک خطرناک کھیل کھیلا تھا۔

"کریم۔۔۔" میں نے کسی خیال سے اپنے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ "ہم دفتر سے کس وقت اٹھے تھے؟"

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا صاحب کہ میں نے وقت پر غور نہیں کیا تھا۔"

"کیا میں راستے میں کسی کام سے رکا تھا؟"

"جی نہیں۔۔۔" کریم نے کہا پھر بیک ویو مرر میں مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی سوال آپ کچھ دیر پہلے بھی کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔ دراصل مجھے راستے سے کچھ ضروری چیزیں خریدنی تھیں۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "شاید میں بھول گیا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"تم ندیم کو کب سے جانتے ہو؟" میں نے اپنے ذہن کو بٹانے کی خاطر سوال کیا۔

"زیادہ پرانی ملاقات نہیں صاحب لیکن وہ بڑے نیک اور مہربان آدمی ہیں۔"

"کیا تم بحیثیت ڈرائیور ندیم کے ساتھ بھی کام کر چکے

ہو۔" اس بار میں نے سنجیدگی سے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ندیم نے خاص طور پر تمہیں ڈرائیور کی ڈیوٹی کے لیے منتخب کیا تھا۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" کریم نے جواب دیا۔ "میں تقریباً ایک مہینے تک ان کے لیے ڈرائیور کی خدمت انجام دے چکا ہوں لیکن یہ بہت پرانی بات ہے۔"

"کیا تم نے سلیمان شاہ کا نام سنا ہے؟" میں نے محتاط انداز میں پوچھا۔ میرے دل کے گوشے میں ایک تصور یہ بھی مچل رہا تھا کہ کہیں کریم بھی ماہ رخ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔

"صرف نام کی حد تک واقف ہوں صاحب۔"

"کبھی تم ندیم کے ساتھ ان کی کوٹھی پر بھی گئے تھے۔"

"جی نہیں۔۔۔" کریم نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

میں نے کریم کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کی سفارش خاص طور پر ندیم نے کی تھی اس لیے اس پر شبہ کرنے کی گنجائش بہت کم تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کاکا نے ہی [illegible] کہ اس نے میرے ڈرائیور کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ میں نے سوچا۔

"شہباز خان۔۔۔" کاکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "اپنے ڈرائیور کو کریدنے کی کوشش کر کے تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں رہے گا۔"

"ایک بات پوچھوں کاکا۔" میں نے لگاوٹ کا اظہار کیا۔

"پوچھو۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ جب ماہ رخ میری آغوش میں تھی تو تم نے اس کے جسم پر قبضہ جما رکھا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ میں انکار نہیں کروں گی۔" وہ خمار آلود لہجے میں بولی۔ "تمہیں حاصل کرنے کے لیے اس کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ کوئی پراسرار قوت میری مدد کر رہی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہی طاقت جس نے داور' کومل اور پھر سوہنی کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے پورا وشواس ہے کہ وہ شکتی اب بھی تمہارے پاس موجود ہے۔"

"لیکن وہ تمہارے سلسلے میں کارآمد نہیں ہو سکی۔"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تمہارا شریر جس شریر سے ٹکرایا تھا وہ میرا نہیں ماہ رخ کا تھا' میں نے کیول اس کے من پر قبضہ کیا تھا۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ ماہ رخ نے مجھے اغوا کرنے کے [illegible]"

"تم نے غلط نہیں کہا۔" کاکا نے تیزی سے کہا۔ "وہ [illegible] تمہیں بلیک میل کر سکتی ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مہان شکتی کی مالک ہو۔ تم اگر چاہو تو ماہ رخ کے قبضے میں موجود ایسی تمام چیزوں کو غائب کر سکتی ہو جن کی وجہ سے میری عزت اور شہرت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مار سکتی۔" کاکا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "بہت دنوں بعد تمہاری سندر باہنوں میں سمٹ کر اپنے سپنے پورے کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں اسے گنوانا نہیں چاہتی۔"

"اگر میں وعدہ کر لوں کہ صرف تمہاری خاطر میں ماہ رخ سے ملتا رہوں گا تو؟"

"میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ ایسی صورت میں ماہ رخ [illegible] کے بارے میں بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

"کیا تم نے وہ تصویریں دیکھ رکھی ہیں؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"نہ دیکھتی تو تمہیں حاصل کرنے کا طریقہ میرے من میں کیسے آتا۔"

"لیکن۔"

"چنتا مت کرو شہباز خان۔ جب تک کاکا راضی تمہاری ہے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ میں براہ راست تمہارے جسم سے کھیل سکوں۔" میرے لہجے میں حسرت تھی۔

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"پھر میری ایک خواہش اور پوری کر دو۔" میں نے لیڈی مکلارنس کے دعوے کی تصدیق کرنے کی خاطر کہا۔ "تم مجھے اپنی سندر مورتی لا دو۔ میں اسے دیکھ کر ہی اپنا من بہلا لیا کروں گا۔"

"جب کاکا تمہاری اپنی ہے۔ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو تو پھر پتھر کی بے جان مورتی کا کیا کرو گے؟"

"میں اسے اپنے خوابگاہ کی زینت بنا کر رکھوں گا۔"

"شہباز خان۔" اچانک کاکا کے لہجے میں انتقامی جذبہ بیدار ہو گیا۔ "میں جانتی ہوں کہ تم میری مورتی کا سوال کیوں کر رہے ہو؟ سفید بالوں والی بڑھیا تمہیں میرے خلاف بھڑکا رہی ہے۔ اسی نے تمہارے من میں یہ بات بٹھائی ہے کہ میری مورتی اس کے قبضے میں ہے اور وہ بہت جلد میری آتما کو بھی قابو کر لے گی۔"

"ہاں' اس نے یہی کہا تھا۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"زبانی جمع خرچ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔" کاکا کا لہجہ اور سفاک ہو گیا۔ "سمے کا انتظار کرو' وہ دن دور نہیں جب

میں اس کلنکنی کا سر کاٹ کر تمہارے سامنے اسی طرح پیش کروں گی جس طرح اس بوڑھی دیشیا نے پنڈت جیسی دھرکا پوتر سر اس کے تن سے جدا کرا کے تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔"

"کاکا۔" میں نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "اس بوڑھی ساحرہ کے مقابلے میں تم نے میری ہمیشہ زیادہ سہائتا کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے اندر کوئی طاقت ہے کہ نہیں لیکن جو حالات پیش آچکے ہیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت نے میرے اندر کوئی قوت پیدا کر دی ہے۔ تم کہو تو میں لیڈی مکلارنس سے کسی بہانے ٹکرا کر اس کا کریا کرم بھی کر دوں۔"

"اس خیال کو من سے نکال دو۔" کاکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر اسے شبہ بھی ہو گیا کہ تم اس کے بارے میں ایسا سوچ رہے ہو تو وہ تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔"

"کاکا۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔"

"نہیں۔ میں اس پاپی کے سائے سے بھی چوکنی رہتی ہوں۔ اسی لیے جب تمہارے پاس آتی ہوں یا تم سے باتیں کرتی ہوں تو اپنے اور تمہارے چاروں اور منڈل کھینچ دیتی ہوں جس کے اندر اس کی شکتی داخل نہیں ہو سکتی۔"

"کیا موہنی کی طرح تم مجھے کوئی ایسا موقع فراہم نہیں کر سکتیں کہ میں اس بڑھیا سے ٹکرا جاؤں۔"

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی میرے پران ناتھ۔" کاکا نے مستی بھری آواز میں جواب دیا۔ "تم میری چنتا مت کرو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"یہی خیال شنکر اور موہنی کا بھی تھا لیکن تم نے ان کے تمام جنتر منتر توڑ دیے تھے۔" میں نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "تمہاری خاطر میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"میں پھر تم سے بہت جلد ملوں گی۔" کاکا نے سپاٹ انداز میں جواب دیا پھر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔

میری نظریں ایک بار پھر صندلی انگوٹھی پر پڑیں جس کا سرخ رنگ اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

☆

اسی رات مجھے ایک بار پھر ندیم کے ساتھ کیسینو جانا پڑا۔ وہ بڑی شدت سے میرا منتظر تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے دیر سے گھر آنے کی وجہ ضرور دریافت کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ممکن تھا کہ لوگوں نے اسے پہلے ہی حالات سے باخبر کر دیا ہو اس کے تعلقات چونکہ اب بھی سیاسی اور کاروباری بنیادوں پر ماہ رخ اور سلیمان شاہ سے برقرار تھے اس لیے یقیناً اسے میرا وہاں جانا ناگوار نہیں گزرا ہوگا لیکن شاید اسے ان

اندرونی حالات کا علم نہ ہو سکا ہو جو مجھے پہلی دفعہ پیش آئے تھے۔

ندیم نے مجھے عارفہ اور حسیم کے بے حد اصرار پر بہ مشکل کھانے کی اجازت دی تھی میں نہا دھو کر لباس تبدیل کرنے کے موڈ میں تھا لیکن ندیم نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ خلاف توقع وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ کیسینو کی سمت جاتے وقت ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر مرکوز تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق دکھائی دے رہا تھا۔

"معاملہ کیا ہے؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"ہمیں آج فضلو کے ساتھی سے دو ٹوک بات کرنی ہے۔"

"تمہارا اشارہ غالباً رحیم بخش کی سمت ہے لیکن کیا تمہارے خیال میں وہ بھوشن کے خلاف زبان کھول دے گا۔"

"اگر اس نے تعاون سے انکار کیا تو اس کا انجام فضلو سے زیادہ بھیانک ہوگا۔"

"اس کا اندازہ تمہارے تیور ہی سے ہو رہا ہے لیکن ان خریدے ہوئے کارندوں کی موت سے بھوشن کی صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "خان جابر، بہرام اور ٹائیگر بھی اس کے خاص آدمی تھے لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ دوسروں نے سنبھال لی۔ رحیم بخش کے بعد بھی یہی کچھ ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ راجن کی موت سے ہمیں زیادہ نقصان ہوا ہے، وہ اگر زندہ رہتا تو میں اسے آسانی سے توڑ سکتا تھا۔" ندیم سنجیدگی سے بولا۔ "اس نے اپنی زندگی کی ابتدا لڑکیوں کی دلالی سے کی تھی اور ایسے آدمی روپے کی چمک دمک کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔"

"کیا اسے تمہارے آدمیوں نے نہیں مارا تھا؟"

"کچھ اہم افراد اب بھی میری لسٹ پر موجود ہیں۔" ندیم نے راجن کے سلسلے میں میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نہ ایک ہمارے کام آجائے۔"

"تم نے آج میرے دیر سے واپسی کا سبب نہیں پوچھا۔" میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"اس لیے کہ تم نے بھوشن کے سلسلے میں اب جو راستہ اختیار کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ماہ رخ اور سلیمان شاہ دونوں بڑے کام کے آدمی ہیں ایسے با اثر لوگوں سے ہمیشہ بنا کر رکھنی چاہیے۔"

"کیا میں کریم کے بارے میں تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ ایک قابل اعتماد

اور کارآمد آدمی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ۔"

"اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا وہ ماہ رخ اور سلیمان شاہ سے بھی واقف ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں بھی ابھی اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ قدرے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "دفتر سے آف ہونے کے بعد میں نے اس کو صرف سلیمان شاہ کی کوٹھی چلنے کو کہا تھا اور اس نے پتا پوچھے بغیر میرے حکم کی تعمیل کر دی تھی۔"

"اس میں ایسی تعجب کی کیا بات ہے، سلیمان شاہ بہرحال ایک معروف آدمی ہے، ہو سکتا ہے کہ کریم نے کہیں آتے جاتے اس کی کوٹھی دیکھی ہو اور اس کا پتا اس کے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔"

میں نے ندیم کو بغور دیکھا، وہ جو کچھ کہہ رہا تھا بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کے بعد کوئی سوال نہیں کیا۔ کیسینو پہنچ کر اس نے اپنے خاص آدمیوں سے بزنس کے متعلق کچھ سوال کیے پھر خفیہ راستے سے اس زمین دوز کمرے میں پہنچ گیا جہاں رحیم بخش اسی وقت بھی تین مسلح نقاب پوشوں کے درمیان گھرا بیٹھا تھا لیکن آج کی حالت بہت مختلف تھی۔ اس کے ہونٹ خاصے متورم نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر دونوں جانب متعدد نیلے نیلے دھبے موجود تھے۔ پیشانی کی جلد ایک دو جگہ سے پھٹی پھٹی نظر آ رہی تھی جس سے بہنے والا خون وہیں جم کر رہ گیا تھا۔ وہ ننگے فرش پر اپنے جسم کو سمیٹے بائیں کروٹ لیٹا ہلکے ہلکے کراہ رہا تھا۔ شاید اسے راہ راست پر لانے کی خاطر ندیم کے آدمیوں نے پہلے ہی سے اس کی اچھی خاصی خاطر تواضع کر رکھی تھی۔

قدموں کی آہٹ سن کر وہ خود ہی کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا اس کی حالت خاصی ابتر نظر آ رہی تھی جس کا احساس اس کی آنکھوں کے تاثرات سے جھلک رہا تھا۔

"اب تمہارا کیا جواب ہے؟" ندیم نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال ٹھیک ہو لیکن یہاں جو موت نصیب ہوگی وہ زیادہ تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوگی۔"

"میں۔۔۔ میں بھوشن کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ اس شہر کا سب سے زیادہ شریف بدمعاش ہے۔" رحیم بخش نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "فضلو براہ راست اسی کا آدمی تھا لیکن میں۔۔۔"

"میرے پاس وقت کم ہے رحیم بخش۔" ندیم نے اسے خاموش ہوتا دیکھ کر سفاک انداز میں پوچھا۔ "کیا تم پسند کرو گے کہ میں پھر تمہیں چوبیس گھنٹوں کے لیے اپنے آدمیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔"

"نن۔۔۔ نن۔۔۔ نہیں۔" وہ خوفزدہ انداز میں باری باری تینوں مسلح نقاب پوشوں کو دیکھتے ہوئے رحم طلب لہجے میں بولا۔ "اب میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب مرنا ہی مقدر میں لکھا ہو تو پھر تمہارے سے کیا فائدہ۔"

"گڈ۔۔۔ تم نے صحیح راستے پر چلنے کا درست فیصلہ کیا ہے۔"

کمرے میں ایک لمحے تک گہری خاموشی طاری رہی پھر رحیم بخش نے کہا۔

"میں بشیرا ماچھی کا آدمی ہوں، فضلو نے اسی کے ذریعے مجھے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مجبور کیا تھا، مجھ سے کہا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر مجھے ایک کوٹھی میں نقب لگانے کی خدمت انجام دینی ہوگی لیکن وہاں صورت حال ہی کچھ اور ہو گئی۔"

"تمہارے ساتھ کل کتنے آدمی تھے؟" ندیم نے سوال کیا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ میں فضلو کے ساتھ تھا لیکن میرا خیال ہے کہ وہاں فضلو کے تین چار ساتھی اور بھی تھے۔"

"بشیرا ماچھی کے کاروبار کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟"

"اس کی حیثیت مچھیروں کی بستی میں بلا کو خان سے کم نہیں ہے۔" رحیم بخش نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "اس سے پہلے وہاں راجن کی حکومت تھی بعد میں راجن کو بستی چھوڑنی پڑی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔۔۔ وہ پولیس اور کسٹم والوں کی نظروں میں آ گیا تھا اگر ان کے ہاتھوں پکڑا جاتا تو شاید اس وقت دس بارہ سال قید بامشقت کی سزا بھگت رہا ہوتا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اب بشیرا ماچھی نے اس کی جگہ سنبھال لی ہے۔ بستی کے سارے لوگ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں، کسی کو معاف کر دینا اس کے اصول کے خلاف ہے، کسی پر شبہ ہو جانا ہی بہت ہے، اس کے بعد بشیرا کے ساتھی اس مشتبہ شخص کو بڑی بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمندر میں مچھلیوں کے لیے چارے کے طور پر ڈال دیتے ہیں۔"

"اور کچھ۔"

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ پہلے راجن اور اب بشیرا ماچھی کسی بڑی پارٹی کے لیے نشہ آور چیزوں اور ہیرے

جواہرات کی اسمگلنگ کا دھندا کرتے ہیں' میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی پارٹی بھوشن ہی کی ہو۔"

"مچھیروں کی بستی میں تم کیا ڈیوٹی انجام دیتے تھے؟"

"زیادہ تر پولیس اور کسٹم پارٹی کے افراد پر نظر رکھنا میرے ذمہ ہے۔ ویسے ایک دو بار بشیرا ماچھی مجھے ناجائز مال کے ساتھ خلیج بھی بھیج چکا ہے۔" رحیم بخش نے کہا۔ "مجھے منزل پر پہنچنے کے بعد اپنی لانچ سے اتر کر ساحل پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی' کوئی مخصوص آدمی پہلے سے طے شدہ کسی خاص نشانی یا خاص جملے کا حوالہ دے کر اپنی شناخت کراتا تھا جس کے بعد مال اس کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔"

"اور مال کی رقم کون وصول کرتا ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ناجائز تجارت کا مال کس دن خلیج کی طرف روانہ کیا جاتا تھا؟"

"اس کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں تھا' ہمیں مال کی روانگی سے صرف دو گھنٹے پہلے اس کی اطلاع ملتی تھی اور ہم کھوجیوں کی طرح بستی کے چاروں طرف پھیل جاتے تھے لیکن ایک بات میں نے اکثر نوٹ کی ہے' اسمگلنگ کا مال ہفتے میں صرف ایک ہی دن باہر سرحد پار کیا جاتا تھا۔"

"کیا راجن کے بستی سے ہٹ جانے کے بعد بھی پولیس یا کسٹم کی کسی پارٹی نے بستی میں ریڈ کی تھی؟"

"نہیں۔"

"تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مال کس گھاٹ سے اور کس لانچ سے روانہ کیا جاتا ہے؟"

"نہیں۔ اس کی اطلاع روانگی سے پہلے لانچ کے ناخدا کو بھی نہیں ہوتی' جو کچھ ہوتا ہے اس کا علم صرف بشیرا ماچھی کو ہوتا ہے جو عین وقت پر کسی ناخدا اور لانچ کا انتخاب کرتا ہے۔"

"کیا تم اسمگلنگ کا مال پکڑوانے میں میری مدد کر سکتے ہو؟"

"وعدہ نہیں کرتا لیکن کوشش ضرور کروں گا۔" رحیم بخش کی نگاہوں میں امید کی ایک موہوم سی کرن نمودار ہوئی پھر وہ خوفزدہ انداز میں بولا۔ "لیکن شاید اب بشیرا ماچھی مجھے قابل اعتماد نہ سمجھے' وہ فضلو کی موت کے بعد سے میری طرف سے کھٹک گیا ہو گا۔"

"رسک لینے میں کیا حرج ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم اپنے بچ نکلنے کے بہت سارے بہانے بھی کر سکتے ہو' تمہارے جسم پر نظر آنے والی یہ چوٹیں اس بات کی گواہی دیں گی کہ فرار ہونے سے پہلے تم کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔" ندیم نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"بشیرا ماچھی ایک نمبر کا حرامی آدمی ہے' اپنے باپ کو بھی کسوٹی پر پرکھے بغیر اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ اگر اسے میری ذات پر شبہ ہو گیا تو شاید میرا انجام بھی وہی ہو جو دوسرے مشتبہ افراد کا ہوتا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیا ہم تمام زندگی تمہاری میزبانی کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔" اس نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "مجھے زندگی بچانے کی خاطر ایک چانس تو لینا ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم نے ایک عقلمندی کا فیصلہ کیا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تمہاری جیت یا ہار کا انحصار تمہاری اپنی عقلمندی یا حماقت پر منحصر ہو گا لیکن بہرحال میرے ایک دو آدمی تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔"

"بشیرا ماچھی کی اجازت کے بغیر اس بستی میں کوئی اجنبی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"یہ سوچنا میرا اپنا کام ہے۔ تم اپنی بات کرو۔"

"میں تیار ہوں لیکن آپ کو بروقت اطلاع دینے کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"پہلے تم اس بات پر اچھی طرح غور کر لو کہ غداری کرنے کی صورت میں تمہیں میری طرف سے کیا سزا مل سکتی ہے۔"

"بھیانک موت۔" رحیم بخش نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن مجھے صرف ایک بات کا خطرہ زیادہ ہے' وہ ولد الحرام مجھ سے یہ ضرور پوچھے گا کہ مجھے کس پارٹی نے اغوا کیا تھا۔"

"تم اس کا جواب نہایت آسانی سے دے سکتے ہو۔" ندیم نے کہا۔ "تم اور فضلو پانڈے کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ جہاں تمہارا ٹکراؤ پانڈے کے آدمیوں سے ہو گیا۔ تم اور فضلو پکڑے گئے۔ فضلو اپنی ضد پر اڑا رہا اس لیے مارا گیا لیکن تم کسی نہ کسی طرح فرار ہو گئے۔"

"یہی بہانہ مناسب رہے گا لیکن آپ کو بروقت کسی بات کی اطلاع دینے کا طریقہ کیا ہو گا۔"

"جب ایسا موقع پیش آئے تو تم اپنی دستی گھڑی منہ کے قریب لا کر مجھے پیغام دے سکتے ہو۔" ندیم نے جیب سے وہی دستی گھڑی نکال کر رحیم بخش کے حوالے کرتے ہوئے کہا جو میں پہلے دن اس کی کلائی پر دیکھ چکا تھا۔

"سمجھ گیا۔" رحیم بخش نے دستی گھڑی کلائی پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اب اس میں کوئی ہائی پاور کا ٹرانسمیٹر بھی خفیہ طور پر فٹ کر دیا گیا ہے۔"

"اس کے علاوہ ایک ننھی سی شے اور بھی ہے۔" ندیم

نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے سرد انداز میں جواب دیا۔ "تمہاری موت بھی اسی کے اندر بند ہے' میرے ایک اشارے پر یہ گھڑی تمہارے جسم کے ٹکڑے بھی فضا میں بکھیر سکتی ہے۔"

رحیم بخش نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بات اور ذہن نشین کر لو' اگر تم نے اس گھڑی کو ہاتھ سے اتارنے کی کوشش کی یا اور چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام بڑا ہولناک ثابت ہو گا۔"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے کہ اب دونوں طرف سے موت ہی میرا تعاقب کرے گی۔" رحیم بخش کے لہجے سے مایوسی ٹپک رہی تھی پھر اچانک کسی خیال کے تحت چونک کر بولا۔ "راجن کے بستی چھوڑ جانے کے بعد دوبارہ کسی پولیس یا کسٹم پارٹی نے ادھر کا رخ نہیں کیا' مخبری کے شک میں بشیرا ماچھی کئی بے گناہ لوگوں کو ختم کرا چکا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اگر ناجائز تجارت کا مال بھوشن ہی کا ہوتا ہے تو پھر اب کوئی اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے یہی سنا ہے کہ بھوشن کی پہنچ دور تک ہے' ایسی صورت میں اگر مخبری کی اطلاع ناکام ثابت ہوئی تو پھر بشیرا ماچھی کا عذاب میرے سوا کسی اور پر نازل نہیں ہو گا۔" رحیم بخش نے کہا۔ "میں نے کئی ساتھیوں کی زبانی سن رکھا ہے کہ بھوشن کو گرفتار کرنے کے سلسلے میں خاصا نقصان واقع ہوا ہے' وہ افسر بھی قتل کیا جا چکا ہے جس نے پہلی بار بستی پر ریڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایسی صورت میں۔"

"پولیس اور کسٹم کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم جس معاملے میں ہاتھ ڈالتے ہیں اسے کسی اور ایجنسی کے حوالے نہیں کرتے۔ خود شکار کرتے اور خود ہی پکا کر کھانے کے عادی ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" رحیم بخش نے اطمینان کا سانس لیا۔

"کچھ دیر بعد ہمارے آدمی تمہیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک ایسے مقام پر چھوڑ جائیں گے جہاں سے مچھیروں کی بستی تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی اور ہاں' ایک بات یاد رہے' تم بشیرا ماچھی کو صرف یہی تاثر دو گے' تمہیں اور فضلو کو پانڈے کے آدمیوں نے دبوچ لیا تھا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

جواب میں ندیم نے رحیم بخش کو بڑی سفاک نظروں سے گھورا پھر مجھے ساتھ لے کر اپنے آفس میں آ گیا جہاں بڑی بڑی داڑھی اور مونچھوں والا ایک خوش پوش جوان پہلے سے موجود تھا۔ تھری پیس سوٹ میں بظاہر وہ کسی اونچے طبقے کا [illegible] دکھائی دے رہا تھا۔ ندیم کو دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ندیم کے اشارے پر بیٹھا ہی رہا۔

"تم ٹھیک وقت پر آئے ہو۔" ندیم نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے نوجوان کو مخاطب کیا۔ "تمہیں باہر کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

جواب میں نوجوان نے نفی میں گردن کو جنبش دی تھی۔

"میں اب تمہیں ایک بہت ہی اہم اور خطرناک ذمہ داری سونپ رہا ہوں؟"

اس بار نوجوان نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی چھاتی پر ہاتھ مارا' جس کے مطلب یہی تھا کہ وہ ہر خطرناک مہم کو سر انجام دینے کی خاطر آمادہ ہے' میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ شاید وہ قوت گویائی سے محروم ہے جو اشاروں کی زبان میں بات کر رہا تھا۔

"تم کچھ دیر آرام کر لو۔ کل صبح ماسٹر جی سے مل لینا' وہ تمہیں اس مشن کے بارے میں مکمل تفصیل سے آگاہ کر دے گا جو میں تمہیں سونپ رہا ہوں۔"

نوجوان اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھا اور ندیم سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر نکل گیا لیکن جاتے جاتے اس نے مجھے کچھ عجیب گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

"کون تھا یہ شخص؟" میں نے اس کے جانے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟"

"میں۔" میں چونکا۔ "میں نے آج اسے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"پھر ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"تم اس وقت مجھے کیسینو کیوں لائے تھے؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ آئندہ میرا پروگرام کیا ہو گا۔" ندیم نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "اگر رحیم بخش والا تجربہ کامیاب ہو گیا تو تمہارے پانڈے جی کے لیے حالات زیادہ خطرناک ہو سکتے ہیں' بشیرا ماچھی اور بھوشن کے دوسرے اجرتی قاتل پہلی فرصت میں پانڈے کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی نکتہ ابھر رہا ہے۔"

"ایسی صورت میں مناسب ہو گا کہ پانڈے اپنی سندر دھرم پتنی کو ساتھ لے کر خاموشی سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے۔" ندیم نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اتنی رازداری سے کہ گھر کے کسی ملازم کو بھی اس کی بھنک نہ ملے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "ان دونوں کے چلے جانے کے بعد کیا گھریلو ملازموں کو اس کی خبر نہ ہو گی کہ

"کوٹھی خالی ہو گئی ہے؟"

"کوٹھی خالی نہیں ہوگی۔" ندیم نے سنسنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "صرف اصل کو نقل سے اس طرح تبدیل کردیا جائے گا کہ کسی کو شبہ نہ ہو اور اس کے لیے تمہیں پانڈے کو اعتماد میں لینا ہوگا' لیکن اسے یہ بھی باور کرا دینا کہ اگر اس نے کوئی حماقت کی تو پھر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ طریقہ یقیناً ہماری کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے لیکن کیا راجن اور بھوشن کے آدمی پانڈے کی کوٹھی کی نگرانی نہ کر رہے ہوں گے؟"

"یقیناً وہ بھی پوری طرح محتاط ہوں گے۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پانڈے ابھی تک پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا۔ ڈاکٹر اور ہسپتال کی گاڑی اس کی کوٹھی پر اکثر آتی جاتی رہتی ہے۔ ہمیں کسی ہسپتال کی ویگن ہی استعمال کرنی پڑے گی۔"

"منظور کی موت کے بعد وہ اور زیادہ محتاط ہو گئے ہوں گے۔" میں نے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ اب وہاں پر آنے جانے والے پر کڑی نگرانی کر رہے ہوں؟"

"ایسے ہی موقعوں پر سیاسی چال بے حد کارگر ثابت ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک طرف کوئی ہنگامہ کرا کے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرا دو اور دوسری طرف خاموشی سے اپنا کام کر جاؤ۔ یہ طریقہ ہماری عملی سیاست میں بھی بارہا کارآمد ثابت ہو چکا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا پانڈے تمہاری بات مان لے گا؟" ندیم نے آخری جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"حالات کے پیش نظر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ وہ میرے مشورے پر عمل کرنے سے انکار کر دے لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم لانگ روٹ اختیار کریں۔ فلمی کہانی کی طرح اس معاملے کو طول دینے کے بجائے شارٹ کٹ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا تم براہ راست بھوشن سے ٹکرانا چاہتے ہو؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بظاہر اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ٹکراؤ تو بہرحال ہونا ہے پھر کوئی لمبا راستہ کیوں اختیار کریں۔"

"تم بھوشن کی طاقت کا اندازہ پہلے بھی لگا چکے ہو؟"

"میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ اس کے ہاتھ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں لیکن کبھی کبھی ایک حقیر چیونٹی بھی ہاتھی کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔"

"ایک طریقہ ممکن ہے۔ ماہ رخ بھوشن کے خلاف تمہارے لیے بہت زیادہ کارآمد۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ماہ رخ اور سلیمان شاہ پر۔" میں نے تلملا کر جواب دیا۔

"پھر جو راستہ تم مناسب سمجھو وہ اختیار کرو۔ میں تمہیں روکوں گا نہیں۔" ندیم نے سپاٹ آواز میں کہا۔

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے ریسیور اٹھا لیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت گہری سنجیدگی طاری ہو گئی تھی' دوسری جانب سے کوئی اہم اطلاع مل رہی تھی لیکن ندیم صرف ہوں' ہاں' ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ریٹرن کال کرتا ہوں کے الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ غالباً وہ اس اہم اطلاع سے مجھے باخبر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں خاموشی سے اٹھا اور قدم اٹھاتا اس کے دفتر سے باہر نکل گیا۔

دوسرے روز میں دفتر سے اٹھ کر پانڈے کی طرف جانے کے لیے نکلا تھا' میرے ذہن میں ندیم کی اسکیم گونج رہی تھی۔ رحیم بخش کو چھوڑا جا چکا تھا' بشیرا ماچس سے پہلی ملاقات کے بعد میں نے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ اوپر سے جتنا خطرناک تھا اندر سے اس سے بھی زیادہ حیوان نما درندہ تھا۔ رحیم بخش کی کہانی پر یقین آجانے کی صورت میں وہ سب سے پہلے راجن کی موت کو بھی پانڈے کی ذات سے منسوب کرے گا پھر وہ پہلی فرصت میں پانڈے کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی خاطر اپنی قوت استعمال کرے گا۔ ایسی صورت میں یہی بہتر تھا کہ پانڈے اور نرمل کو ہٹا کر ان کی جگہ ان کے ڈپلی کیٹس کو دے دی جائے مجھے قوی امید تھی کہ پانڈے مجھ سے کوٹھی خالی کر دینے اور چوروں کی طرح چھپ کر زندگی گزارنے کا سبب ضرور پوچھے گا۔

میں اپنے خیالات میں مستغرق تھا اور پانڈے کو اپنی بات منوانے کی خاطر مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ یکلخت میری نظر سامنے پڑی اور میں ایک لمحے کو گڑبڑا کر رہ گیا۔ گاڑی پانڈے کی رہائش گاہ کی سمت جانے کے بجائے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بظاہر کریم ہی موجود تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ کریم کے میک اپ میں کسی اور نے اس کی جگہ سنبھال لی ہو۔ فوری طور پر میرا ہاتھ کوٹ کے اندر رینگ گیا۔ میرا آٹومیٹک بدستور بغلی ہولسٹر میں موجود تھا۔ مجھے تعجب ہوا' اگر کریم کی جگہ کسی اور نے لے لی تھی تو پھر آٹومیٹک کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی؟ دو ہی صورتیں ممکن تھیں یا تو دشمنوں نے قبل از وقت مجھے چوکنا کرنے کی ضرورت محسوس کی تھی یا پھر ان کے دوسرے افراد کسی اور گاڑی میں میرا تعاقب کر رہے ہوں گے؟ میں نے آہستہ سے نگاہوں کا زاویہ

بدل کر پشت کی جانب دیکھا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا' سیاہ رنگ کی ایک فورڈ محدود فاصلے سے میرے تعاقب میں تھی ہماری دو گاڑیوں کے علاوہ دور دور تک کسی بڑی گاڑی کا وجود نظر نہیں آرہا تھا۔ مجھے ایک ثانیے کو ہنسی آگئی۔ ندیم نے پانڈے اور نرمل کے سلسلے میں دشمنوں کے خلاف جو اسکیم مرتب کی تھی وہی اب میرے ساتھ پیش آرہی تھی۔ میں کسی بھی خطرے سے نپٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چوہے کی طرح دشمنوں کے جال میں پھنس کر بے بسی کی موت مجھے منظور نہیں تھی' میں اگر چاہتا تو آٹومیٹک ہولسٹر سے نکال کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ڈپلی کیٹ کی کھوپڑی بھی اڑا سکتا تھا۔ اس کے بعد گاڑی کنٹرول کرنا بھی میرے لیے زیادہ دشوار نہ ہوتا' پولیس ٹریننگ کے دوران میں نے اس قسم کے خطرات سے دوچار ہونے اور خود کو محفوظ رکھنے کے بہت سارے گر سیکھ رکھے تھے۔

سیاہ رنگ کی فورڈ سے میری گاڑی کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ میری اپنی گاڑی کی رفتار بتانے والی سوئی بتدریج بڑھتی جارہی تھی' میں نے بوکھلانے کی ضرورت نہیں محسوس کی' جب تک آٹومیٹک میرے پاس موجود تھا میں اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔

"کریم۔" میں نے اچانک چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟"

"فی الحال ہم شہر سے باہر جانے والی روڈ پر ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ لہجہ سو فیصد کریم جیسا ہی تھا۔

"لیکن میں نے تمہیں۔"

"پانڈے جی کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔" کریم نے میرا جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن حالات کے پیش نظر میں نے یہ راستہ اختیار کر لیا۔"

"کیا مطلب۔"

"شہر کے اندر ہی مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ سیاہ رنگ کی فورڈ ہمارے تعاقب میں ہے۔ اسی خیال کی تصدیق کی خاطر میں نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا۔"

"تم شہر کے اندر بھی مجھے اس شک سے آگاہ کر سکتے تھے۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"آپ کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے' میں نے آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" کریم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ اس کی نظریں بار بار بیک ویو مرر کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

"لیکن اس ویرانے میں آکر تم نے کسی عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔" میں نے کریم کو بدستور مشتبہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "شہر کے اندر فورڈ کو ڈاج دینے کے زیادہ بہتر مواقع مل سکتے تھے۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی تھی صاحب لیکن تعاقب کرنے والے جیسے جونک کی طرح چمٹ کر رہ گئے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"اگر اجازت دیں تو میں اگلے موڑ پر دروازہ کھول کر نشیب کی سمت چھلانگ لگا دوں۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تیز رفتاری کی وجہ سے سیاہ فورڈ والے مجھے نہیں دیکھ سکیں گے اس طرح کم از کم ہم دونوں میں سے ایک کی جان بچ جائے گی۔"

"کون ہو تم؟" میں نے برق رفتاری سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کی نال ڈرائیونگ کرنے والے کی گردن پر جما دی۔

"آپ کا خادم ہوں صاحب۔ عبدالکریم لیکن لوگ مجھے صرف کریم کے نام سے جانتے ہیں۔"

"میرے دشمنوں نے تمہیں کتنے میں خریدا ہے؟" میں نے اس بار سفاک لہجے میں کہا۔ "سیدھی طرح جواب دو ورنہ میں تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ جتنی جلدی ممکن ہو اگلی سیٹ پر آجائیں۔" اس نے میری دھمکی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اگلا موڑ آنے میں بمشکل دس منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر یہ سنہری موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر حالات خطرناک صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر بڑی احتیاط اور پھرتی کے ساتھ اگلی نشست پر چلا گیا' آٹومیٹک پر میری گرفت بدستور مضبوط تھی لیکن ڈرائیونگ کرنے والا اس کی طرف سے بے پروا نظر آرہا تھا۔

"آپ احتیاط سے کام لیجیے گا صاحب۔" اس نے یکلخت گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔ "میں موڑ کاٹتے ہی چھلانگ لگا دوں گا اس کے بعد آپ کو کنٹرول سنبھالنا ہوگا۔"

میرے پاس وقت بہت کم تھا' اگر وہ کریم نہیں تھا تو پھر مجھے گاڑی میں تنہا چھوڑنے کی حماقت کیوں کر رہا تھا؟ کیا اس عیار دشمن نے گاڑی کے اندر کوئی پلاسٹک بم فٹ کر رکھا تھا جس کے بلاسٹ ہونے کا وقت قریب آرہا تھا؟ میرے ذہن میں متعدد سوالات گڈمڈ ہو رہے تھے پھر اس سے پیشتر کہ میں کسی آخری نتیجے پر پہنچتا اگلا موڑ قریب آگیا۔ کریم یا اس کا ڈپلی کیٹ دروازہ کھول چکا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں پھر موڑ کاٹتے ہی وہ کسی چھلاوے کی طرح نشیب کی جانب کود گیا' میں نے اسٹیئرنگ سنبھالنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

ایک ایک لمحہ میرے لیے بڑا اعصاب شکن ثابت ہو رہا تھا' میں موڑ سے گزر کر سیدھی سڑک پر کچھ ہی دور آیا تھا کہ سیاہ رنگ کی فورڈ بھی نظر آنے لگی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا

وہ میرے لیے ناقابل یقین ہی تھا۔ ایک خوفناک دھماکے کی آواز میرے کانوں میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کی فورڈ کے ٹکڑے ٹکڑے فضا میں دور دور تک بکھر گئے۔ میں نے غیر اختیاری طور پر بریک لگا کر اپنی گاڑی روک دی۔ میرے تنفس کی رفتار بے ترتیب ہو رہی تھی پھر اچانک مجھے کریم نظر آیا جو پوری رفتار سے میری جانب دوڑتا آ رہا تھا۔ وہ بھی شاید ایک اضطراری کیفیت ہی تھی جس کے تحت میں نے ڈرائیونگ سیٹ خالی کر دی لیکن آٹومیٹک بدستور میرے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

دس منٹ بعد ہم دوبارہ شہر کی طرف جا رہے تھے۔ فورڈ کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کے قریب ہی مجھے ایک دو ادھڑی ہوئی لاشیں بھی نظر آئی تھیں۔ کریم نے بڑی مہارت سے گاڑی کی رفتار کم کر کے اسے داہنی جانب کچے میں اتارا پھر دوبارہ سڑک پر آ کر فراٹے بھرنے لگا۔

"تم۔۔۔"

"میں کریم ہی ہوں صاحب۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "آپ کا خادم۔ اگر آپ نے مجھے ملازمت نہ دی ہوتی تو شاید اس وقت میں کسی فٹ پاتھ پر بیٹھا اللہ کے نام پر کچھ دیتا جا بابا۔۔۔ کی صدا لگا رہا ہوتا۔"

"فورڈ میں کل کتنے افراد تھے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ان کی تعداد کا شمار لگا سکتا۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ ندیم نے کچھ سوچ کر ہی تمہاری سفارش کی ہوگی۔" میں نے کریم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"سفارش کے بغیر آج کل ملازمت ملتی بھی کہاں ہے؟" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ گاڑی برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھ چکا ہوں۔ شاید ندیم کے کیسینو میں۔"

"ضرور دیکھا ہوگا، اس لیے کہ مجھے یہ ملازمت حاصل کرنے کی خاطر۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔" میں نے تیزی سے اس جملہ کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "کلاشنکوف ایکشن کسی غیر تربیت یافتہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

کریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اسے مزید کریدنا مناسب بھی نہیں سمجھا، شاید وہ بھی ابھی اپنی اصلیت بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیاہ فورڈ میں کون لوگ تھے؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ایک بات بہرحال طے ہے کہ اگر ہم نے انہیں تباہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی ہمیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا چھوڑتے۔"

"آئی ایم پراؤڈ آف یو۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"تھینک یو ویری مچ سر۔" اس کے جواب دینے کا انداز بھی اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ خاصا پڑھا لکھا تھا۔

ہمارے درمیان کافی دیر تک کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ گاڑی اب شہری حدود میں داخل ہو کر پانڈے کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔ میں ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے اپنے کسی خاص اور تربیت یافتہ آدمی کو میرے ساتھ لگا دیا تھا۔ اگر اس وقت وہ ساتھ نہ ہوتا تو پوزیشن کچھ اور بھی ہو سکتی تھی۔ اچانک میں نے چونک کر سہ منزلی اس کوٹھی کی جانب دیکھا جس کا رنگ بدستور گہرا سرخ نظر آ رہا تھا۔ شاید رنگ کی تبدیلی میرے لیے گردشوں کا پیش خیمہ تھی۔

میں نے پانڈے کی کوٹھی پہنچ کر اس سے ملاقات کی تو وہ خلاف توقع کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہا تھا۔ نرمل اس کے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ اس کے سر کو اپنی نازک نازک انگلیوں سے سہلا رہی تھی۔

"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "کیا طبیعت پھر خراب ہو رہی ہے؟"

"کیا بتاؤں۔" پانڈے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" وہ کچھ توقف سے بولا۔ "آج صبح ہی صبح اس دو ٹکے راکیش کا فون آیا تھا۔"

"بھوشن جوزف کا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا بکواس کر رہا تھا۔"

"وہ سمجھ رہا ہے کہ میرے آدمی اس کے شکاری کتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"پہلے راجن سنگھ کو کسی نے اسی کے اپارٹمنٹ میں اس کے کچھ اور ساتھیوں سمیت نرک میں جھونک دیا تھا۔ اب فضلو دام کے کسی آدمی کی لاش کوڑے دان پر پڑی پائی گئی ہے اور وہ سمجھ رہا ہے کہ ان وارداتوں کے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔ آپ ہی بتائیے اب میں اس حرامزادے کو کیا جواب دوں۔"

"اس نے ہم سے کہا ہے کہ مرنے والے لوگوں کے کفن کے لیے پچاس لاکھ کی رقم ایک ہفتے کے اندر اندر اس کے حوالے کر دی جائے ورنہ وہ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔" نرمل نے میری جانب رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ انیائے "ظلم" نہیں ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی اور۔

کوئی۔ پچاس لاکھ کوئی اتنی معمولی رقم بھی نہیں ہوتی کہ انسان حلوا سمجھ کر کسی کی جھولی میں ڈال دے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب آپ کو پولیس میں ایف آئی آر درج کرا دینی چاہیے تاکہ معاملہ ریکارڈ پر آ جائے۔"

"پولیس۔۔۔" پانڈے نے حقارت سے کہا۔ "ایف آئی آر کٹوانے کے بعد وہ بھی ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے اس لیے کہ وہ بھی بھوشن کے مقابلے میں میری نہیں سنیں گے۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا ہے۔" وہ بے بسی سے بولا۔ "میں اپنا کاروبار آپ کے نام کرنے کے بعد اس ملک ہی سے اپنا منہ کالا کر لوں، کہیں ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں میرے بارے میں کسی کو کوئی جانکاری نہ ہو۔"

"بعد میں آپ کاروبار کو فروخت کر کے رقم ہمیں بھجوا دیجئے گا۔" نرمل نے کہا۔ "اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"اور اگر میرے من میں لالچ آ جائے۔ میرا مطلب ہے کہ میں آپ کے کاروبار کو ہڑپ کر جاؤں تو؟"

"ایسا نہ کہیں شہباز صاحب۔" پانڈے نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "ہمیں آپ پر پورا پورا وشواس ہے۔ آپ کی سہائتا حاصل نہ ہوتی تو شاید وہ اب تک ہم دونوں کا کریا کرم کر چکا ہوتا۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"اگر آپ لوگوں کو مجھ پر وشواس ہے تو آپ کو میرا ایک مشورہ قبول کرنا ہوگا۔" میں نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"آپ حکم کریں۔" پانڈے سے پہلے نرمل نے کہا۔

"آپ دونوں اس مکان کو اتنی خاموشی سے خالی کر دیں کہ کسی کو اس کی بھنک بھی نہ مل سکے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پانڈے نے کہا۔ "گھر کے ملازموں کو تو بہرحال اس کی خبر ہو جائے گی کہ ہم نے کوٹھی خالی کر دی ہے۔"

"کوٹھی خالی نہیں ہوگی۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "آپ دونوں یہاں نہ ہونے کے بعد بھی موجود رہیں گے۔"

"میں۔۔۔ سمجھا نہیں۔۔۔" پانڈے نے حیرت سے پوچھا۔

پھر جب میں نے ندیم کے مشورے کے بموجب پانڈے اور نرمل کو اسکیم سے آگاہ کیا تو پانڈے کی نگاہوں میں امید کی کرن جگمگانے لگی۔ نرمل بھی مجھے تشکرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہم آپ کا یہ اپکار کبھی نہیں بھولیں گے۔" وہ دبی زبان سے بولی۔

"ایک اپکار آپ کو بھی کرنا ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس اسکیم کا علم کسی اور کو نہ ہو ورنہ سارا کھیل چوپٹ ہو جائے گا۔"

"آپ جس طرح کہیں گے اسی طرح ہوگا۔" پانڈے نے مجھے یقین دلایا۔ پھر میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکا۔ پانڈے کے گھر سے اٹھ کر میں سیدھا ندیم کے کیسینو گیا پھر اسے پانڈے سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل سنانے لگا۔

"گڈ۔" ندیم نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے پانڈے کو راضی کر کے میری بہت ساری مشکلات آسان کر دی ہیں۔"

"مشکلات۔۔۔"

"مشکلات یہ کہ اب پانڈے کی کوٹھی بھی ہمارے لیے ایک محفوظ قلعہ کا کام سرانجام دے گی۔"

پھر اسی وقت ایک خوبصورت خاتون کمرے میں داخل ہوئیں اور میں ان پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا ندیم کو "وش" کرنے کے بعد باہر آ گیا۔ میں نے ندیم سے اس سیاہ فورڈ کے بارے میں بھی کچھ دریافت نہیں کیا لیکن مجھے یقین تھا کہ کریم کے ذریعے حالات سے باخبر ضرور ہو چکا ہوگا۔

☆

سراج کی آمد میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی کہ وہ چھٹی لینے کے باوجود بھوشن کے پیچھے لگا ہوگا۔ ڈیوٹی پر ہونے کی صورت میں شاید وہ کھل کر ہاتھ پاؤں نہیں چلا سکتا تھا اسی لیے وہ دو ماہ کی رخصت حاصل کر کے منظر عام سے ہٹ گیا تھا، دور رہ کر وہ بھوشن کے خلاف زیادہ ٹھوس ثبوت حاصل کر سکتا تھا۔ بہرحال میں نے حسب معمول اس کا استقبال بڑے تپاک سے کیا۔

"آپ میرے آنے سے ڈسٹرب تو نہیں ہوئے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ اندرونی طور پر کچھ زیادہ الجھا ہوا تھا۔

"آپ کے آنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ فرمائیے کہ اس وقت آپ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔"

میں نے گھنٹی بجا کر چپراسی کو پانی لانے کا آرڈر دیا۔ اس دوران ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر چپراسی پانی کا گلاس رکھ کر واپس چلا گیا تو سراج نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایک بات دریافت کرنے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔" اس کی دوربین نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"یقیناً کوئی اہم بات ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "کیا میں امید رکھوں کہ

آپ مجھ سے تعاون کریں گے۔"

"بات کیا ہے۔" میں نے سراج کے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کی۔

"ایک بات آپ نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں آپ کے ساتھ مل کر بھوشن کے خلاف کوئی موثر اقدام کروں۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "دراصل بھوشن کے مقابلے میں آپ کو جو سبکی اٹھانی پڑی ہے وہ ایک پولیس آفیسر کے شان کے خلاف تھی اور اس وردی کی بے حرمتی تھی جسے پہن کر ہم قانون کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' جان ہتھیلی پر رکھ کر جرائم کے خاتمے کی خاطر موت سے کھیلتے ہیں لیکن اگر کسی کی فرض شناسی کو وہ انعام ملے جو آپ کو ملا ہے تو پھر فرض شناسی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھوشن کی وجہ سے ہوا جو ایک بزنس مین ہونے کے باوجود اپنے وسیع تعلقات کی وجہ سے سیاسی میدان میں اچھا خاصا اثر و رسوخ رکھتا ہے' ایسے حالات میں میرا خیال تھا کہ اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"کیا آپ ذاتی طور پر بھوشن کے خلاف نہیں ہیں؟" سراج نے بھرپور انداز میں مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"یہ میرا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "ہمارے شعبے میں بھی بزنس ریٹیولری اسی طرح ایک اہم رول پلے کرتی ہے جس طرح سیاست کے میدان میں ایک فریق دوسرے فریق کی کردار کشی کر کے معصوم اور بھولے بھالے لوگوں کے دلوں پر اپنی بڑائی کا سکہ جمانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کرتا لیکن بھوشن کا معاملہ کچھ دوسری نوعیت کا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سراج کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میں آپ کے والد کے مداحوں میں سے ہوں' ان کے بہت سارے احسانات بھی ہیں مجھ پر' اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کھل کر ایک دوسرے سے بات کریں۔ دوستوں کی طرح۔"

"میں اب بھی آپ کی بات کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔"

"میں راجن کے سلسلے میں کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی اچھی خاصی تفصیل آپ کو پولیس ریکارڈ سے بھی مل سکتی ہے اس لیے کہ وہ کوئی اچھی شہرت نہیں رکھتا تھا۔"

"آپ کیا جانتے ہیں راجن کے بارے میں؟"

"صرف اتنا کہ وہ ایک بدنام شخص تھا جس کا پورا ماضی گناہ آلود ماحول اور جرائم پیشہ افراد کے ساتھ گزرا تھا۔"

"آپ کو راجن کے سلسلے میں یہ تمام معلومات کہاں سے حاصل ہوئی ہیں؟" سراج کا لہجہ سخت تیز ہوگیا۔ "کیا راجن کے ماضی کے بارے میں چھان بین کرنا بھی آپ کے بزنس سے کوئی تعلق رکھتا ہے؟"

"چھان بین کرنا قانونی اصطلاح میں اس عمل کو کہا جاتا ہے جو بطور خاص کسی فرد' افراد یا تنظیم کے خلاف باقاعدہ ضابطے کی کارروائی کے طور پر عمل میں آتا ہے۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جبکہ کسی جرائم پیشہ فرد کے بارے میں میڈیا کے ذریعے عام افراد کو بھی معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

"درست فرمایا آپ نے لیکن آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ راجن اب اس دنیا میں نہیں ہے؟" سراج نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ راجن کی موت یا اس کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع ابھی تک میڈیا کے ذریعے عام نہیں ہوئی ہے۔"

سراج کی گرفت خاصی مضبوط اور بھرپور تھی۔ [illegible] میں جو کچھ کہہ گیا تھا وہ میرے خلاف بطور ثبوت بھی استعمال کیا جاسکتا تھا لیکن میں اتنا اناڑی بھی نہیں تھا کہ اپنی ہار تسلیم کرلیتا چنانچہ میں نے مسکرا کر بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر سراج کہ بھوشن میرے خلاف دشمنی پر آمادہ ہے' وہ اپنے ہر نقصان کو میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے' راجن کی موت کی اطلاع بھی مجھے اسی نے دی تھی' شاید وہ بھی بھوشن کے اجرتی بدمعاشوں میں سے ایک تھا' راجن کے موت کی ذمہ داری بھی بھوشن نے میرے ہی اوپر عائد کی ہے۔"

"کیا بھوشن نے فون کرکے آپ کو راجن کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا؟"

"ظاہر ہے۔" میں مسکرایا۔ "ورنہ میں ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا جہاں الہام کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔"

"کیا آپ کے علم میں ہے کہ راجن پہلے مچھیروں کی بستی میں رہا کرتا تھا پھر کسٹم کی ایک ناکام ریڈ کے بعد وہ پوش علاقے کے ایک اپارٹمنٹ میں منتقل ہوگیا تھا۔"

"جی نہیں۔ بھوشن نے مجھے اس کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرانے کی خاطر فون پر بکواس کی تھی۔ راجن کہاں رہتا تھا مجھے اس کے بارے میں کسی تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔"

"اس کے باوجود آپ کو علم تھا کہ راجن شہر کے پوش علاقے کے اپارٹمنٹ میں مقیم تھا۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں۔" میں نے قدرے ناخوشگوار انداز میں پوچھا۔

"اس لیے مسٹر شہباز کہ جس رات راجن اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا گیا تھا اس رات بارہ بجے کے قریب آپ بھی اسی عمارت میں داخل ہوتے دیکھے گئے تھے جس میں راجن کا اپارٹمنٹ واقع ہے۔"

"کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس اس بات کا؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے اس بار نرم اور سلجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں چونکہ چھٹی پر ہوں اس لیے راجن اور اس کے ساتھیوں کے قتل کی واردات سے میرا بظاہر کوئی تعلق نہیں بنتا لیکن جس پولیس سب انسپکٹر نے آپ کو اس عمارت میں جاتے دیکھا تھا وہ میرے اعتماد کا ہے۔ اسے ہمارے اور آپ کے تعلقات کا علم ہے اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہوگا۔"

"امکانی پہلوؤں اور ٹھوس شواہد میں بڑا واضح فرق ہوتا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "محض ایک سب انسپکٹر کی گواہی میرے لیے پھانسی کا پھندہ نہیں بن سکتی اور ایسی صورت میں جبکہ اس نے مجھے جاتے وقت پر نہ تو روکنے کی کوشش کی نہ ہی حراست میں لیا' اس کے علاوہ اس عمارت میں جس کا ذکر آپ کے قابل اعتماد سب انسپکٹر نے کیا ہے اس میں راجن کے اپارٹمنٹ کے علاوہ کچھ اور اپارٹمنٹس بھی موجود ہوں گے۔"

"آپ شاید جذباتی ہو رہے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے ترشی سے جواب دیا۔ "تین سو دو کے جرم کا اقرار تو وہ لوگ بھی نہیں کرتے جو حقیقتاً اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"راجن کے علاوہ غضنفو نامی ایک خطرناک مجرم کی لاش بھی پولیس کو کوڑے دان کے ڈھیر سے ملی ہے۔"

"شاید اس کی موت کا ذمہ دار بھی میں ہی ہو سکتا ہوں۔"

"غضنفو کے سلسلے میں ایک بات میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھوشن کے لیے کام کر رہا تھا۔" سراج نے میرے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"میری اطلاع کے مطابق بشیرا ماچھی نامی شخص بھی بھوشن کے لیے ناجائز تجارت کا کام انجام دے رہا ہے۔"

"بالکل سو فیصد۔" سراج کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "غضنفو مسافر کے روشنی میں آجانے کے بعد ہی اب بھوشن نے یہ راستہ اختیار کیا ہے' پہلے راجن اس کاروبار کی نگرانی کرتا تھا لیکن اس کے ہستی سے ہٹ جانے کے بعد اب وہاں بشیرا ماچھی کا حکم چلتا ہے لیکن دو منٹ۔" سراج نے اچانک چونکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو بشیرا ماچھی کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے ہوئی ہیں۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ بھوشن جوزف آپ کی طرح میرا دشمن بھی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپ کی طرح میں نے بھی اپنے کچھ ٹوڈی اس کے پیچھے لگا رکھے ہوں گے۔"

"مجھے راجن کے قتل سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔" سراج نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر قانون کا احترام لازم نہ ہوتا تو میں پولیس کے فرضی مقابلوں کی آڑ لے کر ایسے تمام جرائم پیشہ افراد کو ختم کرا دیتا جو ہمارے معاشرے کے اندر ناسور بن کر پھیلتے جارہے ہیں۔ غضنفو کی موت پر بھی مجھے خوشی ہوئی ہے لیکن۔"

"قانون کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ اگر ڈیوٹی پر ہوتے تو اس کے قاتلوں کو بھی پھانسی کے پھندے تک لے جانے کی خاطر زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش ضرور کرتے۔"

"ہمارا کام صرف مجرموں کو روشنی میں لانا ہے۔ انھیں گرفتار کرکے ان پر فرد جرم لگانی ہے۔ فیصلہ تو بہرحال عدالت کرتی ہے۔"

"بہرحال۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اب میرے لیے کیا حکم ہے آپ کا۔"

"میں آپ کا دشمن نہیں۔ دوست ہوں مسٹر شہباز اس لیے آپ کو محتاط رہ کر کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت یہاں آنے کا مقصد صرف آپ کو یہی پرخلوص مشورہ دینا تھا۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اب تک آپ نے کیا ثبوت اکٹھا کیے ہیں۔" میں نے نرم آواز میں پوچھا۔

"اس کا جواب میں وقت آنے پر ہی دے سکوں گا۔"

"اٹس یور وش۔" میں نے شانے اچکا کر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

سراج نے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا پھر محبت اور اپنائیت کے جذبے کا خاموش مظاہرہ کرنے کی خاطر میرے شانے کو آہستہ سے تھپتھپایا' اس کے بعد بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"اگر آپ کو کسی وقت میری ضرورت پیش آئے تو تکلف سے کام نہ لیجیے گا۔"

"تھینکس۔" میں نے مختصراً کہا۔

سراج کے جانے کے بعد میں کچھ دیر تک اس کی باتوں پر غور کرتا رہا' اس نے اپنے کسی ماتحت کے حوالے سے راجن کے سلسلے میں میری پوزیشن کو بے نقاب کرنے میں کسی غلطی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شاید میں نے بھی راجن کے اپارٹمنٹ میں

اپنی اصلی صورت میں جانے کی حماقت ہی کی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ سراج اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھے گا۔ وہ ایک محنتی، فرض شناس اور دیانت دار افسر تھا لیکن چھٹی پر ہونے کی وجہ سے وہ اپنی معلومات کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھ سکتا تھا۔ جاتے جاتے اس نے جس دوستانہ انداز کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس بات کی ضمانت تھی کہ کم از کم بھوشن کے سلسلے میں اس کا ہر ایکشن عام ایکشن سے مختلف ہو گا اس لیے کہ ٹھوس ثبوت ہونے کے باوجود وہ دو بار سراج کے ہاتھوں سے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر صاف بچ نکلا تھا۔ اسی کی وجہ سے سراج نے تحریری معافی مانگنے پر دو ماہ کی چھٹی پر جانے کو ترجیح دی تھی لیکن چھٹی پر ہونے کے باوجود اس کے قابل اعتماد ماتحت بھوشن کے خلاف ثبوت جمع کرنے کی مہم پر کام کر رہے تھے۔

میں ابھی ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ آپریٹر نے اطلاع دی تھی کہ میرے لیے کوئی غیر ملکی کال ہے۔ کچھ دیر بعد دوسری جانب سے لیڈی مکارنس کی مانوس آواز ابھری۔

"میرے عزیز۔ تمہارے قدم اب بہکنے لگے ہیں۔"

"کوئی خاص ریفرنس۔"

"ہاں۔ تم نے راجن سنگھ کے اپارٹمنٹ میں اپنی اصلی صورت میں جانے کی حماقت کی تھی۔" لیڈی مکارنس نے کہا۔ "سراج کی طرف سے اپنا دل صاف ہی رکھو، وہ بہت ساری باتوں سے واقف ہونے کے باوجود تمہارے خلاف نہیں جائے گا۔ اس بات کے بھی امکان ہیں کہ وہ کسی وقت جذبات کی رو میں بہک کر بھوشن کے خلاف کوئی غیر قانونی اقدام کر گزرے۔"

"راجن کے سلسلے میں سراج کے کسی آدمی نے۔"

"اس کی پروا مت کرو۔" لیڈی مکارنس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ تمہارے خلاف اپنی زبان نہیں کھولے گا، یہ میرا ذمہ ہے، لیکن اب تمہیں اپنی کالکا رانی سے محتاط رہنا ہو گا اس لیے کہ میری ریڈنگ کے مطابق وہ بھوشن اور تمہارے سلسلے میں دوغلی پالیسی سے کام لے گی۔"

"میں بھوشن سے براہ راست ٹکرانے کا خواہش مند ہوں۔ اس سلسلے میں آپ کا مشورہ کیا ہو گا۔"

"میں اور میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں لیکن ایک بات کا خیال رکھنا، تم بھوشن پر فی الحال کسی قاتلانہ حملے کرنے سے گریز ہی کرو گے، ابھی اس کے ستارے اس کا ساتھ دے رہے ہیں، اس کے علاوہ شاید کوئی نادیدہ قوت تم سے ناراض ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا جس کا رنگ بدستور سرخ تھا۔

"میں یقین سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ یہ تسلیم کرتی ہوں کہ ابھی تک میں اس پراسرار قوت کا راز نہیں جان سکی لیکن میرا علم کہتا ہے کہ تمہاری کسی غلطی نے اس عظیم قوت کو ناراض کر دیا ہے، اس لیے بھی فی الحال میں تمہیں کوئی انتہائی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔ اگر تم نے جذبات سے کام لیا تو نقصان میں رہو گے۔"

"کیا کالکا میرے مقابلے میں بھوشن کا ساتھ دے گی؟" میں نے دریافت کیا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تو کالکا کی کالی قوتیں بھی تمہارے خلاف کارگر ثابت نہیں ہوں گی۔" لیڈی مکارنس نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ میرے بارے میں وہ تم سے کیا لاف و گزاف کر چکی ہے۔"

"آپ ابھی کسی پراسرار قوت کی مجھ سے ناراضگی کا ذکر کر رہی تھیں۔"

"تم میرے لیے روز بروز پراسرار بنتے جا رہے ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "یا تو تم جان بوجھ کر انجان بن رہے ہو یا واقعی معصوم ہو، بہرحال میں نے ادھر کئی بار تمہارے دل کی بات جاننے کی کوشش کی تھی، پہلے مجھے کوئی کامیابی نہیں ہوئی لیکن اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہیں دور سے آواز آ رہی ہے لیکن میں اس کو واضح طور پر سن نہیں پاتی۔ کسی دن آوازیں صاف طور پر میری قوت سماعت سے ٹکرائیں گی، اس دن میں اس قوت کا راز بھی پا لوں گی جو اب تک تمہاری حفاظت کرتی رہی ہے، جس نے لیڈی مکارنس کو بھی تمہاری شخصیت میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہی نادیدہ قوت کالکا کو تمہارے اندر دلچسپی لینے پر اکسا رہی ہے۔"

"کیا آپ اس قوت کی کوئی نشاندہی کر سکتی ہیں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی ان آوازوں میں ویسی ہی گھر گھراہٹ موجود ہے جیسی کبھی فون میں پیدا ہو جاتی ہے، جس کے سبب گفتگو کرنے والے ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ سکتے۔ یقین سے کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں لیکن میرا علم کہتا ہے کہ وہ کوئی تحفہ ہے جو تمہیں کسی نے دیا ہے اور تم اس کی تاثیر سے واقف نہیں ہو اور اگر ہو تو دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔"

"اسی قسم کی باتیں کالکا نے بھی مجھ سے کی ہیں لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ آخر وہ کیا شے ہے جو غیبی طور پر میری حفاظت کر رہی ہے۔"

"میرے بچے میں نے ہر دور، ہر تہذیب، ہر معاشرے اور ہر مذہب کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے، میں انسانیت کی علمبردار ہوں اس لیے مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے بہترین مذہب ہے، یہ اور بات ہے کہ اس کے ماننے والے بدترین ذہنوں کے مالک ہیں جو اپنے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔" لیڈی مکارنس نے اسلام کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے پیغمبروں اور بزرگوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور اس مقدس کتاب کا مطالعہ بھی کیا ہے جو انسان کی زندگی سے لے کر اس کی موت تک کا احاطہ کرتی ہے، مکمل ضابطہ حیات ہے، اس میں کائنات کے وہ تمام اسرار و رموز موجود ہیں جسے سمجھنے کے بعد انسان اپنی زندگی کی معراج حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے تمہارے عالموں، بزرگوں کے قصے بھی پڑھے ہیں اور پیغمبروں کے معجزے اور کرشموں کا احوال سمجھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے اوپر کسی نیک بزرگ کا سایہ ہے جس نے تمہیں کچھ قوتیں بھی ودیعت کر رکھی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم نے اسی بزرگ کی تاکید کے پیش نظر ابھی تک اس راز کو سینے کی گہرائیوں میں دفن کر رکھا ہو جس کی تلاش کالکا کو بھی ہے اور مجھے بھی۔"

"میرے لیے اور کوئی پیش گوئی۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"اپنی آنکھیں کھلی رکھو، میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہر آڑے وقت میں تمہارے کام آتی رہوں گی۔ ویسے مجھے یہ معلوم ہے کہ تمہارا دوست بھی بے حد ذہین اور مخفی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ تمہارا سچا رفیق ہے۔"

"کیا بھوشن کے علاوہ میں دوسرے جرائم پیشہ افراد پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔" میں نے کسی فوری خیال کے تحت دریافت کیا۔

"ٹھہر او مت، تمہیں تمہاری باتوں کا جواب بہت جلد مل جائے گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا، اب تم کالکا سے میرے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرو گے۔" لیڈی مکارنس نے سنجیدگی سے کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے گفتگو کے دوران مجھے اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ اب اس کے اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو کالکا کی قوت سماعت سے دور رہے گی۔

حالات نے ایک بار پھر مجھے لیڈی مکارنس اور کالکا کی پراسرار قوتوں کے درمیان الجھا دیا، وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی طاقت کو اپنے مقابلے میں کم تر ظاہر کر رہی تھیں، ویسے ایک بات دونوں نے ہی کہی تھی کہ ابھی بھوشن کے قسمت کے ستارے اس کے حق میں ہیں اس لیے میں اس کا قصہ پاک کرنے کی کوشش نہ کروں۔

دو روز تک ندیم سے میری کوئی تفصیلی گفتگو نہیں ہو سکی، صرف اتنا ضرور معلوم ہوا تھا کہ پانڈے اور نرل کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا کر خفیہ طور پر ان کی جگہ ندیم نے اپنے مخصوص کارندوں کو دے دی تھی، اس کے علاوہ پانڈے کی رہائش گاہ کی حفاظت کرنے کی خاطر سادہ لباس والوں کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا تھا۔ تیسرے روز میں دفتر سے اٹھ کر سیدھا کیسینو چلا گیا۔ بھوشن سے دو دو ہاتھ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ میں باقی معاملات کی تفصیل سے آگاہ ہو سکوں، جلد بازی میں اٹھایا جانے والا کوئی قدم میرے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا تھا، مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ ان دنوں میں بظاہر بھوشن کی جانب سے بھی کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی ویسے یہ ممکن تھا کہ اس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی ہو اور اندر ہی اندر کوئی خطرناک پلان مرتب کر رہا ہو۔

ندیم مجھے اپنے آفس میں ہی ملا، اس وقت بھی وہ اسی خوبصورت خاتون سے محو گفتگو تھا جسے میں پچھلی بار دیکھ چکا تھا، حسب سابق خاتون نے میری طرف غور سے دیکھا پھر ندیم سے بولیں۔

"کیا ہم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہیں۔"

"او یس۔" ندیم نے مسکرا کر میرا تعارف کرایا۔ "یہ میرے دوست اور عزیز مسٹر شہباز خاں ہیں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" خاتون نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر ندیم اکثر آپ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے محض مسکرانے پر اکتفا کی، اس کی بات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ندیم سے اکثر و بیشتر ملتی رہتی ہے، کیسینو میں اس کا دیکھا جانا اس بات کی بھی دلالت کرتا تھا کہ وہ کوئی بہت اچھے کردار کی مالک نہیں ہو گی، میں ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا، ندیم نے خاتون سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جو ڈیوٹی میں تمہیں سونپ رہا ہوں وہ زیادہ دشوار ہے، تمہاری ایک معمولی سی غلطی بھی ہمارے لیے کسی بڑے نقصان کا خمیازہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"ڈونٹ وری۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "تم نے مجھے تفصیل بتا دی ہے اب باقی کام میرا ہے۔ رہا نقصان کا سوال تو یہ میری اپنی ذمہ داری ہو گی لیکن ایک شرط پر۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس نے میری جانب کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔

"وہ کیا۔"

"جب تک ہمارا مشن پورا نہ ہو جائے تم میرے بارے میں کسی اور سے کوئی بات نہیں کرو گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وش یو گڈ لک۔"

جواب میں وہ مسکرائی ہوئی اٹھی اور ایک بھرپور نگاہ مجھ پر

ڈالتی ہوئی آفس سے باہر چلی گئی۔

"محترمہ کی تعریف۔" میں نے اس کے جانے کے بعد ندیم سے دریافت کیا۔

"یہ ایک کار آمد شے ہے۔"

"ماہ رخ سے بھی زیادہ؟" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"نہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس کا وہ ٹائپ نہیں ہے، جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"ویسے تم سے خاصی بے تکلف نظر آ رہی تھیں۔"

"ڈونٹ ایوری۔ نیلم کے ساتھ شادی سے پہلے کی بات اور تھی لیکن اس کے بعد سے میں نے خود کو پوری طرح کنٹرول کر رکھا ہے۔"

"بھوشن نے پانڈے سے ایک ہفتے کے اندر اندر پچاس لاکھ کا مطالبہ کر رکھا ہے۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ابھی اس میعاد کو پورا ہونے میں تین چار دن باقی ہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا تم یہ رقم اپنے دوغلے پانڈے کو دے دو گے؟"

"قبل از وقت یقین سے کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔" ندیم نے کہا پھر جلدی سے بات کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔ "تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے میرے پاس۔ شیرا ماچھی نے رحیم بخش کی کہانی پر یقین کر لیا ہے اور اب وہ پانڈے کا کریا کرم کرنے کے سلسلے میں پوری طرح آمادہ ہے۔"

"کیا بھوشن کے بارے میں بھی کوئی اطلاع ملی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس کے مال کی نئی کھیپ کب جانے والی ہے۔"

"ابھی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ رحیم بخش تمہارے ساتھ ڈبل گیم پلے کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ شیرا ماچھی کے ساتھ مل کر ہمارے لیے کوئی خوبصورت جال بن رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو اس کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "مچھیروں کی بستی میں میرے دو چار آدمی بھی ہیں، جو رحیم بخش کے سائے کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں اور مجھے پل پل کی خبر دیتے رہتے ہیں۔"

"پانڈے کے سلسلے میں کوئی نئی اطلاع۔" میں نے پوچھا۔ "کیا تبدیلی لانے کے بعد بھی بھوشن یا کسی اور نے اس کو فون پر کوئی دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔"

"نہیں۔ ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔"

"کریم کے سلسلے میں تم کیا کہو گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا وہ تمہارا کوئی ٹرینڈ آدمی نہیں ہے۔"

"میں نے اگر اس کے لیے تم سے سفارش کی تھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوگی۔ ویسے مجھے اس حادثے کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے، جو تمہیں پیش آیا تھا۔" ندیم نے کہا۔ "جانتے ہو وہ لوگ کون تھے، جو تمہاری گاڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔"

"کون تھے۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"وہ راجن کے اپنے گروہ کے لوگ تھے، جو تم سے راجن کی موت کا انتقام لینے کے خواہش مند تھے۔"

"لیکن انہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ راجن کو پیش آنے والے حادثے میں میرا ہاتھ تھا۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"بالکل اسی طرح جس طرح تمہارے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج کو علم ہوا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اگر پولیس کے آدمی راجن کی خفیہ طور پر نگرانی کرنے پر مامور تھے تو کیا راجن نے اپنے آدمیوں کو اپنی حفاظت پر مامور نہیں کیا ہوگا۔ بہرحال، یہ بات طے ہے کہ راجن کے گروہ کو اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ ان کے سردار کا قاتل کون ہے۔"

"کیا اس گروہ کے پیچھے بھی بھوشن کا ہاتھ ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میری اطلاع کے مطابق بھوشن ابھی تک اس معاملے سے الگ تھلگ ہی ہے۔"

"گویا اب ہمارے لیے ایک محاذ اور کھل گیا۔"

"ہاں اور اس کی ذمہ داری سو فیصد تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے۔" ندیم ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "میں نے تم کو مشورہ دیا تھا کہ کچھ دنوں تک آرام سے بیٹھ کر تماشا دیکھو۔ راجن کا معاملہ تو اسے راستے سے ہٹانے کے اور بھی بہت سارے طریقے ہو سکتے تھے۔"

"سوری۔" میں نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "میں اپنا قرض کسی اور کے کھاتے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"کیا مطلب۔ کیا کوئی خاص ارادے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے بات کو ٹالنے کی خاطر کہا۔ "میرا اگلا شکار اب ماہ رخ ہو گی۔"

"جو پہلے ہی تمہارے اوپر مر چکی ہے اب اسے اور کیا مارو گے۔"

میں زیادہ دیر کیسینو میں نہیں رکا۔ واپسی پر اچانک میرے ذہن میں ولیم پوکر کا خیال آ گیا۔ بہت دنوں سے اس کا کام درمیان میں لٹک گیا تھا چنانچہ میں نے کریم سے گاڑی کو ایک پبلک فون بوتھ کے قریب رکوایا پھر اتر کر بوتھ میں گیا اور بھوشن کے ڈائریکٹ نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد دوسری طرف سے خود بھوشن نے کال اٹینڈ کی تھی۔

"میں تمہارا دشمن بول رہا ہوں۔" میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری خاموشی کو بے معنی نہ سمجھنا۔ میں بہت جلد تمہیں چاروں اطراف سے گھیر کر اس طرح ماروں گا کہ تمہیں فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملے گا۔"

"یہ تمہاری احمقانہ باتیں ہیں۔" بھوشن نے سرد مگر نرم لہجے میں جواب دیا۔ "اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے کسی تر نوالے کی طرح ہضم کر جاؤ۔ رہا تمہاری ڈیمانڈ کا مسئلہ تو آج بھی میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر تمہارا جائز حصہ تمہیں دینے کو تیار ہوں۔"

"نہیں مسٹر بھوشن۔ تم مجھے اس طرح ٹریپ نہیں کر سکتے۔" میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں وہی طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا جو میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔"

"مجھے وہ طریقہ منظور نہیں ہے۔" بھوشن نے صاف گوئی سے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔" میرا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "میں بھی اپنے طریقہ کار پر عمل کرتا رہوں گا۔ تمہاری طاقت کو کمزور کرنے کی خاطر پہلے تمہارے ایک ایک آدمی کو کتے کی موت ماروں گا اس کے بعد تمہارا نمبر بھی بہت جلد آ جائے گا۔"

"جانتے ہو تم اس وقت کس سے مخاطب ہو۔" بھوشن کی آواز میں رعونت پیدا ہو گئی۔

"ایک تھرڈ ریٹ اسمگلر سے جو اپنے تعلقات کی بنا پر خود کو شریف ظاہر کر رہا ہے۔"

"تم اس وقت شاید نشے میں ہو ورنہ۔"

"شٹ اپ۔" میں نے جھلا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں اگر چاہوں تو فوج کے انتہائی حساس اداروں کے افسران سے بھی رابطہ کر کے تمہاری ساری قلعی کھول سکتا ہوں لیکن ایسا کروں گا نہیں۔ تم میرے شکار ہو۔ تمہیں میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچنا ہوگا۔"

"کیا جانتے ہو میرے بارے میں۔" اس نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"بہت کچھ۔" میں نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "مثلاً یہ کہ تم اب ہوا میں اڑنے کے بجائے پانی میں تیرنے لگے ہو۔ تم جن لوگوں پر انحصار کر رہے ہو وہ میرے ہاتھوں ایک ایک کر کے ختم ہو رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا اشارہ راجن، اس کے ساتھیوں اور فضلو کی طرف ہے۔ کیا یہ بھی میرے منہ سے سننا پسند کرو گے کہ اب تمہارا سب سے اہم مہرہ کون باقی رہ گیا ہے۔"

"مسٹر ولیم پوکر۔" اس بار بھوشن معنی خیز لہجے میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو پوز کر رہے ہو۔ کون ہو اس کی اصلیت بھی میرے علم میں بہت جلد آ جائے گی۔"

"کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔" میں نے سفاک انداز میں پوچھا۔ "کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میں تمہارے بارے میں معلومات ان محکموں کے سربراہوں تک پہنچا دوں جن پر تمہارے اثر و رسوخ کا کوئی حربہ کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔"

"حکومت۔ یو بلاڈی فول۔ میں جانتا ہوں کہ تم صرف ایک بلیک میلر ہو جو مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں نے اپنے طور پر مسٹر جوزف کے تمام رشتے داروں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں، ولیم پوکر نام کا ان کا کوئی عزیز نہیں تھا۔"

"بلف نہیں چلے گا یو ڈرٹی ڈاگ۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "جب میں پتے شو کروں گا تو عین ممکن ہے کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور بکواس کرنا چاہتے ہو؟" بھوشن نے بے پروائی سے پوچھا۔

"فی الحال جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کافی ہے۔ باقی کا اندازہ تمہیں اس وقت ہوگا جب میں اپنا ٹرمپ کارڈ استعمال کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر بوتھ سے باہر آ گیا۔

میں بھوشن کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنا چاہتا تھا لیکن شاید وہ ابھی تک اپنی امارت اور اثر و رسوخ کے بل پر اچھل رہا تھا، اس کی نگاہوں میں انسانوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ اپنے ناجائز کاروبار کو چلانے کی خاطر اجرتی قاتلوں اور بدمعاشوں کو ایندھن کی طرح جھونک رہا تھا، شاید اس کے نزدیک دولت سے زیادہ کسی اور شے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ اب وہ ولیم پوکر کی شخصیت کو کسی حد تک سمجھ چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب اسے بھی کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا، غلطی شاید ہماری ہی تھی اگر ندیم یا میں نے ولیم پوکر کی فرضی شخصیت کو تخلیق کرنے کے بعد کوئی فوری کارروائی کی ہوتی تو عین ممکن تھا کہ وہ گھٹنے ٹیکنے پر تیار ہو جاتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے دل و دماغ سے ولیم پوکر کی اہمیت کم ہوتی جا رہی تھی۔

میں اپنے خیال میں اس قدر گم تھا کہ مجھے کسی خطرے کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر میں نے کریم کو دیکھا جو اسٹیئرنگ پر سر ٹکائے بیٹھا تھا، میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن ٹھیک اسی وقت کسی نے پشت سے سرد لہجے میں کہا۔

"خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ورنہ تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔"

میں کوئی جواب دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر سر ٹکائے ہوئے شخص نے گردن اٹھا کر میری طرف

بڑی خونخوار نگاہ سے دیکھا۔ وہ بہرحال کریم نہیں تھا۔ اگلی نشستوں پر وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے برابر ایک اور شخص بھی موجود تھا۔

"جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو ورنہ تمہاری موت پر ہمیں کوئی صدمہ نہیں ہوگا۔" اس بار کسی اسلحے کی نال مجھے اپنے پہلو میں چبھتی محسوس ہوئی۔ میرے پاس وقتی طور پر خود کو ان بدمعاشوں کے سپرد کردینے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے خاموشی سے پچھلا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ کریم کا جسم مڑا تڑا سیٹوں کے درمیانی خلا میں پھنسا ہوا تھا۔ شاید اسے پہلے ہی قابو کرلیا گیا تھا۔ میں نے خاموشی سے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کرنا چاہا لیکن جو شخص میری پشت پر موجود تھا مجھے دھکا دے کر میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا پستول موجود تھا جس پر سائلنسر بھی فٹ تھا۔ اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص بھی یقینی مسلح ہی رہا ہوگا پھر گاڑی تیزی سے حرکت میں آگئی۔

اگلی اور پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد صورت وشکل سے بدمعاش ہی لگ رہے تھے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ وہ لوگ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک بات طے تھی کہ وہ میرے تعاقب ہی میں کیسینو تک پہنچے ہوں گے پھر جتنی دیر میں نے بھوشن سے فون پر گفتگو کی اتنی دیر میں انہیں کریم کو قابو کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی ہوگی اس کے بعد میں بھی ان کے نرغے میں پھنس گیا۔

گاڑی شہر کی پررونق سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی لیکن میں بے بس تھا۔ میرے برابر بیٹھے ہوئے شخص نے پستول کی نال بدستور میرے جسم پر جما رکھی تھی۔ میری ایک معمولی سی حماقت بھی مجھے موت کی آغوش میں پہنچا سکتی تھی اور کسی کو کانوں کان اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ کریم بدستور سیٹوں کے درمیان عجیب و غریب حالت میں پھنسا نظر آرہا تھا لیکن مجھے اغوا کرنے والوں نے شاید اسے بے ہوش کرنے پر ہی اکتفا کی تھی اگر گولی ماری ہوتی تو فرش پر کہیں نہ کہیں خون کا نشان ضرور موجود ہوتا۔

خاصی دیر تک ہمارے درمیان مکمل خاموشی رہی۔ میرے ذہن میں ایک دوبار خیال آیا کہ کاکا یا لیڈی بکلارنس کو آواز دوں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ ان دونوں نے دعویٰ کیا تھا کہ کسی بھی آڑے وقت میں میرا ساتھ ضرور دیں گی چنانچہ انہیں میرے آواز دینے سے پیشتر ہی میری مدد کو آنا چاہیے تھا۔ میں نے صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا۔ اس کا رنگ بدستور سرخ تھا۔

دس منٹ بعد گاڑی ایک پوش علاقے میں داخل ہوئی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم لوگ کون ہو؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔" اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے فرد نے جواب دیا۔ "اتنی جلدی بھی کیا ہے۔"

"مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"کیوں؟" میرے برابر بیٹھے ہوئے شخص نے سوالیہ لہجے میں کہا۔ "کیا تم ان راستوں سے واقف نہیں ہو؟"

میں نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مجھے کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ لوگ کون تھے۔ گاڑی جس پوش علاقے میں داخل ہوئی تھی اسی میں کچھ دور آگے جا کر وہ عمارت واقع تھی جس کے ایک اپارٹمنٹ میں راجن رہا کرتا تھا جو اب اس دنیا میں نہیں تھا لیکن میں ابھی تک اس حقیقت سے ناواقف تھا کہ اسے کس نے قتل کیا تھا وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اپارٹمنٹ کی روشنیاں گل کرنے کے بعد اندھا دھند فائرنگ شروع کی تھی جس کے نتیجے میں راجن اور اس کے ساتھی کام آگئے تھے۔

کریم نے مجھے بتایا تھا کہ تباہ ہونے والی سیاہ فورڈ میں راجن ہی کے گروہ کے آدمی میرے تعاقب میں تھے جو مجھ سے راجن کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے لیکن کریم نے ان کو ان کے منصوبوں کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے اڑا دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے اب تک ہوش میں آجانا چاہیے تھا۔" اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے شخص نے کریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

"فکر مت کرو اگر یہ ہوش میں نہیں آیا تو ہم اسے ڈنڈا ڈولی کرکے اپنے ساتھ ہی لے چلیں گے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے یہیں ٹھکانے لگا دیں۔ بلاوجہ رسک لینے سے کیا فائدہ۔"

"نہیں۔ تم ایسی کوئی حماقت نہیں کرو گے۔" پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے تیزی سے کہا۔ "ہم انہیں اتنی آسانی سے پارسل نہیں کریں گے اتنی اذیتیں دے کر جہنم رسید کریں گے کہ پھر کوئی ہماری جانب متوجہ ہونے کی جرات نہ کرسکے۔ تم اپنے ان ساتھیوں کو کیوں فراموش کر رہے ہو جن کے جسم کے ٹکڑے ہمیں سڑک پر دور دور تک بکھرے ملے تھے۔"

اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی وہ راجن ہی کے گروہ کے افراد تھے جو مجھ سے اور کریم سے اپنے ساتھیوں کی عبرتناک موت کا بھیانک انتقام لینے کے خواہش مند تھے پھر میرا شبہ اس وقت یقین میں بدل گیا جب گاڑی اسی عمارت میں داخل ہوئی جس میں راجن رہا کرتا تھا۔ میرے اعصاب میں تناؤ کی کیفیت پیدا ہونے لگی لیکن میں نے کوئی حرکت کرنے کی حماقت نہیں کی اس لیے کہ میرا آٹومیٹک وہ پہلے ہی اپنے قبضے

میں لے چکے تھے۔ یوں بھی تین مسلح افراد کی موجودگی میں میرے لیے یہی مناسب تھا کہ کسی مناسب وقت کا انتظار کروں۔ گاڑی پارکنگ لاٹ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ بڑے اطمینان سے نیچے اترے۔ دو آدمیوں نے کریم کو گھسیٹ کر باہر نکالا اور اسے پکڑ کر لفٹ کی طرف لے جانے لگے۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کو سنبھال سنبھال لے جا رہے ہوں۔ تیسرے نے مجھ سے مخاطب ہو کر سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ خاموشی سے اتر کر میرے آگے چلو اگر تم نے عقل مندی یا چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو ہمیں مجبوراً تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا پڑے گا۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" میں نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا جواب تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔ چپ چاپ آگے بڑھتے رہو۔"

عمارت کے ایک دو افراد لفٹ سے اتر کر باہر نکلے تھے لیکن کسی نے ہماری جانب توجہ نہیں دی البتہ انہوں نے کریم کو ہمدردی سے دیکھا تھا جس کے دونوں ہاتھ اپنی گردن میں ڈالے دونوں افراد لفٹ کی طرف جا رہے تھے۔ کریم شاید ابھی تک شدید بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھا وہ اپنے پاؤں سے نہیں چل پا رہا تھا۔ دونوں آدمی اسے تقریباً گھسیٹ رہے تھے۔ وہ اسے لے کر لفٹ میں داخل ہوگئے۔ ان کے پیچھے پیچھے میں لفٹ میں داخل ہوا پھر میرے عقب میں آنے والے نے اندر داخل ہو کر لفٹ چلا دی۔ کریم کی حالت کے پیش نظر میں نے فی الحال بچاؤ کا کوئی راستہ اختیار کرنے کے ارادے کو ترک کردیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کریم زندہ بھی ہے یا مر چکا ہے۔

دو منٹ بعد ہم جس اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے وہ راجن کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔ اندر صرف ایک مسلح شخص موجود تھا جس نے جھک کر آئی سے باہر دیکھنے کے بعد ہی دروازہ کھولا تھا۔ اندر سے دروازہ بند کرلینے کے بعد کریم کو فرش پر ڈال دیا گیا۔ میں بدستور کھڑا کریم کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سانس چل رہی تھی لیکن وہ ابھی تک بے ہوش ہی تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اپنا جواب مل گیا ہوگا۔" وہ شخص جو مجھے پیچھے سے کور کرکے اوپر لایا تھا سرد لہجے میں بولا۔ "غور سے دیکھ لو یہ راجن کا اپارٹمنٹ ہے اور وہی کمرہ ہے جہاں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اسے اندھیرا کرنے کے بعد گولیوں سے چھلنی کر ڈالا تھا۔"

"کیا تم میری ایک بات کا یقین کرو گے؟"

"[illegible]گے۔" وہ مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"راجن کو میں نے نہیں مارا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "میں اس کے رحم و کرم پر تھا جب کسی نے پورے اپارٹمنٹ کا مین سوئچ آف کردیا تھا اس کے بعد گولیوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ راجن اندھیرے ہی میں گولیوں کا شکار ہوا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" دوسرے نے حقارت سے کہا۔ "کیا وہ ہمارا ہی کوئی آدمی تھا جس نے تاریکی کرکے اپنے ساتھیوں اور سرغنہ کو بھون ڈالا تھا۔"

"اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔" میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"تم اس رات یہاں کیا کرنے آئے تھے۔" تیسرے شخص نے مجھے خونخوار انداز میں مخاطب کیا۔

"ظاہر ہے میں راجن سے ملنے کی خاطر آیا تھا۔"

"کیوں؟ کیا وجہ تھی تمہیں راجن کے ساتھ ملاقات کرنے کی۔"

"میں اسے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا تھا۔" میں نے فوری طور پر ایک خوب صورت بہانہ تراشتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اسے بتانا چاہتا تھا بشیرا ماچھی نے بالا ہی بالا پارٹی سے تمام معاملات طے کرلیے ہیں اور وہ راجن کو درمیان سے ہٹانا چاہتے تھے۔"

"پارٹی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مجھے اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن میرے مخبر نے مجھے یہی اطلاع دی تھی۔"

"تم بشیرا ماچھی کو کس طرح جانتے ہو؟" ایک نے تیزی سے سوال کیا۔

"اس کے ذریعہ چھوٹا موٹا کام میں بھی کرتا رہتا ہوں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "جو شخص ہمارے اور بشیرا ماچھی کے درمیان لائن کا ذریعہ تھا اس نے وہ اطلاع مجھے دی تھی۔"

"کیا تم بشیرا سے ذاتی طور پر بھی مل چکے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔ "میری اس سے براہ راست کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"جس مخبر نے تمہیں راجن کے بارے میں اطلاع دی تھی وہ کون تھا؟" سرد لہجے میں پوچھا گیا۔

"مخلص۔" میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑا۔

میرا جواب سن کر وہ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے شاید میرے جواب نے انہیں مخمصے میں ڈال دیا تھا وہ نگاہوں نگاہوں میں میری بات کی ایک دوسرے سے تصدیق کرتے رہے پھر جس نے دروازہ کھولا تھا وہ مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"مغفلو اب کہاں ہے؟"

"تم شاید اب میرا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "مغفلو کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش ایک کوڑے دان سے پولیس کو برآمد ہوئی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مغفلو کو بشیرا ماچھی کے آدمیوں نے قتل کیا ہوگا۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا اب بھی تم بشیرا ماچھی کے ذریعہ اپنے چھوٹے موٹے کاروبار کو جاری رکھو گے؟"

"ختم کرو۔" ایک شخص نے جو بظاہر ان چاروں کا گروپ لیڈر لگتا تھا سرد لہجے میں کہا۔ "ہمیں ان فضول باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ان دونوں کو یہاں صرف اس لیے لائے ہیں کہ اپنے ان ساتھیوں کا انتقام لے سکیں جنہیں گاڑی سمیت دھماکے سے اڑا دیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اور کریم کو اغوا کیا تھا ان کا تعلق راجن کے گروہ ہی سے تھا۔

"تم نے سیاہ رنگ کی فورڈ کو کیوں تباہ کیا تھا؟" دوسرے شخص نے سوال کیا۔

"وہ کسی اچھے ارادے سے ہمارا تعاقب نہیں کر رہی تھی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر ہم اسے تباہ نہ کرتے تو وہ ہمیں۔۔۔"

"تم اب بھی ہمارے عتاب سے نہیں بچ سکو گے۔" لیڈر نما شخص نے مجھے کرخت آواز میں مخاطب کیا۔ "ہم راجن اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی موت کا بھیانک انتقام لینے کی غرض سے تمہیں یہاں لائے ہیں۔"

"اگر یہ تم لوگوں کا آخری فیصلہ ہے تو پھر ہمیں یہاں تک لانے کی زحمت بھی کیوں گوارا کی۔ راستے ہی میں ہمیں گولی مار کر پھینک دیا ہوتا۔"

"نہیں۔ ہم تمہیں اتنی آسان موت نہیں ماریں گے۔" لیڈر نے حقارت سے کہا۔ "ہم تمہیں بھوک اور پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کر دیں گے۔ کیوں؟ کیا یہ ایک دلچسپ تماشا نہیں ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کریم بدستور فرش پر بے ہوش پڑا تھا پھر لیڈر کے حکم پر دو آدمیوں نے مجھے بھی ہاتھ پیر باندھ کر فرش پر ڈال دیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی وہ چاروں مسلح تھے اس لیے میری کوئی جوابی کارروائی میری موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

"اس کی گاڑی کا کیا کیا جائے؟" ایک شخص نے لیڈر سے پوچھا۔

"فی الحال اسے تین نمبر کے گیراج میں بند کر دو۔"

لیڈر کے حکم کے ساتھ ہی وہ شخص تیزی سے باہر چلا گیا۔ باقی تینوں افراد مجھے اور کریم کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے لیڈر سے کہا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے دوسری پارٹی کے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ہمیں منہ مانگی رقم بھی مل سکتی ہے۔"

"اور ہمارے ساتھیوں کا انتقام کس طرح پورا ہوگا۔"

"سیٹھ سے دام کھرے کرنے کے بعد اول تو وہ بھی انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا اور اگر یہ بچ بھی گئے تو ہم انہیں دوبارہ اغوا کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اچھی خاصی رقم بھی ملے گی اور بعد میں ہم راجن کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سیٹھ ہم سے اس کا سودا کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔" لیڈر نے پوچھا۔

"میں راجن کے بیشتر قریب رہا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "راجن کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ سیٹھ بھی اس کا پتا گول کرنے کے چکر میں تھا۔"

"کوشش کر لینے میں حرج بھی کیا ہے۔" تیسرے شخص نے جس کے ہاتھ میں خودکار رائفل موجود تھی لیڈر کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "مغفلو سیٹھ ہی کے لیے کام کرتا تھا۔ اسے بھی مغفلو کی موت کی اطلاع ضرور ملی ہوگی۔ ایسی صورت میں ہمارا کام بن سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" لیڈر نے دوسرے شخص سے کہا۔ "تم ان دونوں حرامزادوں کی طرف سے پوری طرح چوکس رہنا۔ ان کی کوئی حرکت بھی اگر تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو تو تم میری اجازت سے انہیں لنگڑا اور لولا بھی کر سکتے ہو لیکن انہیں ہر حال میں زندہ رکھا جائے۔ میں اپنے ساتھیوں کی موت کو ابھی بھولا نہیں ہوں۔"

میں بدستور خاموش پڑا رہا۔ لیڈر اپنے ایک ساتھی کو لے کر چلا گیا تو اپارٹمنٹ میں اب میرے اور کریم کے علاوہ صرف رائفل بردار رہ گیا تھا جس نے لیڈر کے جانے کے بعد ایک کرسی سنبھال لی تھی۔ رائفل اس نے کرسی سے اس طرح لگا کر رکھ دی کہ موقع پڑنے پر اس کے استعمال میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آنے پائے۔ اس کے بعد اس نے جیب سے شراب کی ایک بوتل نکالی اور اسے منہ سے لگا کر ایک ہی گھونٹ میں پیتا چلا گیا۔ شاید وہ ہمارے آنے سے پہلے بھی مے نوشی کے شغل میں مصروف تھا۔ خالی بوتل کو فرش پر ایک طرف لڑھکانے کے بعد اس نے سیدھا ہاتھ اٹھا کر آستین سے منہ خشک کیا پھر میری طرف گھورتے ہوئے بولا۔

"فرش پر بے بسی کی حالت میں بندھے پڑے رہنے کا تجربہ

تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

"تم لوگ ابھی کسی سیٹھ کا تذکرہ کر رہے تھے۔" میں نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں اس کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"لیڈر واپس آجائے تو اسی سے دریافت کر لینا۔ اس کے اشارے کے بغیر ہم کوئی کام نہیں کرتے۔"

"کیا تمہارا یہ لیڈر راجن کا نائب تھا۔"

"ہاں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے لیڈر کو ہماری طرف سے کوئی غلط فہمی ہوئی ورنہ ہم وہ نہیں ہیں جو ہمیں سمجھا جا رہا ہے۔"

"اس کی ذمے داری بھی لیڈر پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ہمیں صرف اپنے کام سے غرض ہوتی ہے۔" وہ قدرے ٹھہرتا ہوا بولا۔ "ہاں۔ میں تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ تمہارا انجام بہت خطرناک ہوگا۔"

"اور اگر تم چاہو تو ہمیں لیڈر کے عتاب سے بچا بھی سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم تمہیں منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہیں۔" میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی۔ "تم کسی بھی بہانے سے ہمیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع فراہم کر سکتے ہو۔"

"اندازاً کتنی رقم دے سکتے ہو۔" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔

"ایک لاکھ۔" میں نے سرگوشی کی۔

"کچھ اور اضافہ کرو۔" اس نے سودے بازی کے انداز میں کہا۔

"تم کتنا چاہتے ہو؟"

"پچاس لاکھ۔" وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔ "جانتے ہو میں اتنی بڑی رقم کا کیا کروں گا۔ تمہارے لیے ایک خوب صورت سا مقبرہ بنواؤں گا جو تمہارے شایان شان ہوگا۔ تمہارے ساتھی کو اس مقبرے کے بیرونی احاطے میں دفن کیا جائے گا جس کے اوپر ایک خوب صورت سا سائبان ہوگا اور اس کے بعد جو رقم بچے گی اسے میں غریب غربا میں تقسیم کر دوں گا اس لیے کہ دولت دنیا کی سب سے زہریلی شے ہوتی ہے ایک بار اس کی لت پڑ جائے تو انسان خود اپنا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو؟" میں نے دوسرا حربہ آزمایا۔

"ہاں۔ میں نے فلسفے میں ایم اے کیا تھا لیکن ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد آخر کار خودکار اسلحہ کے مضمون میں نئے سرے سے داخلہ لینا پڑا۔" وہ بڑے استہزائیہ انداز میں بولا۔ "اس راستے کو اختیار کرنے کے لیے نہ تو انسان کو جگہ جگہ دھکا کھانا پڑتا ہے نہ کسی بڑی سفارش کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ البتہ شروع شروع میں کسی تجربے کار بدمعاش یا دہشت گرد کا ساتھ تلاش کرنا پڑتا ہے اور ایسے لوگوں کی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ اس معاملے میں ہم خاصے خود کفیل واقع ہوئے ہیں۔" پھر اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "اب میں سوچ رہا ہوں کہ ایکسپورٹ کا دھندا شروع کر دوں۔"

"کیا مال ایکسپورٹ کرنا چاہتے ہو؟"

"جرائم، قاتل اور خطرناک قسم کے دہشت گرد۔" اس نے رائفل اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "سنا ہے یورپی ممالک میں ان دونوں اقسام کے لوگوں کی اچھی خاصی کھپت ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے بھوک اور فاقے سے تنگ آکر اپنے لیے ایک غلط راستے کا انتخاب کر لیا ہے لیکن۔۔۔"

"اب واپسی مشکل ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "جس گھوڑے کی کمر پر ایک بار دہکتی ہوئی سلاخ سے ٹھپا لگا دیا جائے وہ سوائے ریس کے میدان کے اور کسی کام کا باقی نہیں رہتا۔ ہمارے شعبے کا دستور بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ پولیس کے ریکارڈ پر ایک بار نام آجائے تو اس کو مٹانا ناممکن ہی ہوتا ہے۔ ویسے اس لائن میں اگر قسمت یاوری کرے تو پھر چاندی ہی چاندی ہوتی ہے۔ مال و دولت، عیش و عشرت، رعب و دبدبہ، ایک سے ایک اچھی برانڈ کی شراب، خوب صورت سے خوب صورت اور معصوم لڑکیاں سب کچھ اپنی دسترس میں ہوتا ہے۔ انسان اس لائن میں بھی ڈاکٹریٹ کر سکتا ہے۔ صرف ضمیر کو ایک بار مارنا پڑتا ہے۔"

"کیا میں تمہارا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"ہمدردی کی کوشش مت کرو۔" یکلخت اس نے رائفل کا رخ بڑے غصے میں ہماری طرف کر دیا۔ "ہمارے کوئی نام نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو وہ نہیں ہوتے جو پیدائش کے وقت بڑے چاؤ سے رکھے جاتے ہیں۔ مختلف شعبے کے لوگ ہمیں اپنی مرضی سے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں لیکن ہم اس پر کوئی دھیان نہیں دیتے اس لیے کہ ہمارے پاس اس کا وقت ہی نہیں ہوتا۔"

میں نے فوری طور پر اسے رام کرنے کا کوئی دوسرا حربہ آزمانے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت تھی جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں اس زاویے سے فرش پر پڑا تھا کہ میرا اور کریم کا چہرہ تقریباً ایک فٹ کے فاصلے پر تھا اور ٹانگیں مخالف سمتوں میں تھیں۔ کریم ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھا

سیلن میں اس کے سینے کی حرکت سے اندازہ لگا رہا تھا کہ اس کی سانس ابھی تک چل رہی تھی۔

"تمہارے آدمیوں نے کہیں میرے ساتھی کو مار تو نہیں ڈالا؟" میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔ "یہ بہت دیر سے بے ہوش ہے۔"

"بے ہوشی بھی ایک نعمت ہے۔" وہ زہرخند سے بولا۔ "انسان تمام فکر و کلام سے آزاد ہو جاتا ہے۔ رہا اس کی موت کا سوال تو جو پیدا ہوا ہے اسے ایک نہ ایک دن مرنا بھی ضرور ہے پھر تم اپنے ساتھی کے بارے میں اس قدر فکرمند کیوں ہو۔"

مجھے اب اس کی باتوں سے الجھن ہو رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں کاکا کو یاد کیا لیکن اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں کاکا سے محتاط رہوں اس لیے کہ وہ میرے اور بھوشن کے سلسلے میں دوغلی پالیسی سے بھی کام لے سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ راجن کے آدمیوں کے ہاتھوں میرے اور کریم کے اغوا میں بھی کاکا کی سازش شامل ہو۔ میں نے سوچا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اچانک سامنے آ کر ایک بار پھر بساط کا رخ پلٹ دے اور مجھے اپنے دام فریب میں الجھالے۔

کاکا اور لیڈی مکلارنس کے نام میرے ذہن میں تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ کاکا نے روپ نگر سے لے کر اب تک میرے ساتھ متعدد موقعوں پر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ کئی حادثات سے محفوظ رکھا تھا۔ کئی بار آڑے وقتوں میں وہ میرے کام آئی تھی۔ اکثر اس نے مجھے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں اسے مختلف رنگ و روپ میں بھی دیکھ چکا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی شخصیت بھی کاکا سے کچھ کم پراسرار نہیں تھی۔ اس کی زمین دوز لائبریری کا وجود میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز تجربہ تھا۔ اس کے علاوہ ندیم نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ میں ابھی ان دونوں کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے اچانک لیڈی مکلارنس کو دیکھا جو رائفل والے کی پشت پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی وہی لباس تھا جس میں میں نے اسے پہلی بار لندن میں دیکھا تھا۔

"کس غور و فکر میں مبتلا ہو میرے عزیز۔" اس نے براہ راست مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اس کی آواز بہت واضح طور پر سنی تھی لیکن رائفل والے نے اس آواز کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ شاید وہ اپارٹمنٹ میں اس کی موجودگی سے بالکل ہی بے خبر تھا۔

"مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔" میں نے اندھیرے میں امید کی کرن نظر آنے کے بعد جذباتی انداز اختیار کیا۔

"نہیں۔" رائفل والا سوالیہ لہجے میں بولا۔ "اب دنیا کی کوئی طاقت تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔ تمہارے دن گنے جا چکے ہیں۔"

"زبان سے آواز نکالنے کی حماقت مت کرو۔" لیڈی مکلارنس نے تیزی سے کہا۔ "یہ شخص نہ مجھے دیکھ سکتا ہے نہ میری آواز سن سکتا ہے لیکن تمہاری آواز ضرور سن سکتا ہے۔ اس لیے تم نگاہوں کی زبان میں بات کرو۔ میں تمہاری نگاہوں کا مفہوم سمجھنے کی قوت رکھتی ہوں۔"

"یہ لوگ مجھے اغوا کرلائے ہیں اور اب بھوشن کے ہاتھوں میری زندگی کا سودا کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن سودا طے ہو جانے کے باوجود یہ میرے خون کے پیاسے ہی رہیں گے۔"

"میں نے کہا تھا کہ تمہاری کاکا بھوشن کے سلسلے میں تمہارے ساتھ ڈبل گیم بھی پلے کر سکتی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے کہا۔ "تمہارے اغوا میں بھی اسی کا ہاتھ ہے۔ اس وقت وہ راجن کے گروہ کے افراد اور بھوشن کے درمیان سودا طے

کرانے میں مصروف ہے۔ اس کے بعد وہ ایک بار پھر تمہیں فریب دینے کی خاطر تمہاری مدد کرے گی۔"

"کیا آپ میری مدد نہیں کر سکتیں۔"

جواب میں لیڈی مکلارنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت تمہاری مدد ہی کی خاطر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یہاں آئی ہوں۔"

پھر اچانک میں بندشوں سے آزاد ہو گیا۔ کریم کے ہاتھ پیر بھی آزاد ہو گئے تھے لیکن رائفل والا ہماری طرف متوجہ ہونے کے باوجود اس حقیقت سے باخبر نظر نہیں آ رہا تھا کہ ہم رسیوں کی مضبوط گرفت سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔

"میرا ساتھی بہت دیر سے بے ہوش ہے۔" میں نے لیڈی مکلارنس کی طرف دیکھتے ہوئے نگاہوں کی زبانی کہا۔ "میں اسے ساتھ لے جانے کا خواہش مند ہوں۔ یہ میرے خاص جانثاروں میں سے ہے۔"

"تمہارا ساتھی اس اپارٹمنٹ میں آنے سے پیشتر ہی پوری طور پر ہوش میں آ چکا ہے لیکن ابھی تک وہ کسی موقع کی تلاش میں خود کو بے ہوش ظاہر کر رہا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتادوں کہ یہ مارشل آرٹ کا ماہر ہے اور دس بارہ دشمنوں کے مقابلے میں بھی تنہا بھاری پڑ سکتا ہے۔ راجن اور اس کے ساتھیوں کی موت بھی اسی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔"

"کیا؟" میں حیرت سے چونکا۔

"ہاں میرے عزیز۔ تمہارے دوست نے خاص طور پر اسے تمہارے ساتھ رکھنے کی خاطر اس کی سفارش کی تھی۔ اس نے راجن اور اس کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پیشتر اسی غرض سے لائٹ آف کی تھی کہ اس کی شخصیت تمہاری نظروں میں نہ آنے پائے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اب بھی یہ بات اپنے ساتھی پر ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"میرے بچاؤ کا طریقہ کیا ہوگا؟"

"تم اپنے ساتھی کو لے کر آرام سے نکل جاؤ۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "رائفل والے کا ذہن اب میری مٹھی میں ہے جب تک میں نہ چاہوں یہ تم دونوں کو نہیں دیکھ سکے گا۔"

"لیکن بعد میں اس کے ساتھی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہ زندہ رہے اور اس کے ساتھی اس کی ذات پر ہمارے نکل جانے کے سلسلے میں شبہ بھی نہ کریں۔"

"میں تمہارے جذبات اور احساسات کی قدر کرتی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے کہا پھر فضا میں ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔ "تم اپنے ساتھی کو لے کر جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہاری گاڑی نیچے موجود ہوگی۔"

"لیکن ---؟"

"وقت مت برباد کرو۔ تم جیسا چاہتے ہو ویسا ہی ہوگا۔ چلو جلدی کرو۔"

لیڈی مکلارنس کے چہرے پر بڑی پراسرار سنجیدگی پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے کریم کو آواز دی تو وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن پھر رائفل والے پر نظر پڑتے ہی اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے میں نے اس کی ساری محنت برباد کر دی ہو۔ "پریشان مت ہو۔" میں نے اس کے چہرے پر آنے والے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے ہپناٹائز کر دیا ہے۔ دس منٹ تک اس کا ذہن بالکل ماؤف رہے گا اور اتنی دیر میں ہمیں یہاں سے دور نکل جانا ہے۔"

"اور اس کے باقی ساتھی؟"

"وقت کم ہے۔ ہم یہ باتیں راستے میں بھی کر سکتے ہیں۔" میں نے کریم کا ہاتھ تھام کر اسے دروازے کی جانب کھینچا پھر اپارٹمنٹ سے باہر نکلتے وقت میں نے رائفل والے پر ایک آخری نظر ڈالی۔ وہ کسی بت ہی کی طرح اپنی کرسی پر ساکت و جامد نظر آ رہا تھا۔

راستے میں کریم مجھ سے کرید کرید کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں اسے گول مول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس کے مشورے پر میں نے اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی اصل شخصیت سے پوری طرح باخبر ہو چکا ہوں۔

"یہ سب کون لوگ تھے سر؟" کریم نے بڑی سادگی سے کہا۔ "مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آپ جب فون کرنے کے ارادے سے اترے تھے تو دو را ہگیر مجھ سے ایک پتا پوچھنے کی غرض سے قریب آئے تھے۔ مجھے اس بات کا شبہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ مجھے اپنے جال میں پھانس رہے ہیں۔ میں ان دونوں کو پتا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان کے تیسرے ساتھی نے جو غالباً گاڑی کی دوسری جانب تھا اچانک میرے سر پر پشت سے اتنا بھرپور وار کیا کہ میری پلکوں کے نیچے ان گنت سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوب گیا تھا۔" کریم کے جواب میں میں نے خاموشی ہی اختیار رکھی۔ میرا ذہن اب صرف بھوشن اور کاکا کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

❖

رات کے کھانے کے بعد ندیم نے مجھے ہوٹل لان پر ٹہلنے کے بہانے لے جا کر کہا۔

"کل کی رات ہمارے لیے بہت اہم ثابت ہوگی۔ رحیم

بخش نے مجھے چوبیس گھنٹے پہلے ہی مطلع کر دیا ہے کہ بھوشن کا ایک بڑا کنسائنمنٹ خلیج کو روانہ کیا جانے والا ہے۔"

"لیکن اس نے پہلے کچھ اور کہا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رحیم نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ اسے مال کی روانگی سے صرف دو گھنٹے پہلے اس کی اطلاع ملتی ہے اور کشتی کے ناخدا اور اس کے عملے کا انتخاب بھی عین وقت پر کیا جاتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ بشیرا ماچھی نے محض رحیم بخش کو آزمانے کی خاطر اور اس کے بچ نکلنے کے بیان کی اصلیت جاننے کے لیے ایک چال چلی ہو لیکن ہمیں بہرحال رسک لینا پڑے گا۔"

"کیا ہم پولیس یا کسٹم کے عملے کو اعتماد میں لے سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ رحیم نے کہا تھا کہ بھوشن نے ان دونوں محکموں کے متعلقہ افسران کو خرید رکھا ہے۔ ایسی صورت میں صرف ہمیں اپنے آدمیوں کے ساتھ صورت حال سے نپٹنا ہوگا۔"

"میرا کیا رول ہوگا؟"

"تم ہمارے ساتھ ہی ہوگے۔" ندیم نے کہا پھر میرے تنے ہوئے بشرے کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے۔ کیوں؟"

"میں شکایت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لیے کہ تم نے پہلے ہی اپنی چھت کے نیچے ہمیں پناہ دے کر ہمارے اوپر بہت احسان کیا ہے۔"

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتا اور میرا ذہن گہرائی میں غوطہ لگانے سے قاصر ہوتا تو شاید میں بھی ایسا ہی کوئی گھسا پٹا مکالمہ بولنے کی کوشش کرتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "گہرائی میں غوطہ لگانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں تمہاری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں رہتا۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں کس وقت اور کہاں سے اغوا کیا گیا کہاں لے جایا گیا اور پھر تمہاری واپسی کس طرح عمل میں آئی مجھے ان تمام باتوں کی تفصیل معلوم ہے۔"

"راجن کے اپارٹمنٹ میں ان کے گروہ کے چار مسلح افراد موجود تھے جبکہ ہماری تعداد صرف دو تھی۔" میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "اغوا کرنے والوں نے ہمیں نہتا کر دیا تھا۔ ایسی پوزیشن میں اگر وہ چاہتے تو نہایت آرام اور سکون سے ہماری تکہ بوٹی کر سکتے تھے۔"

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہے۔"

"کیوں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کیا کریم پر تمہیں بہت اعتماد ہے؟"

"ہاں۔ اس لیے کہ وہ تنہا اور خالی ہاتھ ہونے کے باوجود اکیلا دس آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔" ندیم نے مجھے کریم کے بارے میں وہی تفصیلات بتائیں جو لیڈی مکلارنس بیان کر چکی تھی۔ "اس کے علاوہ میرے دوسرے افراد بھی تمہارے بہت قریب ہی تھے۔"

"بہت خوب۔ گویا تمہارے افراد بند دروازے اور دیواروں کے اندر بھی دیکھنے کی پراسرار طاقت رکھتے ہیں۔"

"تم شاید ابھی تک اس شخص سے خوفزدہ ہو جو اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد تمہیں زندگی اور زندہ رہنے کے فلسفے سے آگاہ کر رہا تھا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ کون تھا؟"

"کون تھا؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرے ہی اعتماد کا ایک آدمی تھا۔" ندیم نے کہا۔ "جس وقت تمہیں راجن کے گروہ کے افراد نے اغوا کیا تھا اسی وقت میں نے اسے راجن کے فلیٹ پہنچنے کو کہا تھا پھر اسے اصلی آدمی کی جگہ لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔"

"اور راجن کے گروہ کے آدمی بھی دھوکا کھا گئے؟" میں نے قدرے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم اسے شناخت کرنے میں ناکام رہے تھے حالانکہ تم بھی اسے بخوبی جانتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ راجو تھا۔" ندیم مسکرایا۔ "وہی راجو جو میک اپ کا ماہر ہے۔ لندن میں کئی راتیں تم دونوں نے ایک ہی ہوٹل میں ساتھ گزاری ہیں۔ بڑی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ بھیس اور آواز بدلنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔"

"اور وہ آدمی کہاں گیا جو اپارٹمنٹ میں پہلے سے موجود تھا!" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"ہو سکتا ہے اب تک وہ پولیس کی تحویل میں پہنچ چکا ہو لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ باقی تینوں ساتھی بھوشن تک پہنچ کر تمہارا سودا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے وہ راستے میں ہی ایک خطرناک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کی لاشیں شناخت کی خاطر ہسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہیں۔" ندیم نے مجھے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا اب تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ کار کے اس حادثے اور تمہارے راجن کے اپارٹمنٹ سے بچ نکلنے میں کس ماورائی قوت کا ہاتھ تھا؟"

"کاکا کا۔" میں نے دیدہ و دانستہ لیڈی مکلارنس کا نام نہیں لیا۔

"میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا۔"

"راجو نے تمہیں کیا بتایا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کیا اسے ہمارے بچ نکلنے کی خبر نہیں ہوئی تھی؟"

"نہیں۔ راجو کا کہنا ہے کہ اس نے حیرت انگیز طور پر تمہارے اور کریم کے جسم سے رسیوں کی بندشوں کو ٹوٹتے دیکھا تھا لیکن اس کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے ذہنی طور پر غائب ہو کر رہ گیا۔ شاید تمہاری کاکا رانی نے تمہیں آزاد کرنے سے پہلے ہی اس کے دماغ کو کنٹرول کر لیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یقین تھا کہ کار کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی پشت پر لیڈی مکلارنس کا ہی ہاتھ ہوگا لیکن کیا وہ راجو کو شناخت کرنے میں ناکام ہو گئی تھی یا دیدہ و دانستہ اس نے مجھے اس راز سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا؟

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں بھوشن کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ راجن اسی کے لیے کام کر رہا تھا لیکن بھوشن اس کے گروہ کے دیگر افراد سے ناواقف تھا۔"

"بھوشن جیسے لوگ صرف رقم کمانے سے سروکار رکھتے ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔"

"رحیم بخش کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے بشیرا ماچھی کو تحریری طور پر یا کسی اور ذریعے سے اپنی پوزیشن سے متعلق آگاہ کرنے کے بعد ہمیں ٹریپ کرنے کے لیے ایک خوب صورت جال بنا ہو۔"

"ہو سکتا ہے مگر قبل از وقت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا پھر کریم اور عارف کے آ جانے کی وجہ سے ہم نے اپنی گفتگو کا رخ بدل دیا۔

اگلے روز میں دفتر کے کام میں مصروف تھا کہ کاکا کی منحوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا اتنے مصروف ہو کہ ہماری طرف دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے۔"

میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر اٹھائی۔ کاکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے صوفے پر نیم دراز تھی لیکن اس وقت وہ خلاف توقع کچھ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ اس میں خود سپردگی کا وہ انداز نہیں تھا جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتا تھا۔

"تم۔۔۔" میں نے شکوہ کیا۔ "کل میں نے تمہیں ایک مصیبت میں گرفتار ہو جانے کے بعد آواز دی تھی لیکن تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"میں نے تمہاری آواز سن لی تھی لیکن تمہاری سفید چمڑی والی بڑھیا کی وجہ سے سامنے نہیں آئی۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "تمہیں اس پر بہت ناز تھا۔ اس نے تم سے کہا تھا کہ وہ میری آتما کو بھی قید کرنے میں سپھل (کامیاب) ہو جائے گی۔"

"ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"وہ درمیان میں نہ آتی تو میں تمہیں ان ظالموں سے بچا لیتی جنھوں نے تمہیں اغوا کیا تھا۔ پر تو میں جان بوجھ کر سامنے نہیں آئی۔" کاکا نے فاتحانہ انداز میں قوس شکن انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس حد تک تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"

"وہ اگر عین وقت پر نہ آتی تو شاید میں اس وقت۔۔۔"

"ایسے برے شبد (الفاظ) زبان پر مت لاؤ شہباز خان۔" وہ تیزی سے لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔ "جب تک اس دھرتی پر کاکا کا سایہ بھی ہے۔ تمہیں کوئی شکتی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ چاہے وہ تمہاری گوری چٹی طوطے جیسی ناک والی بڑھیا ہی کیوں نہ ہو۔"

"لیکن اس نے۔۔۔"

"بس کرو شہباز خان۔" کاکا نے یکلخت سنجیدگی اختیار کر لی۔ "میں نہ چاہتی تو وہ راجن کے اپارٹمنٹ میں داخل بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پر تو میں نے اس کے لیے راستہ کھول دیا تھا۔ جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں یہ دکھانے کے کارن کہ ہم دونوں میں مہان شکتی کا مالک کون ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا میری [illegible] حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے اچانک لیڈی مکلارنس کو اس کے روایتی لباس میں دیکھا جس کے جسم کو خوفناک سانپوں نے پوری قوت سے جکڑ رکھا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا وہ قطعی بے بس نظر آ رہی تھی۔ اس کے جسم کے گرد لپٹے ہوئے سیاہ اور کوبرا۔ رنگ کے سانپ بڑے غضب ناک انداز میں اپنی زہریلی زبانیں لپلپا رہے تھے۔ کاکا کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی لیکن وہ لیڈی مکلارنس کو بڑی حقارت بھری نظروں سے گھور رہی تھی جو کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے خاموش کھڑی تھی۔ اس کا پورا جسم خوف سے لرز رہا تھا۔

"کہیں شہباز خان۔" کاکا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا ہے نا تمہاری وہ سفید چمڑی کی ودشی جو کاکا کی آتما کو قید کرنے کے سندر سپنے دیکھ رہی تھی۔ اسی شکتی نے پنڈت بھی دھرم کا سرکٹ کر تمہارے سامنے نفا

میں معلق کر رکھا تھا۔ اس کو اپنی شکتی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہی تھی لیکن اب یہ میری شکتی کے جال میں قید ہے۔ یہ اگر چاہے تو اپنی گندی زبان ہلا کر مجھ سے اپنے جیون کی بھکشا مانگنے کی بھی کوشش نہیں کر سکتی۔" کاکا کا لہجہ ہر لحظہ غضب ناک ہوتا جا رہا تھا۔ "میں نے اسے پوری طرح جکڑ رکھا ہے۔ میرے ایک اشارے پر اس کے گندے شریر پر لپٹے ہوئے سانپ اس کی گوری چٹی چمڑی ہڑپ کر کے اسے ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل سکتے ہیں۔"

مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس کاکا کے مقابلے میں اتنی بے بس اور حقیر ثابت ہوگی۔ یہ بات میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچی تھی کہ وہ عورت جس کے منہ سے نکلا ہوا جملہ پتھر کی لکیر بن جاتا تھا، جس نے مجھے اپنی زمین دوز لائبریری کی سیر کرائی تھی۔ جس کے لیے وقت اور فاصلے، ماضی اور مستقبل کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے وہ اس وقت زہریلے اور خطرناک سانپوں کی بندشوں میں جکڑی کھڑی کاکا کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو شہباز خان۔" کاکا نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اب بھی اپنی آنکھوں پر وشواس نہیں۔ تم کہو تو میں پلک جھپکتے میں اس کا کریا کرم کر دوں۔"

"مجھے یقین آ گیا کاکا رانی کہ تمہاری شکتی لیڈی مکلارنس کے مقابلے میں زیادہ مہان ہے۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری کاکا کو اسی شبھ گھڑی کا انتظار تھا۔" کاکا نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "میں یہی چاہتی تھی کہ تم کاکا کے سوا کسی اور کو خاطر میں نہ لاؤ۔ کیول اپنی کاکا رانی کو اپنے من مندر میں داسیوں کی طرح بسائے رکھو۔ تم دیوتا سمان مجھے اپنے چرنوں میں بیٹھنے کی اجازت دو اور میں تمہاری پجارن بن کر تمہاری ہر آگیا کا پالن کرتی رہوں۔"

"لیکن یہ کیسا ظلم ہے کہ میں چاہنے کے باوجود تمہارے خوب صورت وجود کو اپنی بانہوں میں نہیں لے سکتا۔" میں نے ظاہری طور پر والہانہ انداز اختیار کیا۔ "یہ کیسی مجبوری ہے کہ پیاسا کنویں کے قریب ہو اور اپنی پیاس بجھانے کی خاطر پانی کی ایک بوند بھی حلق کے نیچے نہ اتار سکے۔ یہ دوریاں کب تک رہیں گی۔"

"سمے کا انتظار کرو۔" اس نے انتہائی ہوش ربا انداز میں میری طرف بڑھتے ہوئے مستی بھرے لہجے میں کہا۔ "ہمارے درمیان یہ دیواریں ہمیشہ قائم نہیں رہیں گی۔ یہ دوریاں بہت جلد ختم ہونے والی ہیں پھر تم اپنی کاکا کے کومل شریر سے کھیلنے کے لیے آزاد ہو گے۔"

"اور اس وقت تک میں اسی طرح اندر ہی اندر تمہارے ملاپ کی آرزو میں تڑپتا رہوں گا۔"

"مجبوری ہے شہباز خان۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جذباتی لہجے میں بولی۔ "تم اب بھی اپنی کاکا رانی کو اپنی مضبوط بانہوں میں جکڑ سکتے ہو۔ اس کے انگ انگ سے کھیل سکتے ہو لیکن فی الحال تم کو کاکا کو مادہ رخ کے روپ میں سوئیکار کرنا پڑے گا۔"

میں کاکا کی گلابی نظروں میں جھانکتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا وہ پوری طرح میری سمت متوجہ تھی۔ میں کسی بہانے اس کے جسم سے ٹکرا کر صندلی انگوٹھی کو آزمانا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

"ابھی میرے قریب آنے کی کوشش مت کرنا شہباز خان۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میں تمہارے من کے اندر جھانک کر تمہارے دل کا حال نہیں پڑھ سکتی لیکن اتنا اوش جانتی ہوں کہ اب بھی کوئی چھلاوا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

میں کاکا کو بہلانے کی خاطر کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک بجلی کا شدید کڑاکا ہوا۔ میں نے لیڈی مکلارنس کی طرف دیکھا لیکن وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ اس کے جسم پر نظر آنے والے سانپ فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ بن کر ہوا میں اڑ گئے۔ کاکا کا چہرہ دوبارہ غضب ناک ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔

"کلٹنی۔ تو موقع پا کر بھاگ نکلی لیکن کاکا تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔" کاکا نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا پھر اس نے فضا میں قلابازی کھائی اور عقاب کا روپ اختیار کر کے تیر کی مانند کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

میں تھکے ہوئے انداز میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیب سے رومال نکال کر پیشانی کے پسینے کو خشک کرنے لگا۔ جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا تھا وہ ناقابل یقین ہی تھا لیکن مجھے ایک بات کی خوشی ضرور ہو رہی تھی کہ لیڈی مکلارنس کاکا کے عتاب کا شکار ہونے سے بچ نکلی تھی۔

خاصی دیر تک میں اس پراسرار اور خطرناک طاغوتی جنگ کے بارے میں غور کرتا رہا جو میرے آفس میں میری نگاہوں کے سامنے لیڈی مکلارنس اور کاکا کے درمیان لڑی گئی تھی۔ کاکا کی حیثیت اس جنگ میں فاتح جیسی تھی۔ میں نے اس روز سے پہلے لیڈی مکلارنس کو کبھی اتنا بے بس اور کمزور نہیں دیکھا تھا۔ کاکا کی شیطانی قوتوں نے اسے زہریلے سانپوں کے ذریعے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ایک ذرا جنبش کرنے سے بھی قاصر تھی۔ اس کی قوت گویائی بھی شاید سلب کر لی گئی تھی اس لیے کہ اس نے کاکا کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا پھر کاکا جب میری سمت متوجہ ہو کر اس سے چند لمحوں کے لیے بے خبر ہوئی تو لیڈی مکلارنس کا داؤ چل گیا۔ اس کے جسم کے اطراف لپٹے ہوئے سانپ جل کر راکھ ہو گئے تھے۔ کاکا دوبارہ غضب ناک ہو گئی اور عقاب کی شکل اختیار کر کے اس کے تعاقب میں پرواز کر گئی۔ یہ سب کچھ طلسم ہوشربا کی کہانی سے کم نہیں تھا۔

مجھے اپنی قوت بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس ایک عظیم قوت تھی۔ اس نے پورے لندن کو اپنی پیش گوئیوں اور پراسرار قوت کی وجہ سے خوف زدہ کر رکھا تھا۔ پولیس کو شبہ تھا کہ اس نے اپنے شوہر کو قتل کیا تھا لیکن ابھی تک کسی ایجنسی نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہیں کی تھی۔ وہ کسی بدروح کی طرح لندن کے عوام کے دلوں پر طاری تھی۔ لوگ اسے دیکھ کر اپنا راستہ تبدیل کر دیتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ خود سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول بھی جسے مکلارنس کی موت کا راز معلوم کرنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کے خلاف ثبوت اکٹھا کرنے پر مقرر کیا گیا تھا اس کے قریب جانے سے گھبراتا تھا۔ بھیس بدل کر وہ اپنے فرائض انجام دینے پر مجبور تھا۔ ایک بار اس نے میری وساطت سے لیڈی مکلارنس کے قریب ہونے کی کوشش کی تھی لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لیڈی مکلارنس کا دعویٰ تھا کہ وہ زماں اور مکاں کی قید سے آزاد ہے۔ وقت اور فاصلے اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے وہ پل بھر میں ہزاروں میل کا سفر کرنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک تھی جس کا مجھے ذاتی طور پر تجربہ بھی ہو چکا تھا وہ دلوں کی گہرائیوں میں جھانکنے کی قوت کی مالک تھی۔

پھر وہ اتنی آسانی سے کاکا کے قبضے میں کس طرح آ سکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہی ایک سوال رہ رہ کر صدائے بازگشت کی طرح ابھر رہا تھا۔

مجھے وہ دن بھی بخوبی یاد تھے جب خود کاکا بھی پراسرار اور شیطانی قوتوں کی مالک ہونے کے باوجود پنڈت بنسی دھر سے خائف تھی۔ اس نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ پنڈت بنسی دھر مہان شکتیوں کا مالک ہے۔ اسے آسمانی دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل تھا۔ کاکا کو حاصل کر کے اپنا غلام بنانے کی خاطر وہ برف پوش پہاڑوں کے ایک غار میں بیٹھا جاپ کر رہا تھا اگر میں حالات کے سامنے سینہ سپر نہ ہوا ہوتا اور کمبل پوش بزرگ نے میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید اس وقت کاکا اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ پنڈت بنسی دھر کی غلام ہوتی۔ اس کے ہر حکم کو ماننے پر مجبور ہوتی لیکن لیڈی مکلارنس نے مجھے اسی پنڈت بنسی دھر سے مکلارنس ہاؤس میں ہمکلام ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔ اس کے کٹے ہوئے سر کو میرے سامنے فضا میں معلق کر دیا تھا جس سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ زندہ انسانوں کی طرح مجھ سے بات کرنے پر مجبور تھا۔

میرے ذہن کے پردے پر گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ابھر رہے تھے۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے پراسرار اور ناقابل یقین زمین دوز لائبریری کی سیر کرائی تھی جہاں صدیوں پرانے مشہور انسانوں کی حنوط شدہ کھوپڑیاں نہایت سلیقے سے شیشے کے خانوں میں علیحدہ علیحدہ بند تھیں۔ بظاہر وہ بے جان انسانی چہرے نظر آتے تھے لیکن لیڈی مکلارنس نے ان میں زندگی پیدا کر کے مجھ سے بات کرائی تھی۔ اس نے ایک ایسا ریموٹ کنٹرول بنا رکھا تھا جس کے ذریعہ وہ ان چہروں کو کنٹرول کرتی تھی اور ماضی، حال اور مستقبل کی کسی زبان میں بھی گفتگو کرانے کی حیرت انگیز قوت رکھتی تھی اگر وہ لائبریری منظر عام پر آجاتی تو شاید اسے دنیا کے عجائبات میں پہلے نمبر پر قرار دیا جاتا۔

لیڈی مکلارنس نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ اس نے کاکا کی مورتی کو بھی اسی زمین دوز لائبریری میں بند کر رکھا ہے۔ اس کی ایک معمولی سی غلطی کی وجہ سے کاکا کی روح فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ سے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن مجھے کاکا کی مورتی سے بھی ہمکلام ہونے کا شرف ضرور بخشے گی۔

"پھر لازوال اور حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہونے کے باوجود وہ کاکا کے دام میں کس طرح گرفتار ہو گئی تھی؟" میں نے سوچا۔ کیا لیڈی مکلارنس کی کسی غفلت کا فائدہ اٹھا کر کاکا نے

اس پر قابو پالیا تھا؟ کیا یہ ممکن تھا؟

میں ابھی ان ہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ چپڑاسی نے ڈاک کی ٹرے لاکر میرے سامنے رکھ دی اور میں اپنے ذہن کو بٹانے کی خاطر آنے والی ڈاک کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ ان میں کچھ کاروباری خطوط تھے چند ایک میں ٹینڈر کے سلسلے میں اہم دستاویز موجود تھیں، کچھ خطوط ذاتی نوعیت کے تھے۔ میں لفافوں کو ایک ایک کر کے کھول رہا تھا اور اس پر اپنی ہدایت لکھ کر مختلف شعبوں کو مارک کرتا جاتا تھا پھر ایک لفافے کو دیکھ کر مجھے حیرت سی ہوئی جس کے ایک کونے پر کیوپڈ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک درمیانہ سائز کا لفافہ تھا جس میں عام طور پر مختلف قسم کے کاروباری لٹریچر اور پمفلٹس موجود ہوا کرتے تھے۔

میں نے کیوپڈ کی تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے لفافہ اٹھا لیا۔ بظاہر اس کے اندر بھی مجھے پلے کارڈز قسم کی کوئی کاروباری شے محسوس ہوئی تھی لیکن جب میں نے پیپر نائف سے لفافہ چاک کیا تو یکلخت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میری پیشانی یکلخت عرق آلود ہو گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بلندی سے لڑکھڑا کر پستی کی طرف جا رہا تھا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان تصویروں کو دیکھتا رہا جو بقول کاکا کے اگر منظر عام پر آجاتیں تو میں شریفوں کی محفل میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاتا وہ انتہائی ناشائستہ اور بے ہودہ قسم کی تصویریں تھیں جس میں میں ماہ رخ کے ساتھ مختلف انداز میں اور فطری لباس میں نظر آرہا تھا۔

میں نے جلدی سے لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھا اس پر بھیجنے والے کا کوئی نام یا پتا موجود نہیں تھا۔ میرا ایڈریس ٹائپ شدہ تھا۔ جس کے اوپر ذاتی کے حروف جلی انداز میں نظر آرہے تھے۔ میں نے گھبرا کر ان تصویروں کو جو تعداد میں دس بارہ تھیں دوبارہ لفافے میں ڈال دیا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے مجرم سے مختلف نہیں تھی جو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔ جس کے خلاف ناقابل تردید ثبوت موجود ہوں۔

لفافے پر بھیجنے والے کا نام اور پتا موجود نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں سمجھ رہا تھا کہ ان تصویروں کو کس مقصد کے تحت مجھ تک پہنچایا گیا تھا۔ اس رکیک حرکت کے پیچھے ماہ رخ کا غلیظ چہرہ بہت صاف نظر آرہا تھا جس نے مجھے اغوا کرا کے بے ہوشی کی حالت میں میرے خلاف ایسا مواد جمع کر لیا تھا جس سے انکار کرنے کے باوجود میں اپنے کردار کے اس بدنما داغ کو مٹانے سے قاصر تھا۔ مجھے ذاتی طور پر اس بات کا اندازہ ہو چکا تھا کہ ماہ رخ کا شمار کس قسم کی عورتوں میں کیا جا سکتا ہے لیکن وہ اس حد تک آگے بڑھ سکتی تھی مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔

میرے وجود کے اندر گرم ہواؤں کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ میرے تصور میں ماہ رخ کا مکروہ چہرہ گھوم رہا تھا جو سلیمان شاہ سے منسوب ہو جانے کے بعد اونچے حلقوں میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی لیکن اس کا ظاہر اس کے باطن سے بالکل مختلف تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے وہ تصاویر مجھے بلیک کرنے کی غرض سے روانہ کی ہوں گی پھر میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔

اگر وہ تصاویر منظر عام پر آ گئیں تو کیا خود ماہ رخ بھی لوگوں کی نگاہوں سے گر نہیں جائے گی؟ کیا سلیمان شاہ ان تصاویر کو دیکھنے کے بعد بھی اس کے وجود کو اپنی چھت کے نیچے برداشت کرے گا؟

میں نے جلدی سے اٹھ کر اس لفافے کو اپنی پرسنل سیف میں مقفل کیا پھر انتہائی غصے کی حالت میں ماہ رخ کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے رابطہ قائم ہونے پر ایک باریک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کیا میں محترمہ ماہ رخ صاحبہ سے بات کر سکتا ہوں؟" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے وہ کلمات اپنی زبان سے ادا کیے۔

"آپ کا نام؟"

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟" دوسری جانب سے سوال کیا گیا۔

"آپ صرف ماہ رخ صاحبہ کو میرا نام بتا دیں وہ مجھے پہلے سے جانتی ہیں۔"

"انتظار کریں۔" ریسیور پر وہی باریک نسوانی آواز ابھری میں بڑی عجیب اور متضاد کیفیتوں سے دوچار تھا۔ ایک ایک لمحہ میرے لیے سخت اذیت ناک تھا مگر مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد ہی دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز سنائی دی۔

"میں مسز سلیمان شاہ بول رہی ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں جھوٹی شان اور تکبر شامل تھا۔

"خاکسار کو شہباز کہتے ہیں۔ شہباز خان۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اوہ شہباز۔" ماہ رخ کا لب و لہجہ یکلخت تبدیل ہو گیا۔ "مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔"

"کیوں؟" میں نے تلخ آواز میں کہا۔ "کیا میری یہ کال آپ کے لیے غیر متوقع ہے؟"

"شاید۔" وہ سرد آہ بھر کر بولی۔ "تم اور مجھے یاد کرو گے' مجھے اس کا بہت کم یقین تھا۔"

"حیرت ہے کہ تم یہ کہہ رہی ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم بے تکلفی سے پیش آرہے ہو۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میرے لیے کوئی حکم کوئی خدمت۔"

"میں صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔"

"میں اس حرکت کا کیا مطلب سمجھوں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"حرکت۔ میں سمجھی نہیں؟"

"تم نے غلط اندازہ لگایا ہے مسز سلیمان شاہ۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر کوئی چیز اخبار تک یا اونچے حلقوں تک پہنچی تو اس میں تم بھی برابر کی حصہ دار ہو گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں مجھ سے زیادہ تمہیں نقصان اٹھانا پڑے۔"

"تمہاری خاطر مجھے ہر نقصان گوارا ہے لیکن میں اب بھی نہیں سمجھ سکی کہ تمہاری گفتگو میں یہ تلخی کیوں ہے۔ کیا مجھ سے کوئی خطا ہو گئی۔"

"تم جسے خطا کہہ رہی ہو وہ میرے نزدیک ایک ایسی گھٹیا حرکت ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔" اس بار ماہ رخ نے قدرے ناخوشگوار انداز میں جواب دیا۔ "تم شاید اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔ ماہ رخ تمہارے ایک اشارے پر خود کو قربان تو کر سکتی ہے لیکن فضول قسم کی تلخی اور بدکلامی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"جو لوگ خود کو دوسروں کے لیے قربان کرنے پر آمادہ رہتے ہیں وہ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے اور غیر مہذب حربے استعمال نہیں کرتے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی؟" میں زہر خند سے بولا۔ "کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ تم نے وہ لفافہ مجھے کس مقصد کے لیے بھیجا ہے۔"

"لفافہ۔ کون سا لفافہ؟" ماہ رخ نے حیرت کا اظہار کیا تو میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش دو چند ہو گئی وہ چوری کرنے کے باوجود سینہ زوری کا انداز اپنا رہی تھی۔ میں برداشت نہ کر سکا۔

"کیا تم واقعی اتنی ہی معصوم اور بھولی ہو جتنا اس وقت خود کو پوز کرنے کی کوشش کر رہی ہو؟"

"پلیز شہباز۔ اتنے سرد لہجے میں گفتگو نہ کرو۔" اس نے بدستور معصومیت سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے کیا تم مجھے کھل کر نہیں بتا سکتے کہ تمہاری خفگی کا سبب کیا ہے؟"

"سوری۔ میں اس قسم کی باتیں فون پر نہیں کر سکتا۔"

"تم اجازت دو تو میں تمہارے دفتر آجاؤں۔" اس کے لہجے میں بڑی اپنائیت تھی۔

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ اس وقت مصروف تو نہیں ہیں۔"

"آپ نہیں۔ تم کہہ کر مخاطب کرو۔" اس نے التجا کی۔ "یقین کرو شہباز میں تم سے—"

"کیا میں فوری طور پر تم سے مل سکتا ہوں؟" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔" وہ چہکنے لگی۔ "تم حکم دو تو میں پلکیں تمہاری راہ میں بچھا دوں' دل فرش راہ کر دوں۔"

"اس کا فیصلہ میں تم سے ملنے کے بعد ہی کروں گا۔" میں نے رابطہ منقطع کر دیا۔ کچھ دیر تک ماہ رخ کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر دفتر سے نکلا اور پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر ماہ رخ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ماہ رخ نے حسب توقع بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ اپنی خواب گاہ میں بیٹھی مے نوشی سے شغل کر رہی تھی۔ اس کے جسم پر نظر آنے والا لباس اتنا چست تھا کہ جسمانی نشیب و فراز کی پردہ پوشی سے قاصر تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے گلاس شیشے کی گول میز پر رکھ دیا پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لیتی ہوئی اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے مستی چھلک رہی تھی۔ میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بولی۔

"زہے نصیب کہ تم اس وقت—"

"پلیز۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت تم سے کچھ اہم اور فیصلہ کن باتیں کرنے آیا ہوں۔"

"گفتگو زبان سے ادا ہو گی یا—" اس نے جان بوجھ کر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ شاید وہ ابھی تک یا تو میری آمد کا مقصد نہیں سمجھی تھی یا پھر جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کر رہی تھی۔

پھر میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ ایک لمحے تک مجھے گھورتی رہی پھر بغیر کچھ کہے بل کھائی کسی ناگن کی طرح خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ جس انداز میں وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اس سے یہی اندازہ ہوا تھا جیسے وہ شدید غصے میں ہو پھر وہ خواب گاہ میں واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ویسا ہی ایک لفافہ تھا جیسا مجھے دفتر میں موصول ہوا تھا۔ ایک بار پھر اس نے تیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر لفافہ میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہر عورت کا اپنا ایک مقام اور کردار ہوتا ہے۔ تم کردار کا لفظ کسی بدکردار شخصیت سے علیحدہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ

دوست ہے کہ میں نے تمہیں اپنانے کے لیے ایک غلط قدم اٹھایا تھا لیکن یہ سراسر جھوٹ ہے کہ میں نے تمہیں کوئی ایسا لفافہ بھیجا ہو اگر تم نے مجھ سے محض امکانی طور پر اپنے اغوا کیے جانے کے بعد کا راز جاننے کی خاطر یہ الزام تراشا ہے تو اور بات ہے لیکن تمہارے اس سنجیدہ مذاق سے ماہ رخ کے وجود کو جو ٹھیس پہنچی ہے شاید تم اس کی شدت کا اندازہ نہ لگا سکو گے۔"

میں نے ماہ رخ کو بہت غور سے دیکھا وہ اس وقت اداکاری نہیں کر رہی تھی اگر اس نے مجھے بلیک میل کرنے کی خاطر وہ تصاویر بھیجی ہوتیں تو برملا اس کا اقرار بھی کر سکتی تھی اس لیے کہ میں بہرحال اس کے بچھائے ہوئے گندے جال میں پھنس چکا تھا لیکن خلاف توقع وہ اس وقت بہت سنجیدہ اور صاف گو نظر آ رہی تھی۔ میں عجیب تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھا۔

میں نے لفافہ کھول کر سرسری طور پر دیکھا۔ اس میں تصویروں کا ویسا ہی سیٹ مع نگیٹو موجود تھا جیسا مجھے دفتر میں موصول ہوا تھا۔ "میں اس وقت اس حالت میں نہیں ہوں کہ کسی مقدس چیز کو ہاتھ لگا سکوں لیکن تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی لفافہ نہیں بھیجا۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "ان تصویروں کے کسی دوسرے سیٹ کے وجود کو بھی میں نہیں مان سکتی اس لیے کہ فوٹوگرافی میری ہوبی ہے۔ میں نے یہ تصویریں خود تیار کی ہیں۔ جس سیف میں یہ لفافہ رکھا تھا اس تک میرے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔"

ماہ رخ بول رہی تھی اور میں تصویر حیرت بنا اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم کو ماہ رخ کی باتوں پر اعتبار نہیں تو اس لفافے کو ریزہ ریزہ کر دو تاکہ میں تمہیں پانے کے خواب بھی نہ دیکھ سکوں۔"

ماہ رخ کے چہرے سے سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ غلط نہیں تھا۔ پھر تصویروں کا کوئی دوسرا سیٹ مجھ تک کس طرح پہنچا؟ میں نے سوچا۔ کہیں اس میں بھی کاکا کی پراسرار طاقتوں کا کوئی دخل تو نہیں تھا؟ کوئی ایسی سازش جو میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دے لیکن کاکا کو اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تھی؟ کیا وہ زبردستی میری شخصیت کو ماہ رخ کے وجود کے ساتھ نتھی کرنا چاہتی تھی؟ صرف اس لیے کہ وہ براہ راست مجھے حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

میرے ذہن میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ اس لفافے کو جو اس وقت میرے ہاتھ میں تھا نذر آتش کر دوں لیکن پھر نہ جانے کون سی قوت میرے آڑے آ گئی۔ میں نے لفافہ وہیں زمین پر پھینکا اور تیز قدم اٹھاتا ماہ رخ کی خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔ میرے تصور میں صرف ایک ہی چہرہ ابھر رہا تھا صرف ایک نام گنبد کی صدا بن کر گونج رہا تھا۔ کاکا۔۔۔ کاکا۔۔۔ کاکا۔۔۔

☆

وہ رات بھی میرے لیے قیامت انگیزی ثابت ہوئی۔ اندھیرا پھیلتے ہی ہم مچھیوں کی بستی میں داخل ہو کر ایک دو کمروں پر مشتمل کچی پکی جھونپڑی میں داخل ہوئے جہاں ایک بوڑھے شخص نے بڑے خوفزدہ انداز میں ہمیں خوش آمدید کہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے تھے کہ اپنی جھونپڑی میں اس نے خوشی اور اپنی مرضی سے ہمیں جگہ نہیں دی تھی۔ کوئی مجبوری یا پھر زبردستی ایسی ضرور تھی جس نے اسے حالات سے مفاہمت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

بہرحال میں اور ندیم دونوں اس دری پر بیٹھ گئے جو غالباً ہمارے لیے ہی زمین پر بچھائی گئی تھی۔ ایک جانب ایک ٹوٹی پھوٹی چق نظر آ رہی تھی۔ مچھلی پکڑنے کے آلات اور روغن کے میلے کچیلے صندوق اور الگنی پر لٹکے ہوئے بدبودار کپڑے ہی اس کمرے کا کل اثاثہ تھا جسے ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔ دوسرے کمرے میں اس بوڑھے کے دوسرے افراد خانہ موجود تھے جس نے ہمیں اپنا نام قاسم بتایا تھا وہ ہمارے ساتھ [illegible] کرنے کے ایک جانب کچی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

مچھیوں کی بستی تک پہنچنے کے لیے بھی خاصے سوانگ رچانے پڑے تھے۔ میں اور ندیم سرشام ہی سے شہر کی نواحی بستی میں چلے گئے تھے جہاں راجو نے ہمارے چہروں پر غریب مچھیوں جیسا میک اپ کر دیا تھا۔ ہمیں ایسے کپڑوں کو بھی اپنے جسم پر برداشت کرنا پڑا جو نہ صرف بدبودار تھے بلکہ ان میں سے مچھلی کی ناقابل برداشت سڑاند بھی پھوٹ رہی تھی۔ نواحی بستی سے نکل کر ہمیں وہ کھٹارا بس پکڑنی پڑی تھی جو مچھیوں کی بستی سے دو اسٹاپ پہلے تک جاتی تھی۔ وہاں سے ہمیں تقریباً ڈیڑھ میل کا سفر پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا پھر کہیں جا کر ہم اس جھونپڑی تک پہنچے تھے جہاں بوڑھے قاسم نے (میرے خیال کے مطابق زبردستی) ہمیں خوش آمدید کہا تھا۔

مچھلی کی سڑاند میں بسے کپڑے مجھے اپنے جسم پر کفن سے زیادہ اذیت ناک محسوس ہو رہے تھے۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اگر میرے اختیار میں ہوتا تو شاید میں وہاں ایک پل رکنا بھی برداشت نہ کرتا۔ مجھے اس بات کے بارے میں بھی مطلق کوئی علم نہیں تھا کہ ہمارے باقی ساتھی مچھیوں کی بستی کے کس حصے میں پوزیشن سنبھالے موجود ہوں گے البتہ میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ ندیم میرے برعکس بہت زیادہ فریش اور پرجوش نظر آ رہا تھا شاید اس نے مچھلی کی بساند کو ایوننگ ان پیرس سینٹ کی خوشبو سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔

میں نے ابھی تک ندیم کو ان حالات سے باخبر نہیں کیا تھا جو مجھے اپنے دفتر میں اور ماہ رخ کی کوٹھی پر پیش آئے تھے۔ میں ان مسائل کو ذاتی طور پر حل کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس وقت بھی میں قاسم کی جھونپڑی میں بھی خاموش بیٹھا آنے والے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے یقین سا تھا کہ یا تو رحیم بخش کا وہ بیان غلط تھا جو اس نے اپنی مشروط رہائی کے وقت دیا تھا یا پھر وہ ان حالات سے قطعی لاعلم تھا جس کے تحت بشیرا ماچھی نے ہمیں پھانسنے کی خاطر اسے بطور چارہ استعمال کرنے کا پلان مرتب کیا ہوگا۔ بھوشن جیسا آدمی اس قدر حماقت بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے پیشتر ہی بشیرا ماچھی کو مال کی روانگی سے متعلق باخبر کر دیتا اور اگر اس نے پہلے سے کیے جانے والے انتظامات کے تحت بشیرا ماچھی کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھا تھا تو پھر کم از کم بشیرا ماچھی کو ایک مخصوص وقت تک اپنی زبان بند رکھنی چاہیے تھی۔ خود رحیم بخش نے بھی رہائی سے پہلے یہی بیان دیا تھا کہ ناجائز تجارت سے ملوث افراد کو صرف دو گھنٹے پہلے ان کے فرائض سے باخبر کیا جاتا تھا۔ چوبیس گھنٹے پیشتر والی اطلاع ابھی تک میرے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم کے ذہن میں بھی وہی خطوط ہوں جن پر میں غور کر رہا تھا لیکن بظاہر وہ ایک سمجھو کی طرح بالکل تروتازہ اور پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے بوڑھے شخص نے خوشی سے ہمیں اپنی [illegible] کی چھت کے نیچے برداشت نہیں کیا ہے؟" میں نے خاموشی سے اکتاتے ہوئے انگریزی زبان میں ندیم کو مخاطب کیا۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہر چمکنے والی شے سونا ہی ثابت ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ بوڑھا ہمارے اعتماد کا آدمی ہے۔"

"پھر اس کے چہرے پر نظر آنے والے خوف کے تاثرات کیا معنی رکھتے ہیں؟"

"اس کی جگہ ہم ہوتے تو شاید ہماری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی۔" ندیم نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "بشیرا ماچھی اپنی بستی میں کسی اجنبی کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے اور وہ بھی رات کے وقت۔ اس نے دھونس دھڑلے سے یہاں اپنے قوانین وضع کر رکھے ہیں اس کے آدمی بڑی سختی سے مچھیوں کو ان قوانین پر عمل کرنے کی ہدایت کر چکے ہیں۔ خلاف ورزی کی صورت میں صرف ایک ہی سزا مقرر ہے۔ موت خواہ مجرم بشیرا ماچھی کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔"

"کیا یہاں رہنے والوں کا کوئی عزیز بھی ان کے ساتھ بطور مہمان رات بسر نہیں کر سکتا؟"

"کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے میزبان کو کم از کم چوبیس گھنٹے پیشتر بشیرا ماچھی سے اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"

"ہمارے ساتھ اس وقت اور کتنے آدمی اس بستی میں موجود ہیں؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔

"فکر مت کرو۔ مقابلے کی صورت میں دوسری پارٹی کو زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔" ندیم نے پراعتماد انداز میں جواب دیا۔

"میرا دل اب بھی گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے لیے کوئی ماؤس ٹریپ ہی تیار کیا گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے مختصراً کہا۔

"کیا ہم رات بھر یہاں اسی صورت میں بیٹھے کسی دوسری اطلاع کا انتظار کرتے رہیں گے؟" میں نے قدرے بیزاری سے سوال کیا۔

"ابھی صرف آٹھ بجے ہیں۔ ہمیں کم از کم نصف رات گئے تک تو بہرحال رکنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دیر بھی ہو جائے۔"

"سرکار۔" اس بار بوڑھے نے جو بڑی دیر سے ہمیں باری باری گھورنے کا فرض انجام دے رہا تھا ندیم سے پوچھا۔ "کیا آپ لوگ چائے پینا پسند کریں گے؟ میں نے سب انتظام کر رکھا ہے۔"

"ابھی نہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ضرورت محسوس ہوئی تو تمہیں ضرور تکلیف دیں گے۔"

"آپ لوگ چاہیں تو تھوڑا آرام کر لیں۔" قاسم بولا۔ "میں پوری طرح چوکس رہوں گا اور اشارہ ملتے ہی آپ لوگوں کو ہوشیار کر دوں گا۔"

"تم ہماری فکر مت کرو۔ ہم آرام سے ہیں۔"

بوڑھے نے ایک بار پھر ہمیں عجیب نظروں سے دیکھا پھر خاموشی سے اٹھ کر جھونپڑی کے دوسرے حصے میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہم لوگ بڑی دیر تک بھوشن، بشیرا ماچھی اور رحیم بخش کے متعلق آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے پھر تقریباً دس بجے مکھیوں کی جیسی مدھم آواز سنائی دی تو ندیم نے اپنی دستی گھڑی کی چابی باہر کی سمت کھینچ کر اسے منہ کے قریب کر لیا۔

"ہیلو۔ کی سیون آن دی لائن؟"

"میں نمبر ون بول رہا ہوں۔" جواب میں مدھم سی ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن میں نے اسے پہچان لیا تھا وہ رحیم بخش کی آواز تھی۔

"کوئی خبر؟" ندیم نے گھڑی میں سرگوشی کی۔

"میرا خیال ہے کہ پارٹی کو مخبری کا شبہ ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کھاٹ کے کنارے بشیرا ماچھی کے آدمیوں کو کچھ مشکوک آدمیوں کی نقل و حرکت محسوس ہوئی تھی۔" رحیم بخش نے کہا۔ "وہ شکاری کتوں کی طرح ایک ایک کشتی میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا ایسی حالت میں مال کی روانگی ممکن نہیں ہو گی؟" اس بار ندیم نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔"

"کیا تمہاری اطلاع کے مطابق مال بستی میں پہنچ چکا ہے؟"

"مجھے ابھی تک اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ بشیرا ماچھی مشکوک لوگوں کی نقل و حرکت کی اطلاع ملنے کے بعد بہت محتاط ہو گیا ہے۔"

"تم اس سے کب ملے تھے؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے وہیں سے آ رہا ہوں لیکن اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے دھتکار دیا۔" رحیم بخش نے کہا۔ "میں نے آج سے پہلے اسے اتنی غضب ناک اور خطرناک حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"آئی سی۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ایسی حالت میں ہمارا فوری طور پر بستی سے دور نکل جانا ہی زیادہ مناسب ہو گا۔"

"میرا مشورہ بھی یہی ہے۔ کسی کے پکڑے جانے کی صورت میں بشیرا ماچھی صرف میری شخصیت پر شبہ کرے گا۔"

"کیا تم اس وقت مجھ سے مل سکتے ہو؟"

"آپ پوزیشن بتائیں، میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔" رحیم بخش نے تیزی سے کہا۔ "مجھے آپ سے کچھ ضروری بات بھی کرنی ہے۔"

"انتظار کرو۔ میں تمہیں کچھ دیر بعد کال کروں گا۔" ندیم نے گھڑی کی چابی واپس دبا دی پھر جیب سے اپنا لائٹر نکال لیا جو لائٹر کے ساتھ ساتھ کسی طاقتور ٹرانسمیٹر اور ریسیور کا کام بھی انجام دیتا تھا۔ میں ندیم سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ ندیم کے چہرے پر کسی آنے والے خطرناک طوفان کی علامتیں منڈلا رہی تھیں۔ اس نے لائٹر کا مخصوص حصہ اندر کی جانب ہلکا سا دبا کر ٹرانسمیٹر آن کیا پھر دبی دبی آواز میں کہنے لگا۔ "نمبر فور۔ پلیز کم آن دی لائن۔ اٹ از نمبر الیون کالنگ یو۔"

وہ بار بار تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان ہی الفاظ کو لائٹر کی جالی کے قریب منہ کیے دہرا رہا تھا پھر پانچ سات منٹ کی کوشش کے بعد ہی دوسری جانب سے کال اٹینڈ کی گئی۔ کچھ دیر

	رومانی ناول	
زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخِ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-
	مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2	

	رومانی ناول	
دل کا آنگن	سلمیٰ رعنا	75/-
کالے کنول	سلمیٰ رعنا	75/-
اور دیا جلتا رہا	سلمیٰ رعنا	100/-
موجِ گرداب	سلمیٰ رعنا	100/-
	مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2	

تک پہنچنے سے پہلے مخصوص پیغام [illegible] ندیم نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ تمہاری کیا اطلاع ہے؟ اوور۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ہم نے خطرے کی بو سونگھ لی ہے۔ اوور۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟ اوور۔"

"چار۔ باقی پانچ آدمی دوسری ٹیم کے ساتھ پوزیشن لیے بیٹھے ہیں۔ اوور۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ دھوکے کی صورت میں تمہیں کیا کرنے کی ہدایات دی گئی تھیں؟ اوور۔"

"یس باس۔ آپ صرف حکم دیں۔ ہم ایکشن کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگائیں گے۔ اوور۔"

"کیا تم نے رحیم بخش اور بشیرا ماچھی کو نگاہوں میں رکھا ہوا ہے؟ اوور۔"

"رحیم بخش اپنی ہٹ میں ہی ہے لیکن بشیرا ماچھی نظر نہیں آ رہا۔ کچھ دیر پہلے وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ہی تھا پھر اٹھ کر اندر چلا گیا۔ ہو سکتا ہے وہ اندر موجود ہو۔ اوور۔"

"کیا رحیم بخش نے ایک گھنٹے کے دوران بشیرا ماچھی سے ملاقات کی تھی؟ اوور۔"

"نہیں۔ ہماری اطلاع کے مطابق وہ ابھی تک اپنی ہٹ میں ہی ہے۔ اوور۔"

"جسٹ بلاسٹ دی باسٹرڈ۔" ندیم نے بڑے خوفناک لہجے میں حکم دیا۔ "لیکن کوشش یہی ہو کہ وہ دونوں نہ بچ سکیں۔ دوسرے مشتبہ لوگ جو تمہارے تعاقب میں ہوں انہیں بھی ختم کر دو۔ دوسری پارٹی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لو۔ ہمیں اپنا آپریشن دس منٹ کے اندر اندر مکمل کر کے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنی ہو گی۔ میری فکر مت کرنا۔ ہم دونوں آرام سے نکل جائیں گے اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟ اوور۔"

"جی نہیں۔" دوسری جانب سے بڑے پرسکون انداز میں کہا گیا۔ "ہم آپریشن مکمل کرنے میں تین چار منٹ سے زیادہ نہیں لیں گے۔ اوور۔"

"کوشش کرنا کہ بستی کے دوسرے افراد تمہارے ایکشن سے محفوظ رہیں اوور اینڈ آل۔" ندیم نے لائٹر بند کر کے جیب میں ڈالا تو میں نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ۔"

"تمہیں صرف شبہ تھا لیکن مجھے یقین تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر اتنا سارا الم غلم پھیلانے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "رحیم بخش اور بشیرا ماچھی کو ویسے بھی ٹھکانے لگایا جا سکتا تھا۔"

"لیو اٹ مائی ڈیئر۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "شیر کے شکار کا مزا اسے للکار کر مارنے میں زیادہ آتا ہے۔ مچان پر بیٹھ کر تو کوئی اناڑی بھی لبلبی دبا سکتا ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا ایک ہولناک دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں بھی گونجنے لگی تھیں۔

"نکل چلو۔ اس افراتفری میں ہم زیادہ محفوظ رہیں گے۔"

قاسم بوکھلایا ہوا دوسری طرف سے برآمد ہوا لیکن ندیم اس کی جانب کوئی توجہ دیے بغیر میرا ہاتھ تھام کر جھونپڑی سے نکل کر ایک سمت بھاگنے لگا۔ ایک منٹ بعد دوسرا دھماکا ہوا جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ شدید تھا۔ زمین قدموں تلے لرز کر رہ گئی تھی۔ بستی کے افراد بھی اپنی جھونپڑیوں اور مکانوں سے نکل کر جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر دوڑ بھاگ رہے تھے۔ ہر طرف قیامت کا سماں تھا لیکن ندیم اس وقت بھی بالکل فریش ہی نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے۔

"کیا واپسی کے لیے بھی پورے ڈیڑھ میل تک اسی طرح بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔" میں نے سرسری طور پر پوچھا۔

"ٹھہر او دوست۔ ہماری گاڑی کہیں قریب ہی موجود ہو گی۔"

اسی لمحے تاریکی میں سڑک کے بائیں جانب سے ٹارچ جلنے اور بجھنے کے سگنل ملے، ندیم نے اپنا رخ اسی طرف موڑ دیا پھر تقریباً دو منٹ بعد ہی ہم ایک لینڈ کروزر میں بیٹھے شہر کی سمت واپس جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر مجھے راجو نظر آیا جو اس وقت اپنی اصلی صورت میں تھا۔

"کیا رہا باس؟" اس نے ندیم سے دریافت کیا۔

"وہی جس کا خدشہ مجھے پہلے سے تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"ون منٹ۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "تم نے نمبر فور کو رحیم بخش کو شوٹ ریٹ ایٹ کا حکم دیا تھا لیکن اگر میری یادداشت غلط نہیں ہے تو تم نے رحیم بخش کو رہا کرتے وقت یہی کہا تھا کہ اس کی دستی گھڑی کے اندر کوئی ایسی شے موجود ہے جو تمہارے ایک اشارے پر اس کے ٹکڑے بھی کر سکتی ہے۔"

"وہ جملہ میں نے زیبِ داستاں کے لیے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ ویسے کیا تم زیبِ داستاں کا مطلب سمجھتے ہو؟" ندیم نے بڑے موڈ میں پوچھا۔

"ایسی داستان جو تم جیسے آدمیوں کو زیب نہ دیتی ہو۔" میں نے جھلا کر جواب دیا پھر منہ دوسری طرف کر کے بھاگتی ہوئی تاریکی کو دیکھنے لگا۔

"اب تمہاری وہ عمر نہیں رہی جب تم محبوباؤں کی طرح روٹھو اور دوسرا تمہارے منانے کے لیے تڑپ اٹھے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑے توقف کے بعد ندیم نے سرگوشی کی۔

"یہ لینڈ کروزر ہے مائی ڈیئر۔ ماہ رخ کی خواب گاہ نہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر ندیم کی طرف دیکھا۔ میرے دل میں چور تھا اس لیے مجھے ندیم کی بات کا نوٹس لینا پڑا۔ ایک ثانیے کو میرے ذہن میں اسی شک نے سر ابھارا تھا کہ شاید ماہ رخ نے ندیم کو صبح کی روداد سے آگاہ کر دیا ہو گا لیکن پھر میں نے اپنے شک کی نفی کر دی۔ میں ماہ رخ کو جس جذباتی کیفیت میں چھوڑ کر آیا تھا اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ تصاویر کا کوئی ذکر زبان تک لائے گی۔ مجھے علم تھا کہ ندیم اور اس کے تعلقات پرانے تھے لیکن اس کے باوجود ماہ رخ

سے اس قسم کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"سنا ہے آج کل تمہارے اور ماہ رخ کے درمیان کچھ زیادہ ہی گاڑھی چھن رہی ہے؟"

"میں اسے مذاق سمجھوں یا رقابت؟"

"رقابت وہاں ہوتی ہے جہاں سنجیدگی سے کسی کو چاہا جائے" ندیم بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "ماہ رخ کا معاملہ تو پلیٹ فارم پر واقع ویٹنگ روم جیسا ہے جسے بحالت مجبوری کچھ دیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں؟ تمہیں اس قدر تعجب کیوں ہو رہا ہے۔"

"اگر یہی معاملہ تھا تو پھر تم نے اس سے میرا تعارف کیوں کرایا تھا؟"

"کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی افادیت پہلو دار ہوتی ہے" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "ماہ رخ کا شمار بھی تم اسی فہرست میں کر سکتے ہو۔ اس کی ذاتی اور نجی زندگی کو درمیان سے نکال دو تو وہ انتہائی کارآمد عورت ہے۔ اونچی سوسائٹی میں اس کا ایک مقام ہے جسے لوگ بڑی عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اس کی آنکھوں کا اشارہ حکومت کی پیشانی پر آئے ہوئے بل کو بھی دور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ سلیمان شاہ کی بیوی ہے اور سلیمان شاہ ایک ایسی قوت ہے جسے حکومت کا اہم ستون بھی کہا جا سکتا ہے۔"

"ہو گا لیکن اس وقت تمہیں ماہ رخ کی یاد کیسے آ گئی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا خیال تھا کہ ماہ رخ کا ذکر تمہاری وقتی بوریت کو دور کرے گا۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟" ندیم نے بڑی سادگی سے کہا۔

"نو۔۔۔ یس۔۔۔" میں نے تلملا کر جواب دیا پھر دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

دوسرے روز شام کو شائع ہونے والے اخبارات نے مچھیروں کی بستی میں ہونے والے دھماکوں کو ملک دشمن عناصر کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔ یہ کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ پولیس اور دوسری ایجنسیاں اکثر ایسے سنسنی خیز موقعوں کی تلاش میں رہتی ہیں جب وہ کسی حادثے کی آڑ لے کر اپنے بہت سارے کیس ان حادثات کے کھاتے میں ڈال دیتی ہیں۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اسے گرفتار نہیں کیا جاتا لیکن اگر اسے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر بھی ہلاک کر دیا جائے تو متعلقہ تھانے کے بہتیرے کیس مقتول کے سر منڈھ کر جرائم کی متعدد فائلوں کو نمٹا دیا جاتا ہے جب کہ اصلی مجرم اور قاتل سینہ تانے دندناتے پھرتے ہیں اور پولیس یا بااثر لوگ ان کی پشت پناہی کرتے رہتے ہیں۔

مچھیروں کی بستی میں ہونے والے دھماکے میں مرنے والوں کے اعداد و شمار کو بھی خاصا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا۔ پولیس بیان کے مطابق اس امن پسند بستی کو اس لیے دھماکے سے اڑانے کی کوشش کی گئی تھی کہ ان لوگوں نے دہشت گردوں کو بھتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ جو لاشیں ناقابل شناخت ملی تھیں ان پر کسی نہ کسی تفتیش طلب کیس کے مجرم کا نام تھوپ کر پولیس نے نہ صرف اپنا کرائم گراف ہی بہتر کر لیا بلکہ حکومت سے بہترین کارکردگی کی سند بھی حاصل کر لی۔

دھماکے کے سلسلے میں مختلف اخبارات نے مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ ایک اخبار نے اپنا بزنس چمکانے کے لیے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ حکومت اس ساحلی حصے کو اپنے کسی چہیتے شخص کے نام الاٹ کرنا چاہتی تھی لیکن جب مچھیروں نے اس بستی کو خالی کرنے سے انکار کیا تو اس حکم عدولی کی وجہ سے تخریب کاری کی آڑ لے کر اس کے کچھ حصوں کو دھماکوں کے ذریعے اڑوا دیا گیا۔ بہرحال جتنی باتیں گھڑی گئی تھیں وہ ساری کی ساری غلط تھیں۔

میں اس وقت دفتر سے اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا جب ندیم شام کے دو تین اخبارات لیے آفس میں داخل ہوا پھر ہم دونوں ہی کچھ رسمی باتوں کے بعد اخبارات کے مطالعے میں مصروف ہو گئے اور ان جھوٹی سچی کہانیوں کو پڑھنے لگے جن کا صداقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ان خبروں کے بارے میں؟" ندیم نے کچھ دیر بعد مجھ سے پوچھا۔

"بوگس رپورٹس ہیں۔"

"لیکن ان خبروں میں کسی نہ کسی زاویے سے پولیس کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔"

"ظاہر ہے" میں نے جواب دیا۔ "اخبار کے پریس رپورٹر ضرور ہوتے ہیں لیکن ان پریس رپورٹروں کے پاس علاء الدین کا کوئی طلسمی چراغ نہیں ہوتا جسے گھس کے چراغ کے جن سے تمام اصلیت معلوم کر لی جائے۔ جس علاقے میں کوئی جرم ہوتا ہے وہاں کی پولیس ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہوتی ہے جو پیش آنے والے جرم یا حادثے سے متعلق تفصیل فراہم کرتی ہے اور بیان جاری کرتے وقت پولیس کو اپنی کارکردگی کا خیال بھی لاحق ہوتا ہے چنانچہ بہت کم رپورٹس ایسی ہوتی ہیں جو اپنی اصل شکل میں سامنے آتی ہیں لیکن وہ رپورٹرز جو اپنی جان جوکھم میں ڈال کر بڑی تگ و دو کے بعد اصل رپورٹ فراہم کرتے ہیں یا تو انہیں اخبار کے مالکان "حکومت کی پالیسی کے خلاف" کی قدغن لگا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں یا پھر رپورٹ شائع ہو جانے کے بعد اوپر کے پریشر کی وجہ سے رپورٹر کی چھٹی کر دی جاتی ہے۔"

"پولیس کے محکمے میں رہنے سے تم خاصے تجربہ کار ہو گئے ہو۔" ندیم نے کہا پھر توقف سے بولا۔ "تمہارا بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"کیا ان جھوٹی اور من گھڑت خبروں کے پیچھے بھوشن کے ارادے کو بھی کوئی دخل ہو سکتا ہے؟"

"یہ بھی عین ممکن ہے اس لیے کہ مچھیروں کی اس بستی کو بہرحال ناجائز تجارت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا جس کی اطلاع کسٹم اور پولیس کو یقیناً ہو گی لیکن کسی بھی خبر میں اس اہم نکتے کو درمیان میں نہیں لایا گیا۔"

"تمہارے لیے ایک اطلاع اور بھی ہے" ندیم نے ہاتھ میں دبا ہوا اخبار ایک جانب اچھالتے ہوئے کہا۔ "مرنے والوں کی اصل تعداد کسی طرح بھی اٹھارہ سے زیادہ نہیں ہے البتہ کچھ افراد زخمی بھی ہوئے ہیں لیکن مرنے والوں یا زخمی ہونے والوں میں صرف رحیم بخش اور بشیرا ماچھی کے خاص گرگوں کی لاشیں دستیاب ہوئی ہیں۔ بشیرا ماچھی کا کوئی پتا نہیں چلا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے بم کے وہ دھماکے محض تفریحاً نہیں کرائے تھے مائی ڈیئر۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "رحیم بخش کو رہا کرنے سے پہلے ہی میرے آدمیوں نے اس کی جھونپڑی کے اندر ایک کم قوت والا ریموٹ کنٹرول بم زمین میں دبا دیا تھا۔ دوسرا بم قدرے طاقت ور تھا جسے بشیرا ماچھی کے ہوٹل میں ایک خفیہ مقام پر رکھا گیا تھا اس لیے کہ خصوصاً رات کے وقت وہ زیادہ تر اپنے ہوٹل پر ہی ملتا تھا۔"

"لیکن بشیرا ماچھی؟"

"مجھے یقین ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح ہماری کارروائی کی اطلاع یا پھر خطرے کا الارم مل گیا تھا۔ چنانچہ وہ موقع پاتے ہی فرار ہو گیا۔ دوسری شکل میں اس کی لاش ہماری خواہش کے عین مطابق جائے حادثہ پر ملنی ضروری تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔"

"رحیم بخش۔۔۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس نے بشیرا ماچھی کے ساتھ حق نمک ادا کرنے کی کوشش کی ہو لیکن خود اپنے جال میں پھنس کر مارا گیا اور بشیرا ماچھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

"بہرحال ہم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے ویسے مجھے یقین ہے کہ بھوشن اس حادثے کی اطلاع ملنے کے بعد سے کانٹوں پر لوٹ رہا ہو گا۔"

"ضروری نہیں ہے" میں نے اختلاف کیا۔ "جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی زندگیوں سے زیادہ اپنا مال اور دولت عزیز ہو وہ اور بہت سارے آدمی اور راستے تلاش کر سکتا ہے۔ تم خان جابر، بہرام تاتیگر اور بھگوان داس وغیرہ کی موت کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔"

"اس امکان پر بھی غور کیا جا سکتا ہے لیکن میں ابھی تک بشیرا ماچھی کے بارے میں حیران ہوں۔ اس کی لاش نہ ہوٹل میں ملی اور نہ جھونپڑی میں۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق اس کی جائے رہائش بالکل خالی ہی ملی تھی۔"

"پھر تو ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اسے ہمارے آپریشن کی اطلاع مل گئی تھی۔"

"لیکن میرے آدمی اس کی طرف سے غافل نہیں تھے" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوٹل سے روانگی کے بعد وہ سیدھا اپنی جھونپڑی میں گیا تھا جس کی نگرانی میرے آدمی کر رہے تھے مگر دھماکے کے بعد بھی اسے باہر نکلتے نہیں دیکھا گیا۔"

"مچھیروں کی بستی میں بشیرا ماچھی کی ملکیت وہی ایک جھونپڑی نہیں تھی اور بھی کئی مکانات ہیں جہاں وہ رات گزارنے کا عادی تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جھونپڑی سے اندر کوئی چور راستہ ایسا موجود ہو جو ہمارے آدمیوں کی نظر میں نہ آ سکا ہو۔"

"بہرحال میں نہیں سمجھتا کہ اب بھوشن دوبارہ اس کے ذریعے اپنی ناجائز تجارت کا رسک لے گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن جیسے کمینہ خصلت لوگ اپنے معاملات میں نہ صرف اپنے سائے سے محتاط رہتے ہیں بلکہ اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے۔"

"ایک بات اور بھی ہو سکتی ہے" ندیم نے مجھے عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہاری کالکا رانی کی پراسرار اور گندی قوت بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہے۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی اس سلسلے میں مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

میرے ذہن میں ایک بار پھر لیڈی مکلارنس اور کالکا رانی کی شخصیتیں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں پھر فون کی گھنٹی نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

"ہیلو، شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا پھر دوسری جانب سے جو آواز سنائی دی اسے سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

وہ بشیرا ماچھی کی آواز تھی۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔

"شہباز خان۔" بشیرا ماچھی نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم نے ہماری بستی میں دھماکے کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم زندہ بچ گئے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں تمہیں اتنی آسان موت نہیں مارنا چاہتا تھا ورنہ تمہیں اس وقت بھی گولی کا نشانہ بنایا جاسکتا تھا جب تم اپنے ہوٹل میں موجود تھے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ غرایا۔ "اگر یہ بات تھی تو پھر تمہارے شکاری کتے لاشوں کے درمیان مجھے کس لیے تلاش کر رہے تھے؟"

"محض یہ دیکھنے کی خاطر کہ کہیں تم نے خفیہ راستے سے فرار ہونے میں دیر تو نہیں لگائی۔"

"سمجھا۔ رحیم بخش نے شاید ہماری توقع سے زیادہ غداری کا ثبوت دیا تھا۔"

"کیا تم اس بات کا شکریہ ادا نہیں کرو گے کہ ہم نے تمہیں للکار کر مارنے کی خاطر فرار ہونے کا موقع فراہم کیا تھا؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"گھبراؤ مت۔ میں تمہارے اس قرض کو بہت جلد ادا کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اتنا یاد رکھنا کہ تم نے بستی کے بے گناہ لوگوں کو بھی مارنے کی حماقت کی تھی۔ تمہیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی۔ میرے پاس تمہارے لیے رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ میں تمہیں اور تمہارے ساتھی دونوں کو سسکا سسکا کر اذیت ناک موت ماروں گا۔"

ندیم نے مجھ سے اشارے سے دریافت کیا کہ وہ فون کس کا ہے؟ میں نے ایک کاغذ پر بشیرا ماچھی لکھ کر ندیم کی طرف بڑھا دیا پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔

"دن میں خواب دیکھنے والے ہمیشہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔"

"مجھے تمہارے جواب کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔ ویسے ایک بات تمہارے گوش گزار کردوں، تم نے رحیم بخش کے ذریعے جو پیغام ہمارے لیے بھجوایا تھا ہمیں اس کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی۔"

"چہک لو شہباز خان۔" بشیرا ماچھی نے سفاک انداز میں جواب دیا۔ "لیکن تمہیں شاید بشیرا ماچھی کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے۔"

"میرے لیے صرف یہی جان لینا کافی ہے کہ تم بھوشن جوزف کے کمیشن ایجنٹ ہو لیکن شاید تم دوراندیشی کے تقاضوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ ورنہ تمہیں راجن کی موت

"فکر مت کرو۔ اب میرے لیے یہ کام کچھ زیادہ مشکل

نہیں ہوگا کہ میں تم کو اور تمہارے دوست کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دوں۔"

"کیا صرف یہی اطلاع دینے کی خاطر فون کیا تھا؟"

"ایک بات اور یاد رکھنا۔ اب تمہیں دنیا کی کوئی طاقت بشیرا کے قہر سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔" دوسری جانب سے سفاک لہجے میں کہا گیا اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"کیا بکواس کر رہا تھا؟" ندیم نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ہمیں اپنے عتاب سے ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"خوش فہمی کا شکار ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ زیادہ دیر تک میرے آدمیوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"شطرنج کے کھیل میں بادشاہ کی قوت کمزور کرنے کی خاطر پہلے پیادوں اور پھر وزیر کو راستے سے ہٹانا پڑتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "بھوشن ہمارا آخری شکار ہوگا۔"

"اور اگر اس سے پیشتر اس نے ہمارے سر پیٹنے شروع کردیے تو؟"

"جنگ میں سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم نے ایک لمبا راستہ [illegible] کر کے کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں رحیم بخش کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بشیرا ماچھی زیادہ اہم تھا۔ ہم اسے پہلے ہی شکار کر لیتے تو زیادہ مناسب رہتا۔"

"ایسی صورت میں تو اب بشیرا کے مقابلے میں بھوشن کی شخصیت ہمارے لیے زیادہ اہم ہے۔"

"میں اسی بات پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں۔"

"میں تمہیں روکوں گا نہیں لیکن اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بھوشن تمہارے لیے تر نوالہ نہیں ثابت ہوگا۔ میری اطلاع کے مطابق اب اس نے اپنے حفاظتی انتظامات اور سخت کر دیے ہیں۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم کو صرف عمل کرنے سے غرض ہونی چاہیے۔"

"آئی وش یو گڈ لک۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

میں ندیم کی پلاننگ سے کسی طور متفق نہیں تھا۔ اس نے بشیرا ماچھی کو زخمی کر کے ہمارے لیے زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے کہا تھا کہ کالا کا بھوشن کے سلسلے میں میرے ساتھ دو غلی چال چل سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اسی کی گندی قوت نے کسی طرح بشیرا ماچھی کو آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا ہو۔ کالا کا کے نام کے ساتھ ہی مجھے وہ منظر بھی یاد آ گیا جب میں نے لیڈی مکلارنس کو خطرناک سانپوں کی بندش میں بے بس دیکھا تھا۔ کالا کا اور لیڈی مکلارنس کی پراسرار قوتیں میرے لیے معمہ بنتی جا رہی تھیں۔ یہ طے کرنا میرے لیے اب مشکل تھا کہ ان دونوں میں سے کون میرا ہمدرد ہے اور کون دشمنی پر کمربستہ ہے۔

میرا ذاتی خیال اب بھی یہی تھا کہ اگر کسی طرح بھوشن کو ٹھکانے لگا دیا جاتا تو ساری کہانی ختم ہو سکتی تھی لیکن ندیم کے علاوہ کالا کا اور لیڈی مکلارنس نے بھی الگ الگ مجھ سے یہی کہا تھا کہ ابھی میرا بھوشن سے ٹکرانا مناسب نہیں ہوگا لیکن میرا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ موت اور زندگی کے درمیان بس ایک سانس کا رشتہ ہوتا ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ میرے لیے ماضی کی ہولناک باتیں اتنی کربناک تھیں جو کسی پھانس کی مانند اندر ہی اندر میرے وجود میں چبھتی رہتی تھیں۔ میں مرنے سے پہلے اس پھانس کو نکالنا چاہتا تھا ورنہ حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ جاتیں۔

میں ابھی بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر کوئی آخری فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی کی آواز نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ میں نے تیسری گھنٹی کے بعد ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے قدرے طنزیہ پیرائے میں کہا۔ "کیا مچھیروں کی بستی میں ہونے والی ہڑبونگ میں بھی پولیس میری ذات پر شبہ کر رہی ہے۔"

"جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس بستی میں تخریبی اور ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی تھیں لیکن بشیرا ماچھی کا بچ نکلنا اچھا نہیں ہوا۔"

"پھر اس سلسلے میں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک مجھ سے خفا ہیں؟"

"مجھے ابھی اس شہر میں رہنا ہے اور کاروبار بھی کرنا ہے اس لیے میں دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر لینے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"آپ اس وقت دفتر میں کیا کر رہے ہیں؟"

"میں سمجھا نہیں؟ کیا اپنے دفتر میں دیر تک بیٹھنا بھی کوئی جرم ہے؟"

"میں نے اس وقت آپ کو ایک خاص مقصد سے فون کیا تھا۔" سراج نے میرے جواب کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو قتل کرنے کے لیے ایک بار پھر طاغوتی قوتیں اپنا سر ابھار رہی ہیں۔"

"کوئی اہم اطلاع؟" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ابھی کچھ دیر پیشتر مجھے کسی نے بشیرا ماچھی کے نام سے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کسی اور کے بجائے خود بشیرا نے ایسا کیا ہو۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے چیلنج کیا ہے کہ آج آپ گھر تک زندہ نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"کیا آپ کا مشورہ ہے کہ میں دفتر سے اٹھنے سے پیشتر اپنی تجہیز و تکفین کا بندوبست کر لوں۔"

"جو فون مجھے کیا گیا ہے وہ براہ راست آپ کو بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"ممکن ہے اس نے آپ کو قبل از وقت میرے جنازے میں شرکت کی دعوت دینے کی کوشش کی ہو۔"

"مسٹر شہباز! کیا آپ کچھ دیر کے لیے سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔"

"آپ نے کچھ مافوقی قوتوں کا حوالہ دیا ہے۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ "پھر یہ بشیرا ماچھی درمیان میں کہاں سے آ گیا؟"

"بشیرا ماچھی کے فون کے بعد کسی خاتون نے مجھے فون کر کے بشیرا کی دھمکی کی تصدیق کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اس عورت کی آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہوں۔"

"وہ عورت بشیرا ماچھی کی کوئی محبوبہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"اس عورت نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ دفتر سے باہر نکلنے سے پیشتر ہی ان کا شکار بن جائیں گے۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے کیا میں عارضی طور پر دفتر ہی میں قیام پذیر رہوں؟"

"میں پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اس وقت تک دفتر سے اٹھنے سے گریز کریں تو مناسب ہو گا۔"

"آپ بھول رہے ہیں کہ آپ آج کل چھٹی پر ہیں۔"

"اس کے باوجود میں آپ کے بہت کام آ سکتا ہوں۔" اس جملے کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میں نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا اور سنجیدگی سے سراج کی فراہم کردہ اطلاع پر غور کرنے لگا۔ کچھ دیر پیشتر ندیم کی موجودگی میں بھی بشیرا نے مجھے اذیت ناک حالات سے دوچار کرنے کی دھمکی دی تھی لیکن اسے سراج کو درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ عورت کون تھی جس نے سراج کو فون کیا تھا؟ اور سراج نے خاص طور پر مافوقی قوتوں کا حوالہ کیوں دیا تھا۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر رہے تھے۔ بہرحال احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ میں نے گارڈ کو اندر بلا کر سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں اس وقت بہت زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اطلاع کر دو کہ بغیر میری اجازت کے کسی کو میرے دفتر میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔"

"کیا کوئی خطرے کی بات ہے صاحب؟" گارڈ نے فرمانبرداری سے دریافت کیا۔

"ہو بھی سکتی ہے۔" میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کو کہا پھر انٹر کام اٹھا کر وانی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے انٹر کام کا ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ دوسری جانب سے مجھے وانی کے بجائے کسی عورت کی آواز سنائی دی تھی۔

"میں آپ ہی کے لیے کوئی حکم؟"

میرے دفتر کوئی خاتون ملازم نہیں تھی پھر بھی میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"وانی کہاں ہے؟"

"ابھی کچھ دیر پیشتر مجھ سے مزے مزے کی باتیں کر رہا تھا لیکن اب وہ فرش پر اوندھے منہ پڑا ہے۔ شاید بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اپنا آٹومیٹک نکال کر کھلی دراز میں رکھ لیا تاکہ بوقت ضرورت اسے استعمال کیا جا سکے۔ میں نے سراج کی باتوں کو مذاق سمجھا تھا لیکن اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاید خطرہ میرے دفتر کے اندر ہی موجود ہے۔

"ایک خوب صورت عورت ہوں جو تم سے ملنے آئی تھی لیکن وانی نے مجھے منع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک گارڈ میرے سر پر مسلط کر دیا تھا لیکن نہ جانے کیا بات ہے کہ اس وقت دونوں ہی فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہیں۔"

"شاید وہ تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکے ہوں گے۔" میں نے خود کو بے پرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"تمہارے آفس کے باہر اس وقت تین مسلح گارڈز پوزیشن سنبھالے بیٹھے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم ان کو بلا کر تاکید کر دو کہ وہ میرا راستہ روکنے کی کوشش نہ کریں ورنہ ان کا انجام بھی مختلف نہیں ہو گا۔"

"تمہیں وانی سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا براہ راست میرے آفس میں نہیں آ سکتی تھیں؟"

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا لیکن پھر پروٹوکول کا خیال آ گیا۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی پھر ریسیور رکھنے کی مدھم آوازیں میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے آٹومیٹک اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور کرسی کو میز سے اور قریب کر لیا تاکہ آفس میں داخل ہونے والی کوئی شخصیت اسے نہ دیکھ سکے۔ میرا ذہن تیزی سے آنے والے خطرے کے بارے میں سوچ رہا تھا پھر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

میرے آفس میں جو عورت داخل ہو رہی تھی وہ بلاشبہ حسین کہلانے کی مستحق تھی۔ اس کا نازک اندام جسم چلنے میں اس طرح لچک رہا تھا جیسے پھولوں سے لدی کوئی شاخ تیز ہوا کے لپیٹے میں آ گئی ہو۔ وہ سراپا حسن کا ایک مجسمہ تھی جس کے تخلیق کار نے اسے تراشنے خراشنے کے بعد اس کے اندر روح پھونک دی ہو۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز اس قدر دلکش اور خوب صورت تھے کہ ان پر سے نظر ہٹانا مشکل تھا۔ اس کی خوب صورت اور کشادہ پیشانی پر سرخ رنگ کی شوخ بندیا اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ میری نظریں اس کے حسین سراپا پر جیسے جم کر رہ گئی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی میرے سامنے آ کر بڑے دلکش انداز میں اپنے بدن کو سمیٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے گلابی ہونٹوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہو رہی تھی کہ وہ میرے آفس کے اندر کس طرح آ گئی جبکہ میں نے اپنے گارڈز کو سختی سے ہدایت دی تھی کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے۔

"کیا سوچ رہے ہو شہباز خان؟" وہ مترنم آواز میں بولی۔

"کیا تم نے میرے آفس گارڈز کو بھی ۔۔۔؟"

"نہیں۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "میں نے صرف کچھ دیر کے لیے ان کی نگاہوں کے سامنے پردہ کھینچ دیا تھا۔"

"وانی کے بارے میں ۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "وہ ابھی زندہ ہے۔"

"تم ۔۔۔"

"میں سادھنا ہوں۔" وہ ایک ادا سے آگے جھک کر بولی۔ "تم شاید مجھ سے واقف نہیں ہو لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا تم سراج سے بھی واقف ہو؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔

"ہاں۔" اس کے لہجے میں یکلخت تبدیلی آ گئی۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میں نے ہی اسے فون کیا تھا۔"

"سراج کا کہنا ہے کہ وہ تمہاری آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔" میں نے بھی پہلو بدل کر جواب دیا۔

"وہ ابھی یہاں آنے والا ہے اسی سے پوچھ لینا۔"

"بشیرا ماچھی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"وہی جو تمہارا ماہ رخ سے ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کیوں؟ کیا تم اس سے انکار کر سکو گے؟"

"یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟" میرے لہجے میں ترشی آ گئی۔

"تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا۔" وہ سنگ دلی سے بولی۔ "بشیرا کی خاطر میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

"پھر۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "انتظار کس بات کا ہے۔"

"اگر تم مجھ سے ایک سودا کرنے کو تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں معاف کر سکتی ہوں۔"

"کیا تم بشیرا کے ساتھ غداری بھی کر سکتی ہو؟"

"ہاں لیکن صرف ایک شرط پر۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "تمہیں بھوشن کو مارنا ہو گا۔"

"تم شاید بھول رہی ہو کہ بشیرا بھی بھوشن ہی کا ایک کارندہ ہے۔"

ٹھیک اسی وقت سراج کمرے میں داخل ہوا لیکن سادھنا سے نگاہیں چار کرنے کے بعد وہ پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ یہ تماشا میرے لیے دلچسپ بھی تھا اور حیرت انگیز بھی پھر میرے ذہن میں ایک ہی نام ابھرا۔ "کالکا" وہ اس قسم کے چمتکار دکھانے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں اسے کئی روپ میں دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی شاید اسی نے سادھنا کا سوانگ رچا رکھا تھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ بشیرا بھوشن کے لیے ناجائز تجارت کا دھندا کرتا تھا۔" سادھنا نے سراج سے نظر ہٹا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے کئی بار روکنے کی کوشش بھی کی لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ بھی بھوشن کی وجہ سے آئی ہے اسی لیے میں بھوشن کو معاف نہیں کر سکتی۔"

"حیرت کی بات ہے۔ تم کالی قوتوں کی مالک ہونے کے بعد بھی بذات خود بھوشن کو ٹھکانے نہیں لگا سکتیں۔"

"اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" سادھنا کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ "جس کے ساتھ میرا شریر کا بندھن رہ چکا ہو میں اسے مار نہیں سکتی۔"

"تم شاید میرے ساتھ مذاق کر رہی ہو؟" میں نے تلخ انداز میں جواب دیا۔ "ایک طرف تم نے بھوشن کے ساتھ تعلقات بھی رکھے اور اب اسی کو مارنا بھی چاہتی ہو۔"

"میرے اختیار میں ہوتا تو میں بشیرا کو بھی معاف نہ کرتی اس لیے کہ اس حرام زادے نے بھی میرے ساتھ زبردستی کی تھی لیکن اس نے میرے اوپر ایک احسان بھی کیا تھا۔" سادھنا نے سرد آواز میں کہا۔ "اس نے مجھے بھوشن کی قید سے آزاد کرایا تھا۔ یا یوں سمجھو کہ بھوشن نے مجھے انعام کی طور پر بشیرا

کی گود میں ڈال دیا تھا۔ بہرحال اگر میں بھوشن کی قید سے آزاد نہ ہوتی تو شاید اس کے پالتو کتے مرتے دم تک میری ہڈیوں کو بھنبھوڑتے رہتے۔"

میں نے ایک بار پھر سراج کی سمت دیکھا۔ ابھی تک وہ اسی پوزیشن میں تھا۔ اس کی ایک ٹانگ بدستور فضا میں معلق تھی، دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلے تھے اور اس کی بظاہر پتھرائی ہوئی نگاہیں سادھنا پر ہی مرکوز تھیں۔

"گھبراؤ مت۔ میں نے اسے ہپناٹائز کر دیا ہے اور جب تک میں نہ چاہوں یہ اسی صورت میں کھڑا رہے گا۔"

"بشیرا نے سراج کو فون کر کے چیلنج کیا تھا کہ میں آج دفتر سے اٹھ کر زندہ گھر واپس نہیں پہنچ سکوں گا۔ تم نے اس کی تصدیق بھی کی تھی؟"

"ہاں۔" وہ مجھے عجیب وحشت ناک نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اس سے انکار نہیں کروں گی لیکن اب میں یا بشیرا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارے دوست کی طرح میں نے آفس میں داخل ہونے کے بعد تمہیں بھی ہپناٹائز کرنا چاہا تھا لیکن تمہارے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تمہارے چاروں طرف مجھے ایک ایسی دیوار نظر آ رہی ہے جسے پھلانگنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ کچھ دیر میں بشیرا ابھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے لیکن شاید وہ بھی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے۔"

سادھنا کی بات ختم ہوتے ہی بشیرا اپنے دو مسلح ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ سراج کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا تھا مگر دوسرے ہی لمحے اس کے ہونٹوں پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سادھنا کی طرف توجہ دیے بغیر مجھ سے بڑے زہریلے لہجے میں مخاطب ہوا۔

"اب تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے لیکن تمہارے اس دوست کو کیا ہوا؟"

"اس کا جواب تم اپنی سادھنا سے بھی پوچھ سکتے ہو۔"

"سادھنا۔" بشیرا چونکا۔ "کیا وہ بھی یہاں آئی تھی؟" اور بشیرا کے اس سوال پر مجھے احساس ہوا کہ وہ سادھنا کو دیکھنے سے قاصر تھا حالانکہ وہ ابھی تک کرسی پر بیٹھی ہونٹ چبا رہی تھی۔

"ہاں۔ کچھ دیر پہلے وہ آئی تھی۔"

"کیا کہا تھا اس نے تم سے؟" بشیرا کسی زخمی درندے کی مانند تڑپ کر بولا۔

"اس نے صرف یہی کہا تھا کہ تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا جو خواب دیکھا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

"خیال ہے تمہارا۔ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ تم نے مجھے چھیڑ کر اپنی موت کو ہی دعوت دی ہے۔"

"بشیرا۔" میں نے اسے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم یہاں سے خود اپنی ٹانگوں پر چل کر جانا پسند کرو گے یا میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے ملازموں کے ذریعے اٹھوا کر باہر سڑک پر پھنکوا دوں۔"

جواب میں اس نے ریوالور اٹھا کر مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن ریوالور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تماشا ہوا تھا۔

"بشیرا۔" سادھنا نے بڑی حقارت سے کہا۔ "اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جا۔ فی الحال تیرے لیے یہی بہتر ہوگا۔"

اور پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے بشیرا اور اس کے ساتھیوں کو روبوٹ کی طرح پلٹ کر باہر جاتے دیکھا۔ سراج کی کیفیت میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"میرے پاس وقت کم ہے۔" وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "کیا تم بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے سودا کرنے پر تیار ہو؟"

"تم سودا نہ کرو جب بھی میں بھوشن کو معاف نہ کروں گا۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں اگر تم چاہو تو؟" اس کا لہجہ بڑا خشک تھا۔

"نہیں۔ مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"تمہاری مرضی۔" وہ ایک ادا سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "لیکن کام بڑی احتیاط سے کرنا۔ بھوشن نے اپنی حفاظت کے لیے آج کل سادہ لباس والوں کی پوری فوج مقرر کر رکھی ہے۔"

"یہ بات تم سادھنا کا روپ اختیار کرنے کے بجائے کالکا کے اصل روپ میں بھی کہہ سکتی تھیں۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"کالکا۔" سادھنا نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میرے سپنوں کی رانی جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے۔"

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ بدستور سنجیدگی سے بولی۔ "میں کالکا نہیں ہوں۔ سادھنا بھی میرا اصلی نام نہیں ہے۔"

"پھر کون ہو تم؟"

"بھوشن کی ارتھی اٹھنے دو پھر میں تمہیں یہ بھی بتا دوں گی کہ میں کون ہوں۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "فی الحال یہ سمجھ

لو کہ میں بھی کسی اور کے شریر میں ایک بھٹکتی ہوئی روح ہوں۔"

پھر قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی سراج حرکت میں آ گیا۔

"کیا بشیرا ابھی یا اس کے آدمیوں نے آپ کو دوبارہ بھی فون کیا تھا؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے اس نے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر اس نے فی الحال میری موت کا پروگرام موخر کر دیا ہے۔"

سراج نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری کج الدماغی پر شبہ ہو رہا ہو۔

☆

میں گھر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھا تو کریم مجھے خلاف توقع کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں ندیم کی زبانی اس کی اصلیت معلوم کر چکا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم نے اسے میرے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا ہو۔ گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نکلی تو میں نے کریم کی مستقل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ تم اس قدر چپ چپ کیوں ہو؟"

"میں نے ٹھیک سات بجے اپنے ایک دوست کو ملنے کا وقت دیا تھا۔"

"لیکن اس وقت تو سوا سات بج رہے ہیں۔" میں نے رسٹ گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم ایسا کرو یہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ کر چلے جاؤ۔ گاڑی میں ڈرائیو کر لوں گا۔"

"مجھے اس کی اجازت نہیں ہے صاحب۔"

"کیا مطلب؟"

"ندیم صاحب کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ انہوں نے بڑی سختی سے تاکید کی تھی آپ کو ایک منٹ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

"فکر مت کرو۔ میں کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ندیم نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"کیا یہ بھی بتا دیا ہے کہ خوب صورت لڑکیوں کے سلسلے میں میں کچھ زیادہ ہی ندیدہ واقع ہوا ہوں؟"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"میں نے جس کو سات بجے کا ٹائم دیا تھا وہ بھی ایک لڑکی ہی ہے۔"

"کیا ملنے کا پروگرام طے ہوا تھا؟"

"وہ جگہ ہمارے راستے میں ہی آئے گی۔" وہ ہچکچا کر بولا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔"

"کیا وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر ناراض نہیں ہوگی؟" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔

"بالکل نہیں۔ بلکہ آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر تو اس کی باچھیں خوشی سے کھل اٹھیں گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"قبل از وقت بتا دیا تو مزہ کرکرا ہو جائے گا صاحب۔" وہ دبی زبان میں مگر بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "دراصل وہ کسی طرح آپ کو بھی جانتی ہے۔ اس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں آپ کو ساتھ لاؤں تو اسے زیادہ مسرت حاصل ہوگی۔"

"تم نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کی ہے۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "میرا وہ ٹائپ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"لیکن ندیم صاحب نے تو مجھے یہی بتایا تھا کہ آپ شکار کے بہت شوقین ہیں۔"

"صرف جانوروں کی حد تک۔"

"اس خوب صورت حسینہ نے بھی ایک عدد جانور پال رکھا ہے جسے دیکھ کر آپ کے شکار کھیلنے کی حس بیدار ہو جائے گی۔"

"مجھے پالتو جانوروں کا شکار کھیلنے کا بھی کوئی شوق نہیں ہے۔"

"وہ پالتو نہیں، جنگلی جانور ہے صاحب۔" کریم بے پروائی سے بولا۔ "اس کی دیکھ بھال کے لیے کئی بندوں کو تعینات کیا گیا ہے۔"

"تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟" میں نے کریم سے وضاحت طلب کی۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ کریم عورتوں کے معاملے میں بہت تیز ہی ٹھیرا واقع ہوا ہے۔ اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ اپنی صحت بنانا تھا۔

"اس پچاس ہزار کی رقم کی طرف جو اس وقت بھی ردی کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح میری جیب کے کوڑے دان میں پڑی ہے۔" کریم نے جواب دیا۔ "مجھے یہ رقم بھی اسی خوب صورت لڑکی نے فراہم کی ہے جسے میں آپ کے دفتر کے باہر سڑک پر مشکوک انداز میں منڈلاتا دیکھ کر کسی فلمی ہیرو کی طرح اس پر ریشہ خطمی ہو گیا تھا۔ شاید وہ چاہتی بھی یہی تھی پھر میں جب اسے ساتھ لے کر ایک قریبی ہوٹل کے فیملی روم میں گیا تو اس نے بے تکلفی سے یہ رقم میری جیب میں ڈال دی۔ جو کام اس نے مجھے سونپا ہے وہ مجھے ایسا مشکل بھی نہیں ہے چنانچہ میں نے خوشی خوشی اس کی پیش کش قبول کر لی۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر آپ نے ملازمت سے برطرف کر دیا تو وہ مجھے اس سے اچھی ملازمت دلا دے گی۔"

کریم کی گفتگو معنی خیز تھی۔ میرے دل کی گہرائیوں میں

خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے معلوم تھا کہ کریم ندیم کا آدمی تھا اور ندیم کے آدمی کسی قیمت پر بھی اپنی وفاداریاں بدلنے کے عادی نہیں تھے۔ ایک لمحے تک میں اس کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام ابھرا تھا۔ بھوشن جوزف وہی میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ میری زندگی کا سودا کرنے کے لیے وہ پچاس ہزار تو کیا' پچاس لاکھ بھی خرچ کرنے پر آمادہ ہو سکتا تھا۔

"تمہارا اشارہ جس جانور کی طرف ہے وہ دو پاؤں کا کوئی خطرناک درندہ تو نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔"

"بھوشن جوزف؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"شطرنج کے کھیل میں پہلے وزیر کو گھیرا جاتا ہے' بادشاہ کا نمبر بعد میں آتا ہے۔"

"بشیرا ماچھی۔" مجھے اچانک سراج کی بات یاد آگئی۔ بشیرا ماچھی نے اسے فون کر کے یہی کہا تھا کہ میں گھر پہنچنے سے پہلے ہی دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیا جاؤں گا۔ بعد میں کسی لڑکی یا عورت نے بھی اس کی تصدیق کی تھی اور سراج نے اس بات پر بھی شک کا اظہار کیا تھا وہ اس عورت کی آواز کو پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔ بعد میں سلو متا اور بشیرا کی میرے دفتر میں آمد نے مجھے چونکا دیا تھا۔

"مجھے یقین تھا کہ بھوشن کے بعد آپ کے ذہن میں بشیرا جیسے زر خرید کتے ہی کا تصور ابھرے گا۔"

"اور وہ عورت کون تھی جس نے تمہیں خریدنے کی کوشش کی ہے۔ کیا تم نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے؟"

"جی ہاں۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شروع شروع میں اس نے ندیم صاحب کے کیسینو میں بھی دو تین روز اپنے رقص کا مظاہرہ کیا تھا پھر دولت کی لالچ اسے ایک اور نائٹ کلب کی طرف کھینچ لے گئی۔"

"کیا اس کو علم نہیں ہے کہ تم ندیم کے اپنے آدمی ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے جناب اگر اسے اس بات کا علم ہوتا تو وہ مجھے شیشے میں اتارنے کی حماقت کبھی نہ کرتی۔"

"کیا تم نے ندیم کو بھی اس خطرے سے آگاہ کر دیا ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ بشیرا ماچھی کا نام سنتے ہی میرے خون کی گردش تیز ہو گئی تھی۔ ننھلو اور رحیم بخش کے بعد بشیرا ماچھی کی لاش کا تحفہ بھوشن کے لیے جلتی پر تیل کے عین مترادف ہوتا۔ میں چاہتا بھی یہی تھا کہ بھوشن کو للکار کر مارا جائے۔

"میں نے کسی کو اطلاع نہیں دی لیکن مجھے یقین ہے کہ ندیم صاحب کو اپنے ذرائع سے کم از کم اس بات کی اطلاع ضرور مل گئی ہوگی کہ میں آج بدنام اور گواہ ڈالر سے مل چکا ہوں۔ وہ میری عادتوں سے واقف ہیں اس لیے انہوں نے بھی کسی خطرے کی بو ضرور محسوس کر لی ہوگی۔"

"وہ عورت تمہیں کہاں ملے گی؟"

"ریڈ کراس کی عمارت کے سامنے۔"

پھر میں نے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ میں چاہتا تو کسی قریبی فون بوتھ سے سراج کو کانٹیکٹ کر کے اس سے پولیس کے سادہ لباس والوں کی کمک بھی حاصل کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میرے اوپر بشیرا کا ایک قرض باقی تھا۔ اس نے ایک بار مجھے مچھیوں کی بستی میں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی۔ "زراجن سے ملوانے" کا پاس ورڈ استعمال کر کے اس نے مجھے دھوکے سے مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اسے للکار کر اس قرض کو چکانا چاہتا تھا۔

کچھ دیر بعد ہی کریم نے گاڑی ریڈ کراس بلڈنگ کے سامنے پارک کر دی۔ میں پوری طرح چوکنا تھا۔ قرب و جوار میں مجھے ایسی کوئی عورت نظر نہیں آ رہی تھی جس پر ڈانسر ہونے کا شبہ کیا جا سکتا لیکن مجھے زیادہ دیر اس کا انتظار بھی نہیں کرنا پڑا۔ ایک خوش پوش' حسین اور گٹھے ہوئے مگر لوچدار جسم کی مالک تھی۔ گاڑی کے قریب آ کر اس نے بڑی کامیاب اداکاری کی تھی مجھے دیکھ کر اس طرح چونکی جیسے اسے میرا کریم کا ساتھ آنا اچھا نہیں لگا تھا یہ اور بات ہے کہ اپنے شکار کو جال میں پھنستا دیکھ کر وہ اندر ہی اندر مسرور ہو رہی ہو۔

"آپ کی تعریف؟" اس نے کریم سے میرے بارے میں دریافت کیا۔

"صاحب ہیں میرے۔ میں انھی کی فرم میں ملازم ہوں۔"

"لیکن میں نے تمہیں تنہا آنے کو کہا تھا۔" وہ روٹھے ہوئے انداز میں بولی۔ "زیادہ بھیڑ بھاڑ مجھے پسند نہیں ہے۔"

"پریشان مت ہو۔" کریم نے دبی زبان میں کہا۔ "میرا صاحب بھی میری ہی طرح شوقین واقع ہوا ہے۔"

"مگر یہ بات ۔۔۔"

"آپ نخرے مت دکھاؤ۔" کریم نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "چلو بیٹھو گاڑی میں۔"

وہ ایک لمحے کو جھجکی پھر دوسری طرف سے آ کر کریم کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے بڑی بے تکلفی سے اسے مخاطب کیا۔

"کیا میں آپ کا خوب صورت نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"عفورا اینجل۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں آپ کو ایک بار پہلے بھی مقامی نائٹ کلب میں دیکھ چکا ہوں؟" میں نے کسی اوباش شخص کا انداز اختیار کیا۔ "اس رات میں آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن ڈانس کے بعد آپ میک

اپ روم میں چلی گئی تھیں اور کلب کے منیجر نے کہا تھا کہ میک اپ روم میں آپ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتیں۔"

"ٹھیک کہا تھا اس نے۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں اجنبیوں سے زیادہ بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی۔"

"کیا میرے سلسلے میں کوئی رعایت نہیں ہو سکتی؟" میں نے بہکنے کی اداکاری کی۔

"سوچ کر جواب دوں گی۔" وہ مسکرا دی۔

"اس وقت چلنا کہاں ہے؟" کریم نے لڑکی سے پوچھا جس نے اپنا نام عفورا بتایا تھا۔

"سی شور اپارٹمنٹس۔ آج کل میں وہیں مقیم ہوں۔"

"خوب صورت جگہ ہے۔ بالکل تمہاری ہی طرح۔" کریم نے مسکرا کر بے تکلفی سے کہا پھر گاڑی کا رخ ساحلی علاقے کی جانب موڑ دیا جہاں بے شمار خوب صورت اپارٹمنٹس اور بنگلے بنے ہوئے تھے۔ کوئی درمیانہ طبقے کا آدمی وہاں رہائش کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ہمیں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ وہ ایک دو منزلہ خوب صورت بنگلہ تھا جو بظاہر غیر آباد نظر آ رہا تھا۔ کریم نے عفورا کے کہنے پر نیچے اتر کر بنگلے کا پھاٹک کھولا پھر گاڑی اندر لے جا کر پورٹیکو میں کھڑی کر دی۔

"کیا آپ یہاں بالکل تنہا رہتی ہیں؟" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ کوئی نوکر چاکر تو ضرور ہوگا؟"

"ایک بوڑھا ملک ہے جو ذرا اونچا سنتا ہے۔"

عفورا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ اس کے ساتھ ہی کریم اور پھر میں بھی گاڑی سے باہر آ گیا۔ عفورا نے اپنے پرس سے چابی نکال کر صدر دروازے کو کھولا۔ بظاہر وہ یہی تاثر دینا چاہتی تھی کہ بنگلے میں اس کے اور بوڑھے خانساماں کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ عفورا کے ساتھ ساتھ ہم بھی اندر داخل ہو گئے۔ ہمارے اندر داخل ہوتے ہی کسی نے دروازہ زور سے بند کیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک گن مین جس نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھ رکھا تھا وہاں پہلے سے تعینات تھا۔ اس کی نگاہوں سے سفاکی جھلک رہی تھی۔

"یہ ۔۔۔ یہ کون ہے؟" میں نے عفورا سے دریافت کیا۔

"میرا باڈی گارڈ لیکن یہ بے چارا گونگا ہے صرف اشاروں کی زبان سمجھتا ہے۔" عفورا نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ "میرے ایک اشارے پر میگزین کی ساری گولیاں آپ کے جسم میں اتار سکتا ہے۔"

"ایسے خوفناک اور خطرناک ماحول میں تو بڑے بڑے عاشقوں کے دل بھی دہل جاتے ہوں گے۔" میں نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جہاں بشیرا موجود ہو وہاں بڑے بڑے سورماؤں کا بھی پیشاب خطا ہو جاتا ہے۔"

میں نے اس آواز پر چونک کر رہداری کی جانب دیکھا جہاں بشیرا ماچھی ایک عجیب و غریب ساخت کا پستول لیے میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ میں نے پلٹ کر کریم کو گھورا۔

"تو تم نے میرے ساتھ غداری کی ہے؟"

"غداری نہیں سودا۔" کریم نے بھی اپنا ریوالور بغلی ہولسٹر سے نکالتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ "مجھے تمہاری وہ گالی اچھی طرح یاد ہے جو تم نے دو تین روز پہلے مجھے ایک معمولی سی غلطی پر دی تھی۔"

"کسی کو اس طرح اندھیرے میں گھیر کر مارنا مردانگی نہیں ہوتی۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"تم نے اور تمہارے دوست نے بھی رحیم بخش کے ذریعے دھوکے سے گھیر کر مارنے کی کوشش کی تھی۔" بشیرا ماچھی نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا تم اپنی حرکت کو مردانگی کہہ سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس قصے کو طول دینے کے بجائے جتنی جلدی نپٹا دیا جائے اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوگا۔" عفورا نے بشیرا ماچھی سے کہا۔

"کیوں؟ کیا تم کسی بات سے خوف زدہ ہو؟"

"بات خوف کی نہیں احتیاط کی ہے۔"

"نہیں۔" بشیرا ماچھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں اسے چوہے اور بلی والے دلچسپ کھیل کے ذریعے اذیتیں دے کر مارنا زیادہ پسند کروں گا۔"

"تم صرف ریفری کے فرائض انجام دو بشیرا۔" کریم نے سرد لہجے میں کہا۔ "پہلے میں اسے مردانگی کے معنی سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"گڈ۔ یہ کھیل بھی میرے لیے دلچسپ ہوگا۔"

"باقی لوگوں کو بھی اسی کمرے میں بلا لو۔ اس قسم کے مقابلے اسی وقت زیادہ مزہ دیتے ہیں جب اسے دیکھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہو۔"

جواب میں بشیرا ماچھی نے تالی بجائی تو باقی تین گن مین جو دوسرے کمرے میں موجود تھے ہمارے سامنے آ گئے۔ میں اس وقت پانچ مسلح آدمیوں کی زد میں تھا۔ کریم نے اپنا ریوالور دوبارہ بغلی ہولسٹر میں اڑس لیا پھر میری جانب خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "تم ان مسلح افراد کی کوئی فکر نہ کرو۔ یہ اس وقت تک درمیان میں نہیں آئیں گے جب تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک اپنی ہار تسلیم نہ کر لے۔"

"تم ایک عورت کی خاطر میرے ساتھ نمک حرامی کا

ثبوت دو گے؟"

"بات عورت کی نہیں اصول کی ہے۔ تم نے مجھے اسی روز اپنا دشمن بنا لیا تھا جب میں نے مجبوراً تمہاری گالیاں برداشت کرلی تھیں۔" کریم نے بدستور سرد لہجے میں جواب دیا۔ "اگر یہ عورت درمیان میں نہ آتی تو بھی میں کوئی موقع دیکھ کر جہنم رسید کرنے سے گریز نہ کرتا لیکن اب تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ زندہ وہی رہے گا جو دوسرے پر [illegible] سے سبقت لے جائے گا۔"

پھر کریم نے دو دو کرانے کے انداز میں ہاتھ آگے کرکے باؤس کا درمیانی فاصلہ بڑھا دیا۔ اس کی آنکھوں سے حقیقتاً کسی مشتعل دشمن کے تاثرات عیاں تھے۔ ندیم کے علاوہ لیڈی کلارکس نے بھی مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ کریم تنہا دس بارہ آدمیوں پر بھاری ہو سکتا ہے لیکن اس وقت ہم پانچ مسلح آدمیوں کے نرغے میں تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کریم اس سچویشن کو کس طرح ہینڈل کرے گا۔ بہرحال مجھے بھی حملے سے بچاؤ کے لیے اپنی پوزیشن تبدیل کرنی پڑی۔ ہم نصف دائرے کی صورت میں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے حملہ کرنے کی خاطر دائیں بائیں حرکت کررہے تھے۔ پولیس ٹریننگ کے دوران میں نے بھی مارشل آرٹ کے بے شمار داؤ پیچ سیکھ رکھے تھے مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ بشیرا مچھی جیسے محتاط آدمی نے کریم پر کس طرح اعتماد کرلیا پھر مجھے اس کا جواب بھی مل گیا۔ "حملہ کرنے سے پیشتر میرا ایک ضروری اعلان بھی سن لو۔" بشیرا مچھی کی آواز ابھری۔ "میں جس کاروبار میں ملوث ہوں اس میں رسک لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تم دونوں میں سے جو فاتح ہوگا وہ بشیرا کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا۔"

"کیا مطلب؟" کریم نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں تمہاری ذات پر بھی اعتبار نہیں کرسکتا۔" بشیرا کینہ توز انداز میں مسکرایا۔ "اپنے پیچھے پولیس کے لیے کوئی ثبوت یا گواہ چھوڑنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی جال بچھایا ہو۔"

"اگر یہ بات ہوتی تو میں پہلے ہی پولیس کو مطلع کرسکتا تھا۔" کریم نے غصے سے جواب دیا۔ "ایک اجنبی عورت پر بھی اعتبار نہ کرتا۔"

"یہی بات تو میرے شک کو تقویت دے رہی ہے کہ تم نے اتنی جلدی ایک حسین عورت کی بات کس طرح مان لی۔"

"کچھ دیر پہلے میرا ریوالور ہاتھ میں تھا۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا تھا یا پھر راستے میں ہی تمہاری اس خوب صورت ناگن کا سر کچل دیتا جس نے مجھے پچاس ہزار میں خریدنے کی کوشش کی تھی۔"

"ہوسکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن۔۔۔"

"فی الحال مجھے اس شخص سے ایک فیصلہ کن جنگ کرلینے دو۔" کریم نے مجھے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد میں تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش بھی ضرور کروں گا۔"

اس کے بعد کمرے میں موت کا گہرا سکوت طاری ہوگیا۔ کریم ایک بار پھر ایکشن میں آگیا۔ اس بار اس نے حملہ کرنے میں بڑی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہوا میں اڑ کر اس نے پھرکی کی طرح گھوم کر مجھے فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ ایک ذرا سی جھکائی دے کر میں نے نہ صرف اس کے حملے کا توڑ کیا بلکہ اس کی ٹانگ پکڑ کر اس طرح گھمایا کہ وہ اوندھے منہ فرش پر گرا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ کسی ربڑ کی گیند کی طرح اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس بار اس نے بڑی تیزی سے پینترا بدل کر اپنی ہتھیلی کھول کر اتنا بھرپور حملہ کیا کہ میں کراہ کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے خون ابل رہا تھا پھر یہ نورا کشتی ایک حقیقی جنگ میں تبدیل ہوگئی کریم اور میں ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے۔ مجھے پہلی بار کک لگانے کا ایک موقع میسر آیا تو کریم کے ہونٹ پھٹ گئے۔ اس نے خون کو آستین سے صاف کرکے جواب میں اتنا شدید حملہ کیا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میرے زمین پر گرتے ہی اس نے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں سمیٹ کر دوسری ضرب لگائی تو میں بلبلا اٹھا۔ کریم نے مجھے سفاک لہجے میں للکارا۔

"اٹھو مسٹر شہباز! میں گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میں نے کریم پر ایک نظر ڈالی اس کی نگاہوں میں ایک خطرناک دشمن کی تمام تر علامتیں موجود تھیں۔ شاید اس نے پچاس ہزار کی خاطر مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے اوپر جنون سوار ہوگیا۔ میں نے پیر زمین پر ٹیک کر کمر سالٹ کیا اور کمان کی طرح لچک کر دوبارہ سیدھا ہوگیا۔ ہم ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کررہے تھے۔ ہم دونوں ہی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ بشیرا اور اس کے مسلح ساتھی خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے پھر ایک خوب صورت موقع میرے ہاتھ آگیا۔ کراٹے کے ایک ہاتھ نے بس ایک لمحے کو کریم کو ڈگمگا دیا تھا۔ میں نے اس موقع کو ضائع نہیں جانے دیا پھرکی کی طرح فضا میں گھوم کر فلائنگ کک لگائی تو کریم زمین بوس ہوگیا۔ بڑی اذیت ناک حالت میں وہ ماہی بے آب کی مانند دو چار سیکنڈ فرش پر تڑپا پھر ساکت ہوگیا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر بے سدھ پڑا تھا۔ شاید میری فلائنگ کک اس کے لیے کچھ زیادہ ہی خطرناک اور موثر ثابت ہوئی تھی۔

"گڈ۔" بشیرا مچھی نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ "تم

لڑائی کے فن سے ضرور واقف ہو لیکن ریوالور یا رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی اپنی ایک الگ طاقت ہوتی ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آسکے گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کوئی نرم رویہ اختیار نہیں کروگے اس لیے کہ تمہارا باس جوشن مجھے ہر حالت میں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تمہاری وجہ سے نہ صرف باس کو بلکہ مجھے اور میرے کچھ آدمیوں کو بھی جانی اور مالی نقصان پہنچا ہے۔ اس کا خسارہ تمہاری لاش ہی پورا کرسکتی ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے؟" میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔ "میں اپنی مردانگی تمہیں دکھا چکا ہوں اب تمہارا نمبر ہے۔ میں تم سے کسی رحم کی درخواست نہیں کروں گا اس لیے کہ جو آخری گھڑی ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"میں تمہارے ساتھ رعایت کرسکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" بشیرا نے ایک نئی چال چلنے کی کوشش کی۔ "اگر تم اپنے جگری دوست کو فون کرکے یہاں بلوانے میں کامیاب ہوجاؤ تو میں تمہاری موت کی سزا کو عمر قید میں بھی بدل سکتا ہوں۔"

"خیال برا نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ پیرائے میں جواب دیا۔ "تمہارے ساتھ وہی مثال ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جوشن کی طرح تم بھی دوغلے نسل کے معلوم ہوتے ہو۔"

"باس۔" بشیرا کی پشت پر کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ کیا ہم اس کی گندی زبان ہمیشہ کے لیے بند نہ کردیں۔"

"اتنی آسانی سے میں اس کو جہنم رسید نہیں کروں گا۔" بشیرا نے سرد لہجے میں کہا پھر دروازے پر کھڑے ہوئے نقاب پوش سے بولا۔ "گونگا کیا تم اب بھی چھری پھینک کر کسی کو زخمی کرنے کا مظاہرہ کرسکتے ہو؟"

"غاں۔۔۔ غاں۔۔۔" گونگے نے اپنی چھاتی ٹھونک کر اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم ادھر میرے قریب آجاؤ۔" بشیرا نے مسکراتے ہوئے کہا پھر گونگے کے قریب آنے پر اس کی رائفل لے کر ایک طرف رکھ دی اور لکڑی کے اس چھوٹے صندوق سے ایک تیز دھار چھری نکال کر اس کی طرف بڑھائی جو ایک کارنر ٹیبل پر رکھی تھی۔ گونگے نے کسی پیشہ ور کھلاڑی کی طرح چھری کو ہاتھ میں لے کر چوما پھر اسے الٹا پکڑ کر میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔ "اس بات کا خیال رہے کہ تمہارا نشانہ خطا نہیں ہونا چاہیے ورنہ میں تمہیں بھی اس کے ساتھ ہی ٹھکانے لگادوں گا۔" بشیرا کی سفاک آواز کمرے میں گونجی۔ گونگے نے ایک بار چھاتی ٹھونک کر بشیرا کو اپنی کامیابی کا یقین دلایا تھا۔

"پہلا نشانہ تم اس کے بائیں بازو کا لوگے لیکن اس طرح کے ہڈی محفوظ رہے۔" بشیرا نے مجھے ہولانے کی خاطر کہا۔ "میں باس کی خدمت میں اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بطور تحفہ پیش کرنا پسند کروں گا۔"

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ گونگا مجھے اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔ گونگے نے چھری والا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر پیچھے ہی ہاتھ لہرایا میں نے اچھل کر اپنی جگہ تبدیل کردی۔ گونگا بھونڈے انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ چھری ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ پوری طرح میری نقل و حرکت دیکھ کر وار کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ ایک منٹ بعد اس نے اپنا ہاتھ دوبارہ فضا میں بلند کیا۔ میری نظریں بدستور اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ بشیرا اور اس کے ساتھی بھی اس آنکھ مچولی پر خوشی کا اظہار کررہے تھے۔ دوسری بار بھی گونگے نقاب پوش نے مجھے ڈاج دیا۔ میں اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا پھر گونگے نے تیسری بار چھری کو فضا میں بلند کیا۔ اس بار وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ میں پوری طرح اس کے حملے سے خود کو بچانے کے لیے تیار تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اس کی توقع شاید کسی کو بھی نہیں تھی گونگے کا ہاتھ فضا میں جھولتا رہ گیا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارا ابل پڑا تھا۔ کریم نے جو خود کو بے ہوش ظاہر کررہا تھا اچانک ہی ایکشن لیا تھا پھر اس سے پیشتر کہ بشیرا اور اس کے مسلح ساتھی حالات کی نوعیت کو سمجھ پاتے دو فائر اور ہوئے اور دو مسلح افراد اور ڈھیر ہوگئے۔

میں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہی خود کو زمین پر گرا دیا اور ایک آٹومیٹک نکال کر برق رفتاری سے لڑھکتا ہوا ایک سمت ہوگیا۔ اس عرصے میں کریم نے تیسرے آدمی کو بھی ڈھیر کردیا تھا۔ اب صرف بشیرا، اس کا ایک ساتھی اور فلورا باقی رہ گئے تھے۔ میں نے بشیرا پر فائر کردیا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہوا تھا۔ گولی نے بشیرا کی کلائی میں سوراخ کیا تھا تو اسلحہ اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ باقی بچے آدمی نے از خود اپنی رائفل زمین پر پھینک دی تھی شاید اسے اسی میں اپنی عافیت نظر آئی تھی۔ کریم حیرت انگیز پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر بشیرا کو گھورتے ہوئے بولا۔

"اب میں تمہیں خود اپنی موت کا اختیار دیتا ہوں۔ تم گولی سے مرنا پسند کروگے یا چھریوں سے؟"

فلورا کی آنکھوں میں موت کے سائے لرز رہے تھے۔ میں

نے بھی جلدی سے کھڑے ہو کر بشیرا سے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا۔ جو گھڑی مقدر میں لکھ دی جاتی ہے وہ ٹل ہو آتی ہے۔"

بشیرا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خون کے قطرے اس کی کلائی سے ٹپک ٹپک کر فرش پر گر رہے تھے۔

"تم اتنی خوف زدہ کیوں ہو فلورا ڈارلنگ۔" کریم نے سہمی ہوئی ڈانسر سے کہا۔ "کیا تم ہماری کامیابی کا جشن منانے کی خاطر کوئی خوب صورت سا رقص پیش نہیں کرو گی؟"

"مم۔ مجھے۔ معاف کر دو۔" وہ ہذیانی انداز میں ہکلانے لگی۔ "میں نے جو کچھ کیا اس کے لیے مجھے مجبور کر دیا گیا تھا۔ انکار کی صورت میں یہ درندہ مجھے اپنے شکاری کتوں کے حوالے کر دیتا۔" آخری جملہ اس نے بشیرا کی سمت دیکھ کر کہا جو اس وقت بھی سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

"میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔" میں نے بشیرا کے آگے چارا پھینکا۔ "صرف اس شرط پر کہ تم مجسٹریٹ کے سامنے بھوشن کے خلاف بیان دینے پر آمادہ ہو جاؤ۔ قانون تمہیں وعدہ معاف گواہ کی حیثیت دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔"

"نہیں۔" وہ کسی زخمی درندے جیسے انداز میں بولا۔ "بشیرا مر تو سکتا ہے لیکن یاروں کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہاں اور بشیرا اپنا فیصلہ بدلا نہیں کرتا۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا پھر آٹومیٹک کے ٹرائیگر کو دبایا تو بشیرا کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کسی پتھر کے مجسمے ہی کی مانند زمین پر اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا تھا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے فلورا کی جانب دیکھا۔ "کیا تم بھوشن کے خلاف بیان دینے پر آمادہ ہو یا تم بھی بشیرا کے ساتھ سفر کرنا پسند کرو گی؟"

"مم۔ مم۔ میں۔ کسی۔ بھوشن کو نہیں جانتی۔" فلورا کی نگاہوں میں موت کے سائے لہرانے لگے۔

"ٹھیک ہے۔" کریم نے جلدی سے کہا۔ "تمہاری مشکل میں حل کیے دیتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے فلورا کو بھی گولی مار دی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ گولیوں کی آواز باہر بھی سنی گئی ہو۔"

میں نے کریم کے مشورے کو ماننے میں دیر نہیں لگائی پھر جب ہم گھر کی جانب جا رہے تھے تو کریم نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "صاحب۔ حالات کے تحت جو کچھ ہوا میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔"

"بھول جاؤ اس ڈرامے کو۔" میں سنجیدگی سے بولا پھر میرا ذہن بھوشن کے بارے میں سوچنے لگا۔ اب اس کا کوئی موثر علاج کرنا میرے لیے ضروری ہو گیا تھا۔ بھوشن کے ساتھ ہی سادھنا کا نام بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا جس نے بشیرا کے ہاتھوں مجھے دفتر میں مرنے سے بچایا تھا۔ اس نے بھی اس احسان کے عوض مجھ سے ایک سودا کیا تھا۔ بھوشن کی موت کا سودا۔

٭

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرے علاوہ عارفہ، نسیم اور ندیم بھی موجود تھے۔ ندیم ناشتے کے ساتھ ساتھ بڑی سنجیدگی سے کسی خاص خبر کے مطالعے میں بھی مصروف تھا۔

"کیا کوئی ایسی اہم خبر ہے کہ آپ کو ناشتے کا بھی ہوش نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی خاص خبر بھی نہیں ہے۔" ندیم نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "وہی قتل و غارت گری کے پرانے قصے ہیں۔"

"کس کا قتل ہو گیا؟" عارفہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"تھا ایک بدنام شخص 'بشیرا ماچھی' اسمگلنگ کے گندے کاروبار میں ملوث تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کسی دشمن نے اسے اور اس کے تین چار ساتھیوں کو انتقامی کارروائی کے تحت مار ڈالا۔ مرنے والوں میں ایک مقامی کلب کی ڈانسر فلورا ہائٹ اینجل بھی شامل تھی۔"

"فلورا!" نسیم نے چونکتے ہوئے ندیم کی جانب دیکھا۔ "یہ فلورا وہی تو نہیں جس نے کچھ دنوں تک ہمارے کیسینو میں بھی پرفارمنس دی تھی۔"

"ہاں وہی تھی۔"

"قتل کی وجہ کیا شائع ہوئی ہے؟" میں نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"پولیس نے بشیرا کی وجہ سے اس قتل کے قصے کو بھی ناجائز کاروبار کی کسی دیرینہ رقابت کا رنگ دیا ہے۔ ہمارے کچھ سیاست دانوں اور حکمران طبقے کے اہم لوگوں نے وہی پرانا اور گھسا پٹا بیان دیا ہے کہ قاتلوں کو بہت جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا اور ہنگامہ کرنے والوں سے آہنی ہاتھ سے نپٹا جائے گا۔"

مجھے تعجب تھا کہ بشیرا اور اس کے ساتھیوں کے قتل کی خبر اتنی جلدی اخبارات میں کس طرح آ گئی۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر سادھنا کا تصور ابھر آیا جو کالکا اور لیڈی مکار کس ہی کی طرح پراسرار قوتوں کی مالک ثابت ہوئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ بشیرا نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی پھر بھوشن نے اسے بشیرا کو بطور انعام پیش کر دیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ جس کے ساتھ جسمانی تعلقات میں ملوث ہو چکی ہو اسے جان سے نہیں مار سکتی۔ گفتگو کے دوران اس نے ایک خاص بات اور کہی تھی۔ بشیرا سے شدید نفرت کے باوجود اس کی احسان مند بھی تھی اس لیے کہ بشیرا نے اسے بھوشن کی قید سے آزاد کرایا تھا۔

"تم کس سوچ میں ڈوب گئے؟" ندیم نے مجھے ٹوکتے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اگر مرغیوں کا وجود نہ ہوتا تو ہمیں ناشتے میں انڈوں کے بجائے کیا میسر آتا۔"

"اس کے ساتھ ہی ایک سوال یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں پہلے مرغی آئی تھی یا مرغا؟" نسیم نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے قدرت نے دوسروں کی طرح مرغی اور مرغے کے جوڑے کو بھی ایک ساتھ پیدا کیا تھا۔" عارفہ نے معصومیت سے کہا تو سب ہی ہنس دیے۔ ناشتے کے بعد دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں دفتر جانے کے ارادے سے باہر آیا تو ندیم اپنی گاڑی لیے پورٹیکو میں میرا منتظر تھا۔ عارفہ میرے ساتھ دروازے تک آئی تھی اس لیے میں نے ندیم سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھوشن نے پانڈے سے پچاس لاکھ کی رقم کا جو مطالبہ کیا تھا اس کی مدت پوری ہونے کا آج آخری دن ہے۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ بھوشن اب بھی پانڈے سے اپنی مطلوبہ رقم لینے کی خاطر کوئی خطرہ مول لے گا؟"

"ہو بھی سکتا ہے۔ ہمیں امکانات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بھوشن کے پاس ایسے افراد کی کوئی کمی نہیں ہے جنہیں ایندھن کی طرح بھڑکتی آگ میں جھونکا جاتا ہے۔"

"بشیرا ماچھی کی خبر اتنی جلدی اخبارات میں کس طرح آ گئی؟"

"میرے کہنے پر کریم ہی نے گمنام حیثیت سے متعلقہ تھانے کو اس کی اطلاع دی تھی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"میں چاہتا تھا کہ بھوشن کو اس بات کی اطلاع مل جائے کہ ہم بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے نہیں بیٹھے ہیں۔"

"پانڈے اور نرمل کہاں ہیں؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر پوچھا۔

"جہاں بھی ہیں خیریت سے ہیں لیکن فی الحال ہمارا ان سے کسی طور پر رابطہ قائم کرنا مناسب نہ ہو گا۔"

"اس وقت ہم کہاں چل رہے ہیں؟"

"پانڈے کے بنگلے پر جہاں میرے آدمی پانڈے اور نرمل کا کردار بڑی خوبی اور مہارت سے ادا کر رہے ہیں۔"

"بھوشن کے آدمی بھی اس کی نگرانی پر ضرور تعینات ہوں گے۔ ایسی صورت میں کیا ہمارا وہاں جانا۔"

"کیا اس دوران بھوشن یا اس کے کسی کارندے نے پانڈے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "یہی بات میرے لیے الجھن کا سبب بن رہی ہے۔" بھوشن کی خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

ہمیں پانڈے کے بنگلے پر پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ ندیم نے جب سے وہاں اپنے آدمیوں کو تعینات کیا تھا میں ایک بار بھی ادھر نہیں گیا تھا چنانچہ اس وقت مجھے بھی ان آدمیوں کو پہچاننے میں حیرت انگیز تجربے سے دوچار ہونا پڑا جو پانڈے اور نرمل کا کردار ادا کر رہے تھے اگر مجھے پہلے سے اس بات کا علم نہ ہوتا تو شاید میں بھی دھوکا کھا جاتا۔ ان کی صورت و شکل کے علاوہ آوازیں بھی سو فی صد پانڈے اور نرمل سے ملتی جلتی تھیں۔ گھریلو ملازمین میں سے کسی کو کانوں کان اس کی بھنک نہیں مل سکی تھی کہ وہ جسے اپنا مالک سمجھ رہے ہیں وہ اصلی نہیں بلکہ نقلی ہیں۔

ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد ندیم نے پانڈے کا کردار ادا کرنے والے سے پوچھا۔

"کیا تم نے پرسوں کے بعد سے پھر کوئی کال ریسیو کی تھی؟"

"ہاں۔ کل رات کسی نے فون کر کے ہمیں رقم تیار رکھنے کی یاددہانی کرائی تھی۔"

"کیا وہ آواز بھوشن کی نہیں تھی؟"

"نہیں۔ وہ کوئی اور ہی تھا۔"

"پیغام کیا تھا؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مطلوبہ رقم کے سلسلے میں صرف یہی کہا گیا تھا کہ اسے بریف کیس میں محفوظ کر کے دوسری کال کا انتظار کیا جائے۔"

ندیم نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ اس کی نظریں بار بار دستی گھڑی پر پڑ رہی تھیں۔ شاید اسے کسی کی آمد یا پھر فون کال کا انتظار تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ چند منٹ بعد ہی فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے تیزی سے اٹھ کر بدلی ہوئی آواز میں کال ریسیو کی تھی۔ کچھ دیر تک وہ "ہوں۔ ہاں۔ وقت کیا ہو گا۔ ٹھیک ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو بتا دو 'اتنی جلدی مت کرنا' میرے دوسرے احکامات کا انتظار کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا۔" جیسی باتیں کرتا رہا پھر اس نے ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا پھر نقلی پانڈے کو طلب کر کے بولا۔ "تم اپنے ملازمین کو فوری طور پر

کسی نہ کسی کام سے روانہ کرو۔ ان کی واپسی دو گھنٹے سے پہلے نہیں ہونی چاہیے۔"

"کوئی اہم اطلاع؟" نقلی پانڈے نے دریافت کیا۔

"ملازموں کے جانے کے دس منٹ بعد تم دونوں بھی اپنا میک اپ اتارنے کے لیے اپنے ٹھکانوں پر واپس چلے جاؤ گے۔"

"او۔ کے باس۔" وہ تیزی سے اٹھ کر باہر چلے گئے تو میں نے ندیم سے پوچھا۔

"کس کا فون تھا؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے دوبارہ ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی کا راج تھا پھر دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے ہو بہو پانڈے کی آواز میں کہا۔

"غور سے میری بات سنو۔ میں پانڈے بول رہا ہوں' بکواس بند کرو دو ٹکے کے۔ ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تمھیں ایک دمڑی بھی نہیں دی جائے گی۔ فکر مت کرو میں اپنا خسارہ پورا کرنا بھی جانتا ہوں۔ تمھیں ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں ہاں' یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ شٹ اپ یو سن آف اے بچ۔" ندیم نے سلسلہ منقطع کیا پھر وہ کسی اور کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس بار اس نے ولیم بن کر لہجے میں کسی سے کہا تھا۔ "میں تمھیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں ڈی۔ ایس۔ پی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم چھٹی پر ہو لیکن اس کے باوجود یہ اطلاع تمھارے لیے اہم ثابت ہو سکتی ہے۔ اس وقت دس بجے ہیں اور ٹھیک گیارہ بجے پانڈے اور اس کی وائف کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا۔ اس باسٹرڈ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس بار بھی وہ خود سامنے آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ یو آر جینئس، سفٹ وائنٹ۔ بشیرا اور اس کے ساتھیوں کو اس نے ہی مارا ہے لیکن تم اول تو مجھے تلاش نہیں کر سکو گے اور کامیابی کی صورت میں بھی تمھارے پاس ایسا کوئی ساؤنڈ پروف نہیں ہوگا جس کی بنیاد پر تم مجھے ارسٹ کر سکو۔ سوری ڈی ایس پی۔ میں تمھارے کسی ماؤس ٹریپ میں آنے کی حماقت نہیں کروں گا۔ بائی۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

"بات کیا ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"مجھے معتبر ذرائع سے ایک اطلاع ملی ہے اسی کے پیش نظر ضروری احتیاط کر رہا ہوں۔"

"اطلاع کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اسی وقت پانڈے اور نرمل کا کردار ادا کرنے والوں نے اندر داخل ہو کر بتایا کہ انھوں نے ندیم کی ہدایت پر ملازموں کو دو گھنٹے کے لیے باہر بھیج دیا ہے۔ میں ان دونوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اپنے چہروں سے میک اپ اتار چکے تھے لیکن میں انھیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"اب تم دونوں بھی روانہ ہو جاؤ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ کوئی تم دونوں کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

"میں کوشش کروں گا؟"

وہ باہر نکل گئے تو میں نے ایک بار پھر ندیم سے اس افراتفری کی وجہ دریافت کی۔

"اگر مجھے ملنے والی اطلاع درست ہوئی تو پانڈے کی یہ حسین کوٹھی ٹھیک گیارہ بجے کسی ویران کھنڈرات کا نقشہ پیش کر رہی ہوگی۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"گزشتہ رات یہاں بھوشن کے ایک آدمی نے ٹائم بم فٹ کروایا ہے جو گیارہ بجے بلاسٹ ہو جائے گا۔" ندیم نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اسے میرے آدمیوں نے زندہ پکڑ لیا تھا لیکن اس نے بم کی اطلاع دینے کے بعد جیب سے ایک کیپسول نکال کر چبا لیا تھا جس نے اسے آناً فاناً دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیا۔ میرے آدمی اس سے وہ جگہ نہیں دریافت کر سکے جہاں ٹائم بم فٹ کیا گیا ہے۔"

"کیا تمھیں اس تباہی کی اطلاع صبح ہی مل گئی تھی؟"

"صبح صرف ایک اشارہ ملا تھا لیکن اب فون پر اس کی تصدیق بھی کر دی گئی۔"

"کیا ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ ہم اس کوٹھی کو بچا سکیں۔ میرا مطلب ہے کہ اس کی تباہی قرب و جوار میں رہنے والوں کے لیے بھی ہلاکت کا باعث ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میں نے اسی لیے سراج کو اطلاع دی ہے۔"

"لیکن بلاسٹ، بم کا تذکرہ درمیان میں نہیں آیا تھا۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "اس طرح تو لاعلمی کے سبب سراج کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ سراج کو ٹائم بم کی اطلاع اب تک پہنچ چکی ہوگی اگر وہ وقت سے پہلے اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو کچھ کر سکے گا ورنہ پھر تباہی تو ہونی ہی ہونی ہے۔"

پانڈے کی کوٹھی سے نکل کر ندیم میرے ساتھ میرے دفتر آگیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی وحشت اور دیوانگی کی ملی جلی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا اور بار بار اپنی دستی گھڑی بھی دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک گیارہ بج کر پانچ منٹ پر فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہاں۔ کیا اطلاع ہے۔ اوہ مائی گاڈ۔ تم اس وقت کہاں سے فون کر رہے ہو۔ ؟ جتنی جلدی ممکن ہو وقوع سے دور چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کو میرے آدمیوں پر شبہ ہو۔"

"اب کیا انفارمیشن ہے؟" میں نے فون بند ہونے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"وہی ہوا جس کی مجھے اطلاع ملی تھی۔ پانڈے کی کوٹھی بم کے دھماکے سے ملیامیٹ ہو کر رہ گئی ہے۔" ندیم نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اب بھوشن کا نمبر بھی آجانا چاہیے۔"

"یہ فیصلہ میں نے بہت پہلے کیا تھا اگر تم نے اس وقت مجھے نہ روکا ہوتا تو شاید وہ نہ ہوتا جو آج ہو چکا ہے۔"

"میں تمھیں اب نہیں روکوں گا لیکن جو بھی قدم اٹھانا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا۔ بھوشن کسی لومڑی سے زیادہ چالاک ثابت ہوا ہے۔ شاید تم آسانی سے اس کا شکار نہ کر سکو۔" ندیم نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا پھر تیزی سے گھوم کر آفس سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ندیم کے جانے کے بعد میرے ذہن میں کاکا کا تصور ابھر آیا۔ وہ جب سے بازن کر لیڈی مکلارنس کے پیچھے لپکی تھی دوبارہ واپس نہیں آئی تھی۔ شاید وہ ابھی تک لیڈی مکلارنس کو دوبارہ قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی یا پھر لیڈی مکلارنس نے کاکا کی روح کو بھی قابو کر کے اس کی مورتی میں منتقل کر دیا ہو جس کا دعویٰ وہ کئی بار کر چکی تھی۔ میرے لیے لیڈی مکلارنس کی خاموشی بھی معنی خیز تھی اگر وہ کاکا کو مکمل طور پر قید کر چکی ہوتی تو مجھے اس کی خوش خبری ضرور سناتی مگر ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

کاکا اور لیڈی مکلارنس دونوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر مشکل وقت میں میرے ساتھ ہوں گی لیکن مچھیوں کی بستی میں ہونے والے واقعے سے لے کر بشیرا بھی اور اس کی موت تک اور اب پانڈے کی کوٹھی میں ہونے والے دھماکے تک ان دونوں میں سے کسی نے بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سادھنا کا کردار بھی میرے لیے خاصا مشکوک اور پراسرار تھا۔ یا تو وہ حقیقتاً ایک تیسری طاقت بن کر ابھری تھی یا پھر اس کی پشت پر بھی کاکا کا ہاتھ ہو سکتا تھا۔ میں ابھی اسی مثلث میں گرفتار تھا کہ ماہ رخ کا فون آگیا۔

"کیا ابھی تک تم مجھ سے خفا ہو؟" اس نے شکوہ کیا۔

"نہیں لیکن میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس میں تمھاری حماقت کے دخل کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"نہ تم نے مجھے اغوا کرا کے وہ بے ہودہ تصاویر بنائی ہوتیں نہ وہ کسی تیسرے ہاتھ تک پہنچ پاتیں۔"

"مجھے بھی حیرت ہے یہ سب کیوں کر اور کس طرح ممکن ہوا۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم جو سزا دو مجھے منظور ہے لیکن میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ میں نے تصاویر کا صرف ایک سیٹ اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا اس وقت بھی وہ میری تحویل میں ہے' دوسرا سیٹ کہاں سے آگیا' یہ بات میرے لیے بھی حیرت انگیز ہی ہے۔"

"کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"تم حکم دو' میں تمھارے کسی فیصلے سے انکار نہیں کروں گی۔"

"ان تصاویر کو مع نیگیٹو کے جلا ڈالو جو تمھارے پاس موجود ہیں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں پہلا کام یہی کروں گی لیکن جس نے بھی دوسرا سیٹ تیار کیا ہے اس نے تیسرا بھی ضرور تیار کر رکھا ہوگا۔ جو ہم دونوں کے لیے بدنامی کا سبب بن سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس واقعے کے پیچھے کسی پراسرار نادیدہ قوت کا ہاتھ شامل ہو۔"

"پراسرار نادیدہ قوت۔ میں کچھ نہیں!" ماہ رخ نے حیرت سے دریافت کیا۔

"یہ طویل داستان ہے' کبھی فرصت میں سناؤں گا۔"

"گویا میں تم سے دوسری ملاقات کی امید کر سکتی ہوں؟" وہ پھر بہکنے لگی۔

"میرا ایک کام بھی ہے جو تم بہ آسانی سرانجام دے سکتی ہو۔" میں نے اس کے جواب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے جس طرح بھی ممکن ہو ڈی ایس پی سراج کو دوبارہ ڈیوٹی جوائن کرنے پر آمادہ کرو لیکن میرا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"میں نے ذاتی طور پر بھی سراج کو یہ آفر دی تھی کہ اگر وہ کسی پریشر کے تحت چھٹی پر گیا ہے تو میں ہر قیمت پر اس کی مدد کرنے کو تیار ہوں مگر جواب میں اس نے مجھے یہی تاثر دینے کی کوشش کی تھی وہ اپنی مرضی سے چھٹی پر گیا ہے اور کچھ دنوں آرام کرنا چاہتا ہے۔"

"اس نے غلط بیانی کی ہوگی۔" میں نے اسے مختصراً تفصیل سناتے ہوئے کہا۔ "اس نے بھوشن کے سامنے جھکنے یا معافی مانگنے پر رخصت پر جانا زیادہ بہتر سمجھا تھا۔"

"تم فکر مت کرو' کل تک سراج کو دوبارہ پوری اختیارات کے تحت ڈیوٹی جوائن کرنی پڑ جائے گی لیکن یہ بھوشن جو خوف۔۔۔ تم نے ایک بار دبی زبان میں اس کا ذکر کیا تھا پھر مجھے اس کے سلسلے میں کوئی ایکشن لینے سے منع کر دیا تھا۔ اب بھی وقت ہے۔ تم حکم دو تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر بھوشن اور اس کے

پورے خاندان کو ختم کرایا جا سکتا ہے۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال تم سراج کی پشت پناہی قبول کر لو۔ بھوشن کے سلسلے میں اگر ضرورت پیش آئی تو تمہیں تکلیف دوں گا۔"

"دوبارہ ملاقات کب ہوگی؟" وہ پھر اپنے مطلب پر آ گئی۔

"ہو سکتا ہے جلد ہی کسی ملاقات کا بہانہ نکل آئے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

فون رکھتے ہی گھنٹی بجی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر ریسیور اٹھا لیا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"بڑی عمر ہے آپ کی۔" میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی آپ ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"میرا خیال تھا کہ پانچ لاشوں کے بعد پانڈے کی کوٹھی کی تباہی' یہ دونوں ایسے سنگین حادثات ہیں جو آپ کو میری یاد دلا سکتے تھے۔" میرے لہجے میں اس بار ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

"میں نے اسی سلسلے میں آپ کو زحمت دی ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بن بلائے میں حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ میری طرف سے اپنا دل صاف کر لیں۔ ویسے بھی آج کل میں چھٹی پر ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رخصت کی مدت ختم ہونے کے بعد میں اسے اور بڑھوا لوں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو مجبوراً ڈیوٹی جوائن کرنی پڑ جائے۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں کوئی نجومی یا ماہر علم غیب نہیں ہوں لیکن آپ گواہ ہیں کہ اکثر و بیشتر میرے خواب سچے ثابت ہوئے ہیں۔"

"آئی سی۔ گویا اب آپ نے میرے سلسلے میں بھی کوئی خواب دیکھ لیا ہے۔"

"ذاتی تعلقات کو ایک طرف کرنے کے بعد بھی میں آپ کی صلاحیتوں اور فرض شناسی کی قدر کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت بھی آپ کی سابقہ کارکردگی پر غور کر رہی ہو۔"

"میں آپ کی اس محبت کا شکر گزار ہوں۔" سراج نے خوشی کا اظہار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا آپ ان دونوں رونما ہونے والے واقعات پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے؟"

"پولیس کے پاس امکانات اور شبہ کرنے کے لاکھوں بہانے ہوتے ہیں جس کے تحت کسی معزز شہری کو بھی بلاوجہ پریشان کیا جا سکتا ہے۔ میں تو ایک معمولی بزنس مین ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ نے ابھی تک میری جانب سے اپنا دل صاف نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر سراج۔" میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "جن دو حادثات کے بارے میں آپ میری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ میرے لیے بھی غیر اہم نہیں ہیں لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم فون کے بجائے مل بیٹھ کر اس پر تفصیل سے گفتگو کر سکیں۔"

"میں دس منٹ کے اندر اندر آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ کافی پہلے سے تیار کرا لیں۔"

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ شرلاک ہومز بھی گرما گرم کافی اور اپنا مخصوص خمیدہ پائپ پینے کے بعد ہی الجھی ہوئی ڈور کا سرا تلاش کرنے میں کامیاب ہوتا تھا۔"

جواب میں سراج نے ایک قہقہہ بلند کیا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد وہ حقیقتاً دس منٹ بعد ہی میرے سامنے بیٹھا کافی پی رہا تھا جس کا انتظام میں نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج اصل مقصد کی طرف آ گیا۔ "مچھیروں کی بستی میں ہونے والے حادثے اور دھماکے کے پیچھے بھی بشیرا ماچھی کی ذات کو ہی دخل تھا لیکن جو لاشیں پولیس کو دستیاب ہوئی تھیں اس میں بشیرا ماچھی کی لاش شامل نہیں تھی چنانچہ اسے بعد میں اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا۔" سراج نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "حقائق کی روشنی میں اس کے یہی مطلب نکلتے ہیں کہ قاتل جو کوئی بھی تھا اسے بشیرا ماچھی کی تلاش تھی۔"

"لیکن کیوں؟" میں نے پولیس والوں ہی جیسے لہجے میں کہا۔

"یہی ایک سوال ایسا ہے جس کا درست جواب ملنے کے بعد ہم کوئی لائن آف ایکشن کا تعین کر سکتے ہیں۔"

"مگر آپ تو چھٹی پر ہیں پھر "ہم" سے کیا مراد ہے؟"

"چھٹی پر ہونے کے باوجود میں بھوشن کی شخصیت کو فراموش نہیں کر سکتا۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس نے جس انداز میں میری تذلیل کی ہے میں اسے ابھی نہیں بھول سکتا۔"

"اس کے مطلب تو یہی لیے جا سکتے ہیں کہ آپ ہر قیمت پر بھوشن سے اپنی بے عزتی کا پرانا حساب چکتا کرنا چاہتے ہیں؟"

"آپ چاہیں تو یہی سمجھ لیں۔" سراج نے کافی کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے سوچتے لہجے میں جواب دیا۔ "میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی خود کو ایک باعزت شہری بھی سمجھتا ہوں چنانچہ اگر عزت پر کوئی حرف آنے لگے تو ہر شخص اپنے دفاع کا حق محفوظ رکھتا ہے۔"

"لیکن قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ بغیر

کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنائیں۔"

"میری ایک شخصیت پولیس آفیسر سے ہٹ کر بھی ہے جس پر بھوشن نے کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ بھی حقائق کے برعکس ہی تھا۔ میں اپنی اس طویل پولیس کی بے داغ ملازمت کا ریکارڈ رکھنے کے باوجود بھوشن کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا تھا لیکن میں نے اسے قبول کرنے کے بجائے چھٹی لے لی اور اب میں کسی صورت میں بھی بھوشن کے اس قرض کی ادائیگی ضرور کروں گا۔"

"کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن نے آپ کے ساتھ بھی جو کچھ کیا تھا وہ قانون کے منافی تھا۔" سراج میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "آپ بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں لیکن کیا آپ خود کو بھوشن کا دشمن' یا بھوشن کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے؟"

"میں اس بات کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "اور اگر کوئی موقع میرے ہاتھ آیا تو میں اسے ضائع بھی نہیں کروں گا۔"

"میں بھی اب اس خطرناک جراثیم کو معاف نہیں کروں گا۔" سراج نے بڑی سچائی سے جواب دیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "کیا مچھیروں کی بستی میں ہونے والا حادثہ محض اتفاقیہ تھا؟"

"جی نہیں۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "بشیرا ماچھی بھی راجن ہی کی طرح ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھا۔ ناجائز تجارت میں وہی بھوشن کا سب سے اہم کارندہ تھا۔ اس لیے اس کے راستے سے ہٹ جانے پر مجھے کوئی افسوس بھی نہیں ہے۔"

"بھوشن کے بارے میں اب آپ کا کیا لائحہ عمل ہوگا؟"

"وہی جو آپ کا ہو سکتا ہے۔" میں نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

"کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس حرامزادے کو گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"کس نے روکا ہے آپ کو؟"

"حالات نے۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ جرائم کی بیخ کنی کا کام سرانجام دے رہے ہوں ان کے لیے خود کسی جرم کا ارتکاب کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے لیکن ناممکن نہیں ہوگا۔"

"گویا آپ کسی ایسے مناسب موقع کی تلاش میں ہیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے؟"

"آپ یہی سمجھ لیں۔" سراج نے کہا۔ "لیکن آپ وہ پہلے شخص ہیں جس کے سامنے میں اس بات کا اظہار کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب حالات کا گراف جو شکل اختیار کر رہا ہے اس کے تحت ہمیں ایک دوسرے سے تعاون بھی کرنا ہوگا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں لیکن اگر ہمارے پاس کچھ ثبوت بھی موجود ہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ثبوت۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جہاں موت اور زندگی کا سوال درمیان میں آ جائے وہاں ثبوت کے بجائے کچھ نہ کچھ کر گزرنے کو زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ ثبوت کی تلاش میں جان گنوا دینا میرے نزدیک دانشمندی نہیں ہوتی۔"

"میں چھٹی پر ہونے کے باوجود خاموش بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کر رہا ہوں۔ میرے کچھ وفادار ماتحت بھوشن کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔"

"کچھ کامیابی ہوئی؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ کچھ ایسی نایاب شدہ دستاویز ہاتھ لگی ہیں جو بھوشن کے خلاف اہم ثبوت ہیں لیکن ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں بنتی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"ان کاغذات پر کسی فرد یا افراد کے دستخط موجود نہیں ہیں۔"

"میری اطلاع بھی یہی ہے کہ بھوشن کسی چالاک لومڑی سے زیادہ عیار واقع ہوا ہے۔ ویسے بائی دے وے۔ وہ کاغذات کس نوعیت کے ہیں۔"

"ایک مخصوص طرز کا شراکت نامہ ہے۔ جس میں راجن کے علاوہ بشیرا ماچھی کا نام بھی موجود ہے۔" سراج نے کچھ توقف سے کہا۔ "اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بھوشن نے بری راما ردی شنکر کی موت کے بعد فضائی راستے سے ناجائز تجارت کا کام بند کر دیا تھا اور بحری راستے کو اختیار کیا تھا جس میں راجن اور بشیرا ماچھی کو کمیشن ایجنٹ مقرر کیا گیا تھا۔"

"یہ کاغذ آپ کے ہاتھ کس طرح آ گیا؟"

"اس سوال کا جواب خود میرے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ دراصل دستاویز مجھے گھر کے پتے پر بذریعہ ڈاک موصول ہوئی تھی۔"

"ہو سکتا ہے اس میں ولیم پوکر کا ہاتھ ہو؟"

"بھوشن کے گروپ کا کوئی ایسا فرد بھی ہو سکتا ہے جو کسی وجہ سے اس کا دشمن بن گیا ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو اس کا علم ہے کہ مسٹر پانڈے کی کوٹھی میں بم کا جو دھماکہ ہوا تھا اس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ پولیس کی ابتدائی تفتیشی رپورٹ کے مطابق دھماکے کے وقت کوٹھی میں کوئی موجود نہیں تھا۔"

"اوہ۔" میں نے خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے آپ کو بھوشن کے خلاف کاغذات روانہ کیے تھے اسی نے بروقت پانڈے کو بھی اس بم کے دھماکے کی سازش سے آگاہ کردیا ہوگا۔"

"اس امکان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھوشن کا خاص آدمی اس کا دشمن بن گیا ہے تو اس نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ وہ اگر بھوشن کے قریب ہے تو اسے خود بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے ابھی اسے ایسا کوئی موقع نہ ملا ہو۔"

بہرحال، میری لسٹ پر کچھ ایسے مخصوص آدمیوں کے نام موجود ہیں جنھیں بھوشن کے بہت قریب رہنے کا شرف حاصل ہے۔" سراج نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ان ہی میں سے کوئی ایک دوستی کی آڑ میں بھوشن سے دشمنی کرنے پر مجبور ہوگیا ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اب سراج بھی بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر اصولی طور پر تیار ہوگیا تھا۔ اس کے بعد سراج مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈائرکٹ فون پر آنے والی کال نے میری توجہ مبذول کرالی تھی۔

"ہیلو، شہباز اسپیکنگ۔"

"ندیم بول رہا ہوں۔ میری بات غور سے سنو۔ سراج کو یہ معلوم نہ ہو کہ تمھیں میں نے فون کیا ہے۔"

"مارکیٹ کا ریٹ کیا ہے؟" میں نے سراج کو ڈاج دینے کی خاطر کوڈ ورڈ کا سہارا لیا۔

"کچھ مشتبہ افراد سراج کا تعاقب کرتے ہوئے تمھارے دفتر تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ اس وقت بھی وہ سڑک پر ادھر ادھر منڈلاتے پھر رہے ہیں۔ تم کچھ دیر تک سراج کو روکنے کی کوشش کرو۔ اس عرصے میں میرے آدمی چوئیشن کو ہینڈل کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس وقت میں مصروف ہوں۔ ٹھیک ہے، میں تمھیں کال بیک کرلوں گا۔"

میں نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا لیکن میرا ذہن بڑی سنجیدگی سے ندیم کی فراہم کردہ اطلاع پر غور کررہا تھا۔ کیا سراج کی طرح بھوشن بھی اس کی موت کا فیصلہ کرچکا تھا؟

میں نے ایک لمحے کے لیے ندیم کی فون کال پر غور کیا پھر سراج سے بولا۔

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ کی لسٹ پر کون کون سے ایسے اہم نام موجود ہیں جنھیں بھوشن کے قرب خاص کا شرف حاصل ہے؟"

"ابھی میں نے حتمی لسٹ کا فیصلہ نہیں کیا۔"

"پھر بھی۔ ایک دو نام تو آپ کے ذہن میں ضرور ہوں گے؟" میں نے اصرار کیا۔

"ہوسکتا ہے آپ میری بات پر یقین نہ کریں لیکن میری لسٹ پر سرفہرست جو نام ہے وہ پروفیسر ابرار کا ہے جنھیں ہمارے ملک کا صف اول کا سائنس داں شمار کیا جاتا ہے۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے ایک دو بار پروفیسر کی غیر ملکی بیوی مارگریٹ کو بھوشن کے ساتھ شاپنگ کرتے بھی دیکھا ہے۔"

"مجھے پروفیسر کا نام سن کر یقیناً ایک دھچکا پہنچا ہے۔ وہ بلاشبہ اس وقت دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "وہ میری اطلاع کے مطابق بڑا اصول پسند آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بھوشن کے مراسم صرف مارگریٹ تک محدود ہوں۔ عورتوں کے سلسلے میں وہ یوں بھی بہت ندیدہ مشہور ہے۔"

"لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے پروفیسر ابرار کو بھوشن کی کوٹھی پر جاتے دیکھا ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے سراج کے شبے کی تائید کی۔ "دولت کی لالچ انسان کی شخصیت پر بھی [illegible] بن جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بھوشن نے پروفیسر کی لیبارٹری کے لیے کوئی خطیر رقم فراہم کرکے اس کی دوستی حاصل کی ہو۔"

"ممکن ہے لیکن کوئی بات یقین سے نہیں کی جاسکتی۔" سراج جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔" میں نے اسے روکنے کی کوشش کی۔ "ابھی تو ہماری بات بھی مکمل نہیں ہوئی۔"

"مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے جانا ہے پھر کسی وقت آجاؤں گا۔"

"کیا آپ اس وقت تنہا آئے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" سراج نے مجھے چونک کر دیکھا۔

"بھوشن دوسروں کے علاوہ آپ کا بھی دشمن ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ کو یہ نکتہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ کو اس بات کا خیال خاص طور پر اس وقت کس طرح آیا؟" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے پہلے بھی میں آپ کے پاس جب بھی آیا ہوں بالکل تنہا آیا ہوں۔ شاید اس لیے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا ایمان ہے کہ موت کا جو وقت متعین کردیا جاتا ہے وہ اٹل ہوتا ہے۔"

"لیکن احتیاط بہرحال شرط ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ اس سے پیشتر بھی میری چھٹی حس اور خوابوں کی تعبیر کے قائل ہوچکے ہیں۔ ممکن ہے یہ محض میرا وہم ہو لیکن یہ خیال اچانک میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ بھوشن کے کچھ زرخرید گرگے اس وقت بھی آپ کا تعاقب

کررہے ہوں اور—"

"اور وہ میرے پیچھے جاتے ہی مجھ پر موت کے فرشتے بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔" سراج نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو وہ مجھے راستے میں بھی ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کے خواہش مند ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں؟" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"آپ کی جان کو اگر کوئی خطرہ میرے آفس میں یا اس کے باہر پیش آیا تو بھوشن کی ایما پر مجھے بھی اس واردات میں نتھی کیا جاسکتا ہے۔"

سراج نے مجھے بہت غور سے دیکھا۔ شاید وہ کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے دو مخالف گروپ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں۔ سراج کے ساتھ میں بھی تیزی سے باہر کی جانب لپکا تھا۔ ہم لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر پہنچے تو فائرنگ کا سلسلہ بند ہوچکا تھا لیکن تین لاشیں ہمارے استقبال کو موجود تھیں پھر سراج ان کے قریب پہنچا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے سراج کے چہرے کے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"ان میں دو لاشیں ایسے افراد کی ہیں جو پولیس کی لسٹ پر مطلوب تھے اور تیسری لاش—"

"تیسری لاش کس کی ہے؟" میں نے اس لاش کو غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا جسے سراج حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ لاش میرے ایک قابل اعتماد ماتحت کی ہے۔" سراج بولا۔ "مجھے اس کے مرنے کے بعد بھی اس بات کا یقین نہیں آرہا کہ یہ شخص بھی میرا دشمن بن سکتا ہے۔"

"کبھی کبھی انسان خود اعتمادی کا شکار بھی ہوجاتا ہے۔"

فائرنگ کے ساتھ ہی قرب وجوار کے بازار بند ہوچکے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی بھیڑ موقع واردات کے اردگرد جمع ہونے لگی۔ پولیس کی سائرن کار بھی دس منٹ بعد ہی وہاں پہنچ گئی۔ متعلقہ تھانہ آفیسر انچارج نے جائے وقوعہ پر پہنچنے میں خاصی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ شاید وہ بھی کبھی سراج کا ماتحت رہ چکا تھا اسی لیے لاشوں کے بجائے اس نے سراج کے قریب آکر کہا تھا۔ "سر۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"کیا مطلب؟" سراج نے چونک کر ایس ایچ او کی جانب دیکھا۔

"ہمیں کسی نامعلوم شخص نے فون پر اطلاع دی تھی کہ کچھ لوگ آپ کو قتل کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔"

"اور ان میں ایس آئی منان بھی تھا۔"

سراج کے کہنے پر ایس ایچ او نے لاشوں کی طرف دیکھا تو وہ بھی اپنے ایک ساتھی کی موت پر افسردہ خاطر ہوگیا۔

"کیا یہ آپ کے ساتھ تھا؟"

"نہیں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ یہ میرے دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ہو۔"

ضروری تفتیش اور پولیس کارروائی کے بعد تینوں لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کردیا گیا۔ سراج بدستور کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے پوچھا۔

"کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے آفس میں ہماری گفتگو کے درمیان آپ کو کس نے فون کیا تھا؟"

"میرے ایک کلائنٹ کی کال تھی۔ کیوں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یقیناً آپ کی چھٹی حس کی داد دینی پڑے گی۔"

"ہوسکتا ہے کہ ناکامی کے بعد خود بھوشن کے کسی آدمی نے متعلقہ تھانے کو اس کی اطلاع دے دی ہو۔"

"اگر منان زندہ بچ جاتا تو بہت کچھ معلوم کیا جاسکتا تھا۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر مجھ سے رخصتی مصافحہ کرکے چلا گیا۔ میں دوبارہ اپنے آفس میں داخل ہوا تو وہاں کاکا اپنے حسین روپ میں موجود تھی لیکن وہ بھی خلاف توقع سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"تم؟" میں نے شکوہ بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم میری غیر حاضری پر ناراض ہوگے لیکن تمھاری خمیدہ ناک والی سفید [illegible] کی بڑھیا نے مجھے الجھا رکھا تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم دوبارہ اس پر قابو نہیں پاسکیں؟"

"نہیں۔" کاکا ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "اس نے مکلارنس کیسل کے اندر جاکر خود کو محفوظ کرلیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ کیا تم مکلارنس کیسل کے اندر داخل ہوکر اسے قابو نہیں کرسکتی تھیں۔"

"نہیں۔ اس مکار بڑھیا نے اپنے مکان کے چاروں طرف ایسا منڈل کھینچ رکھا ہے جسے توڑنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن وہ آخر کب تک گھر میں گھسی بیٹھی رہے گی۔"

"کیا تمھیں ان حالات کا علم ہے کہ جو تمھاری غیر موجودگی میں رونما ہوچکے ہیں۔"

"مجھے ایک ایک لمحے کی خبر ہے۔" اس بار اس نے مسکرا کر اور توبہ شکن انگڑائی لے کر جواب دیا۔ "تمھارا کاکا تم

سے دور رہنے کے باوجود تمہارے بہت قریب رہتی ہے۔"

"سراج کے خلاف جو سازش تیار کی گئی تھی اس میں کس کا دخل ہے؟"

"بھوشن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟" وہ بے پروائی سے بولی۔ "اگر تمہارے دوست کے آدمی موجود نہ ہوتے تو میں سراج کو بچا لیتی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی لیکن تمہاری باتوں کو سن سکتی ہوں۔ کیا تمہارے دوست نے سراج پر حملہ ہونے کی اطلاع تمہیں نہیں دی تھی۔"

"بشیرا مچھی اور اس کے کچھ ساتھی بھی کام آ چکے ہیں۔"

"مجھے ان کی موت کی کوئی پروا نہیں۔ جو بھی تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش کرے گا کالکا کی مہان شکتی اسے نرکھ میں جھونک دے گی لیکن مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ گلورا بے قصور ماری گئی۔"

"تعجب ہے۔" میں نے زہر خند سے کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی کو یہ بات نہیں معلوم کہ اسی خوب صورت ناگن نے میرے آدمی کو خرید کر مجھے مروانے کے لیے ایک خوب صورت جال بنا تھا۔"

"وہ ایسا کرنے پر مجبور تھی۔" کالکا سنجیدگی سے بولی۔ "وہ ناگن ضرور تھی لیکن بھوشن نے اس کا سارا زہر نکال دیا تھا۔ اس کے کچھ ایسے راز بھوشن کے ہاتھ آ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اس کے اشاروں پر ناچنے کے لیے مجبور تھی۔"

"پانڈے اور نرمل کے بارے میں۔"

"مجھے علم ہے بھولے ناتھ۔" وہ عجیب معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "تمہارے منتر کی چال نے ان دونوں کو بھی بچا لیا۔ کیا تم انکار کرو گے کہ یہ راز تمہیں بھی معلوم تھا۔"

"میری بات چھوڑو میرے سپنوں کی رانی۔ یہ بتاؤ کہ کیا بھوشن کو اصل حالات کا علم ہو چکا ہے؟" میں نے دوستانہ انداز میں کالکا کی سحر انگیز نگاہوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک اسے پانڈے اور نرمل کے ٹھکانے کا علم نہیں ہو سکا۔ پر تو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جس سمے کوٹھی میں دھماکہ ہوا اس وقت کوٹھی میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہارے چتر چنڈال منتر نے بے گناہ لوگوں کو مرنے سے بچا لیا۔"

"اور کن باتوں کا علم ہے تمہیں۔"

"سراج کل سے ڈیوٹی جوائن کرے گا۔" کالکا کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ "کیا تم ہی نے ماہ رخ سے اس کی سفارش نہیں کی تھی؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

"ایک بات دھیان سے سن لو میرے من مندر کے دیوتا۔ تم جب بھی اس خوب صورت ناگن کے شریر سے کھیلو گے اس کا اصلی سواد (مزہ) مجھے ملے گا۔ یہ کارن ہے جو میں نے تم دونوں کو شما کر رکھا ہے ورنہ میں کم از کم اس دوشیا کا سر کچلنے میں اتنی دیر کبھی نہ لگاتی۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے کہ تم نے میرے اوپر کیا شرط عائد کی ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں نے اگر کسی غیر عورت کے قریب جانے کی کوشش یا شادی کی تو تم میری سب سے بدترین دشمن بن جاؤ گی۔"

"پریم اور یدھ میں سب کچھ جائز ہے۔" اس نے بڑی مخمور نگاہوں سے مجھے سر تا پا تکتے ہوئے کہا۔ "تم نے اگر روپ نگر کی پہاڑی گپھا سے میری مورتی نہ نکالی ہوتی تو اور بات تھی لیکن اب تم میرے سوا کسی اور کے نہیں بن سکو گے۔"

"لیکن کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ میں تمہیں تمہارے اصلی روپ میں اپنی بانہوں میں نہیں سمیٹ سکتا؟"

"میرے ایک نہیں۔ بہت سارے روپ ہیں۔ تم ماہ رخ کو بھی میرا ایک روپ سمجھ کر سوئیکار کر لیا کرو میرے لیے یہی بہت ہوگا۔"

"کیا اس کے سوا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ میں تمہارے اسی روپ میں۔"

"ہے۔" وہ ایک ادا سے بل کھا کر بولی۔ "تم مجھے اس چھلاوا کے راز سے آگاہ کر دو جس نے ہمارے بیچ ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔ اس کے بعد تم میرے اسی روپ میں میرے انگ انگ سے کھیل سکتے ہو۔"

"میں غلط بیانی سے بھی کام لے سکتا ہوں۔"

"ایسا ناممکن ہے۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "سچ اور جھوٹ کو پرکھنا میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا۔"

"یہی تو افسوس ہے کہ ابھی تک میں خود بھی اس بات سے ناواقف ہوں کہ وہ کون سی غیبی قوت ہے جو میری مدد کر رہی ہے۔" میں نے کالکا کو آزمانے کی خاطر ایک بار پھر غلط بیانی سے کام لیا لیکن وہ میری دروغ گوئی کے راز کو نہیں پا سکی تھی۔ شاید اس نے محض دھوکہ دینے کی خاطر جھوٹ اور سچ کو پرکھنے والی بات کہی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟ پر تو میرا من نہیں مانتا۔" کالکا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "اور جب تک میرا من کسی بات کی گواہی نہ دے میں اس پر وشواس نہیں کر سکتی۔"

"مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ تم مختلف روپ اختیار کر کے میرا امتحان لینے کی کوششوں میں مصروف ہو۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"تمہارا سادھنا کیسا نام ہے؟" میں نے محتاط انداز میں کہا۔ "کیا میں تمہیں اس سندر نام سے یاد کر سکتا ہوں؟"

"سادھنا۔" اس نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورا۔ "کیا تم اس نام کی کسی ناری سے مل چکے ہو؟"

"تمہارا من اور تمہاری مہان شکتی کیا کہتی ہے؟" میں مسکرایا۔

"یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔" کالکا نے مضطرب ہو کر کہا۔ "مجھے بتاؤ میرے پران ناتھ۔ تمہارے ذہن میں یہ نام کیوں ابھرا؟ اس کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟"

"جب تمہاری پراسرار قوت تمہیں اس بات کا پتا دے سکتی ہے کہ پانڈے اور نرمل ابھی زندہ ہیں تو پھر سادھنا کے نام کے بارے میں بھی تمہیں جانکاری ہونی چاہیے۔"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔" اس بار کالکا نے ہاتھ ملتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کچھ بھٹکی ہوئی آتمائیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو وقتی طور پر کسی روپ میں جنم لیتی ہیں لیکن وہ زیادہ دیر تک اس دھرتی پر نہیں رہتیں۔ دیوی اور دیوتا انہیں ایک خاص سمے کے بعد دوبارہ آکاش پر واپس بلا لیتے ہیں۔"

"میں تمہیں چھیڑنے کی خاطر ایک فرضی نام لے رہا تھا۔" میں نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔ "بھوشن کے بارے میں اب تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اب بھی اس کے ستارے اس کی مدد کر رہے ہیں؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بھوشن کی موت۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کچھ سمے اور گزر جانے دو۔ اس کے بعد میں بھوشن کے معاملے میں تمہاری سہائتا ضرور کروں گی۔"

"کیا تمہیں ہری رام یا کرشن شرما کی دھرم پتنی کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔" میں نے ذہن میں ابھرنے والے ایک نئے سوال کی تصدیق کی خاطر پوچھا۔

"اس سندری کا نام گیتا ہے پر تو اب وہ تمہارے کسی کام نہیں آ سکے گی۔ بھوشن اور اس کے آدمیوں نے اس کے شریر کا سارا امرت نچوڑ لیا ہے اور اسے۔۔۔" کالکا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی پھر اس کی نگاہوں میں ایسی چکا چوند پیدا ہوئی جیسے اس نے کوئی اہم راز پا لیا ہو۔ وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "سچ سچ بتاؤ شہباز خان۔ کیا تم سادھنا نام کی سندری سے مل چکے ہو؟"

"کس نے تم سے گیتا کے بارے میں دریافت کیا تھا۔" میں اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"سادھنا۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "وہ اب اس دھرتی پر نہیں ہے۔ بھوشن نے بشیرا مچھی کے سامنے بھی گیتا کے رس بھرے شریر کو ڈال دیا تھا پھر اسی کی مرضی سے بھوشن نے گیتا کو اسے دان کر دیا تھا۔ اس کی آتما ابھی اسی دھرتی پر بھٹک رہی ہے۔ وہ اپنا انتقام لیے بنا آکاش پر واپس نہیں جائے گی۔ دیوتاؤں نے مجھے یہی بتایا ہے۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "تم نے یہیں کھڑے کھڑے اپنے دیوتاؤں سے بات بھی کر لی۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ مجھے میرے سوال کا جواب دو۔ کیا گیتا تم سے ملی تھی؟"

"بے حد بچکانہ سوال ہے۔ اول تو میں نے گیتا کو کبھی نہیں دیکھا اور اگر تمہاری بات سچ ہے تو پھر کسی بھٹکتی ہوئی بے چین روح کے لیے بھوشن یا بشیرا مچھی کو مار ڈالنا کیا مشکل ہو سکتا ہے۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" کالکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جیون میں جس کے ساتھ شریر کا بندھن رہ چکا ہو اس کی آتما بھی اسے مارنے کی شکتی نہیں رکھتی۔ وہ کسی اور کی سہائتا لینے پر مجبور ہے۔"

مجھے سادھنا کے سلسلے میں اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا لیکن میں نے کالکا پر اظہار نہیں ہونے دیا۔ مسکرا کر کہا۔ "کیا یہ انیائے (ظلم) نہیں ہے کہ ایک شخص اپنی ہوس پوری کرنے کی خاطر جس کی زندگی روند ڈالتا ہے اس غریب کی بے چین روح بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"یہ دھرم اور کرم کی باتیں ہیں۔ تمہاری بدھی (سمجھ) میں نہیں آئیں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہارے ذہن میں گیتا کا دھیان کس طرح آ گیا۔"

"ہری رام یا کرشن شرما نے مرنے سے پہلے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ صرف اپنی بیوی کو بھوشن کے چنگل سے چھڑانے کی خاطر اس کے لیے ناجائز تجارت کا مہرہ بن گیا تھا۔"

"ہاں۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا لیکن۔۔۔" کالکا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تو میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"لیکن کیا؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے بھی مجھے ٹالنے کی کوشش کی پھر کسی ضروری کام کا بہانہ کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

کالکا کے بیان کی روشنی میں میرا ذہن ایک بار پھر سادھنا میں الجھ گیا۔ بشیرا مچھی اور بھوشن سے انتقام لینے کی خاطر گیتا کو کسی اور کی مدد درکار تھی۔ اس نے بھی اپنی مجبوری کی یہی وجہ بتائی تھی جس کا ذکر کالکا نے بھی کیا تھا۔ سادھنا نے کہا تھا کہ وہ بھوشن کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کر سکتی تھی۔ میں سنجیدگی

سے اس کی آفر کے بارے میں غور کرنے لگا۔

☆

ندیم میری باتوں کو نہایت سنجیدگی سے سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اب فلورا کی موت کا سبب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ وہ کلب ڈانسر ضرور تھی۔ مغربی تہذیب کی پیداوار تھی اس لیے اس کے لیے جنسی آزادی بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی لیکن مارگریٹ۔ ہو سکتا ہے کہ مارگریٹ کے کہنے پر بشرا بھی یا بھوشن کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم مارگریٹ کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔ کسی زمانے میں وہ لندن میں سب سے مشہور ماڈل سمجھی جاتی تھی۔ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن وہ دولت میں کھیلنے کی شوقین تھی۔ یہی شوق پورا کرنے کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ کو جو خاصے قدامت پسند تھے چھوڑ دیا۔ جسمانی طور پر اسے احساس تھا کہ وہ اپنے اندر آگے بڑھنے کی بھرپور صلاحیتوں کی مالک ہے۔ اس نے ماڈلنگ کی دنیا میں قدم رکھا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ عوام کی پسند نے اور مشتہرین کی ضرورت نے اسے راتوں رات امیر بنا دیا۔ دس سال تک وہ ماڈلنگ کے افق پر کسی روشن ستارے کی طرح دمکتی رہی۔ اپنے جسم کی نمائش کی خاطر وہ منہ مانگی قیمت وصول کرتی تھی۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان بھی اسے نظر انداز کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے لیکن دس سال بعد وہ اچانک مارکیٹ سے غائب ہو گئی۔ بزنس سرکل میں اس کے بارے میں مختلف افواہیں گردش کرنے لگیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ کسی دل جلے نے زبردستی اس کے جسم کو روندا ہو گا پھر پھانسی کے خوف سے اسے مار کر کہیں دفن کر دیا۔ اکثر حلقوں میں یہ بات بھی گردش کر رہی تھی کہ کسی بڑی پروڈکٹ کے مالک نے اپنی مصنوعات کی لانچنگ کے لیے مارگریٹ کو وقتی طور پر منظر عام پر سے ہٹا دیا ہے تاکہ اس کے بارے میں چاہنے والوں کے درمیان بے چینی پھیل جائے اور پھر جب وہ اچانک اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کسی اشتہار کی زینت بن کر جلوہ گر ہو تو مارکیٹ میں تہلکہ مچ جائے۔" ندیم نے اپنی یادداشت کو تازہ کرتے ہوئے کہا۔ "کئی سال تک وہ روپوش زندگی گزارتی رہی پھر ایک اخبار نے اسے دریافت کر لیا۔ بیگی کلیپر کے ذریعے پاور فل روم لینس سے اس کی ایک تصویر بنائی گئی جب وہ پروفیسر ابرار کے ساتھ اپنے وسیع و عریض بنگلے کے لان پر ننگے پاؤں چہل قدمی کر رہی تھی پھر یہ خبر بھی گرم ہوئی کہ پروفیسر نے اپنے لندن کے قیام کے دوران خفیہ طور پر اس سے شادی کر لی تھی۔ اپنے ملک میں واپس آنے کے بعد پروفیسر نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور مارگریٹ سے شادی کی خبر مقامی اخباروں میں نہیں شائع نہیں ہونے دی۔ اس سلسلے میں حکومت نے بھی پروفیسر کی بین الاقوامی شہرت کے پیش نظر اخبارات پر اس بات کا سنسر لگا دیا تھا کہ پروفیسر سے متعلق کوئی خبر بائی کمان کی منظوری کے بغیر نہ شائع کی جائے۔"

"اگر یہ بات درست ہے تو پھر فلورا اور مارگریٹ کے تعلق کو جوڑا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن مارگریٹ کا اس طرح بھوشن کے ساتھ گھومنا پروفیسر کی شہرت کو اثر انداز بھی کر سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پروفیسر کو اس بات کی خبر ہی نہ ہوگی۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ہمارے بڑے بڑے مفکر اور دانشور وقتی طور پر اپنے ذہن کو بہلانے کی خاطر اس قسم کی حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر بعد میں اسے اس طرح حرف غلط کی طرح فراموش کر دیتے ہیں جیسے اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو یا یوں کہو کہ انھیں اپنے تحقیقی کاموں اور نت نئے تجربوں سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ پلٹ کر اپنے ماضی کے کسی باب کی ورق گردانی کر سکیں۔ مارگریٹ اگر کوئی مشرقی عورت ہوتی تو شاید وہ گھر کی چار دیواری سے باہر قدم نہ نکالتی لیکن وہ جس معاشرے اور ماحول کی پروردہ تھی اس میں جنسی بے راہ روی بھی فیشن سمجھی جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے مارگریٹ کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو کر چھلک اٹھا ہو۔"

"لیکن بھوشن ہی کیوں؟"

"یہی ایک بات اس وقت میرے ذہن میں بھی چبھ رہی ہے۔" ندیم نے پرخیال انداز میں کہا۔ "خاص طور پر سراج کا یہ بیان خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے پروفیسر ابرار کو بھوشن کی قیام گاہ پر جاتے دیکھا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ پروفیسر نے مارگریٹ کے سلسلے میں بھوشن کو تنبیہہ کرنے کی خاطر۔"

"نہیں۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بڑے لوگ اس قسم کی سطحی باتوں پر وقت برباد نہیں کرتے۔ اب تو ہمارے ملک میں بھی زہر پھیلنے لگا ہے کہ خواتین مردوں کی عدم توجہی کی بنا پر اپنا وقت گزارنے کی خاطر کوئی دوسری تفریح تلاش کر لیتی ہیں جو رفتہ رفتہ انھیں غلط راہوں کا مسافر بنا دیتی ہے۔"

"لیکن سوچنا یہ ہے کہ پروفیسر جیسا عدیم الفرصت شخص بھوشن کی کوٹھی پر کس مقصد سے جا سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس ملاقات میں بھی مارگریٹ کی کسی سیاست کو دخل ہو؟" ندیم نے جواب دیا۔ "بھوشن دولت کے معاملے میں اس جانور سے مختلف نہیں ہے جو فاقے کی صورت میں مردار کو بھی مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ بھوشن نے مارگریٹ کو اپنے جال میں پھنسا کر پروفیسر کی لیب سے کوئی ایسا قیمتی راز یا فارمولا اڑانے کا پلان بنایا ہو جو دنیا کا کوئی بھی ملک بڑی سے بڑی قیمت دے کر بھی خرید سکتا ہو۔ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ پروفیسر نے مارگریٹ کے کسی مسلسل اصرار کے پیش نظر بھوشن سے ملاقات کی ہو۔ ویسے میری اطلاع یہ ہے کہ پروفیسر ابرار چار چار ماہ تک خود کو صرف اپنی اس لیب تک محدود کر لیتا ہے جہاں مارگریٹ کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"ایسی صورت میں تو یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ بھوشن کو پہلی فرصت میں ختم کر دیا جائے۔"

"کوشش کر دیکھو لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"نہیں۔ صرف یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ بھوشن نے اپنے بچاؤ کے لیے جو طریقہ کار اختیار کر رکھا ہے اس کا عملی تجربہ ہو جانے کے بعد تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ضروری نہیں ہے کہ انسان کا ہر تجربہ کامیاب ہو مگر اس خوف کی وجہ سے کسی بامقصد تجربے سے گریز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

ندیم نے جواب دینے کے بجائے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کوئی رسیدہ بزرگ کسی بچے کی ضد سے مجبور ہو کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ ندیم کے اس طرز عمل نے مجھے بھوشن کی موت کے سلسلے میں اور سنجیدہ کر دیا۔ اسی روز دوپہر کو میں اپنے آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ کسی کے کھنکارنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے نظریں فائل پر سے ہٹا کر دیکھا تو سادھنا میرے سامنے موجود تھی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں اس وقت بھی انتقام کی چنگاریاں سلگتی نظر آرہی تھیں۔

"شاید مجھے اس وقت تمہارا ہی انتظار تھا۔" میں نے فائل بند کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے کالکا کو میرے بارے میں کرید کر اچھا نہیں کیا۔"

"لیکن وہ۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ کیول دھرتی پر بھٹکنے والی میری آتما کے راز سے واقف ہو گئی ہے لیکن مجھے وشواس ہے کہ اس کی سان شکتی بھی مجھے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔" امیرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

"کیا تم واقعی کرشن شرما کی بیوی گیتا ہو؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔"

"کالکا نے کہا تھا کہ تمہاری آتما نے کسی اور کا جسم حاصل کر لیا ہے؟"

"اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا تم بھوشن کے سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہو؟"

"ہاں۔ میں اس وقت تم سے یہی بات کرنے آئی ہوں۔" اس نے مجھے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد تمہارا چناؤ کیا ہے۔ تمہیں میرے کارن اس زہریلی کو کتوں کی موت مارنا ہو گا۔ تم انکار کرو گے تو گھاٹے میں رہو گے۔ میں تمہارے بعد کسی اور کو اس پاپی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کروں گی لیکن کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے مجھے تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میرے پاس سمجھانے کا سمے بھی نہیں ہے۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "تمہاری کالکا نے دیوتاؤں کے چرنوں میں جھک کر پرارتھنا کی ہے کہ میری آتما کو اس دھرتی سے اٹھا لیا جائے لیکن جب تک میری آتما شانت نہیں ہوتی میں اسی دھرتی پر بھٹکتی رہنے پر مجبور ہوں۔ بولو کیا تم بھوشن سے میرا انتقام لینے پر تیار ہو۔"

"ہاں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تمہاری طرح میں بھی اس کے خون کا پیاسا ہوں لیکن۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کالکا اس جنگلی سور کی سہائتا کر رہی ہے۔ وہ دو غلی چال چل رہی ہے مگر وہ میری آواز سننے کی شکتی نہیں رکھتی۔ تم اس بات کی چنتا بھی مت کرو کہ اس حرام جنے نے اپنے چاروں اور شکاری کتے چھوڑ رکھے ہیں۔ میں تمہیں اس کے دفتر تک پہنچا سکتی ہوں۔ کوئی تمہارا راستہ روکنے کی ہمت نہیں کرے گا پر تمہیں اپنی واپسی کا راستہ خود تلاش کرنا ہو گا۔ میں نے دیوتاؤں کو وچن دیا ہے کہ اس پاپی کے جسم سے آخری سانس نکلتے ہی آکاش پر واپس لوٹ جاؤں گی۔"

"بھوشن کو مارنے کے بعد اگر مجھے پھانسی پر لٹکنا پڑے تو بھی یہ سودا مجھے منظور ہے۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم میری سہائتا ضرور کرو گے۔" اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ جاگ اٹھی۔ "میں تمہیں وچن نہیں دیتی لیکن کوشش ضرور کروں گی کہ بھوشن کے پالتو جانور تمہارا کھوج نہ لگا سکیں۔"

"تم مجھے بھوشن کے دفتر تک کب پہنچا سکتی ہو۔" میں نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

"آج شام چھ بجے تک۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "اس وقت بھوشن کے دفتر میں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی لیکن اس کے اجرتی بدمعاش قریب رہ کر اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں آج ہی اس کام تمام کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم اپنے بچاؤ کی خاطر ایک کام کر سکتے ہو۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "اپنے مسٹر سراج پر بھروسا کر سکتے ہو۔ وہ تمہاری سہاتا کرنے پر خوشی خوشی تیار ہو جائے گا۔"

"ایک ضروری سوال باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے گیتا کی آتما سے پوچھا۔ "کیا کالکا کو اس بات کی خبر نہیں ہوگی کہ تم میری مدد کر رہی ہو۔"

"نہیں۔ میرے اور اس کے درمیان ایسا پردہ پڑا ہے، جس کی دوسری طرف دیکھنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ بھوشن اور مارگریٹ کے درمیان کیا تعلق ہے اور پروفیسر ابرار کس مقصد سے بھوشن سے ملنے گیا تھا۔"

"میں سب کچھ جاننے کے بعد اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ دیوتاؤں نے میری بھٹکتی ہوئی آتما پر کچھ پہرے بھی بٹھا رکھے ہیں۔"

"اتنا تو بتا سکتی ہو کہ پروفیسر کو مارگریٹ اور بھوشن کے تعلقات کا علم ہے یا نہیں۔" میں نے اصرار کیا۔

"تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ دیس دیس کے بارے میں جانکاری رکھتے ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بدیسی دنیا کی یہ گوری چٹی ناریاں اوپر سے جتنی سندر نظر آتی ہیں، اندر سے اتنی ہی میلی اور کالے کرتوتوں کی مالک ہوتی ہیں۔"

"گویا بھوشن اور مارگریٹ کے تعلقات بھی شرافت کی تمام حدود کو پھلانگ چکے ہیں۔"

"تم چھ بجے بھوشن کے دفتر کے لیے روانہ ہو جانا۔" وہ میری بات نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں کسی روپ میں بھی دکھائی نہیں دوں گی لیکن پھر بھی تمہارے بہت قریب رہوں گی۔ تمہیں اس پاپی تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن ایک اہم بات۔"

"میری اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا کہ اگر تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا تو مجھے مجبوراً تمہیں مارنا پڑے گا۔ اس کے بغیر میں کسی اور سے سہاتا نہیں مانگ سکتی۔" سادھنا یا گیتا نے بڑے بے رحم لہجے میں کہا پھر وہ یکلخت میری نظروں کے سامنے سے چھو منتر ہو گئی۔

میں اس وقت اپنے اعصاب میں تناؤ کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ بھوشن کو اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ میں نے بہت پہلے کر رکھا تھا لیکن شیر کی کچھار میں گھس کر اسے شکار کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ خود گیتا نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ مجھے بھوشن کے آفس تک پہنچنے میں مدد کرے گی لیکن بھوشن کی موت کے بعد مجھے خود اپنا بچاؤ کرنا ہوگا۔ میں بڑی دیر تک پیش آنے والے حالات کے بارے میں تانے بانے جوڑتا رہا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر کالکا اور لیڈی مکارس کی یہ بات صدائے بازگشت کی طرح گونج رہی تھی کہ ابھی مجھے بھوشن سے دور رہنا چاہیے۔ اس کے ستارے ابھی گردش میں نہیں تھے۔ ندیم نے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن میں نے گیتا سے جو وعدہ کر لیا تھا اس سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا کافی غور و خوض کے بعد میں نے سراج سے رابطہ قائم کیا۔

"بڑی عمر ہے آپ کی۔" سراج نے کہا۔ "میں ابھی آپ ہی کو فون کرنے والا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔ اب مجھے آپ کو پیر و مرشد ہی ماننا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ نے پچھلی ملاقات میں کہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ مجھے فوری طور پر ڈیوٹی جوائن کرنی پڑے۔" سراج نے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے ہی مجھے کافی اوپر سے یہ احکامات موصول ہوئے ہیں کہ میں دو گھنٹے کے اندر اندر ڈیوٹی جوائن کر لوں۔"

"یہ تو میرے لیے خوش خبری ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ ماہ رخ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اس پر پوری اتری تھی۔

"لیکن ایک بری خبر بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے بھوشن کے علاقے میں تعینات کیا گیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یہ تو اور بھی اچھی خبر ہے۔"

"میرے لیے اس میں کچھ دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ اپنے راج پاٹ میں میرا عمل دخل برداشت کر سکے گا۔"

"ہو سکتا ہے ان احکامات کے پیچھے بھی کوئی بہتری ہو۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کو ایک اہم مقصد سے فون کیا تھا۔"

"کیا بھوشن ہی کے بارے میں کوئی نئی اطلاع ملی ہے۔"

"ہاں۔ اطلاع یہ ہے کہ میں آج شام چھ بجے بھوشن سے ملنے اس کے دفتر جا رہا ہوں۔ وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"مگر آپ کو اچانک اس کے دفتر جانے کی کیسے سوجھ گئی؟"

"مسٹر سراج۔ آپ میرے واقف کار بھی ہیں اور ہم خیال بھی۔ ڈیوٹی جوائن کر لینے کے بعد آپ کو میری دوستی کے بجائے اپنے فرض کو ترجیح دینی ہوگی۔ میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کروں گا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا آپ دو چار دن انتظار نہیں کر سکتے۔"

"میں آپ سے صرف ایک بات کی درخواست کر رہا ہوں۔ اس وقت میں نے آپ سے جس پروگرام کا ذکر کیا ہے اس کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر رابطہ منقطع کرنے کے بعد میں فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔ اس وقت دوپہر کے تین بجے تھے۔

تین گھنٹے تک میں گاڑی میں بیٹھا چکر لگاتا رہا۔ اس عرصے میں میں نے بھوشن کے دفتر کے ارد گرد چکر لگائے تھے۔ کچھ لوگوں پر مجھے شبہ بھی ہوا کہ وہ نگرانی کے کام پر مامور ہیں لیکن میرے سر پر جیسے جنون سوار تھا۔ میں نے اس کام پر کریم کو بھی ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم نے اپنے سادہ لباس والوں کو میری نگرانی کی ذمے داری سونپ رکھی ہوگی۔ ممکن تھا کہ وہ اس وقت بھی دور دور رہ کر میری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا ہوں۔ میں اطراف کا بغور جائزہ لے رہا تھا لیکن مجھے کسی ایسی گاڑی پر شبہ نہیں ہو سکا جو میرے تعاقب میں ہو۔

ٹھیک چھ بجے میں نے اپنی گاڑی بھوشن کے آفس والی عمارت کے پچھلے حصے کی ایک سائڈ روڈ پر پارک کی پھر ٹہلتا ہوا سامنے کی جانب آ گیا کسی اچانک سچویشن سے دوچار ہونے کے لیے میں نے اپنا آٹومیٹک پہلے ہی لوڈ کر کے اس کا سیفٹی کیچ کھول دیا تھا۔ بھوشن کا پرسنل آفس عمارت کے جس فلور پر واقع تھا اسے قلعے کی صورت دی گئی تھی۔ لفٹ سے اترنے کے بعد تقریباً دس فٹ کی ایک راہداری تھی جس سے گزرنے کے بعد اس دروازے میں داخل ہونا پڑتا تھا جس کے اندر بھوشن کا سینٹرلی ایئر کنڈیشنڈ آفس تھا۔ بھوشن اس آفس کے آخری سرے والے کمرے میں بیٹھتا تھا تاکہ اگر اس پر کوئی قاتلانہ حملہ ہو تو حملہ آور فرار نہ ہو سکیں۔

صدر دروازے کے باہر اس وقت بھی مسلح باوردی گارڈ موجود تھا۔ میرے قریب جانے کے بعد وہ میرے راستے میں حائل ہو گیا۔ "کس سے ملاقات کرنی ہے آپ کو؟" اس نے کھردرے لہجے میں مجھ سے دریافت کیا۔

"سوری۔ میں کام کی نوعیت ظاہر نہیں کر سکتا۔" میں نے گارڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "رہا ملاقات کرنے کا سوال تو اس کے لیے مجھے ایڈمنسٹریشن آفس کے انچارج سے ملاقات کرنی ہے۔"

"آپ شاید پہلی بار یہاں تشریف لائے ہیں۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"ایسی صورت میں اندر جانے سے پہلے آپ کو اپنی شناخت کرانی ضروری ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"اور اگر میں اپنی شناخت کرانے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو آپ کو واپس جانا پڑے گا۔" گارڈ نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔

"کیا مسٹر بھوشن اس وقت دفتر میں موجود نہیں ہیں؟"

"بغیر شناخت کے میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کے لیے مجبور نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں واپس چلا جاتا ہوں لیکن سوچ لو۔ میری واپسی کی صورت میں تمہیں مسٹر بھوشن کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔" میں واپسی کے ارادے سے پلٹا تھا لیکن اس نے آواز دے کر مجھے روک لیا۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔" اس بار اس کے لہجے میں پہلی جیسی سختی اور درشتی نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں کی وہ سرخی بھی غائب ہو چکی تھی جو مجھے دیکھنے کے بعد ابھری تھی۔ میرے ذہن میں گیتا کا تصور ابھرا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ نظر نہ آنے کے باوجود وہ مجھ سے بہت قریب رہے گی۔ گارڈ کے رویے میں اچانک رونما ہونے والی تبدیلی اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ اس میں گیتا کی بھٹکتی ہوئی روح کا دخل تھا۔

"کیا اب میری شناخت تمہارے لیے ضروری نہیں رہی؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب۔" وہ ادب سے بولا۔ "میں نے اب آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ کو میں نے باس کے پاس ایک بار پہلے بھی دیکھا تھا۔"

"گڈ۔" میں دل ہی دل میں مسکرایا۔ "تمہاری یادداشت واقعی قابل تعریف ہے۔"

پھر میں قدم بڑھاتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا جہاں ایک طرف وسیع و عریض ہال میں مختلف سیکشن کو بڑی چابکدستی کے ساتھ بلاک کی صورت میں ترتیب دیا گیا تھا۔ ہر سیکشن کو ظاہر کرنے کی خاطر چھت سے بڑے بڑے بورڈ لٹک رہے تھے۔ اس ہال میں عملے کی اچھی خاصی تعداد اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھی۔ ہال کی دوسری سمت آفیسوں کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ جس کے باہر لگی ہوئی تختیاں ان کے نام اور عہدے کو ظاہر کر رہی تھیں۔ میں کن انکھیوں سے ارد گرد کا جائزہ لیتا ہوا درمیانی راہداری میں بچھے ہوئے دبیز قالین پر قدم بڑھاتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا جس کے باہر دروازے پر پیتل کے چمکدار حروف سے بھوشن جوزف کا نام درج تھا۔ بھوشن کے کمرے کے ساتھ ہی اس کے پی۔ اے کا آفس تھا جس کے دروازے پر مس کامنی دت کے نام کی تختی آویزاں تھی۔ بھوشن کے دروازے کے باہر دو مسلح گارڈ موجود تھے جبکہ کامنی دت کے دفتر کے باہر ایک باوردی چپراسی بیٹھا تھا۔ مسلح

کارڈ کو دیکھ کر میں نے یہی مناسب خیال کیا تھا کہ پہلے کامنی وت سے مل لیا جائے۔ چپراسی مجھے قریب آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے جیب سے ایک دوسری فرم کا وزیٹنگ کارڈ نکال کر چپراسی کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے کامنی تک پہنچا دو۔"

چپراسی نے مشینی انداز میں سر کو جنبش دی پھر کمرے کے اندر چلا گیا۔ میں راہداری میں بے پروائی سے ٹہلنے لگا۔ جو کارڈ میں نے اندر بھیجا تھا اس پر احمد کمال کا نام درج تھا کارڈ ایک کنسٹرکشن کمپنی کا ہی تھا۔ دو منٹ بعد چپراسی نے باہر آکر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا اس نے ابھی تک زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کیا تھا۔ میں اشارہ پا کر اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کو ٹھٹک گیا۔ سامنے بڑی سی میز کے دوسری جانب ریوالونگ چیئر پر جو خاتون موجود تھی اسے میں دوبار ندیم کے ساتھ کیسینو میں دیکھ چکا تھا۔ میری نگاہیں اگر دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں تو وہ سو فی صد وہی خاتون تھی۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔

اگر وہ خاتون وہی تھی جسے میں ندیم کے ساتھ کیسینو میں دو مرتبہ بہت قریب سے دیکھ چکا تھا تو پھر اس کا بھوشن کی پی اے ہونے کا کیا راز تھا؟ کہیں وہ ندیم کو ڈبل کراس تو نہیں کر رہی تھی؟ اس دہری چال چلنے میں اس کی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔ ندیم یا بھوشن میں سے کسی ایک کو بھی مس کامنی وت کے رول کا علم ہو جاتا تو وہ خطرناک صورت حال سے دوچار ہو سکتی تھی؟ وہ صحیح معنوں میں کس کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا رہی تھی؟ جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا وہ خطرناک تھا؟ کسی وقت بھی وہ اذیت ناک موت سے دوچار ہو سکتی تھی؟

"پلیز مسٹر احمد کمال۔" وہ بڑے سلجھے ہوئے مگر خالص کاروباری لہجے میں بولی۔ "تشریف رکھیے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"باس کے ساتھ کسی پارٹی یا سیمینار میں دیکھا ہو گا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"شاید۔"

"آپ کس کام سے آئے ہیں؟" اس نے اپنی نظر میرے بھیجے ہوئے کارڈ پر ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے مسٹر بھوشن سے ملنا ہے۔"

"کیا آپ نے باس سے براہ راست کوئی اپوائنٹ منٹ لے رکھا ہے؟" اس بار اس نے ایک خوب صورت سی ٹیبل ڈائری پر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری لسٹ پر جو نام درج ہیں ان میں آپ کا نام نہیں ہے۔"

میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ "ہاں" کہہ دوں لیکن فوراً ہی اس خیال کو دل سے نکال دیا اس لیے کہ وہ انٹرکام پر میرے جواب کو بھوشن سے کنفرم بھی کر سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھوشن صاحب سے میری ملاقات زیادہ نہیں ہے لیکن اس وقت میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔"

"کام کس نوعیت کا ہے۔ دراصل میرا مطلب یہ ہے کہ باس شیڈول سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کا عادی نہیں ہے۔ ہاں ایمرجنسی کی صورت میں ایسا ممکن بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ اسے ایمرجنسی ہی سمجھ لیں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"او کے۔" وہ انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے بولی۔ "پہلے مجھے باس سے آپ کے سلسلے میں اجازت لینی ہو گی۔"

جتنی دیر وہ بھوشن سے بات کرتی رہی میرا دل دھڑکتا رہا پھر وہ ریسیور رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"آپ باس سے مل سکتے ہیں لیکن چند منٹ آپ کو انتظار کرنا ہو گا۔ ویسے بائی دا وے آپ کیا پسند کریں گے کوئی سافٹ ڈرنک یا کافی وغیرہ۔"

"تھینکس۔ اس وقت کسی چیز کی خواہش نہیں ہو رہی۔"

"آپ شاید آج پہلی مرتبہ باس سے ملنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا پھر اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ مسٹر ندیم کو جانتی ہوں؟"

"مسٹر ندیم۔" اس نے ندیم کے نام کو دہرایا پھر اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے بولی۔ "ہو سکتا ہے میں نے انہیں دیکھا ہو لیکن یہ نام میرے لیے اجنبی سا لگ رہا ہے ویسے اس نام کے کئی آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں؟"

میں اپنی جگہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ شاید میں نے ندیم کا نام لے کر کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ضرور ہوئی تھی کہ ندیم کا نام سننے کے بعد بھی اس کے خوب صورت چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں ابھرا تھا اگر وہ اداکاری کر رہی تھی تو بلاشبہ بڑے کمال کے ساتھ اپنا کردار نبھا رہی تھی۔

"مسٹر ندیم ایک مقامی کیسینو کے مالک ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسینو۔" وہ اس لفظ پر زور دیتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ "آپ شاید کسی اور لڑکی کو مجھ سے مکس اپ کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ میں نے آج تک کسی کیسینو یا کلب کی صورت نہیں دیکھی۔"

"آپ مسٹر بھوشن کے ساتھ کب سے کام کر رہی ہیں؟" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔

"تقریباً آٹھ سال سے۔ کیوں؟" وہ ایک بار پھر مسکرائی۔

"پھر ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی کوئی اور ہو۔" میں نے بظاہر اپنی غلط فہمی کا اقرار کر لیا تھا لیکن میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں۔ وہ سو فی صد وہی خاتون تھی جسے میں ندیم کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کا فرینڈ سرکل خاصا بڑا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

جواب میں میں بھی مسکرا کر رہ گیا۔ مس کامنی وت کے آفس کے اندر دو دروازے اور بھی تھے جس میں سے ایک پر ٹوائلٹ لکھا تھا اور دوسرا دروازہ شاید بھوشن کے پرسنل آفس میں کھلتا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ بھوشن نے جو ندیم کی اطلاع کے مطابق اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی تھا۔ مجھے دس منٹ بعد بلانے کا اقرار کیوں کر لیا تھا۔ کہیں اسے میری اصلیت تو نہیں معلوم ہو گئی تھی۔ یقیناً ایسا ہی ہو گا اس لیے کہ میں اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔ یہ بھی بعید از امکان نہیں تھا کہ بھوشن نے اپنے پورے دفتر میں خفیہ کیمرے نصب کرا رکھے ہوں اور وہ اپنے آفس میں بیٹھا ہی بیٹھا ہر طرف کا جائزہ لے سکتا ہو۔ مجھے اپنے شک کی تصدیق میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ مشرق کے سمت کی دیوار پر جو لائٹ لگی تھی اس کے برابر ہی کیمرے کی خفیہ آنکھ بھی نظر آ رہی تھی۔

مجھے اس وقت اپنی جذباتی کیفیت پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ بھوشن جیسے آدمی کے دفتر میں آکر میں نے دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ میں اسے دفتر سے باہر بھی کہیں ٹھکانے لگانے کا پروگرام ترتیب کر سکتا تھا۔ بھوشن کا آفس میرے لیے چوہے دان بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ بھوشن نے مجھے دس منٹ بعد بلانے کو کہا تھا ہو سکتا تھا کہ اس عرصے میں وہ اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں مکمل دے چکا ہو اور میری موت میری توقع سے بھی کہیں زیادہ اذیت ناک ثابت ہو۔ بہرحال میرے لیے اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف یہی ایک خیال تقویت دے رہا تھا کہ گیتا کی بھٹکتی ہوئی آتما ممکن ہے میرے لیے کوئی راستہ پیدا کر دے۔

کامنی وت کسی ضروری لیٹر کو ٹائپ کرنے میں مصروف تھی۔ ٹھیک دس منٹ بعد ہی انٹرکام کا بزر بجا اور کامنی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ "یس سر۔ او کے۔" اس نے صرف دو ہی بات کی پھر میری طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولی "باس آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔"

میں باہر جانے کی خاطر اٹھا تو اس نے مجھے روک کر کہا۔ "آپ میرے کمرے سے بھی باس تک پہنچ سکتے ہیں۔" پھر اس نے دروازے کی سمت اشارہ کیا تھا جس پر مجھے شبہ ہوا تھا۔

"تھینکس۔" میں نے مسکرا کر کہا پھر مطلوبہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا جہاں بھوشن اپنے ویل ڈیکوریٹڈ آفس میں بیٹھا میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہوئی آپ کو اپنے آفس میں دیکھ کر لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ احمد کمال کے نام کا وزیٹنگ کارڈ بھیجنے میں آپ کی کیا مصلحت تھی؟"

"اوہ۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرنے والا انداز اختیار کیا۔ "شاید جلدی میں اپنا کارڈ دینا بھول گیا تھا۔"

"ایسی بھی کیا جلدی تھی مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔" وہ معنی خیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "آپ یہاں آنے سے پہلے بھی مجھ سے اپوائنٹ منٹ لے سکتے تھے۔"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔" میں نے گہری سنجیدگی اور بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کے آفس آنا میرے اوپر قرض تھا لیکن ذاتی مصروفیات کی وجہ سے مجھے پہلے یہاں آنے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے بھاری بھرکم آواز میں بے تکلفی سے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو یہاں آگئے ورنہ شاید مجھے مجبوراً تمہیں بلوانا پڑتا۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہیں میرے بارے میں جو غلط فہمی ہے اسے دل سے نکال دو ورنہ ہم دونوں ہی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"کس قسم کے نقصان کی بات کر رہے ہو؟" بھوشن کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

"شیرا ما نے اگر تم سے یہ کہا ہے کہ گیتا مر چکی ہے تو غلط کہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ اس کے چنگل سے فرار ہو کر میرے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" اس نے حقارت کا مظاہرہ کیا۔ "اول تو تم شاید مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو اور اگر تمہاری بات کو سچ بھی مان لیا جائے تو وہ دو ٹکے کی ویشیا میرے خلاف کوئی زہر اگلنے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ مجھے تمہاری حماقت پر بھی ہنسی آ رہی ہے کہ کرشن شرما کی موت کے بعد اب گیتا کا کوئی بیان تمہارے کام نہ آ سکے گا۔ ہاں اگر تم اس کے سندر شریر سے بچا کھچا رس نکالنا چاہتے ہو تو یہ اور بات ہے۔"

"اپنے متعلق بہت زیادہ خوش فہمی کبھی کبھی انسان کو موت کے منہ میں بھی دھکیل دیتی ہے۔"

"یہی بات میں تم سے کہنے والا تھا۔" وہ کسی زخمی سانپ

کی مانند پھنکارتے ہوئے بولا۔ "مجھے میرے آدمیوں نے یہی انفارمیشن دی ہے کہ تم یہاں بالکل تنہا آئے ہو۔ ایسی صورت میں بھوشن کے ماتھے کی ایک شکن بھی تمہارے جسم کے ہزاروں ٹکڑے کرنے کے لیے بہت کافی ہوگی۔"

"میں مسلمان ہوں مائی ڈیئر بھوشن جو اس بات پر مکمل یقین رکھتا ہے کہ موت کا جو وقت مقرر کر دیا گیا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

"یہاں کس لیے آئے ہو؟" اس نے نفرت سے پوچھا۔

"تمہیں یہ سمجھانے کے لیے میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"سمجھا۔" وہ زہرخند سے بولا۔ "تمہیں شاید اس بات پر خوشی ہوگی کہ تمہارے ذہنی دوست کا تبادلہ میرے ایما پر ہو گیا ہے مگر تم یہ نہیں جانتے کہ بھوشن کے ہاتھ کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر میں چاہوں تو اسے کرسی سنبھالنے سے پہلے ہی دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر سکتا ہوں۔"

"کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"

"نہیں۔" اس کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "اس لیے کہ تم اور تمہارا دوست میرے کئی قیمتی آدمیوں کو ختم کرا چکے ہو اور بھوشن حساب کتاب کے معاملے میں کوئی بھول چوک کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"شہباز خان۔" میرے کانوں میں گیتا کی آواز گونجی۔ "یہ حرام کا جنا تمہیں باتوں میں الجھا کر گھیرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے پالتو کتے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ میں تمہارے لیے راستہ صاف کرنے جا رہی ہوں۔ تم جتنی جلدی ہو سکے اسے ٹھکانے لگا کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تم نے پانڈے کے مکان کو اڑانے کی کوشش کس لیے کی تھی؟" میں نے گیتا کی بات سننے کے بعد بھوشن سے پوچھا۔

"اس سے پہلے تمہیں بتانا ہوگا کہ تم نے راجن اور بشیرا ماچھی کو کس جرم کی سزا دی تھی؟"

گیتا نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہ میرے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کے عین مطابق تھی چنانچہ میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ بھوشن کی طرف کرتے ہوئے جواب دیا۔

"راجن اور بشیرا ماچھی میرے لیے وہ سیڑھیاں تھیں جسے طے کرنے کے بعد میں تم تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

آٹومیٹک کا رخ اپنی طرف دیکھ کر بھوشن ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ شاید اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں اس کے آفس میں بیٹھ کر اس کی موت کا تصور بھی کر سکتا ہوں۔ ایک لمحے کے لیے اس نے میری طرف غور سے دیکھا پھر استہزائیہ انداز میں بولا۔ "اس کھلونے کو واپس جیب میں رکھ لو ورنہ شاید تمہاری لاش بھی ناقابل شناخت ہوگی۔"

"اس بات کا خوف لاحق ہوتا تو میں تمہارے دفتر تک تنہا آنے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔" میں تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "اب تمہاری ارتھی اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ تمہیں اپنی دنیا کی کوئی طاقت مرنے سے نہیں بچا سکتی۔"

بھوشن نے جواب میں کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ سائیلنسر لگے ہوئے آٹومیٹک سے تین بار "ٹچ" کی مدھم آواز ابھری پھر بھوشن کے سینے سے خون کے فوارے ابل پڑے۔ وہ پھٹی پھٹی مگر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورتا ہوا سر کے بل اپنی میز پر ڈھیر ہو گیا۔

قتل کا نفسیاتی ردعمل قاتل پر ہمیشہ اقدام قتل کے بعد ہی ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے بھوشن کو اسی کے دفتر میں مار گرایا ضرور ہے لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب اس کی واپسی ممکن نہیں تھی چنانچہ میں نے آٹومیٹک کو واپس ہولسٹر میں رکھا اور واپسی کے لیے دوسرے دروازے کو منتخب کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی خودکار دروازہ دوبارہ آہستہ سے بند ہو گیا۔ دروازے کے باہر دونوں گارڈز اب بھی موجود تھے۔ میں تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر نکلا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے آ کر ٹہلتا ہوا اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ راستے میں کسی نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید گیتا کی بھٹکتی ہوئی روح نے میرے لیے واپسی کا راستہ بھی صاف کر دیا تھا پھر مجھے یہ بھی یاد آیا کہ گیتا نے کہا تھا کہ بھوشن کے مرنے کے بعد اس کی آتما بھی آسمان پر لوٹ جائے گی۔ مجھے یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ سراج نے یا اس کے کسی سادہ لباس والے نے بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ میں سراج کو بھوشن سے ملاقات کی اطلاع روانگی سے پہلے ہی دے چکا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد ندیم اور میں کچھ دیر ٹہلنے کا بہانہ کر کے باہر لان پر آ گئے۔ عارفہ اور نسیم میری والدہ کے پاس ان کے کمرے میں موجود تھیں۔ میری ماں کی طبیعت دو چار روز سے خراب تھی۔ ڈاکٹروں نے انہیں فصلی بخار تجویز کیا تھا اور احتیاط کرنے کی ہدایت کی تھی چنانچہ عارفہ اور نسیم دونوں ان کی تیمارداری میں رات دن لگی رہتی تھیں۔

لان پر آنے کے بعد میں نے بھوشن کے آفس جانے اور اسے قتل کرنے کی تفصیل شروع سے آخر تک سنا دی لیکن ندیم کسی ردعمل کا اظہار کرنے سے گریز کرتا رہا پھر میں نے اسے کاشی دت کے بارے میں کہا۔

"کیا تم بھوشن کی پی اے کاشی سے واقف ہو؟"

"ایک دو بار پارٹیوں میں دیکھا ہے۔ اچھی خاصی قبول صورت لڑکی ہے۔"

"کیا تم اسے پہلے سے نہیں جانتے؟"

"نہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ لڑکی کون تھی جسے دوبار میں تمہارے ساتھ کیسینو میں دیکھ چکا ہوں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ کاشی دت اور تمہارے کیسینو میں جس لڑکی کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ایک ہی شخصیت کے دو پہلو ہیں؟"

"تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ان میں تھوڑی بہت مماثلت ضرور ہے لیکن کاشی کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے جسے تم نے میرے ہمراہ دیکھا تھا۔"

"تم نے بھوشن کے قتل پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا؟" میں نے رخ بدل کر سوال کیا۔

"اگر تمہاری کہانی واقعی سچ ہے تو میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں لیکن کیا میں اب تم سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ وہ حسین لڑکی کون تھی جسے تم نے بھوشن کے قتل جیسے سنگین موقع پر بھی اپنے ساتھ لے جانے کی حماقت کی تھی؟"

"حوری۔" میں چونکا پھر مسکرا کر بولا۔ "شاید اب تم مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں نے یا میرے آدمیوں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا لیکن اتنا ضرور بتایا ہے کہ وہ لڑکی حقیقتاً حسین کہلانے کی مستحق ہے۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"کیا تمہارے آدمیوں نے یہ بھی بتایا ہے وہ کس لباس میں تھی؟" میں نے بھی ندیم کے مذاق کو سنجیدگی کا رنگ دیتے ہوئے پوچھا۔

"میری معلومات کے مطابق وہ ہلکے ہرے رنگ کی ساڑی میں ملبوس تھی۔"

"عمر کا کیا تخمینہ لگایا گیا ہے؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے بھوشن کے معاملے میں اسے ساتھ رکھ کر کسی دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "لڑکیاں اتنی بہادر نہیں ہوتیں کہ پولیس ٹریٹمنٹ کو برداشت کر سکیں۔ معمولی سی سختی بھی انہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"میں تمہارے نظریے سے اختلاف نہیں کروں گا لیکن یہ بات تم نے بھی ضرور سن رکھی ہوگی کہ بھوشن خوب صورت اور حسین لڑکیوں کے معاملے میں کس قدر [illegible] قسم کا [illegible] واقع ہوا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ وہ اس خوب صورت، حسین اور الھڑ دوشیزہ کو دیکھتے ہی قتل ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مجبوراً مجھے اسے گولیوں کا نشانہ بنانا پڑا تھا۔"

"کون تھی وہ لڑکی؟" ندیم نے مجھے غور سے گھورا۔

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔" میں شانے اچکا کر بولا۔ "دو روز قبل ہی وہ میرے دفتر میں ملازمت کے لیے آئی تھی لیکن میں پہلی ہی نظر میں اس طرح گھائل ہو گیا کہ ملازمت کے بجائے میں نے خود کو آفر کر دیا۔"

"کیا اسے معلوم تھا کہ تم بھوشن کے پرسنل آفس میں کس غرض سے جا رہے ہو؟"

"میں نے اسے راستے میں بتایا تھا۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ بھوشن کا نام سننے کے بعد خوشی خوشی میرے ساتھ وہاں جانے پر آمادہ ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی بھوشن کے خلاف اپنے خوب صورت دل میں کوئی نہ کوئی بغض ضرور رکھتی تھی ورنہ نازک اندام نازک خیال لڑکیاں عموماً قتل و غارت گری جیسے نازک معاملات سے دور ہی بھاگتی ہیں۔"

"بھوشن کا اس لڑکی کو دیکھنے کے بعد کیا ردعمل ہوا تھا؟"

"وہ اسے دیکھ کر چونکا تھا لیکن پھر یہی ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اس سے پہلے سے واقف نہیں تھا۔"

"حوری کے کیا تاثرات تھے؟"

"بھوشن کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں کسی آدم خور چیتے کی مانند چمکنے لگی تھیں۔"

"اور تم نے اس کی موجودگی میں بھوشن پر گولی چلائی تھی؟"

"کیوں؟ کیا کسی لڑکی کی موجودگی پر کسی مجرم پر گولی چلانا قانون کے منافی ہے؟"

"کیا نام تھا اس لڑکی کا؟"

"میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے ایک قہر شکن انگڑائی لے کر یہی جواب دیا تھا کہ میں جس نام سے بھی چاہوں اسے یاد کر سکتا ہوں۔"

"وہ بھوشن کی کوئی داشتہ بھی ہو سکتی ہے۔" ندیم نے تلملا کر جواب دیا۔ "اپنا انتقام تمہارے ہاتھوں پورا ہو جانے کے بعد وہ پولیس کو یہ بیان بھی دے سکتی ہے کہ تم نے زبردستی اسے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کیا تھا۔ قانون کی نگاہوں میں اس کی حیثیت عینی گواہ جیسی ہوگی۔ اس لیے اس کا کوئی بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک۔۔۔"

"سٹاپ اٹ پلیز۔" میں نے اکتا کر تیزی سے کہا۔ "کسی فرضی کہانی کو اتنا طول بھی مت دو کہ اس پر حقیقت کا گمان ہونے لگے۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے چونکتے ہوئے مجھے وضاحت

طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرے ساتھ کوئی لڑکی وڑکی نہیں تھی۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "میں نے اس معاملے میں اتنی رازداری برتی تھی کہ کریم کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔"

"کیا تم سچ بیانی سے کام لے رہے ہو؟" ندیم کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"سو فی صد۔"

"یہ میرے لیے دوسری حیرت انگیز اطلاع ہے۔"

"پہلی اطلاع کیا تھی؟"

"وہی لڑکی جسے تمہارے ساتھ بھوشن کے پرسنل آفس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا اور دوسری اطلاع یہ ہے کہ تمہارے وہاں سے نکلنے کے پندرہ منٹ بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج بھی وہاں گیا ہے لیکن اس وقت بھوشن اپنے آفس میں موجود نہیں تھا۔ مس کامنی دت کے بیان کے مطابق وہ دو گھنٹے پہلے ہی دفتر سے رخصت ہو چکا تھا۔"

ندیم کی سنجیدگی کو دیکھ کر مجھے بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔ کسی لڑکی کا میرے ساتھ ہونا مذاق ہو سکتا تھا مگر بھوشن کو میں نے پورے ہوش و حواس میں قتل کیا تھا اس لیے کامنی دت کا یہ بیان کہ وہ دو گھنٹے پہلے کہیں جا چکا تھا یقیناً حیرت انگیز تھا۔ ممکن ہے اس نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر دروغ گوئی کی ہو لیکن کیوں؟ کیا وہ بھوشن کے قتل کی تشہیر نہیں چاہتی تھی یا پہلے سے دی گئی کسی ہدایت کی بنا پر اس نے وہ بیان دیا تھا؟ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ندیم نے میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کامنی دت نے سراج سے بھوشن کے بارے میں غلط بیانی کیوں کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ بھوشن مرا نہ ہو یا بروقت طبی امداد سے بچ گیا ہو اور اس نے اپنے اوپر کیے جانے والے خونی حملے کو اخبارات کی زینت بننے سے روکنے کی خاطر اپنے اسٹاف کو مخصوص ہدایت کی ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "میرے آٹومیٹک سے نکلی ہوئی تینوں گولیاں اس کے سینے میں پیوست ہوئی تھیں اور وہ سجدے کی کیفیت میں اپنی میز پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ دوسری شکل میں اگر فرض کرلیا جائے کہ اسے فوری امداد نے موت کے منہ سے بچالیا تھا تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنی جلدی ہوش میں کس طرح آگیا؟"

"ایک بات اور بھی ممکن ہو سکتی ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے بھوشن نے محض اپنی موت کا ڈرامہ رچایا ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"بلٹ پروف کے امکانات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن نے بھی کسی جاسوسی فلم کے ہیرو کی طرح لباس کے اندر بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی ہو جس کے درمیان کسی جانور کے خون کی تھیلی بھی موجود ہو۔ فلمی دنیا میں ایسے سین آئے دن پکچرائز کیے جاتے ہیں۔"

"لیکن۔"

"تم بھوشن سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی یہ بات باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کراس بریڈ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ چالاک اور عیار واقع ہوا ہے۔"

"بلٹ پروف والی بات مانی جاسکتی ہے لیکن یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ جب قدم قدم پر اس کے شکاری کتے موجود تھے تو انھوں نے واپسی میں مجھے روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس حملے کا جواب ذاتی طور پر دینا چاہتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی۔"

"وہاٹ نان سینس۔" میں جھلا گیا۔ "میرے ساتھ کوئی لڑکی نہیں تھی۔"

"آئی سی۔" ندیم نے پرخیال انداز میں جواب دیا۔ "گویا اس خوب صورت لڑکی کا کردار تمہاری کاکا رانی نے اس طرح انجام دیا کہ وہ تمہاری نگاہوں سے اوجھل رہی لیکن دوسرے اسے دیکھتے رہے۔"

ندیم کے اس خیال نے مجھے چونکا دیا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی یہی کہا تھا کہ بھوشن کے مقابلے میں کاکا میرے ساتھ دوغلی پالیسی اختیار کر سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گیتا کی بھٹکتی ہوئی آتما نے بھی مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ کاکا بھوشن کے قتل کے سلسلے میں اس کا راستہ کاٹنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی اگر گیتا کا بیان سچ تھا تو پھر وہ لڑکی کون تھی جسے میرے ساتھ بھوشن کے پرسنل آفس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا؟ یہ بات بھی اپنی جگہ سو فی صد درست تھی کہ بھوشن کے آفس میں گیتا ہی کی آواز نے مجھے تلقین کی تھی کہ اپنا کام پورا کر کے جتنی جلدی ممکن ہو سکے وہاں سے نکل جاؤں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ واپسی میں بھی میرے لیے راستہ صاف کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ بھوشن نے جگہ جگہ نصب کیمرے کی خفیہ نگاہوں سے میری پوری فلم تیار کرائی ہو اگر اس فلم میں وہ منظر بھی محفوظ ہو چکا تھا جب میں نے بھوشن پر وار کیا تھا تو وہ میرے خلاف سب سے اہم ثبوت ثابت ہو سکتا تھا۔ حالات نے ایک ایسے معمے کی سی پراسرار صورت اختیار کرلی تھی جس نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا

دیا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"اس لڑکی کے بارے میں غور کررہا ہوں جو میرے ساتھ ہونے کے باوجود مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔"

"کیا کاکا نے تمہیں بھوشن کے سلسلے میں بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔"

"نہیں۔ اس نے مجھے کچھ دنوں تک بھوشن سے دور ہی رہنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اس کے باوجود تم نے وہاں جانے کی غلطی سے پرہیز نہیں کیا؟" ندیم نے تلملا کر جواب دیا۔

"کیا تمہارے آدمی بھی میری نگرانی کررہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے علاوہ بھوشن کے غنڈے بھی گاڑیاں بدل بدل کر تمہارے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے تھے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ بھوشن نے آج کل اپنی حفاظت کے لیے بدمعاشوں اور ہسٹری شیٹرز کی پوری فوج جمع کر رکھی ہے۔ اسے یقیناً اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہاری نقل و حرکت کی رپورٹ لمحہ لمحہ مل رہی ہوگی۔ خود تمہارے بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بھوشن نے تمہیں بڑی کامیابی سے ٹریپ کرنے کا پلان مرتب کیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ کامنی دت نے تمہیں دس منٹ تک اپنے آفس میں انتظار کرنے کو کہا تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بھوشن بغیر اپوائنٹ منٹ کے کسی سے بھی ملاقات کرنے کا عادی نہیں ہے۔ تمہارے سلسلے میں دی جانے والی رعایت یقیناً کسی مصلحت کی بنا پر کی گئی ہوگی۔"

"میں نے تمہارے کیسینو میں جس خاتون کو دیکھا تھا کیا تم اس کے بارے میں مجھے کچھ تفصیل بتانا پسند کرو گے؟"

"کیا مطلب؟" ندیم نے وضاحت طلب نظروں سے مجھے گھورا۔ "تم خواہ مخواہ اس خاتون کو درمیان میں گھسیٹنے کی کوشش کیوں کررہے ہو۔"

"اس لیے کہ وہ سو فی صد وہی تھی جسے میں نے کامنی دت کے روپ میں دیکھا تھا۔"

"فی الحال تم سراج کو فون کرلو۔" ندیم نے میری بات و یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا فون تمہارے لیے دوبار آچکا ہے۔"

پھر قبل اس کے کہ میں فون کرتا موبائل کی گھنٹی بجی اور میں نے اسے اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔ "میں ایک ضروری کام میں پھنس گیا تھا اس لیے پروگرام کے مطابق چھ بجے نہیں پہنچ سکا لیکن جس وقت میں وہاں گیا تو آپ پندرہ منٹ پہلے ہی جا چکے تھے۔"

"اس کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی؟"

"بھوشن کی پی اے کامنی دت نے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بھوشن سے ملنے کے لیے گئے تھے لیکن بھوشن اس وقت دفتر میں موجود نہیں تھا چنانچہ آپ واپس لوٹ گئے۔"

"جی ہاں۔ یہی ہوا تھا۔" میں نے سراج کی معلومات کو چیلنج کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن میرا ذہن اس کی بات سن کر چکرا ضرور گیا تھا۔ کامنی دت کی شخصیت میرے لیے اور پراسرار ہو گئی۔ اس نے سراج کو جو معلومات فراہم کی تھیں وہ سراسر جھوٹ اور غلط بیانی پر مبنی تھیں۔

"یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ بھوشن سے آپ کی ملاقات نہیں ہو سکی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے ڈیوٹی جوائن کرنے کے بعد اگر بھوشن کے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہو جاتا تو وہ میرے لیے پریشانی کا سبب بھی بن سکتا تھا۔"

"میں نے اسی لیے آپ سے درخواست کی تھی کہ اپنے فرض کو میری دوستی پر ترجیح دینے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ میں

"نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا ہو۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے اچانک بھوشن سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کس وجہ سے کیا تھا؟"

"مجھے کچھ تجارتی معاملات پر اس کے ساتھ ڈسکشن کرنا ضروری تھا۔" میں نے جواز پیش کیا۔ "آپ کو اطلاع دینے کا مقصد صرف یہی تھا کہ کسی حادثے کی صورت میں آپ کو تفتیش میں آسانی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے اپنی ملاقات کی اطلاع دیتے وقت یہ بھی ہدایت کی تھی اس کی بھنک کسی تیسرے شخص کو نہیں ملنی چاہیے۔"

"میں نے جس تجارتی امور پر بھوشن سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا اس کی نوعیت کچھ اتنی اہم تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے اس سے باخبر ہو سکیں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کی اطلاع میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر کی تھی۔"

"کیا آپ نے عارفہ کی جگہ پر کسی نئی سکریٹری کو اپوائنٹ کیا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق آپ ایک لڑکی کے ساتھ بھوشن سے ملاقات کرنے گئے تھے؟"

میرا ذہن کسی لڑکی کے ذکر پر دوبارہ چکرا کر رہ گیا۔ میں نے بڑی خوب صورتی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"وہ صرف ایک دن کے لیے بیرون ملک سے یہاں آئی تھی۔ دراصل جس تجارتی معاملے پر میں نے بھوشن سے ملاقات ضروری سمجھی تھی اس میں وہ لڑکی بھی بیرون ملک کی ایک تجارتی فرم کی جانب سے شرکت کی غرض سے آئی تھی اور ملاقات کے بعد واپس چلی گئی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر آپ سے کسی وقت مل کر بات کروں گا۔" سراج نے کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میرا ذہن بدستور چکرا رہا تھا۔ میں اس لڑکی کے بارے میں غور کر رہا تھا جس نے میرے ساتھ سفر کیا تھا لیکن میری نگاہیں اسے نہیں دیکھ سکی تھیں۔ ندیم میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بھوشن کے بارے میں تمہارے آدمیوں نے کیا اطلاع دی ہے؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔ "اگر وہ حقیقتاً میرے فائر سے مرا نہیں تھا' صرف زخمی ہوا تھا تو یقیناً اس وقت کسی اسپتال میں زیر علاج ہو گا۔"

"یہی بات سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ میرے آدمیوں نے بھی اس عمارت سے کسی زخمی کو باہر جاتے نہیں دیکھا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "صرف بھوشن کے فرم کی ایک ڈیلیوری وین تمہارے جانے کے بعد اس عمارت سے باہر نکلی تھی۔"

"کیا اس وین کا پیچھا نہیں کیا گیا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"برا ہوا۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ بھوشن نے لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کی خاطر اس وین کے استعمال کو ترجیح دی ہو۔"

"لیکن ایسی صورت میں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ اس نے چوروں کی طرح فرار ہونے کی کوشش کیوں کی۔"

"ولد الحرام قسم کے گھٹیا لوگ اسی قسم کی پلاننگ کرتے ہیں۔" میں غصے سے کھول اٹھا۔

"فکر مت کرو۔" ندیم نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی۔ "میرے آدمی بہت جلد اس بات کا سراغ لگا لیں گے کہ اصلیت کیا ہے۔"

پھر نسیم کے آجانے کی وجہ سے گفتگو کا وہ سلسلہ برقرار نہ رہ سکا۔

☆

بھوشن کے قتل کا معاملہ میرے لیے پریشانی کا سبب بن گیا تھا۔ ندیم نے اس ضمن میں جو رویہ اختیار کیا تھا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ بھوشن عدم آباد کے سفر پر جانے کے بجائے ابھی تک زمین کے سینے پر مونگ دل رہا ہے لیکن اگر وہ زندہ تھا تو کہاں چھپا بیٹھا تھا؟ اس نے خاموشی کس لیے اختیار کر رکھی تھی؟ ہو سکتا تھا کہ ندیم کے آدمیوں نے اس کا سراغ لگانے کے بعد ندیم کو اصل صورت حال سے آگاہ کر دیا ہو اگر یہ بات درست تھی تو پھر ندیم نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا تھا؟ اس نے کامنی دت کے بارے میں بھی اس بات کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا تھا کہ وہ اس سے کسی بھی حیثیت میں واقف ہے جبکہ میں خود اپنی نگاہوں سے اسے ندیم کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس کا ایک جملہ بھی بخوبی یاد تھا۔ ندیم نے اس سے کہا تھا کہ۔ "تمہاری ایک معمولی سی غلطی بھی بڑی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔" اور جواب میں خاتون نے خود اعتمادی سے کہا تھا۔ "ڈونٹ وری تم نے مجھے تفصیل بتا دی ہے اب باقی کام میرا ہے۔ رہا نفع یا نقصان تو وہ اب میری ذمے داری ہوگی۔" ان تمام یادداشتوں کی بنیاد پر یہی سوچا جا سکتا تھا کہ میں نے ندیم کے کیبن میں جس خاتون کو دیکھا تھا وہی کامنی دت کا کردار ادا کر رہی تھی اور اگر یہ سچ تھا تو پھر اصل کامنی دت کہاں تھی؟ ندیم کو مجھ سے بھی یہ بات چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟

میں بڑی دیر تک حالات اور واقعات کے پیچ و خم میں الجھا رہا پھر کسی خیال سے میں نے ریسیور اٹھایا اور بھوشن کی پی اے کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے اسی کی آواز سنائی دی تھی۔

"کامنی دت آن دی لائن۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میری آواز سننے کے بعد مجھے پہچان لو گی؟"

"سوری۔ میں فضول کالوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں شہباز خان بول رہا ہوں جس نے کل غلطی سے مسٹر بھوشن سے ملاقات کے وقت احمد کمال کا وزٹنگ کارڈ اندر بھیج دیا تھا۔"

"او۔ مجھے یاد آگیا۔" کامنی دت نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "آپ کی اس غلطی کا خمیازہ بعد میں مجھے بھگتنا پڑا تھا۔ اتفاق ہی تھا جو باس نے مجھے معاف کر دیا ورنہ عام طور پر وہ اس قسم کی غلطیاں معاف کرنے کا عادی نہیں ہے اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو میں پورے وشواس سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ نے جان بوجھ کر مجھے غلط وزٹنگ کارڈ دیا تھا۔"

"آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ کارڈ دیکھنے کے بعد میں نے آپ کو احمد کمال ہی کے شبھ نام سے مخاطب کیا تھا مگر آپ نے اس سے پہلے بھی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" اس کے لہجے میں برہمی کا انداز تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر پہلو بدل کر بولا۔ "میرے جانے کے بعد مسٹر بھوشن نے آپ سے کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ اگر دوبارہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہوئی تو وہ کھڑے کھڑے مجھے ملازمت سے نکال باہر کریں گے۔ اس کے علاوہ ایک حکم اور بھی دیا تھا اگر آپ دوبارہ دفتر کے کسی کونے کھدرے میں پائے جائیں تو آپ کو ملازموں سے اٹھوا کر باہر پھکوا دیا جائے۔"

"مس کامنی دت۔ تم اتنی ہوشیار نہیں ہو جتنا بننے کی کوشش کر رہی ہو۔" میں نے قدرے ناگوار انداز میں کہا۔ "میرے جانے کے بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر سراج نے بھی بھوشن سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے اسے یہ بتایا تھا کہ بھوشن دو گھنٹے سے آفس میں موجود نہیں ہے۔ کسی کام سے گیا ہوا ہے۔"

"جی۔ میں نے اس پولیس آفیسر سے یہی کہا تھا اس لیے کہ باس نے مجھے یہی حکم دیا تھا۔"

"کیا تم پورے یقین سے کہہ سکتی ہو کہ میرے جانے کے بعد بھی تم بھوشن سے ملی تھیں؟"

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے حقارت سے جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں تلملا کر رہ گیا۔ مجھے کامنی دت کی باتوں کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بھوشن کو اپنی نگاہوں سے دم توڑتے دیکھا تھا پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہو گیا؟ کیا ندیم کے خیال کے مطابق بھوشن نے واقعی بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی تھی اور پھر میرے جانے کے بعد اس نے تمام واقعات کو ڈرامائی شکل دینے کی خاطر اپنے ماتحتوں کو مختلف ہدایتیں دی تھیں؟ اصلیت کیا تھی؟ ندیم کے گفتگو کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اس نے ذہنی اور منطقی طور پر بھوشن کا میرے ہاتھوں مارے جانے والی بات قبول نہیں کی تھی لیکن ایسا کیوں تھا؟ کیا ندیم کو اصلیت کا علم تھا۔ جسے وہ کسی خاص وجہ سے مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا؟

فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ذہن کو جھٹک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں سنجیدگی سے کہا۔

"سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن کے پرسنل آفس والے اور خاص طور پر مس کامنی دت ہمیں تاریکی میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں ابھی بھوشن کے آفس سے آ رہا ہوں۔ دراصل میں سیاسی نکتہ نگاہ سے بھوشن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنے علاقے میں میری تعیناتی کو کوئی غلط رنگ نہ دے اور ہم اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنا کام جاری رکھیں۔"

"آئی سی۔ کیا بھوشن سے آپ کی ملاقات ہو گئی؟" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ بھوشن کے بزنس منیجر کا بیان ہے کہ وہ دو روز پہلے کسی بیرونی دورے پر گیا ہے اور اس کی واپسی ایک ہفتے بعد ہی ہو سکے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کل تو مس کامنی دت نے آپ سے کچھ اور کہا تھا؟"

"اسی کی تصدیق کی خاطر میں آج بھی اس سے ملا۔ جانتے ہیں اس نے کیا جواب دیا؟"

"کیا؟"

"اس نے سرے سے اس بات کو ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں پہلے بھی کبھی اس سے ملا ہوں۔ بھوشن کے

بارے میں بھی اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا۔ میرے استفسار کرنے پر اس نے بے رخی سے یہی جواب دیا تھا کہ وہ بھوشن کے پرسنل اور بزنس کے معاملات میں اس کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی انفارمیشن نہیں دے سکتی۔"

"پھر؟" میں نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ بھوشن اسی شہر میں کہیں موجود ہے لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر وہ وقتی طور پر روپوش ہو گیا ہو۔"

"کیا آپ ایئرپورٹ انکوائری یا کسی اور ذریعے سے بھوشن کے باہر جانے والی بات کی تصدیق نہیں کر سکتے۔"

"جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے کس کمپنی سے سفر اختیار کیا ہے اس قسم کی خبر کی تصدیق تقریباً نہیں کر سکتے۔"

"اس کے انڈر گراؤنڈ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن واقعات کے پیش نظر ایک بات ضرور کہہ سکتا ہوں۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ نے بھوشن کے آفس جانے میں جلد بازی نہ کی ہوتی تو شاید۔"

"گویا آپ مجھے موردِ الزام ٹھہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" میں جھلا گیا۔

"بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش نہ کریں مسز شہباز۔" سراج نے تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "میری بھوشن کے علاقے میں تعیناتی اور آپ کا اسی روز اس کے دفتر جانا بھوشن جیسے عیار اور دغاباز آدمی کے لیے یقیناً تشویش ہی کا باعث بنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات سے الجھ گیا ہو کہ اس کی مخالفت کے باوجود میری تعیناتی اسی کے علاقے میں کیوں کر ممکن ہوئی اور وہ مجھے یہاں سے ہٹوانے کی خاطر اپنا جوڑ توڑ استعمال کر رہا ہو۔"

سراج کی بات میں وزن تھا۔ بھوشن نے بھی ملاقات کے دوران مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں سراج کی اس کے علاقے میں تعیناتی سے کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اگر وہ چاہے تو سراج کو دوسری دنیا کے سفر پر بھی روانہ کر سکتا ہے لیکن اگر اسے اپنے اوپر اس قدر اعتماد تھا تو پھر اسے انڈر گراؤنڈ جانے کی کیا ضرورت تھی؟ صورت حال کچھ ایسی شکل اختیار کر چکی تھی کہ ڈور کا کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔ بہرحال میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"بھوشن آپ کے فوری تبادلے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"ایک بات پوچھوں مسز شہباز۔ کیا آپ نے میری چھٹی منسوخ کرانے اور فوری ڈیوٹی جوائن کرنے کی خاطر مسز سلیمان شاہ سے تو کوئی بات نہیں کی تھی؟"

"وہ بہت اونچی شے ہے سراج صاحب اگر چاہے تو بھوشن کو بھی ہمارے راستے سے ہٹا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "ایک بار اس نے مجھے اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میں نے اس کی پیشکش کو قبول نہیں کیا۔ میں ان شکاریوں میں سے نہیں ہوں جو مچان پر بیٹھ کر شیر کا شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"فی الحال ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ بھوشن کہاں ہے اور مس کامنی دت کس قسم کا کردار ادا کر رہی ہے۔"

"میں نے اپنے قابل اعتماد ماتحتوں کو پہلے ہی ضروری ہدایات جاری کر دی ہیں۔"

"میں خاص طور پر کامنی دت کی اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے سراج کو فون پر اس سے ہونے والی گفتگو بتاتے ہوئے کہا۔ "اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ میرے جانے کے بعد وہ بھوشن سے ملی تھی لیکن اس کے برعکس اس نے آپ کو دوسرا بیان دیا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ بھوشن کے بارے میں یہ بات بھی ضرور جانتی ہوگی کہ وہ کہاں ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ کامنی دت بھوشن ہی کے بل بوتے پر اچھل رہی ہے۔ بہرحال میں آپ سے کسی وقت ملاقات کر کے آئندہ کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کروں گا۔"

سراج سے بات ختم کرنے کے بعد میرا ذہن پھر بھوشن اور کامنی دت کے سلسلے میں الجھنے لگا۔ گیتا کی آتما نے مجھ سے دوبارہ ملنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اگر وہ بھوشن ہی تھا جسے میں نے گولیوں کا نشانہ بنایا تھا تو پھر گیتا کی روح دیوتاؤں کے حکم کے بموجب واپس آسمان کی جانب لوٹ گئی ہوگی اور اگر بھوشن زندہ تھا تو پھر گیتا کی بھٹکتی ہوئی آتما نے مجھ سے دوبارہ ملنے سے کیوں گریز کیا تھا؟ ندیم اور اس کے آدمی کس لائن آف ایکشن پر کام کر رہے تھے؟ کیا ندیم بھی مجھ سے کوئی اہم بات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا؟ میری ذہنی جمناسٹک ابھی جاری تھی کہ مجھے اپنے آفس میں کسی تیسری شخصیت کی موجودگی کا احساس ہوا میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل کر دیکھا۔

دروازے پر کالکا انتہائی گھناؤنے روپ میں کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے حقارت کے شعلے لپک رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے کالکا کو اتنی غضب ناک حالت میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بڑی دیر تک وہ مجھے خون آلود نظروں سے گھورتی رہی، اس کے تیور ہر لمحہ خطرناک سے خطرناک تر ہوتے جا رہے تھے۔ میری سمجھ میں اس کی خفگی کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا وہ بدستور میرے ہاتھوں میں موجود تھی۔ کمبل پوش بزرگ مجھ پر ناراض تھے۔ میرا دل اب بھی اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اس صندلی انگوٹھی کے سبب کالکا نہ تو میرے قریب آ سکے گی نہ ہی مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے گی۔ اسی یقین کے تحت میں نے اپنے دل کو تسلی دی، کچھ دیر کالکا کے تیزی سے بدلتے ہوئے تیور کو دیکھا، اس وقت وہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ اس کی جلد کی رنگت کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ بال بری طرح الجھے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر گاڑھا گاڑھا خون ابھرا ہوا تھا۔ کالکا نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے کئی روپ ہیں۔ اس سے پیشتر بھی میں اسے خوفناک روپ میں دیکھ چکا تھا۔ اس کا موجودہ روپ بھی کراہت آمیز تھا۔

"کیا بات ہے کالکا رانی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں گفتگو کی پہل کی۔ "تم اس وقت اس قدر خطرناک صورت میں کس لیے وارد ہوئی ہو؟"

"تمہیں یہ بتانے کے کارن کہ اگر کالکا تمہارے لیے رحم کی دیوی اور خوبصورت سندر ناری کی شکل اختیار کر سکتی ہے تو وہ تمہیں کالی کے روپ میں ایسا شراپ بھی دے سکتی ہے کہ تم سارا جیون سکھ کی ایک سانس بھی نہ لے سکو۔"

"کالکا۔" میں نے گربہ مسکین روزِ اول کے اصول پر عمل کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس وقت بڑی اونچی ہواؤں میں اڑتی دکھائی دے رہی ہو۔ کیا میرے ساتھ بھی کوئی کھیل رچانے کا سوچ رہی ہو؟"

"اتنے اونچے سروں میں کالکا کے سامنے مت بولو شہباز خان۔" وہ ہونٹوں کا خون چاٹتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ "تمہیں ابھی کالکا کی شکتی کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "تمہاری مہان شکتی کا ایک رنگ میں اس وقت دیکھ چکا ہوں جب پنڈت جسی دھر پہاڑی گپھاؤں میں بیٹھا تمہیں اپنے قابو میں کرنے کی خاطر جاپ کر رہا تھا۔"

"پنڈت جسی دھر کا تجھ نام اپنی زبان پر مت لاؤ۔ اس کی بات اور تھی، اسے دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل تھا۔"

"لیکن تمہیں دیوی دیوتاؤں نے نہیں، میں نے اس پنڈت کی داسی بننے سے نجات دلائی تھی۔"

"تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ میں نے شنکر جیسے پاپی کو کس طرح نرکھ میں بھسم کر دیا تھا۔"

"ہاں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم ابھی تک لیڈی ملکارنس سے اپنی وہ مورتی حاصل نہیں کر سکیں جو اس کے قبضے میں ہے۔"

"کالکا کی شکتی دیکھنا چاہتے ہو؟" وہ ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔

"تم میرے ہاتھوں داور اور کومل ورما کا انجام بھی دیکھ چکی ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میں نے بہت کچھ دیکھ رکھا ہے شہباز خان۔" اس کا لہجہ خطرناک ہو گیا۔ "پر تو اب تم اس شکتی کے مالک نہیں رہے جو چھایا بن کر تمہاری حفاظت کر رہی تھی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ہمارے بیچ جو دیوار کھڑی ہے ابھی میں اس کے پار نہیں دیکھ سکتی لیکن اتنا اوش جانتی ہوں کہ تم نے اس مہان شکتی کو ناراض کر دیا ہے۔"

"پھر تو تمہیں اس کا سبب بھی معلوم ہوگا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں۔ اس کا کارن ماہ رخ کا سندر شریر ہے جس سے تم نے اپنے من کی پیاس بجھائی ہے۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ پوتر مہان شکتی جو دھرم اور تمہارے پرکھوں کے کارن تمہاری سہائتا کر رہی تھی وہ تمہارے اور ماہ رخ کے شریر کے ملاپ پر تم سے روٹھ گئی ہے۔"

ایک لمحے کے لیے مجھے احساس ہوا کہ کالکا نے اس طاقت کا راز معلوم کر لیا ہے جو بادلوں کی طرح میرے سر پر قائم تھی، ماہ رخ کے سلسلے میں مجھ سے جو بھی لغزش ہوئی تھی اس کا سبب بھی خود کالکا تھی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھے بڑے مکر و فریب سے ماہ رخ کے اس کمرے تک پہنچا دیا تھا جہاں گناہ سر ابھار رہا تھا لیکن میں اس بات کو نہیں مان سکتا تھا کہ کفر کی ناپائیدار قوت کسی خدا کے برگزیدہ بندے کی طاقت کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ کالکا کی لفاظی محض اس کے خیالات کی پیداوار بھی ہو سکتی تھی۔ غالباً میری اور ماہ رخ کی تصویروں کا وہ دوسرا سیٹ بھی کالکا نے اپنے طاغوتی قوتوں سے تیار کرایا تھا جو مجھے ڈاک سے موصول ہوا تھا۔

"کس وچار میں گم ہو گئے بھولے ناتھ؟" کالکا نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "کیا میں نے کچھ جھوٹ کہا ہے جو تمہارے حلق کے نیچے نہیں اتر رہا۔"

"میں تمہاری چال کو سمجھ چکا ہوں کالکا رانی۔" میں پہلو بدل کر بولا۔ "تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

"ایسا مت کہو شہباز خان، جو گندگی تمہارے شریر پر لگ چکی ہے اس میں تمہاری اپنی مرضی بھی شامل تھی اب اس داغ کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے، تم نے اپنی کالی قوتوں سے مجھے اپنے

خوبصورت جال میں پھانسنے کی کوشش کی ہے لیکن تمہارا یہ جادو زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔"

"آپ تم بڑی بڑی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو' پر یہ بھی میری شکتی کا چمتکار ہے۔"

"اس وقت تم کیا کہنے آئی ہو؟"

"کیا تم اس کا اندازہ میرے روپ سے نہیں لگا سکتے؟"

"تمہارے تو بہت سارے روپ ہیں۔ میں تمہیں ناگن کے روپ میں بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"پھر تو تمہیں یہ بھی یاد ہوگا اس روپ نے شنکر کو اس طرح ڈسا تھا کہ وہ پانی بھی نہیں مانگ سکا تھا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت تم کس وجہ سے مجھ سے بدلے ہوئے لہجے میں بات کر رہی ہو؟" میں نے موضوع بدل دیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ابھی بھوشن سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"سمجھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تم اس سے بھوشن کی موت کا انتقام لینے آئی ہو۔"

"تم سپنا دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "کالکا کا کہا ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے بتا رہی ہوں کہ بھوشن ابھی مرا نہیں۔ زندہ ہے۔"

"اور وہ کون تھا جو میری گولیوں کا نشانہ بنا تھا؟"

"وہ کیول ایک ناٹک تھا جسے تم جیسے نادان بالک نہیں سمجھ سکتے۔" کالکا زہرخند سے بولی۔ "کیا تمہارے اپنوں نے تمہاری بات کا وشواس کر لیا ہے؟"

میرے ذہن کو پھر جھٹکا لگا۔ حالات کے پیش نظر اب میں بھی یہ سمجھنے اور سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ بھوشن نے مجھے دس منٹ انتظار کیوں کرایا تھا۔ شاید کالکا ہی کی پراسرار شکتی نے اسے وہ ڈراما رچانے کا مشورہ دیا ہو' ایک لمحہ کو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی' کالکا کی ناراضگی میرے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن میں اس کے سامنے جھکنے کو بھی تیار نہیں تھا۔

"جو ناٹک خطرناک انداز میں شروع ہو اس کا انجام بھی اتنا ہی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم بتاؤ۔ تم کس مقصد کے لیے مجھے اپنی لال پیلی نگاہیں دکھانے آئی ہو؟"

"مجھ سے الجھنے کی کوشش مت کرو۔" وہ قدرے نرم پڑی۔ "کالکا کل بھی تمہاری تھی اور آج بھی تمہاری ہے لیکن تم اپنے دل سے بھوشن کو مارنے کا خیال نکال دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ موہنی کی طرح اسے بھی کسی موقع پر گھیر کر تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"اور اگر میں تمہارا کہا ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو مجھے مجبوراً اس گھڑی تک بھوشن کی سہائتا کرنی ہوگی جب تک اس کے ستارے گردش میں نہیں آ جاتے۔"

"اور تمہاری دشمنی مجھے مہنگی بھی پڑ سکتی ہے۔ کیا یہی بتانے کے لیے تم نے یہ خوفناک روپ اختیار کیا ہے؟"

"کالکا سے پنجہ لڑانے کا خیال دل سے نکال دو۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں کچھ دیر کے لیے اپنے سندر روپ میں میری بانہوں میں آنا ہوگا۔"

"نہیں۔" وہ خفگی کے انداز میں نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "ابھی یہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں؟" میں نے اسے آزمانے کی خاطر مسکرا کر پوچھا۔ "جب تمہیں وشواس ہے کہ وہ چھلاوا جو میرا ساتھ دے رہی تھی مجھ سے روٹھ چکی ہے تو پھر تمہیں خطرہ کس بات کا ہے؟"

"دیوتاؤں نے مجھے بتایا ہے کہ اس شکتی کی کوئی نشانی تمہارے شریر پر موجود ہے اور جب تک وہ نشانی تم سے واپس نہیں چھن جاتی اس کا اثر قائم رہے گا۔"

"مگر تمہیں تو کالی کا آشیرباد حاصل ہے۔" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میری بانہوں میں سمٹنے کے بعد تم اپنے سندر ہاتھوں سے اس نشانی کو چرانے کی خاطر میرے بدن کو ٹٹول بھی سکتی ہو جو ابھی تک میرے علم سے باہر ہے۔"

"تم کالکا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے؟"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں تمہارا انجام بھی داور اور موہنی جیسا نہ ہو۔"

"بھوشن کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" وہ میری بات کو نظرانداز کر گئی۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ میں نے جس شخص کو بھوشن سمجھ کر ہلاک کیا تھا وہ کون تھا؟ وہ مرنے کے بعد زندہ کس طرح ہو گیا؟ کامنی دت کا اصل روپ کیا ہے اور بھوشن کے دفتر والوں نے اس کے بارے میں اپنا بیان بار بار کیوں بدلا؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی ہوں پر تو اس راز کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں کامنی کے کومل شریر کو بھی روندنا پڑے گا۔"

"اور اس وقت اس کے جسم کے اندر تمہاری آتما ہوگی۔ کیوں؟"

"نہیں۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں وچن دیتی ہوں کہ تم جس کامنی دت کی بات کر رہے ہو میں اس کے شریر سے دور ہی رہوں گی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو کالکا رانی۔" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "تم نے کسی دوسری عورت سے میرے ملاپ کے لیے بڑی کڑی شرط لگائی تھی۔"

"ہاں' لیکن میں چاہتی ہوں کہ تمہارے حشر کو بھی بتا سکوں کہ وہ کالکا کے ساتھ چھل کپٹ کرنے میں کبھی نہیں جیت سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کامنی دت کے سلسلے میں تمہیں میرا دوست کس طرح یاد آ گیا۔"

"یہ راز بھی تمہیں کامنی کے شریر سے کھیلنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔" کالکا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

میرے ذہن میں کئی سوالات جاگ اٹھے' میں نے ندیم سے ہی کہا تھا کہ میں کامنی کو اس کے کیبینو میں دیکھ چکا ہوں لیکن ندیم نے میری بات رد کرنے کی کوشش کی تھی اور اب کالکا اس راز کو جاننے کی خاطر مجھے کامنی سے تعلقات استوار کرنے کا مشورہ دے رہی تھی۔ آخر کیوں؟

"وہ تصویریں مجھے کس نے بھیجی تھیں جو ماہ رخ نے تیار کی تھیں۔" میں نے گفتگو کا رخ پھر تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

"کیوں۔ کیا وہ تصویریں تمہارے من کو اچھی نہیں لگیں۔" کالکا نے اپنا پلڑا بھاری رکھنے کی خاطر جواب دیا۔ "ذرا سوچو شہباز خان' اگر وہ منہ بولتی تصویریں سلیمان شاہ کے ہاتھ لگ جائیں تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"تم ایسا نہیں کرو گی۔" میں دانت پیس کر بولا۔

"تمہارے پاس کیول ایک ہی راستہ ہے۔" وہ دوبارہ اصل مقصد کی جانب آ گئی۔ "بھوشن کے سلسلے میں میرا کہا مان لو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو پھر سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔"

"میں بھوشن جیسے زہریلے ناگ کو اپنی آستین میں نہیں پال سکتا۔"

"چنتا مت کرو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" کالکا نے مجھے یقین دلایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "بھوشن اگر میرے سامنے ہاتھ باندھ کر معافی مانگ لے تو میں وقتی طور پر اسے معاف کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔" کالکا نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "بھوشن آج ہی تم سے مل کر شما کی پرارتھنا کرے گا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ بھوشن کے بزنس منیجر نے سراج کو بتایا ہے کہ بھوشن ملک سے باہر ہے اور اس کی واپسی"

"صرف آم کھانے سے مطلب رکھو شہباز خان' پیڑ گننا کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ اس کے بعد وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات جاگ اٹھے' اس نے تیزی سے گھوم کر چاروں طرف اس انداز میں دیکھا جیسے کہیں قریب ہی اس کے لیے کوئی خطرہ موجود تھا۔ وہ اچانک اپنے وجود میں سمٹ کر پل بھر میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی پھر صندل اور لوبان کی ملی جلی خوشبو ایک طویل عرصے کے بعد میری قوت شامہ سے ٹکرائی تو میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے کمبل پوش بزرگ کو اپنی نگاہوں کے سامنے کھڑا دیکھا۔ ٹیڑھی میڑھی لکڑی کا سہارا لیے وہ مجھے ناپسندیدہ نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

"میرے بزرگ۔" میں نے رقت بھری آواز میں کہا۔ "مجھے ایک عرصے سے آپ کا انتظار تھا۔"

"بک بک مت کر نادان کے کیڑے۔" خدا کے اس برگزیدہ بندے نے بڑی رکھائی سے کہا۔ "کالے۔ میری انگشتری مجھے واپس لوٹا دے۔"

"نہیں۔" میں نے احتجاج کیا۔ "میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر سکتا ہوں لیکن؟"

"آپ کیا میرے ساتھ بھی ٹھٹھول کرے گا۔" بزرگ کی نگاہوں میں جلال کی سرخی اتر آئی۔

"میں بے قصور ہوں۔" میں نے ہاتھ جوڑ دیے۔ "مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"آنکھ بند کرکے ڈبکی لگانے کی کوشش کرے گا تو منہ ہی کے بل زمین پر گر کر غلاظت میں لت پت ہو جائے گا۔"

"میں معافی کا خواستگار ہوں میرے محترم۔ مجھے آپ کی نظر کرم کی ضرورت ہے۔"

"زمین پر تھوک کر اسے چاٹنا شروع کر دے۔ سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آپ کے اشارے میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آپ میرا ہاتھ تھام لیں' مجھے سیدھا راستہ دکھا دیں۔"

"منہ پر توے کی کالک مل لے کوٹھے پر چڑھ کر ٹھمکا لگانا شروع کر دے۔" بزرگ کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ آ گیا۔ ان کا سارا جسم کانپ رہا تھا' آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں' منہ سے جھاگ نکل رہا تھا' میں نے اتنے غصے کی حالت میں خدا کے اس نیک اور مہربان بندے کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں توبہ کرتا ہوں۔" میں نے کہنا چاہا لیکن۔

"بزرگوں سے ٹھٹھول کر رہا ہے بالکا۔ سنبھل جا۔ کشتی ہچکولے کھا رہی ہے اگر ڈوب گئی تو زندگی بھر ہاتھ

مٹا رہ جائے گا۔" بزرگ نے بڑی حقارت سے کہا ان کی بات میں کوئی ایسی گہرائی ضرور پوشیدہ تھی جسے محسوس کر کے میں سر تاپا لرز اٹھا۔

"میں سمجھا نہیں میرے محترم" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"وقت کیوں ضائع کر رہا ہے۔" "میری انگوٹھی واپس کر دے۔ اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا۔ جو چاہے کرنا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں انگوٹھی نہیں لوٹاؤں گا۔"

"تو پھر انگوٹھا چوسنا شروع کر دے۔ چمگادڑوں کی طرح درخت سے الٹا لٹک کر چیخنا شروع کر دے۔ آنکھ بند کر کے مورتیوں کے پیچھے دوڑ لگا دے۔ چھل کبڈی کا موقع آجائے تو وام والیس۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن بزرگ کا سایہ لہرا کر فضا میں غائب ہو گیا۔ مجھے اپنے وجود کے اندر کوئی شے ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی۔ پھر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے دیوانوں کی طرح ریسیور اٹھا لیا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ندیم کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "گھر واپس آجاؤ۔"

"کیوں؟ کیا ہوا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "امی کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے ہیں تم جلدی پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اور فون میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین بڑی تیزی سے میرے پیروں تلے سے نکل گئی ہو۔ میں تیزی سے اٹھ کر باہر کی سمت بھاگا۔ کمبل پوش بزرگ کے الفاظ میرے پورے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

ڈاکٹروں نے ماں کی بیماری کے سلسلے میں تشویش کا اظہار کیا تھا لیکن وہ اسے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ نسیم نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ عارفہ کی آنکھوں سے بھی آنسو کی جھڑی لگ گئی تھی۔ ندیم کی آنکھیں خشک ضرور تھیں۔ لیکن میں اس کے اندر ابلتے آنسوؤں کے طوفان محسوس کر رہا تھا۔ وہ ہر شخص کو تسلی دے رہا تھا۔ ہر فرد کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔ کہ خدا کی مصلحتوں کے آگے انسان کا بس نہیں چلتا۔ قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ زندگی اس کی عطا کردہ ایک نعمت ہے۔ جسے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے اس کے حکم کے آگے کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ ندیم ایک ایک کو صبر کی تلقین کر رہا تھا لیکن اسے تسلی دینے والا کوئی نہیں تھا حالات نے اسے اچانک بہت بزرگ اور مدبر بنا دیا تھا۔ اسے میری ماں کی تشویشناک بیماری کا غم کسی سے کم نہیں تھا۔ لیکن وہ شاید سب کے سامنے کھل کر رونے سے گریز کر رہا تھا۔ لیکن اس کی سوجھتی ہوئی متورم آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ تنہائی میں بلک بلک کر روتا رہا ہے۔

میرے ذہن میں رہ رہ کر کمبل پوش بزرگ کی "کشتی ہچکولے کھائے" والی بات گونج رہی تھی۔ میں نے کئی بار گڑگڑا کر انہیں آواز دی لیکن وہ شاید مجھ سے بہت زیادہ خفا تھے۔ کالا کی طاقتور قوتوں نے میرے خلاف سازش کا جو گھناؤنا جال بنا تھا۔ میں اس کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ لیکن اب حالات نے مجھے اس سازش کے تانے بانے میں پوری طرح الجھا دیا تھا۔ وہ میرے مقابلے پر بھوشن کی طرف داری کر رہی تھی۔ اسے میری پریشانی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ اپنے پجاری کی [illegible] کوشش رکھنے پر مجبور تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھوشن کو اس وقت تک کے لئے معاف کر دوں جب تک اس کے ستارے گردش میں نہیں آ جاتے۔ اس نے وعدہ کیا تھا سوچنے کی طرح وہ بھوشن کو کسی موقعے پر میرے حوالے کر دے گی۔ میری ضد سے مجبور ہو کر اس نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ بھوشن فوری طور پر مجھ سے مل کر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لے گا۔ لیکن اس کا موقع نہ آ سکا۔ شاید کالا نے مجھے جھوٹی تسلی دی تھی۔ غالب اس کی گندی طاقت کو علم تھا کہ آگے لے تقدیر میرے ساتھ کیا کھیل کھیلنے والی ہے۔ وہ مجھے وعدوں کا بہلاوا دے کر اپنے جال میں پھانسنے کی خواہش مند تھی۔ لیکن کمبل پوش بزرگ کے آ جانے سے خوفزدہ ہو کر فرار ہو گئی تھی۔ خدا کے اس برگزیدہ بزرگ نے ماں کے سلسلے میں اشاروں میں مجھ سے کشتی کے ہچکولے کھانے والی بات کہی تھی۔ وہ مجھ سے خفا تھے۔ اپنی کراماتی صندلی انگوٹھی واپس نہیں چاہتے تھے۔ جس نے مجھے باطل قوتوں کے مقابلے میں محفوظ کر رکھا تھا۔ لیکن میری التجا پر انہیں شاید رحم آ گیا تھا۔

کمبل پوش بزرگ نے غلط نہیں کہا تھا میری ماں کی کیفیت طوفان کی لہروں پر ہچکولے کھانے والی کشتی سے مختلف نہیں تھی۔ ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود ان کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آ رہا تھا۔ ہم سب ان کی تیمارداری میں لگے رہتے تھے۔ عارفہ اور نسیم رات

رات بھر دامن پھیلائے خدا سے ان کے حق میں دعائیں کرتی رہتی تھیں۔ ندیم نے ہم سب کو سنبھال رکھا تھا۔

میری اس پریشانی میں میرے دفتر کے تمام کارندے اور واقف کار بھی شریک تھے۔ لیکن کالا یا لیڈی بیکلارنس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ میرے دشمن بے شمار تھے۔ راجن کے گرگے اور بشیرا ماچھی کے ساتھی میرے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ بھوشن چاہتا تو وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ شاید کسی کی آنی قوت نے اب میرے اطراف اپنی رحمتوں کا احاطہ کر رکھا تھا۔ باطل قوتیں اس حصار کو نہیں توڑ سکتی تھیں۔ پھر ایک ہفتے بعد میری ماں نے آنکھیں کھول دیں۔ قدرت کو شاید ان پر رحم آ گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی امیدیں بحال ہونے لگیں۔ میں ماں کے سائے سے محروم ہونے سے بچ گیا تھا۔ ہماری دعائیں اور ڈاکٹروں کی مسیحائی ان کے کام آ گئی وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہی تھی۔ گیارہ روز تک ہم جس پریشانی اور کرب سے دوچار رہے اس کا اندازہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔

بارہویں روز میں دفتر میں بیٹھا سراج سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک بھوشن میرے آفس میں داخل ہوا۔ اس کی آمد میرے اور سراج دونوں کے لیے غیر متوقع تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اسے میرے آفس کے اندر آنے کی اجازت کس نے دی۔ شاید اس میں بھی کالا کی گندی قوتوں کا دخل تھا۔ بھوشن کو دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ سراج بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ بھوشن اس موقع پر میرے زخموں پر نمک پاشی کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے چہرے پر اس وقت رعونت، تکبر اور بڑے پن کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا وہ کچھ بجھا بجھا سا نظر آ رہا تھا۔ یکلخت میرے ذہن میں کالا کا منحوس تصور ابھرا، شاید اس نے اپنا وعدہ نبھانے کی خاطر اس وقت بھوشن پر اپنی سیاہ قوتوں سے قبضہ جما رکھا تھا۔ بھوشن کی نگاہوں میں نظر آنے والی بے بسی میرے شک کی تصدیق کر رہی تھی۔ میں نے اس کو بیٹھنے کو نہیں کہا۔ عقابی نظروں سے دیکھتا رہا۔ میرے اندر دبے ہوئے طوفان نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ وقت نے مجھے انتہا پسند بنا دیا تھا۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ اگر بھوشن نے میرے اوپر کوئی طنز کرنے کی کوشش کی تو میں اسے گولیوں سے بھون ڈالنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ سراج کی موجودگی میں ہر چند کہ میرا یہ عمل میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا لیکن اب مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی۔

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔" بھوشن نے سراج پر نظر ڈالتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔" میری پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹیں نمودار ہو گئیں۔ "میں اپنے بدترین دشمن کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"بھول چوک بھی انسان سے ہوتی ہے۔" وہ بدستور دوستانہ انداز میں بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے ہاتھ ملا لیں، اس میں ہم دونوں ہی کا فائدہ ہے۔"

"مجھے تمہاری دوستی کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں اٹھانا۔" میں نے ترش روئی سے جواب دیا۔ "نفع اور نقصان مقدر کی بات ہوتی ہے، تمہاری دوستی میرے حالات کو تبدیل نہیں کر سکتی۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ میں تم سے شما مانگنے کو بھی تیار ہوں۔"

"یہ تم نہیں۔ کوئی اور طاقت بول رہی ہے جس نے تمہارے ذہن کو اس وقت اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کس طاقت کی بات کر رہے ہو؟"

"میں تمہیں سمجھانا بھی نہیں چاہتا اس لیے کہ میرے پاس اب فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"تمہاری وجہ سے مجھے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔" بھوشن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم نے اور تمہارے دوست نے مجھے ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں، میرے بہترین ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، میں ان گزری باتوں کو بھول بھی سکتا ہوں۔"

"تم اسے یاد رکھو پھر بھی میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" میں نے نفرت سے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری ماتا کی بیماری کی خبر مل چکی تھی میں تمہارے دکھ میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ لیکن شاید اس وقت میرا تمہارے سامنے آنا مناسب نہیں تھا۔"

"مسٹر سراج۔" بھوشن نے سراج کو مخاطب کیا۔ "کیا تم میری کوئی مدد نہیں کرو گے؟"

"یہ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اب تک میرے کتنے ساتھیوں کو ٹھکانے لگایا جا چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں لیکن اس کا کوئی عینی گواہ نہیں ہے اور کوئی دستاویزی ثبوت بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" بھوشن کی نگاہوں کی ویرانی دور ہونے لگی۔ اس کے تیور بدل رہے تھے۔ اس کا قد پھر بلند ہونے لگا۔ اس نے بڑے پن کا اظہار کیا۔ "تم شہباز خان کے مقابلے میں میری باتوں پر کوئی دھیان نہیں دو گے۔ تمہارا میرے علاقے میں چارج سنبھالنا اس بات کی دلیل ہے کہ تم نے کسی اونچے دوار پر حاضری لگائی ہے۔ لیکن یہ مت بھولو کہ بھوشن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ جس کا تماشا تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

"مسٹر بھوشن۔" سراج کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "آپ ایک معزز شہری کی موجودگی میں مجھے دھمکی دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس کے باوجود تم بھوشن کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے؟"

"بھوشن۔" میں برداشت نہ کر سکا۔ "تم بھول رہے ہو کہ اس وقت تم میرے آفس میں موجود ہو۔ میں تمہیں مسٹر سراج کے ساتھ کسی قسم کی لن ترانی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتر ہو گا کہ تم الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔"

"میں تمہیں اپنا متر بنانے کو تیار ہوں لیکن مسٹر سراج۔" بھوشن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں انہیں اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کروں گا کہ بھوشن پر ہاتھ ڈالنا ان جیسے بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"بھوشن۔" سراج غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے اس بات پر مجبور مت کرو کہ میں تمہیں فوری طور پر گرفتار کر کے سلاخوں کے پیچھے پہنچا دوں۔"

"اس کا نتیجہ جانتے ہو؟" بھوشن نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "ایک بار تمہیں چھٹی پر جانا پڑا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس بار میرا ایک اشارہ ہمیشہ کے لیے تمہیں رخصت پر جانے پر مجبور کر دے۔"

"گیٹ لاسٹ۔" میں نے تیزی سے اپنا آٹو میٹک نکال کر بھوشن پر تانتے ہوئے سفاک لہجے میں کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہارا ناپاک وجود ہی ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے پچویشن کو محسوس کرتے ہوئے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "پستول واپس جیب میں رکھ لیں۔ ہمیں اپنی طرف سے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔"

بھوشن مجھے بڑی خونخوار نظروں سے گھورنے لگا لیکن پھر وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بے حد نرم پڑ گیا۔

"ہم کاروباری لوگ ہیں مسٹر شہباز۔ ہمیں ایک دوسرے کے فائدے کا خیال رکھنا ہو گا۔"

"تم اپنا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں زہر خند سے بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس وقت تمہارا دل و دماغ کس کے قبضے میں ہے لیکن اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" بھوشن نے مشینی انداز میں پوچھا۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے روبوٹ سے مختلف نہیں تھی جس کا ریموٹ کنٹرول کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ دوسری نادیدہ شخصیت کالکا کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"میں بار بار فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے انتہائی حقارت سے اسے دھتکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے اب یہی بہتر ہو گا کہ جتنی جلدی ممکن ہو میرے آفس سے باہر نکل جاؤ۔"

"میں بھی آپ کو یہی مشورہ دوں گا۔" سراج نے بھوشن کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"شہباز خان۔" میرے ذہن میں کالکا کی آواز گونجی۔ "میں نے تمہیں وچن دیا تھا کہ بھوشن تمہارے پاس آ کر اپنی غلطی کا اقرار کرے گا اور تم اسے وقتی طور پر معاف کر دو گے۔"

"تم نے یہ بھی کہا تھا کالکا دیوی کہ یہ بے غیرت اور دغا باز شخص مجھ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے گا۔" میں نے ذہن ہی ذہن میں کالکا کو کورا سا جواب دیا۔

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی، لیکن ایک ذمہ دار پولیس آفیسر کی موجودگی میں یہ نہیں ہو سکتا۔" کالکا نے کہا۔ "تم اپنے متر کو دفتر سے باہر بھیج دو، بھوشن تمہارے چرن چھونے پر بھی تیار ہو جائے گا۔"

"تیار ہو جائے گا یا تم اسے مجبور کرو گی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ دونوں صورتوں میں وجہ تمہاری ہی ہو گی۔"

"مجھے ایسی وجہ نہیں چاہیے۔" میں نے ٹکا سا جواب دیا۔ "میں سراج کو جانے کے لیے نہیں کہوں گا۔ یہ اس کی توہین ہو گی۔"

"اور میں بھی اس بات کو پسند نہیں کروں گی کہ بھوشن اور تمہارے بیچ کوئی گواہ بنے۔"

"بہت خوب۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "کیا تمہاری کالی قوت بھی اب گواہی اور شہادت سے ڈرنے لگی ہے۔"

"شہباز خان۔ تم کالکا کو ناراض کر کے بڑے خسارے میں رہو گے۔" کالکا کی آواز میں کسی زخمی ناگن کی پھنکار تھی۔

"نفع اور نقصان کی بات مت کرو۔" میں زہر خند سے بولا۔ "ماں کی بیماری کے صبر آزما تجربے نے مجھے قدرت کی کاریگری کے بہت سارے رنگ دکھا دیے ہیں۔"

"کیا تم اس میں بھی میرا ہاتھ سمجھ رہے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں تمہارے دھرم

اور دیوی دیوتاؤں کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ دیو مالائی کہانیوں سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن میں اتنا ضرور یقین رکھتا ہوں کہ موت اور زندگی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ تم؟" کالکا نے حیرت سے پوچھا۔ "تمہارے کارن تو میں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ کیا تم اتنی جلدی سب کچھ بھول گئے۔"

"مجھے اس وقت کچھ یاد دلانے کی کوشش مت کرو کالکا رانی۔ شاید اس وقت تمہاری کوئی بات بھی میرے دل کو نہیں لگے گی۔"

"پھر میں کیا سمجھوں؟ کیا تم کالکا سے اپنے تمام پرانے سمبندھ توڑ دینا چاہتے ہو۔"

"میرے زخموں کو کریدنے کی کوشش مت کرو۔ میں اس وقت تمہارے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں کر سکتا۔"

کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ یقیناً میری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہی ہو گی۔ بھوشن بدستور اپنی جگہ کھڑا سراج کو سپاٹ نظروں سے گھور رہا تھا۔ کالکا خاموش ہوئی تو اس نے سراج سے کہا۔

"میں حالات کے تحت تمہارا مشورہ مانے لیتا ہوں مائی ڈیئر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ لیکن ایک بات یاد رکھنا بھوشن سے دشمنی مول لے کر تم سکون کا ایک سانس بھی نہیں لے سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔" سراج نے بمشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے مجھے ہر وقت خطرات میں گھرا رہنا پڑتا ہے۔ کسی بھی دشمن کی سنسناتی ہوئی گولی کسی وقت بھی میرے جسم میں ایک خونی سوراخ بنا سکتی ہے لیکن میں اپنے خدا کے علاوہ کبھی کسی اور سے خوفزدہ نہیں ہوا۔ جن کے ہاتھ صاف ہوں وہ کسی سے خوف کھانے کے عادی نہیں ہوتے۔"

"تم نے ہمیں سچ کہا ہے۔" بھوشن کی نگاہوں کی ویرانی پھر جھلکنے لگی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ کالکا اس کے ساتھ دھوپ چھاؤں کا کھیل کھیل رہی تھی۔ جتنی دیر بھوشن کے اعصاب پر اپنا تسلط برقرار رکھتی وہ خاکساری کے انداز میں گفتگو کرنے لگتا تھا پھر جب وہ کالکا کی نادیدہ قوت کی قید سے آزاد ہو جاتا تھا تو اس کے اندر چھپا ہوا ایک کینہ خصلت انسان بیدار ہونے لگتا تھا۔ وہ سراج کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "تمہیں بہت جلد احساس ہو جائے گا کہ بھوشن تمہارے صاف ہاتھ کو گندا بھی کر سکتا ہے۔"

"میں ایسے موقع کا منتظر رہوں گا۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تم مسٹر شہباز خان۔" بھوشن میری جانب پلٹا۔ "اب تم مجھے بتاؤ گے کہ تم نے مجھے فون کر کے یہاں آنے کی درخواست کیوں کی تھی؟"

"صرف یہ بتانے کی خاطر کہ تم میری ایک فون کال کے زیر اثر بھی میرا حکم ماننے پر آمادہ ہو سکتے ہو۔" میں نے اس کی ذہنی حالت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"میں جا رہا ہوں، لیکن تمہیں بھوشن کی بے عزتی کا حساب اپنے خون سے چکانا ہو گا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" میں زہر خند سے بولا۔ "ابھی میرا خون اتنا گندا بھی نہیں ہوا جو تمہاری عزت کا خیال رکھنا میرے لیے ضروری ہو، اور یہ بات بھی سمجھ لو کہ بے عزتی بھی ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔"

"میں دیکھوں گا۔ دیکھوں گا کہ اب بھوشن کے ہاتھوں سے تمہاری موت کے درمیان کون آنے کی کوشش کرے گا۔" اس نے نفرت سے جواب دیا، پھر سراج کو گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کیا بھوشن پاگل ہو گیا ہے۔" سراج نے اس کے جانے کے بعد کہا۔ "اس کا موجودہ طرز عمل میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔"

"میرا خیال ہے وہ اس وقت کسی طاغوتی قوت کے زیر اثر تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"بھوشن یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا تھا۔ اسے یہاں آنے پر کسی اور نے مجبور کیا تھا۔"

"کس نے؟" سراج نے حیرت سے پوچھا۔

"اس میں اس قدر حیرت کی کیا بات ہے۔ کیا آپ نے اس سے پیشتر اس قسم کے کھیل تماشے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے۔"

"اوہ۔۔۔ آئی سی۔۔۔ گویا پھر کوئی نادیدہ طاقت ہمارے خلاف بھوشن کی مدد کر رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"ایسی صورت میں ہم کیا کر سکیں گے، میرا مطلب ہے کہ ہواؤں اور ان دیکھی سیاہ قوتوں سے لڑنا ممکن نہیں ہے۔" سراج نے پہلو بدلا۔ "پہلے بھی ہم اپنی بے بسی کا تماشا دیکھ چکے ہیں۔"

"لیکن ابھی تک ہم اپنی جگہ قائم ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "باطل قوتیں رحمانی طاقتوں کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتیں۔ ہمیں اپنے خدا اور اپنے ایمان کے علاوہ اپنی قوت بازو پر بھی بھروسا رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ مایوسی گناہ ہے۔"

سراج میرے پاس زیادہ دیر نہیں رکا۔ بھوشن کے بارے میں کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد چلا گیا۔ اس کے جانے کے

بعد میں نے تھکے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت پر ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کاکا کا منحوس وجود میری نگاہوں میں کسی بھیانک سائے کی مانند لرز رہا تھا۔ میں نے شنکر کے کہنے پر اسے مورتی کی شکل میں برآمد کیا تھا' وہ میری احسان مند تھی' متعدد موقعوں پر اس نے بلاشبہ میری مدد کی تھی۔ اکثر مجھے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچایا تھا لیکن بھوشن کے سلسلے میں وہ مخالفت پر کمربستہ رہی تھی۔ آخر کیوں؟

دوسرے روز ندیم میرے دفتر آ گیا۔ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا لیکن اسے میری حالت کا احساس تھا' اسے دیکھ کر میں نے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

"میری ایک بات مانو گے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "تم سکون اور آرام سے بزنس کی سمت دھیان دو' بھوشن کا معاملہ اب میرے حوالے کر دو۔ میں جانتا ہوں کہ اس ٹائپ کے آدمیوں سے کس طرح ڈیل کیا جاتا ہے۔"

"کاکا اس کی مدد کر رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ مجھ سے بھی ناراض ہو گئی ہے۔"

"سب کچھ بھول جاؤ۔ اپنے ذہن پر کوئی بوجھ مت ڈالو۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن کا جو قرض میرے اوپر ہے اسے میں ہی ادا کروں گا۔"

"تمہاری مرضی' لیکن اس کے لیے تمہیں مجھ سے ایک معاہدہ کرنا ہو گا۔ تم دوبارہ کریم کو ساتھ لیے بغیر کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اقرار کر لیا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھایا پھر اسے ندیم کے حوالے کر دیا۔

"تمہاری کال ہے۔"

ندیم ریسیور میرے ہاتھ سے لے کر گفتگو کرنے لگا' وہ صرف ہاں' ہوں اور ٹھیک ہے کی حد تک دوسری جانب سے کہی جانے والی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے' اس کے اعصاب میں ایک ناخوشگوار تناؤ کی کیفیت صاف نظر آ رہی تھی پھر اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "فکر مت کرو۔ میرے آدمی پوری طرح چوکس ہیں۔"

"کس کا فون تھا؟" میں نے ریسیور ندیم کے ہاتھ سے لیتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن کے کچھ سرپھرے آدمی نیچے تمہاری اس عمارت کے آس پاس منڈلا رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کینے دشمن کو ایسے ہی موقعوں کی تلاش رہتی ہے۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہاری کاکا رانی نے اس کا اہتمام پہلے سے کر رکھا ہو کہ تمہارے انکار کے بعد بھوشن کی جانب سے کیا رد عمل ہونا چاہیے۔"

"لیکن تمہیں۔ میرا مطلب ہے تمہارے آدمیوں کو اس بات کا اندازہ کس طرح ہوا کہ وہ بھوشن کے آدمی ہیں۔"

"جیرا نامی کے انجام کے بعد بھوشن نے ایک نئے ہسٹری شیٹر کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "تم نے شاید کبھی پہلوان راشد خان کا نام سنا یا پڑھا ہو گا' بڑا نامی گرامی پہلوان تھا لیکن پھر عورتوں کے چکر نے اسے غلط راہ پر ڈال دیا۔ کچھ دنوں غائب رہا پھر دوبارہ منظر عام پر آیا تو وہ راشد خان کے بجائے "رکی" بن گیا۔ قتل و غارت گری' اغوا برائے تاوان اور کئی خوبصورت لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے سلسلے میں وہ ایک دو بار پکڑا بھی گیا' اس کے خلاف سنگین نوعیت کے الزام تھے' ایک دو شہادتیں بھی تھیں جو اسے پھانسی کے پھندے تک لے جا سکتی تھیں لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ رکی کے گروہ کے خطرناک آدمیوں نے ان شہادتوں کو عدالت کے کٹہرے تک پہنچنے سے پہلے ہی موت کی نیند سلا دیا' اس کی سرپرستی کچھ غلط قسم کے سیاسی لوگ بھی کر رہے تھے اس لیے وہ عدم ثبوت کی بنا پر بچ گیا۔ ایک زمانے میں وہ جیرا اور راجن کے لیے بھی کام کر چکا ہے اور اب بھوشن نے اسے خرید رکھا ہے۔"

"گویا رکی بھی ان لوگوں میں شامل ہے جو مجھے میری موت کے سلسلے میں گھات لگائے بیٹھے ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ میرے آدمی اسے عمارت سے دور ہی رکھیں گے اور اگر اس نے کوئی حماقت کی تو پھر اس کا وہی انجام ہو گا جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم اس مقابلے کی نوبت آنے سے پہلے ہی سراج کو حالات سے مطلع کر دیں۔"

"میں بھی تمہیں یہی مشورہ دینے والا تھا۔"

میں نے ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ مجھے اپنے دفتر میں مل گیا۔ میری زبانی تفصیل سننے کے بعد اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"فی الحال آپ دس پندرہ منٹ تک حالات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کریں۔ اس عرصے میں' میں خود اپنے سادہ لباس والوں کے ساتھ پہنچ رہا ہوں۔"

"کیا رکی آپ کو پہچان نہیں لے گا۔"

"میں اس کا بندوبست کر لوں گا۔" دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ندیم کے منع کرنے کے باوجود میں اٹھ کر اس راہداری تک پہنچ گیا جس کی کھڑکی سے نیچے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس وقت وہاں خاصی چہل پہل تھی۔ ندیم بھی میرے ساتھ تھا' اس کی عقابی نظریں بھی نیچے سڑک پر لوگوں کے ہجوم پر منڈلا رہی تھیں پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"اس سیاہ جیکٹ اور فرنچ کٹ داڑھی والے کو دیکھ رہے ہو جو سامنے بک اسٹال پر کتابوں کو الٹ پلٹ رہا ہے۔"

"کیا یہی رکی ہے؟"

"ہاں' لیکن اس وقت یہ اپنے اصلی روپ میں نہیں ہے۔ میک اپ میں خاصی مہارت اور سوجھ بوجھ رکھتا ہے اس لیے پولیس اکثر دھوکا کھا جاتی ہے۔"

میں سیاہ جیکٹ والے کو دیکھتا رہا' ظاہری طور پر ایک پڑھا لکھا' شریف اور خوش لباس جوان لگ رہا تھا۔ کتابوں کو وہ بڑے انہماک سے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے خاصی قابلیت رکھتا ہو' پھر اچانک میری نظر اس سیاہ داڑھی اور مونچھوں والے پر جم گئی جو تھری پیس سوٹ میں بک اسٹال کے قریب ہی ایک دوسری دکان پر آ کر رکا تھا' میں اسے شاید پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا پھر اس نے ایک بار گھوم کر دیکھا تو میں نے اسے شناخت کر لیا۔ وہ وہی نوجوان تھا جسے میں ندیم کے آفس میں بھی دیکھ چکا تھا۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ گونگا ہے اور میں اسے جانتا ہوں لیکن میں اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"یہ سیاہ داڑھی والا جو گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ہے۔"

"ایک ہی آدمی سمجھو۔" ندیم نے تیزی سے جواب دیا۔ "بڑی خوبصورتی اور مہارت سے اس طرح اپنا کام کر گزرتا ہے کہ خود اس کے شکار کو بھی خاصی دیر بعد احساس ہوتا ہے کہ وہ زخمی ہے۔"

"کیا یہ حقیقتاً گونگا ہے۔"

"یہ زمانہ گونگے اور بہروں کے لیے ہی زیادہ مناسب ہے جو جبر و تشدد کے خلاف بھی کوئی آواز بلند نہیں کر سکتے۔"

میں نے ندیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ رکی نے بک اسٹال سے ہٹ کر ایک سگریٹ سلگائی پھر اس نے بائیں جانب دیکھ کر گردن کی خفیف جنبش سے اس عمارت کی طرف اشارہ کیا تھا جس میں ہم موجود تھے۔ میں نے تیزی سے نظر گھما کر دیکھا' بائیں جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور پستہ قد شخص موجود تھا' وہ یقیناً رکی ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ رکی کے اشارے کے جواب میں اس نے اثبات میں گردن کو جنبش دی تھی پھر اس طرح دستی گھڑی کو دیکھنے لگا جیسے وقت دیکھ رہا ہو۔ اس عرصے میں داڑھی اور مونچھوں والا بھی فٹ پاتھ کے کنارے آ کر رک گیا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی کا منتظر ہو۔

"میرا خیال ہے اب رکی اور اس کے آدمی عمارت میں داخل ہونے کے لیے پر تول رہے ہیں۔" میں نے ندیم سے کہا۔

"اگر انہوں نے ایسا کیا تو اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ہوگی۔" ندیم نے بدستور بے پرواہی سے جواب دیا۔ "احتیاطاً تم اپنے گارڈز سے کہو کہ وہ بھی دروازے کے باہر ادھر ادھر پوزیشن سنبھال لیں لیکن کسی مقابلے یا گولی چلانے کی زحمت اس وقت تک نہ کریں جب تک ہماری طرف سے کوئی سگنل نہ ملے۔"

میں نے ندیم کے مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ گارڈز کو ضروری ہدایت جاری کرنے کے بعد میں واپس کھڑکی کے قریب آیا تو ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سراج صاحب بھی اب خاصے ذہین ہوتے جارہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"وہ سفید رنگ کی گاڑی دیکھ رہے ہو جو سپر اسٹور کے سامنے کھڑی ہے۔" ندیم نے مجھے اشارے سے گاڑی دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ پولیس کی وہ کار ہے جو خاص خاص موقعوں پر ہی استعمال میں لائی جاتی ہے۔ اس کی نمبر پلیٹس بھی بار بار تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ پوری طرح بلٹ پروف ہے۔"

"کیا تم نے اس گاڑی سے کسی کو اترتے دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ پچھلی سیٹ سے دو افراد اتر کر سپر اسٹور میں داخل ہوئے ہیں لیکن ان میں تمہارے سراج صاحب شامل نہیں تھے' میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی گاڑی کے اندر بیٹھے حالات کا جائزہ لے رہے ہوں گے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ نیچے سے یکلخت فائرنگ کی آواز گونجنے لگی' جو لوگ آپس میں برسرپیکار تھے وہ اوپر سے نہیں دکھائی دے رہے تھے۔ گولیوں کی ہولناک تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی بازار میں بھگدڑ مچ گئی' دکانوں کے شٹر تیزی سے نیچے گرنے لگے۔ سپر اسٹور کے اندر سے بھی شٹر کو بند کرلیا گیا تھا۔ ہر طرف موت کا خوف طاری تھا لیکن رکی ابھی تک اس طرح سامنے فٹ پاتھ پر کھڑا تھا جیسے وہ پاپ میوزک سن رہا ہو' تھری پیس والا کالاکا بڑی تیزی سے اس سائڈ اسٹریٹ میں داخل ہوا جو نصف دائرے میں عمارتوں کے اطراف سے گھوم کر میرے دفتر والی عمارت پر بھی آتی تھی۔ اچانک ایک شخص سپر اسٹور کا شٹر اوپر کرکے باہر نکلا وہ بظاہر بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ اسی لیے بے دھیانی میں رکی سے ٹکرا گیا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ حیرت انگیز ہی تھا۔ رکی کے سیدھے ہاتھ کو معمولی سی جنبش ہوئی پھر وہ شخص جو اس سے ٹکرایا تھا لہولہان ہوکر فٹ پاتھ پر ڈھیر ہوگیا۔ سفید گاڑی سے سراج اور ایک اور شخص برآمد ہوا لیکن اس عرصے میں رکی کسی چھلاوے ہی کی طرح غائب ہوچکا تھا۔

"وہ بچ کر نکل گیا۔" ندیم نے ہتھیلی ملتے ہوئے کہا پھر وہ تیزی سے لفٹ کی طرف لپکا۔ میں نے بھی اس کی پیروی میں دیر نہیں لگائی مگر جتنی دیر میں ہم نیچے پہنچے کھیل ختم ہوچکا تھا۔ دو لاشیں عمارت کے دروازے پر آپس میں گڈمڈ دکھائی دے رہی تھیں' قریب ہی ایک شخص کو تین آدمیوں نے پوری طرح جکڑ رکھا تھا وہ زخمی ہونے کے باوجود خود کو ان سے چھڑانے کی جدوجہد کررہا تھا۔ ہم بھی دوسرے تماش بینوں میں شامل ہوگئے۔ سراج اس وقت دونوں لاشوں کا معائنہ کرنے کے بعد اس شخص کو تیز نظروں سے گھور رہا تھا جسے اس کے سادہ لباس والوں نے قابو کررکھا تھا۔ ہم سراج سے زیادہ دور نہیں تھے لیکن ہم نے مصلحتاً اس کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی۔

"ہمم۔۔۔" وہ اس شخص کو گھورتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں پہچان چکا ہوں۔ تم راجا ہو' جرائم کی دنیا کے بے تاج بادشاہ لیکن اب میں تمہاری تاج پوشی پورے دھوم دھام سے کروں گا۔"

"راجا موت سے نہیں ڈرتا ڈپٹی۔ تم یہ تڑیاں کسی نامور بدمعاش کو دینا۔" وہ حقارت سے بولا' لیکن اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے منہ کے اندر کوئی شے دبا رکھی ہو۔

"یہ دونوں تمہارے ساتھی تھے؟" سراج نے لاشوں کی سمت اشارہ کیا۔

"ہاں۔ لیکن ان کا وقت پورا ہوچکا تھا۔"

"رکی بھی تمہارے ساتھ تھا؟"

"میں کسی رکی یا وکی سے واقف نہیں ہوں۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم لوگ ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کے بغیر اپنی زبانیں نہیں کھولتے۔"

"تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہوگی۔ راجا نے صرف ایک بار تمہاری جیلوں کا معائنہ کیا تھا لیکن تمہارے حوالات اور جیلیں مجھے پسند نہیں آئیں اس لیے کہ وہاں راجا مہاراجا کے لیے کوئی معقول بندوبست نہیں۔"

"میں تمہارے لیے سب بندوبست کروں گا۔" سراج نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ راجا کو ڈنڈا ڈولی کرنے کے ارادے سے اسے مزید قابو کرنا چاہتے تھے لیکن راجا ان کے ہاتھوں میں جھول کر رہ گیا۔ اس کی گردن پل بھر میں ڈھلک گئی تھی۔ منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اور جلد کی رنگت تیزی سے بدل رہی تھی۔ شاید اس نے اپنے جبڑوں کے پیچھے کوئی زہریلا کیپسول دبا رکھا تھا جسے چباتے ہی وہ دوسری دنیا کے سفر پر پرواز کرگیا۔ سراج تلملا کر رہ گیا۔ اس کے ہاتھوں سے پھر ایک اہم ثبوت آتے آتے پھسل کر نکل گیا۔

سراج کی اور میری نگاہیں بس ایک لمحے کو چار ہوئیں پھر ندیم نے مجھے اوپر چلنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ ہولیا۔ میں نے اطراف میں نظریں دوڑائیں' ڈاڑھی مونچھوں اور تھری پیس میں ملبوس شخص مجھے دور دور تک کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

ندیم کچھ دیر بعد چلا گیا تو میرا ذہن پھر بھوشن کے بارے میں الجھنے لگا۔ کاشی دت کا متضاد بیان' دفتر والوں کی غلط بیانی اور بھوشن کا سراج کی موجودگی میں میرے دفتر آنا یہ سب کچھ میرے لیے حیران کن تھا ایسی صورت میں جبکہ خود میں نے بھوشن کو اپنے ہاتھوں سے مارا تھا وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہوگیا؟ کیا کالاکا نے اس کے مردہ جسم پر اپنا تسلط جمالیا تھا؟ زخمی ہونے کی صورت میں بھی اسے کسی اسپتال میں زیر علاج ہونا چاہیے تھا۔ میری پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ براہ راست بھوشن سے اس کے بارے میں اس قسم کے سوالات کرتا۔ سراج نے بھی غالباً اسی لیے بھوشن کو اس موضوع پر چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی؟ اور اب ندیم کی اطلاع کے مطابق ہسٹری شیٹر رکی اور اس کے آدمی میری جان کے دشمن بن گئے تھے' میں حالات کو جتنا سمیٹنے کی کوشش کرتا۔ وہ اتنا ہی الجھتے جارہے تھے۔ ندیم کو پہلے ہی اس بات کا علم تھا کہ بھوشن مرا نہیں میں نے اس کی باتوں سے یہی اندازہ لگایا تھا۔ بہرحال ہر صورت میں یہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ شخص کون تھا جسے میں نے بھوشن کے دھوکے میں جہنم رسید کیا تھا۔ کالاکا مجھ سے اس لیے خفا تھی کہ میں نے اس کے سمجھانے کے بعد بھوشن سے کیوں ٹکر لی تھی' میرے استفسار پر اس نے بھوشن کی موت کے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا تھا وہ ایک ناٹک سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ گویا ان تمام باتوں کے پیچھے کالاکا کی پراسرار شخصیت اور اس کی کالی طاقتوں کا ہاتھ تھا؟

میں نے کچھ سوچ کر سراج سے رابطہ قائم کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ ایک بار پھر بھوشن کے شکاری کتے ہمارے ہاتھ آتے آتے کسی بام مچھلی کی طرح پھسل کر ہاتھ سے نکل گئے۔" دوسری جانب سے سراج نے رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "رکی نے میرے ایک سادہ لباس آدمی کو بری طرح زخمی کردیا اور راجا۔۔۔ شاید اسے پہلے سے ہدایت کردی گئی تھی کہ کسی صورت میں بھی پولیس یا قانون کے شکنجوں میں پھنسنے سے گریز کرے۔"

"اس کی پوسٹ مارٹم کی کیا رپورٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے منہ میں رکھا ہوا جو کیپسول چبایا تھا اس کے اندر ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق ایسا خطرناک اور سریع الاثر زہر موجود تھا جو انسان کو پل بھر میں زندگی کی قید سے آزاد کرسکتا ہے۔"

"اور وہ دو لاشیں؟"

"وہ دونوں بھی رکی کے ساتھیوں میں سے تھے اور پولیس ریکارڈ کے مطابق کئی وارداتوں میں پولیس کو مطلوب تھے۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ایک سوال میرے ذہن میں کلبلا رہا ہے' حالات کی اطلاع آپ نے مجھے دی تھی لیکن آپ کو اس کی خبر کس نے دی تھی۔"

"میرے خفیہ گارڈز نے جو عمارت کے باہر بھی تعینات رہتے ہیں۔" میں نے ندیم کا نام لینے کے بجائے کہا۔ "بس اتفاق ہی سمجھ لیجیے کہ ایک گارڈ کی نظر رکی پر پڑگئی جو میک اپ میں ہونے کے باوجود اس کی نظر میں آگیا۔ کچھ اور لوگوں کی نقل و حرکت پر شبہ ہونے کے بعد میں نے فوری طور پر آپ ہی کو اطلاع دی تھی۔"

"اپنے گارڈز کو ہدایت کردیں کہ وہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"رکی کے گروہ کے دونوں افراد یقیناً آپ کے گارڈز کی گولیوں کا نشانہ بنے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا آپ کے ساتھ آنے والی پارٹی سے ان کا ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔"

"ہوا تھا لیکن میں چونکہ مجرموں کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے بڑی سختی سے تاکید کردی تھی کہ کسی کو جان سے نہ مارا جائے۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کو پولیس کے نرغے میں دیکھنے کے بعد رکی ہی کے اپنے ہی کسی آدمی نے۔۔۔؟"

"ممکن ہے یہی ہوا لیکن دونوں صورتوں میں آپ کے گارڈز کو زبان بند ہی رکھنی چاہیے۔"

"بھوشن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" میں نے رخ بدل کر کہا۔ "کیا اسے زندہ دیکھ کر آپ کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔"

"ہوئی تھی لیکن پھر مجھے وہ ناقابل یقین وارداتیں بھی یاد آگئی تھیں جو میری موجودگی میں بقول آپ کے طاغوتی اور گندی قوتوں کا چمتکار تھیں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے آپ سے اس شک کا اظہار بھی کیا تھا' حالات کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ کسی طاقتور اور مضبوط پشت پناہی کے بغیر بھوشن اپنے لمبے ہاتھ کے باوجود آپ کے آفس میں آکر ایسا کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ میں بھی موجود تھا۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے ذہنی طور پر ... ت ابھار دیا ہے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے صبر کا پیمانہ ... ریز ہو کر کسی وقت بھی چھلک سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میں آپ کو فی الحال اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" ... راج نے تیزی سے کہا۔ "آپ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر بھی ... چکے ہیں اور اچھی طرح واقف ہیں کہ عام شہریوں کو قانون ... نے ہاتھوں میں لینے کی اجازت کسی صورت میں نہیں ... تی۔"

"لیکن میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔ ... ب میں ایک عام شہری ہونے کے بجائے ایک ایسا ٹارگٹ ... ن گیا ہوں جس پر چاروں اطراف سے نشانہ لگایا جا رہا ہے اور ... پ کا قانون بھی اس کا کوئی تدارک نہیں کر سکا۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن موت اور ... ندگی صرف خدا کے اختیار میں ہے۔"

"لیکن خدا نے یہ بھی نہیں کہا کہ کوئی شخص اگر تمہیں ... سی بلند عمارت سے نیچے دھکا دینے کی کوشش کر رہا ہو تو تم اپنا ... اع بھی نہ کرو۔"

"کچھ دنوں اور صبر کر لیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھوشن کے ... لاف کوئی اہم ثبوت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"بہرحال میں نے آپ کو اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دیا ... ے اب میں زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے ... سلسلہ منقطع کر دیا۔ میرے اندر کا حیوان آہستہ آہستہ جاگنے کی ... وشش کر رہا تھا۔

دنیا میں کوئی شخص ماں کے پیٹ سے اچھا یا برا بن کر پیدا ... یں ہوتا۔ حالات کے نشیب و فراز اسے کسی حقیر تنکے کی طرح ... پنے تیز بہاؤ میں شامل کر لیتے ہیں۔ وہ جس سوسائٹی اور جس ... حول میں پرورش پاتا ہے اس کے سانچوں میں ڈھل کر رہ جاتا ... ہے۔ میں نے دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں دیکھی ہیں جہاں ماں ... ور باپ دونوں ہمہ وقت سجدے میں پڑے اس کی رحمتوں سے ... مید لگائے رکھتے ہیں لیکن ان کی اولاد کا شگوف ہاتھوں میں ... لے قتل و غارت میں مصروف رہتی ہے، کہیں اس کے برعکس ... بھی ہوتا ہے، سیاہ و سفید کا یہ چکر ازل سے قائم ہے اور ابد تک ... و نہی چلتا رہے گا۔ عروج و زوال کے قصے قیامت تک نئی نئی ... شکلیں اختیار کر کے سامنے آتے رہے ہیں اور آتے رہیں ... گے۔

میری پرورش جس ماحول میں ہوئی اس کا علم میری اس ... داستان پڑھنے والوں کو بخوبی ہے لیکن حالات کا گراف اب ... میرے اندر بھی توڑ پھوڑ کر رہا تھا۔ میری کیفیت دلدل میں پھنسے اس شخص جیسی تھی جو اس غلاظت سے باہر نکلنے کے لیے جد...

ہاتھ پاؤں مارتا ہے اتنا ہی اور اندر کی جانب دھنستا چلا جاتا ہے۔

کاکا کی مخالفت میرے لیے ایک چیلنج تھی۔ اسے کسی طرح سے اس کا علم ہو گیا تھا کہ روحانی قوتیں مجھ سے روٹھ گئی ہیں۔ اس نے کچھ غلط بھی نہیں کہا تھا کمبل پوش بزرگ نے ایک طویل عرصے کے بعد سامنے آ کر مجھ سے اپنی کراماتی صندلی انگوٹھی کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کی موت کا اشارہ بھی مجھے اسی طرف سے ملا تھا۔

اس ستم ظریفی میں بھی کاکا ہی کی کمینگی شامل تھی اس نے مجھے ماہ رخ کی خواب گاہ تک پہنچا کر میرے قدموں کو ڈگمگا دیا تھا وہ جانتا تھی کہ روحانی قوتیں گناہ کرنے والوں سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ وہ مجھے اب اشاروں پر نچانے کے خواب دیکھ رہی تھی لیکن میں بھی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کا محکوم بننے کے بجائے موت ہی کو ترجیح دوں گا۔ اس نے مجھے تمام زمانے میں رسوا کرنے کی خاطر کچھ ایسے تصویری ثبوت بھی جمع کر لیے تھے جو ماہ رخ کی حماقت کا نتیجہ تھا لیکن اسے بھی قطعی طور پر ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ وہ رنگین حرکت یا خدمت انجام دینے کی خاطر اسے بھی کاکا ہی کی پراسرار حرکتوں نے اکسایا ہو گا پھر اس کے سیف سے ان تصویروں کا حصول بھی کاکا کی قوت کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو میرے عزیز؟"

میرے کانوں نے ایک مانوس آواز سنی۔ میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ وہ میرا وہم نہیں حقیقت تھی، لیڈی مکلارنس اپنے اسی پرانے لباس میں دروازے کے قریب کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم ..."

"کیوں۔ کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر تعجب ہو رہا ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر میرے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

"کاکا کی قوتوں کو پھر اس بات کا علم ہو سکتا ہے کہ تم میرے دفتر میں موجود ہو۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ پھر تمہیں ناگنوں اور زہریلے سانپوں کے شکنجے میں جکڑ کر بے بس کر دے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "پچھلی بار تم کاکا کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہو گئی تھیں، وہ عقاب بن کر تم پر جھپٹی تھی لیکن شاید تم اس کی رسائی سے پہلے ہی مکلارنس کیسل کے اندر داخل ہو چکی تھیں۔ کاکا نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ اس طلسمی حصار کو نہیں توڑ سکی جو تم نے اپنی رہائش گاہ کے اطراف قائم کر رکھا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" لیڈی مکلارنس نے بے پروائی سے

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی ایک ناگن ہی تھا جو تمہاری کاکا دیوی نے تمہیں ذہنی طور پر مفلوج کرنے کو رچایا تھا۔"

"برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا بات کہو گے۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "یہی نا کہ اگر وہ صرف ناٹک تھا تو میں نے تمہیں قبل از وقت اس کی اطلاع کیوں نہیں دی یا پھر کاکا کی سرکوبی کے لیے کوئی اقدام کیوں نہیں کیا؟"

"میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ذہن میں بھی کچھ ایسے ہی سوالات ضرور ابھرتے۔"

"میں فی الحال تمہیں اپنی خاموشی کی وجہ بتانے سے قاصر ہوں اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ کاکا کی گندی روح کہیں آس پاس منڈلا رہی ہو، میں نہیں چاہتی کہ اسے قبل از وقت اس بات کا اندازہ ہو کہ میں اسے قابو کرنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہوں۔"

"یہ جواب میری تسلی کے لیے ناکافی ہے۔" میں نے دل برداشتہ ہو کر جواب دیا۔ "وقت اور حالات نے مجھے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر تمہاری بے بسی کا کا کوئی ناٹک تھا تو تم اس کا ڈراپ سین بھی کر سکتی تھیں لیکن ایسا نہیں ہوا اور اب حالات نے جو صورت اختیار کر لی ہے شاید تم ان سے ناواقف ہو۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے ورنہ لیڈی مکلارنس کی نگاہیں زمین کے اندر چھپے ہوئے راز کو بھی پا لیتی ہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے ... لہجے میں بولی۔ "مجھے علم ہے کہ اب کاکا بھوشن کے مقابلے پر تمہیں کمزور کرنے کی خاطر اپنے داؤ پیچ لڑا رہی ہے۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ بھوشن تمہارے ہاتھوں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تمہارے آفس تک آ گیا تھا۔"

"کاکا نے کہا تھا کہ وہ بھی ایک ناٹک ہی تھا۔"

"اس نے ٹھیک کہا تھا، تم نے جس بھوشن کو مارا تھا وہ تمہاری نگاہوں کا فریب تھا، کاکا ہی نے بھوشن کو آفس میں دس منٹ انتظار کرنے کو کہا تھا پھر وہ بھوشن کے روپ میں تمہارے سامنے آ گئی اور تم وقتی طور پر خوش ہو گئے کہ تم نے اس ڈائن کا مرڈر کر دیا۔"

"لیکن کاکا کو یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی، وہ چاہتی تو مجھے بھوشن کے راستے سے ہٹا سکتی تھی۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" لیڈی مکلارنس نے تیزی سے جواب دیا۔ "جب تک وہ قوت، جسے ابھی تک میں بھی نہیں دیکھ سکی، تمہاری مدد کر رہی ہے دنیا کا کوئی طلسم، کوئی کالی طاقت تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"لیکن اب کاکا نے اس قوت کو بھی مجھ سے ناراض

کرنے کے راستے تلاش کرنے شروع کر دیے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا آئی واز ہنڈرڈ پرسنٹ شیور (I Was Hundred Percet Soure) کہ تم اس طاقت سے واقف ہو جس سے ابھی تک انکار کرتے رہے ہو۔ میرا علم مجھے کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔"

لیڈی مکلارنس کے جواب پر مجھے اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں نے جذباتی طور پر اس راز کو اگلنے کی غلطی کر دی تھی جسے معلوم کرنے کے لیے لیڈی مکلارنس اور کاکا (اگر وہ ایک ہی عورت کے دو روپ نہیں تھے) تو میرے اندر دلچسپی لے رہی تھیں۔ بہرحال میں نے بات ٹالنے کی خاطر پہلو بدل کر کہا۔ "میں نے اس راز کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ محض میرا قیاس ہے اس لیے کہ اب کاکا کھل کر میری مخالفت پر آمادہ ہے، پہلے ایسا نہیں تھا۔ اب وہ بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہے، پہلے اس نے اس کی جرأت نہیں کی تھی۔"

"بہرحال تم مانو یا نہ مانو لیکن میرا دل کبھی کسی بات کی غلط گواہی نہیں دیتا۔"

"غلط فہمی کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"یہی میں بھی تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں میرے عزیز کہ اس خیال کو ذہن سے کھرچ کر نکال دو کہ میں اور کاکا ایک ہی امیج کے دو سائے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے میرے بچے۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ کامنی دت نے مختلف بیانات کیوں دیے تھے؟"

"تم اسے میری موجودگی میں فون کرو۔ اس بار شاید وہ تمہیں پہچاننے سے بھی انکار کر دے اس لیے کہ اب تک اس نے جو بیانات دیے ہیں اس میں کاکا کی گندی قوت کا دخل تھا۔"

"تمہارا علم گیتا کے بارے میں کیا کہتا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے آزمانے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم سادھنا کے روپ میں گیتا سے مل چکے ہو۔"

"کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سادھنا یا گیتا کو اس بات کا علم ہے کہ بھوشن ابھی تک زندہ ہے۔"

"ہاں۔ جب تک وہ مر نہیں جاتا گیتا کی روح تمہارے آس پاس بھٹکتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے اب وہ تم سے کسی دوسرے روپ میں ملے۔"

"بھوشن کے بارے میں تم کیا پیشن گوئی کرو گی۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا اس کی موت میرے ہاتھوں نہیں ہو گی۔"

مجھے مجبور نہ کرو میرے بچے۔ جو باتیں لکھ دی گئی ہیں وہ اپنی جگہ اٹل ہوتی ہیں لیکن اس کا قبل از وقت بیان کرنا مناسب نہیں ہوتا' بہرحال تم اس بات پر یقین رکھو کہ بھوشن کے معاملے میں تمہیں مایوسی کا سامنا نہیں ہوگا۔"

"وہ شخص جو سراج کی موجودگی میں میرے پاس آیا تھا وہ کون تھا؟"

"وہ ہنڈرڈ پرسنٹ بھوشن ہی تھا لیکن اس کے ذہن پر کالا کا راج تھا۔"

"کیا تم کالا کے مقابلے پر میری مدد کر سکو گی؟" میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس کا جواب آنے والا وقت تمہیں دے گا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بولی۔ "اب میں جا رہی ہوں میرے عزیز لیکن مجھے تمہارا خیال ہمیشہ رہے گا' میں تم سے کبھی دور نہیں ہوں گی۔"

"رکی اور اس کے گروہ کے افراد بھوشن کے اشارے پر میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ رکی کے سلسلے میں بھی تم ایک حسین اور خوبصورت تجربے سے دوچار ہونے والے ہو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہتا لیڈی مکلارنس چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے دفتر سے باہر چلی گئی' میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی' البتہ اس کی آمد نے میرے ذہن کو پھر الجھا دیا۔ کامنی دت کے سلسلے میں اس نے کہا تھا کہ شاید وہ دوسری ملاقات پر مجھے سرے سے پہچاننے سے انکار کر دے اس لیے کہ اس نے مختلف افراد کو بھوشن کے سلسلے میں جو متضاد بیان دیے تھے اس میں کالا کی گندی قوت کو دخل تھا لیکن کامنی دت کو اس طرح قابو کرنے کی کیا ضرورت تھی' اگر وہ اپنے کہے کے مطابق گزشتہ آٹھ سال سے بھوشن کے دفتر میں ملازمت کر رہی تھی تو اسے یقیناً اپنے باس کے سیاہ کرتوتوں کا علم بھی ضرور رہا ہوگا۔ لیڈی مکلارنس کی بیان کی تصدیق کی خاطر میں نے ریسیور اٹھا کر بھوشن کی پی' اے کے نمبر ڈائل کیے' فون خود کامنی دت ہی نے ریسیو کیا تھا میں نے اس کی آواز پہچاننے میں ہرچند کوئی غلطی نہیں کی تھی پھر بھی تصدیق کی خاطر پوچھ لیا۔

"کیا آپ کامنی دت بول رہی ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"باس اس وقت مصروف ہیں' مجھے کوئی کال تھرو نہ کرنے کی سختی سے ہدایت کی ہے۔"

"آپ نے غالباً مجھے پہچانا نہیں۔ میں ایک بار آپ سے مل بھی چکا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "دن بھر سیکڑوں اجنبیوں سے واسطہ پڑتا ہے' ممکن ہے کہ شکل دیکھنے کے بعد میں آپ کو پہچان لوں لیکن شاید یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"آپ غالباً اس حادثے کو بھول رہی ہیں جو کچھ دنوں پیشتر آپ کے باس کو پیش آیا تھا۔"

"حادثہ۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں نہیں سمجھی کہ آپ کس حادثے کی بات کر رہے ہیں؟"

"اس روز میں بغیر وقت طے کیے ملنے آیا تھا اور مسٹر بھوشن نے مجھے دس منٹ کے بعد طلب کیا تھا' وہ دس منٹ میں نے آپ کے آفس میں گزارے تھے پھر آپ ہی کے کہنے پر میں نے وہ دروازہ استعمال کیا تھا جو آپ کے دفتر میں کھلتا ہے' آپ نے ہی میری رہنمائی کی تھی۔"

"آئی سی۔" اس کے لہجے میں تلخی شامل ہو گئی۔ "آپ غالباً مجھ سے فری ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے باس اور میرے آفس کے درمیان جو دروازہ ہے اسے میرے علاوہ اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔ ویسے بائی دی وے کیا کسی خاتون سے اس طرح بے تکلف ہونے کو آپ گھٹیا پن نہیں کہیں گے۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے تلملا کر ریسیور رکھ دیا' لیڈی مکلارنس نے جو کہا تھا وہ نہ صرف درست تھا بلکہ اس نے کامنی دت کے کردار کو میرے لیے اور پراسرار بنا دیا تھا' مجھے پھر اس خاتون کا خیال آیا جسے دوبار میں ندیم کے کیبنو میں دیکھ چکا تھا' اس کے اور کامنی دت کے چہرے کے نقوش بڑی حد تک ملتے جلتے تھے لیکن ندیم نے اس سلسلے میں قطعی انکار کر دیا تھا کہ کامنی دت سے واقفیت رکھتا ہے۔ گیتا کے سلسلے میں بھی لیڈی مکلارنس نے یہی کہا تھا کہ جب تک بھوشن زندہ ہے اس کی بے چین روح میرے اردگرد منڈلاتی رہے گی' لیکن کیوں؟ کیا سادھنا یا گیتا کی بے چین روح بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر کسی اور کو اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتی تھی؟ اس نے صرف میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا؟ لیڈی مکلارنس کی آمد نے میرے ذہن کو مزید الجھنوں کا شکار کر دیا تھا۔

میں نے خود کو مصروف رکھنے کی خاطر ایک ضروری فائل کی ورق گردانی شروع کر دی' دفتر سے میری دس بارہ روز کی غیر حاضری کی وجہ سے بے شمار فائلیں میری توجہ کی منتظر تھیں۔ میں خاصی دیر تک فائلوں کو دیکھتا رہا پھر ڈائرکٹ لائن پر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"میں ماہ رخ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "جیسے بے موت ہو گئے ہو تم۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیوں کیا تمہیں ابھی تک سراج کی تعیناتی کی اطلاع نہیں ملی۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ "تمہاری خاطر میں نے جان بوجھ کر اس کی تقرری اسی علاقے میں کرائی ہے جس میں بھوشن کا دفتر واقع ہے۔"

"سوری۔" میں نے اس کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "شاید میں تمہارا شکریہ ادا کرنا بھول گیا تھا لیکن۔"

"مجھے علم ہے۔" ماہ رخ نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں جو دکھ لگا ہے میں اس میں برابر کی شریک ہوں۔"

"شکریہ۔"

"شکریہ کس بات کا؟ کیا میں تمہارے دکھ درد میں شریک ہونے کا کوئی اختیار نہیں رکھتی۔"

"کس کس دکھ میں شریک ہو گی ماہ رخ۔ میری زندگی کے تو ہر موڑ پر ایک دشمن گھات لگائے بیٹھا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ یوں بھی موت تو برحق ہے۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔" ماہ رخ نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر میں تمہارے کسی کام آسکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"کوئی ضرورت درپیش آئی تو میں تکلف سے کام نہیں لوں گا۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ پھر بگڑنے لگی۔ "مجھے اپنے ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ رکی کے گروہ کے بدمعاشوں نے تمہارے اوپر قاتلانہ حملہ کیا تھا لیکن تم نے مجھے اس کی اطلاع دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔"

"میں نے سراج کو حالات سے باخبر کر دیا تھا۔"

"پھر نتیجہ کیا نکلا۔ رکی کے دو آدمی کام آ گئے' تیسرے نے قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر خودکشی کر لی' حملے میں پولیس کا ایک آدمی بھی زخمی ہو گیا جو بڑے کراس اسپتال میں پڑا زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار ہے۔"

"تمہیں اس معاملے کی اطلاع کس نے دی؟"

"میرے خاص آدمیوں نے۔"

"اوہ۔ گویا اب ندیم کی طرح تم نے بھی اپنے کچھ کارندے میری نگرانی پر مامور کر دیے ہیں۔"

"میں انھیں واپس بلا سکتی ہوں' لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تم بھوشن کا معاملہ میرے سپرد کر دو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ صرف چھتیس گھنٹے کے اندر اندر تمہیں بھوشن کے عبرتناک انجام کی اطلاع مل جائے گی۔ ہو سکتا ہے اس کی مسخ شدہ لاش پولیس کو کسی ایسے کوڑے دان میں پڑی ملے جہاں شریف اور مہذب لوگ اپنے گھر کی گندگی ڈالنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔"

"نہیں۔" میرے لہجے میں کرختگی پیدا ہو گئی۔ "ندیم نے بھی مجھ سے ایسی ہی بات کی تھی لیکن میں نے اسے بھی منع کر دیا ہے' بھوشن میرا شکار ہے' میں اسے اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے کی لذت سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط بھی منظور ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میرے آدمی بھوشن کی ڈنڈا ڈولی کر کے اسے تمہارے قدموں میں لا ڈالیں گے' پھر تم اسے اپنی مرضی سے سزا دے سکتے ہو۔"

"پلیز ماہ رخ۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بھوشن کو میری خاطر گھیرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔ میں مچان پر بیٹھ کر شیر کے شکار کرنے والوں کو بزدل سمجھتا ہوں۔"

"ایسی صورت میں مجھے اختیار ہے کہ میں تمہارے بارے میں ایک ایک منٹ کی خبریں حاصل کرتی رہوں۔"

"فائدہ۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر کسی آتشیں اسلحہ سے نکلی ہوئی گولی پر میرا نام لکھا جا چکا ہے تو اسے تمہارے آدمی بھی نہیں روک سکیں گے۔ پلیز مجھے تنہا حالات کا مقابلہ کرنے دو۔"

"اس بات سے کیا سمجھوں؟ کیا تم ماہ رخ کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔ "میں جلد ہی تم سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا انتظار کرتے کرتے تمہاری ماہ رخ ختم ہو جائے اور تمہیں اپنا وعدہ وفا کرنے کا خیال ہی نہ آئے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "میں پہلی فرصت میں تم سے ملنے آؤں گا' ہو سکتا ہے کہ ذاتی ملاقات کے بعد میں تمہارے ذمہ بھی کوئی کام کر دوں۔"

"وہ دن ماہ رخ کی زندگی کا سب سے بڑا خوشگوار دن ہوگا۔" اس کی آواز بتا رہی تھی کہ وہ میرا جواب سن کر کسی لبریز جام کی مانند چھلک اٹھی تھی' اس کے ملنے جلنے والوں کی فہرست ندیم کی اطلاع کے مطابق خاصی طویل تھی لیکن میرے اندر اسے نہ جانے کیا بات نظر آئی تھی کہ وہ میرا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھی' عجیب کی قماش عورت تھی' سلیمان شاہ سے اس کا رشتہ جن بنیادوں پر قائم تھا وہ بھی کچھ کم حیران کن نہیں تھا' دونوں ایک دوسرے کے خلوت کدے کے رنگین واقعات سے واقف تھے لیکن انھوں نے طے شدہ معاہدے کے تحت کبھی ایک دوسرے کی نجی زندگی اور معاملات میں دخل اندازی نہیں کی تھی۔ کبھی کبھی کرسی اور طاقت کی ہوس انسان کو اس قدر اندھا بھی کر دیتی ہے کہ اسے اپنا قد بلند کرنے کے سلسلے میں اپنی

عزت و آبرو بھی داؤ پر لگانی پڑتی ہے۔ اقتدار کی بھوک اور کرسی کا نشہ انسان کو اتنا بے خود کر دیتا ہے کہ وہ شرافت کی تمام قدروں کو بھی یکسر فراموش کر دیتا ہے پھر اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ خود غرضی کے دھارے میں بہنے کے علاوہ کسی اور بات کی فکر لاحق نہیں ہوتی۔

ماہ رخ کو ٹالنے کے بعد میں نے پھر سراج کو فون کیا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے دفتر سے یہی جواب ملا تھا کہ وہ کسی تفتیش کے سلسلے میں باہر گیا ہوا ہے۔ میں نے رابطہ منقطع کر کے اطمینان کا سانس لیا۔ ماہ رخ سے میں زیادہ تعلقات نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ میرے لیے کار آمد ثابت ہو سکتی تھی۔ رکی اور اس کے گروہ کے بدمعاشوں کی سرکوبی کا کام میں اس کے حوالے بھی کر سکتا تھا۔ میرے لیے جو کبھی زیادہ دشوار تھا اس لیے میں اپنا بوجھ اسے سونپنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری خاطر وہ کوئی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گی لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں وہ پھر مجھ سے کوئی ایسا معاوضہ طلب کرنے کی خاطر شرافت کے اس لباس کو تار تار کر دے جو اس کے جسم پر نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں نے ایک بار انکار کیا تھا تو وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑی تھی پھر اس نے بے ہوشی کی حالت میں مجھ سے وہ معاوضہ وصول کر لیا تھا جو ہوش مندی کی حالت میں شاید میں کبھی ادا کرنے پر تیار نہ ہوتا۔

شام کو میں دفتر سے جلدی اٹھ گیا۔ میں نے دارنی کو ہدایت کر دی تھی کہ میرے نو تعمیر شدہ مکان کو کرائے پر اٹھا دے۔ عارفہ کی وجہ سے میں ندیم کے گھر کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اس کے لیے سب سے محفوظ پناہ گاہ تھی جہاں طاغوتی قوتیں اس کے وجود کو مجھ سے علیحدہ کرنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم بھی مجھے آسانی سے وہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ میں اس کے دل کو کوئی صدمہ بھی نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ نسیم نے بھی دبی زبان میں کئی بار مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ مجھے کسی قیمت پر وہاں سے نہیں جانے دے گی۔ میں نے اسے بہن کہا تھا۔ اس کے علاوہ عارفہ بھی اس کے ساتھ بہت خوش رہتی تھی۔ مجھے یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ ندیم کی رہائش گاہ سے منتقل ہونے کے بعد ناپاک قوتیں عارفہ کی زندگی کے راز سے واقف ہو جائیں گی اور پھر ناکا اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی خاطر کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گی۔ میں نے اسے موت کے منہ سے بروقت بچا لیا تھا پھر ماں کی مرضی نے اسے میرا شریک سفر بنا دیا۔ اس نے حالات سے سمجھوتا کر لیا تھا میرے کہنے پر خود کو گھر کی چار دیواری کے اندر قید کر رکھا تھا۔ جہاں نسیم اور ندیم کی رفاقت نے اسے بہت ساری خوشیاں دی تھیں میں اس سے ان خوشیوں کو

چھیننا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے ایک اشارے پر وہ اپنی زندگی بھی قربان کر سکتی ہے۔ ملازمت کے دوران بھی وہ ایک بچے اور دیانتدار رفیق کی طرح میرا خیال رکھتی تھی۔ اب اس کی سانسوں پر بھی مجھے اختیار حاصل تھا۔ میں نے کبھی کسی معاملے میں اس کی حق تلفی نہیں کی تھی۔ وہ میرے دکھ درد میں برابر سے کچھ زیادہ ہی کی شریک تھی۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے کچھ سوچ کر کریم سے سلیمان شاہ کی کوٹھی پر چلنے کو کہا تو اس نے بس ایک نظر مجھے دیکھا پھر میرے حکم کی پیروی میں اس نے عمارت سے باہر نکلنے کے بعد گاڑی کا رخ اسی سمت موڑ دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ شاید کریم کو میری زبان سے سلیمان شاہ کا نام سن کر حیرت ہوئی تھی۔

"تم نے ندیم سے میرے بارے میں کیا شکوہ کیا تھا۔" میں نے کریم سے دریافت کیا۔

"شکوہ؟ میں سمجھا نہیں صاحب؟"

"میں اس روز کی بات کر رہا ہوں جب بھوش کے دفتر جاتے وقت میں تمہیں اپنے ہمراہ نہیں لے گیا تھا۔"

"میں نے شکوہ نہیں کیا تھا صاحب لیکن مجھے دکھ ضرور ہوا تھا۔" وہ بڑے خلوص سے بولا۔ "اگر خدانہ کرے آپ کو کوئی خطرہ پیش آ جاتا تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہ کرتا۔"

"ندیم نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں آئندہ تمہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں۔"

"یہ میری عزت افزائی ہوگی صاحب۔"

"جس وقت رکی اور اس کے آدمیوں نے مجھ پر حملہ کرنے کی خاطر عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی اس وقت تم کہاں تھے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔

"میں غافل نہیں تھا صاحب۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اتفاق ہی تھا جو سراج صاحب کے آدمی نے میں اس وقت مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی جب میں اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس کی قسمت اچھی ہی تھی جو وہ بچ کر نکل گیا۔ بہرحال مجھے خوشی ہے میں اس کے دو آدمیوں کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کی مشکیں کسنے کی کوشش اگر پولیس نہ کی ہوتی تو وہ بھی میرے ہاتھوں کام آ جاتا۔"

"تمہیں کسی نے فائرنگ کرتے دیکھا تو نہیں تھا؟"

"میں کچا کام کرنے کا عادی نہیں ہوں صاحب۔"

"آئندہ احتیاط رکھنا۔" میں نے اسے مشورہ دیا۔ "اگر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے زندہ ہاتھ آ جائیں تو ان سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے جناب کیا یہ حملہ مسٹر بھوش کے اشارے پر کیا گیا تھا؟"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے غیر یقینی سا جواب دیا۔ "رکی کے بارے میں کیا علم ہے آپ کا؟"

"کیا مطلب؟"

"میں اس کے ایک دو ٹھکانوں سے واقف ہوں۔" کریم نے پراعتماد انداز میں کہا۔ "اس کی کچھ ایسی نشانیاں ہیں کہ وہ خواہ کسی روپ یا میک اپ میں ہو میری نگاہوں سے خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ آپ اجازت دیں تو میں اسے جال میں پھانسنے کی کوشش کروں۔"

"فی الحال میں اپنے آدمیوں کو ان معاملات سے دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ پولیس اس کا سراغ لگائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"پولیس۔" کریم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "پولیس جن بدمعاشوں اور ہسٹری شیٹروں سے بھتہ لیتی ہے اپنے مفاد کی خاطر انہیں پولیس ریڈ کی اطلاع قبل از وقت فراہم کر دیتی ہے۔ سراج صاحب کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ ان کے ہاتھ اجلے کپڑے کی طرح صاف ہیں لیکن وہی مثل ہے کہ اکیلا چنا بھی بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔"

"تم دور دور رہ کر رکی اور اس کے ساتھ پر نظر رکھو اور مجھے اس سے مطلع کرتے رہو۔ میں کوشش کروں گا کہ اسے زندہ گرفتار کرا سکوں۔"

"اس کے لیے بھی ایک نسخہ ہے میرے پاس۔" کریم تھوڑے توقف سے بولا۔ "میں ایک دو ایسی لڑکیوں سے بھی واقف ہوں جن کا تعلق رکی سے رہ چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو ایک خرید لوں۔ دراصل رکی بہت بڑا بدمعاش ہونے کے باوجود خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے سلسلے میں لنگوٹ کا بڑا کچا واقع ہوا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ کسی دن اس کی کوئی داشتہ ہی اس کی بربادی کا سبب بن جائے گی۔"

"تمہیں رکی کے بارے میں اتنی ساری معلومات کس طرح ہیں؟" میں نے کریم کو کریدنے کی کوشش کی۔

"معلومات رکھنی پڑتی ہے صاحب ورنہ رکی جیسا کینہ پرور ایک معمولی سے شک پر بھی کسی کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بات پوچھوں صاحب۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "کیا آپ اس وقت رکی ہی کے سلسلے میں سلیمان شاہ کی کوٹھی پر جا رہے ہیں۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو۔" میں نے کریم کو تیز نظروں سے گھورا۔

مجھے اپنے معاملات اور نجی زندگی کے بارے میں اس کا دخل گراں گزرا تھا۔

"اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہو تو میں ہاتھ جوڑ کر معافی چاہتا ہوں لیکن آپ کا نمک کھا رہا ہوں اس لیے آپ سے دغا بازی بھی نہیں کر سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں پھر معافی چاہتا ہوں صاحب لیکن ایک بات آپ کو بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" کریم نے دبی زبان میں کہا۔ "کسی زمانے میں رکی کا بھی سلیمان شاہ کے گھر بہت آنا جانا رہ چکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ سلیمان شاہ بھی دوسرے بڑے آدمیوں کی طرح غنڈے اور بدمعاش لوگوں کی سرپرستی کرنے پر مجبور ہے۔ یہی لوگ وقت پر ان کے کام آتے ہیں۔ سلیمان شاہ قسم کے اونچے لوگ اگر دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنا چھوڑ دیں تو ان کی اپنی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔"

"میرا اشارہ مسز سلیمان شاہ کی طرف تھا۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ ان دنوں کی بات ہے جب رکی نے بدمعاشی کے پیشے کو نہیں اپنایا تھا، صرف پہلوانی کرتا تھا لیکن پھر غلط چکروں میں پڑ کر اس نے زندگی کا منفی پہلو اختیار کر لیا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے اس میدان کی اچھی خاصی سیر کی ہوئی ہے۔"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا صاحب لیکن ندیم صاحب کی ملاقات کے بعد بس میں صرف ان ہی کا ہو کر رہ گیا۔"

"کیوں؟ ایسی کیا خاص بات ہے ندیم صاحب میں۔"

"وہ ہزاروں خوبیوں کے مالک ہیں جناب۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے کیسینو نہ چلا رہے ہوتے۔"

"پہلے تو تم نے کہا تھا کہ تم ندیم سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"اس وقت کی بات اور تھی جناب لیکن اب ندیم صاحب نے مجھے یہی حکم دیا ہے کہ آپ سے ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کروں۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ایک رکشا میری گاڑی کے راستے میں آ گیا۔ اس نے گاڑی کو کراس کر کے بائیں جانب مڑنے کی کوشش کی تھی مگر شاید وہ گاڑی کی رفتار کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔ کریم نے اسے بچانے کی پوری کوشش کی۔ اس نے فل بریک لگا کر گاڑی روکنی چاہی۔ اسے اپنے ارادے میں کامیابی بھی ہو گئی تھی لیکن سڑک گیلی ہونے کے سبب ٹائر

پٹ گئے۔ فضا میں بریک لگنے کے باعث پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز گونجی پھر ایک ہلکا سا دھماکا ہوا گاڑی پھسلن کی وجہ سے کسی مست ہاتھی کی طرح لہراتی ہوئی پوری شدت سے رکشے سے ٹکرائی پھر ٹکر کی پرشور آواز کے ساتھ ہی رکشا بے قابو ہو کر سڑک پر الٹ گیا۔

میں اور کریم دونوں ہی بیک وقت گاڑی سے اتر کر رکشے کی طرف لپکے تھے۔

راہ گیروں کا اچھا خاصا ہجوم ہمارے گرد جمع ہونے لگا تھا۔ خدا کا شکر تھا کہ رکشے والے کو زیادہ زخم نہیں آئے تھے لیکن اس کے اندر جو لڑکی موجود تھی وہ شاید اس اچانک حادثے سے بے ہوش ہو چکی تھی۔ راہ گیروں نے رکشے والے کی حمایت میں آواز بلند کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ غلطی خواہ کسی کی ہو لیکن ہجوم ہمیشہ کمزور پارٹی کی طرف ہے ہوتا ہے۔ بہرحال رکشے والا شریف ہی تھا جو اس نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ میں نے حالات کے پیش نظر پرس سے کچھ روپے نکال کر رکشے والے کو دیے پھر کریم نے میری ہدایت پر لڑکی کو اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈالا اور تیزی سے قریبی اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں کریم کے ساتھ اگلی نشست پر آ گیا۔ لڑکی چونکہ برقعے میں تھی اس لیے میں فوری طور پر اس کی شکل نہیں دیکھ سکا لیکن اب اس کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس کے خدوخال بھی یقیناً خوب صورت اور بے حد حسین رہے ہوں گے لیکن اب اس کا چہرہ بری طرح سے جھلس کر رہ گیا تھا۔ شاید کسی نے اس کے چہرے پر تیزاب ڈال کر اس کی خوب صورتی کو بھیانک بنا دیا تھا۔ پیشانی کے اوپر بھی کچھ بال جھلسے ہوئے تھے۔ پورے چہرے کی کھال نے سکڑ کر ایک عجیب سی شکل اختیار کر لی تھی لیکن اس کے جسمانی نشیب و فراز اب بھی خوب صورت تھے۔ اس کی عمر پچیس چھبیس سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ بدستور بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھی۔ ایک مظلومیت کی ایک طویل داستان اس کے چہرے پر رقم تھی۔ شاید کسی نے انتقاماً اس کے چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی۔ پولیس کی ملازمت کے دوران میں اس قسم کی کئی کہانیاں سن چکا تھا جب کسی ناکام عاشق نے دل برداشتہ ہو کر یا اپنی نفسیاتی خواہش پوری نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کی خوب صورتی بگاڑ دی تھی۔ وہ لڑکی جو اس وقت میری گاڑی کی پچھلی نشست پر پڑی تھی۔ اس کے چہرے کی کیفیت بھی اپنے اندر کسی کے ظلم کی داستان چھپائے ہوئے تھی۔

کریم بڑی احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا پھر اس سے پیشتر کہ ہم لڑکی کو کسی چیک اپ یا علاج کی غرض سے کسی اسپتال تک لے جاتے وہ ہوش میں آ گئی۔ ایک لمحے تک وہ جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی رہی پھر یکلخت اٹھ بیٹھی۔ خود کو دو آدمیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں دیکھ کر اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا پھر وہ جلدی سے اپنے بھیانک چہرے کو برقعے کی نقاب سے چھپاتے ہوئے نحیف آواز میں بولی۔ "تم۔۔۔ تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ رحم کرو مجھ پر۔" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"پریشان مت ہو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "تم اس وقت محفوظ ہاتھوں میں ہو۔"

"مم۔۔۔ میں شاید رکشے میں سفر کر رہی تھی پھر اس گاڑی میں کس طرح آ گئی؟" وہ اب بھی مجھے سہمی سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارا رکشا غلطی سے الٹ گیا تھا۔ تم بے ہوش تھیں اس لیے ہم فوری طور پر تمہیں اسپتال لے جا رہے ہیں۔" میں نے نرمی سے کہا۔

"نہیں۔" وہ بدستور خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ "میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے یہیں کہیں اتار دو میں دوسرا رکشا پکڑ لوں گی۔"

"کہاں جانا چاہتی ہو؟"

"تت۔۔۔ تم کون ہو؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے دبی زبان میں پوچھا۔

"گھبراؤ مت۔ ہم تمہارے دشمن نہیں۔ دوست ہیں۔"

"اگر تم میرے ہمدرد ہو تو مجھے کسی قریبی تھانے تک پہنچا دو۔"

"تھانے!" میں چونکا۔ "کیا تم کسی کے خلاف کوئی رپورٹ درج کرانا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی۔ "میرے دشمن شکاری کتوں کی طرح میرے پیچھے لگے ہیں۔ میں اگر ان کے ہاتھ آ گئی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔"

"لیکن وہ لوگ کون ہیں اور تمہارے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

"میں پولیس کے علاوہ اپنے اہم راز کسی اور کو نہیں دینا چاہتی۔"

"کسی زمانے میں میرا تعلق بھی پولیس کے محکمے سے رہ چکا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو۔"

"اگر تمہارا تعلق محکمۂ پولیس سے رہ چکا ہے تو تم ڈپٹی پرنٹنڈنٹ سراج کو بھی ضرور جانتے ہو گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سراج کا نام سن کر اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ "میں تمہیں سراج سے ملوا سکتا ہوں لیکن تمہارا تھانے جانا مناسب نہیں ہو گا۔"

وہ مجھے گھور کر رہ گئی۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ میں نے گاڑی واپس دفتر کی طرف مڑوالی پھر قسمت اچھی تھی جو سراج بھی دفتر میں مل گیا۔ میرے کہنے پر وہ پندرہ بیس منٹ بعد ہی میرے آفس آگیا لیکن لڑکی پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں ایسی چمک ابھری تھی جیسے اسے بہت دنوں سے اس کی تلاش ہو لڑکی کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ شاید وہ بھی سراج کو پہلے سے جانتی تھی۔

"تمہارا نام بانو ہے؟" سراج نے ایک کرسی سنبھالتے ہوئے لڑکی کو گھورا۔

"ون منٹ۔" میں نے بچویشن کو سنبھالنے کی خاطر دخل اندازی کی اور سراج کو حادثے سے لے کر دفتر آنے تک کی تمام تفصیل بتادی۔ میری گفتگو سن لینے کے بعد سراج کے چہرے کے تناؤ میں کمی آگئی تھی۔

"اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو میں ایک بار تمہیں رکی کے ساتھ ایک مقامی کلب میں دیکھ چکا ہوں؟" سراج نے براہ راست بانو سے کہا۔

"ہاں۔ میں ایک بار رکی کے ساتھ وہاں جانے پر مجبور ہوگئی تھی۔"

"تم مجھ سے مل کر کیا راز بتانا چاہتی تھیں؟"

"میرا اصلی نام دلشاد ہے۔ میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والد ایک اسکول ٹیچر تھے۔"

"کیا اب نہیں ہیں؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" وہ ہونٹ کاٹتی ہوئے بولی۔ "جب تک دلشاد تھی وہ بھی زندہ تھے لیکن میرے بانو بننے کے بعد میرے والد نے غیرت کا بھرم قائم رکھنے کی خاطر خودکشی کرلی پھر اسی صدمے نے میری ماں کا سایہ بھی مجھ سے چھین لیا۔ ایک بھائی تھا جسے اس وقت گولی ماردی گئی جب اس نے مجھے اغواء ہوتے وقت بچانے کی کوشش کی تھی۔"

"آئی سی۔" سراج نے پہلو بدل کر اسے غور سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری پوری کہانی سننا چاہتا ہوں۔"

"پہلی بار میرے لیے جو رشتہ آیا تھا وہ راشد خان کا تھا جو صرف پہلوانی کرتا تھا۔ اس وقت تک وہ رکی نہیں بنا تھا۔" بانو نے آہستہ سے کہا۔ "میرے والد نے اس رشتے کو منظور کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس لیے کہ ہم دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق تھا اس کے علاوہ میرے والد کے واقف کاروں نے یہ بھی بتایا تھا کہ راشد خان خوب صورت لڑکیوں کا رسیا ہے اور جس کے پیچھے پڑجاتا ہے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ میرے والد کے انکار کرنے کے بعد راشد خان اور اس کے گرگے ہمارے دشمن بن گئے۔ میرے والد نے مجھے اسکول سے اٹھالیا انہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ لوگ مجھے راستے سے زبردستی اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ ایک سال تک کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں پیش آیا پھر خود والد صاحب نے میری والدہ کو یہ بات بتائی تھی کہ راشد خان نے اکھاڑہ چھوڑ کر غنڈہ گردی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے۔ وہ راشد سے رکی بن گیا تھا۔ میرے گھر والوں کا خیال تھا کہ رشتے سے انکار کردینے کے بعد وہ ہمیں بھول چکا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا۔ ہمیں اس بات کا اندازہ اسی روز ہوا جس روز رکی اور اس کے ساتھی دن دہاڑے آتشیں ہتھیار لیے دندناتے ہوئے ہمارے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ مجھے اغواء کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ میرے بھائی کی غیرت جاگ اٹھی۔ وہ مجھے بچانے کی خاطر رکی سے الجھ گیا لیکن رکی کے ساتھیوں نے اسے زمین پر گرا کر گولیوں سے اس کا معصوم جسم چھلنی کر ڈالا۔ دو آدمیوں نے میرے والد اور والدہ کے سینوں پر بندوق تان رکھی تھی۔ رکی نے مجھے زبردستی اٹھا کر کندھوں پر ڈالا پھر باہر آکر ایک بند گاڑی میں ڈال دیا جہاں اس کے دو ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ موت کے خوف اور بھائی کی جوان موت کے صدمے نے مجھے گنگ کر دیا تھا۔"

بانو کی آواز بھرانے لگی تو میں نے اٹھ کر اسے پانی دیا۔ پانی پینے کے بعد بھی وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔

"میں نے راشد یا رکی کے آگے بہت ہاتھ پیر جوڑے کہ اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگئی لیکن جسے آم چوری کرکے کھانے کی لت پڑجائے وہ بازار سے اسے خرید کر نہیں کھاتا۔ میں اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہ کرسکی۔ رکی نے میرے اس غرور کو روند ڈالا جو مجھے ماں باپ کی زندگی میں حاصل تھا۔ رکی اور اس کے دو ساتھی میری آبرو کو اپنے پیروں تلے کچلتے رہے۔ میں نے کئی بار خودکشی کی کوشش کی لیکن رکی کے آدمی میرے سلسلے میں اس طرح چوکنا تھے کہ مجھے مرنے کی مہلت بھی نہ مل سکی پھر ایک دن میری موجودگی میں رکی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ وہ میرے عوض کسی بڑے مالدار آدمی سے خاصی لمبی رقم لے چکا ہے۔ دوسرے دن مجھے زبردستی ایک عالیشان کوٹھی کے تہ خانے میں پہنچادیا گیا جہاں دو لڑکیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ان کا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں تھا۔ وہ بھی اپنی زندگی موت کے حوالے کرنے پر آمادہ تھیں لیکن وہاں بھی ہمیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ میں تین روز تک اس تہ خانے میں بند رہی پھر مجھے اس مالدار شخص کی خواب گاہ میں زبردستی پہنچادیا گیا جو نشے کی حالت میں پوری طرح دھت تھا۔ رکی کی طرح اس نے بھی مجھے لوٹا پھر میری خوب صورتی سے متاثر ہوکر کہنے لگا کہ اگر میں وہاں سے بھاگنے کا خیال ترک کردوں اور اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوجاؤں تو مجھے عزت، شہرت اور دولت، سب کچھ دے سکتا ہے، میں نے کچھ سوچ کر اس کا کہا مان لیا۔ میرا ارادہ تھا کہ

اسے کچھ دنوں تک اندھیرے میں رکھنے کے بعد مجھے فرار ہونے کا موقع مل جائے گا لیکن ایسا بھی نہ ہوسکا۔"

"اس مالدار اور بڑے آدمی کا نام کیا ہے؟" سراج نے پوچھا۔

"بھوشن جوزف۔" اس نے سر جھکا کر دبی زبان میں کہا تو سراج کے علاوہ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"اس نے تمہیں کس کام کی پیشکش کی تھی؟" اس بار سراج کے بجائے میں نے سوال کیا۔

"ناجائز تجارت میں ہاتھ بٹانے کی لیکن طریقہ کار اس قدر گھناؤنا تھا کہ میں نے صاف انکار کردیا۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔ "میرا انکار سن کر اس نے دیوانوں کی طرح ہنسنا شروع کردیا۔ اس کے ہنسنے کا انداز بھی اس قدر بھیانک اور خوفناک تھا کہ میں سہم کر رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے اپنی خوب صورتی پر ناز ہے چنانچہ اس نے اسی روز رکی کو طلب کرکے مجھے اس کے حوالے کردیا اور تاکید کی کہ میری خوب صورتی اور چہرے کو اس طرح مسخ کردیا جائے کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہوں۔ رکی کسی درندے کی طرح مجھے اسی رات آنکھوں پر پٹی باندھ کر کہیں لے گیا۔ میرے ہاتھ پشت پر کرکے اس طرح باندھ دیے گئے تھے کہ میں آنکھوں کی پٹی کھولنے سے قاصر تھی۔ اسی رات رکی کے ایک ساتھی نے میرا یہ حال کردیا۔ اس نے شاید میرے چہرے پر تیزاب پھینکا تھا۔ میں نے آنکھ بند نہ کی ہوتی تو شاید اس سے بھی محروم ہوجاتی۔ مجھے اس تکلیف سے مرجانا چاہیے تھا۔ ایک ہفتے تک میں پکے فرش پر پڑی چیختی چلاتی رہی پھر زخم کی ٹیسیں کم ہونے لگیں۔ مجھے صرف ایک وقت کھانا دیا جاتا تھا۔"

بانو نے ایک سرد آہ بھر کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"دو ماہ بعد رکی نے مجھے دوبارہ بھوشن کے روبرو پیش کیا۔ مجھے دیکھ کر اس نے نفرت کا اظہار نہیں کیا بلکہ مسکرا کر کہا تھا۔ 'اب میں زیادہ بہتر طور پر اس کے لیے خدمت انجام دے سکتی ہوں۔' میرے چہرے کی کیفیت دوسروں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور بھوشن کا خیال تھا کہ ہمدردی کے اس جذبے کی آڑ میں میں اس کے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتی ہوں۔ میں نے اس بار انکار نہیں کیا۔ زندہ رہنے کے لیے انسان بڑی سے بڑی اذیت برداشت کرلیتا ہے۔ مجھے زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا لیکن میں نے عہد کرلیا تھا کہ میں اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد ہی دم لوں گی۔ میں نے بھوشن کے لیے کام شروع کردیا۔ قسمت اچھی تھی جو پکڑی نہیں گئی۔ ایک بار شک کی بنیاد پر مجھے کسٹم کے عملے نے زیر حراست لے لیا تھا لیکن بھوشن کے ایک ہی فون نے پورے کسٹم کے محکمے میں کھلبلی مچادی۔ میں مجرم ہونے کے باوجود باعزت طور پر چھوڑ دی گئی۔ میں نے بظاہر حالات سے سمجھوتا کرلیا تھا اس لیے میرے اوپر عائد پابندیاں بھی کم ہوتی گئیں۔ میری بھیانک اور قابل رحم صورت بھوشن کے لیے واقعی بڑی فائدہ مند ثابت ہورہی تھی۔ میرے علاوہ ایک آدمی اور بھی تھا جو بھوشن کے لیے کام کرنے پر مجبور تھا۔ بھوشن نے اس کی بیوی کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ شاید گیتا نام تھا اس کا۔ بڑی خوب صورت اور حسین عورت تھی۔ اس کا حسن ہی اسے لے ڈوبا۔ بعد میں گیتا ہی نے مجھے بتایا تھا کہ شاید بھوشن کے آدمیوں نے اس کے سہاگ کو ہمیشہ کے لیے ختم کروادیا تھا۔"

بانو کی کہانی ہمارے لیے خاصی کارآمد تھی۔ اس میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آرہا تھا۔ قدرت نے محض حادثاتی طور پر اسے ہم سے ملا دیا تھا اور میرا خیال تھا کہ وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوسکتی تھی۔

"تمہیں بھوشن جیسے شاطر آدمی کے چنگل سے فرار ہونے کا موقع کس طرح مل گیا۔" سراج نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"ایک بدیسی عورت کو میری حالت پر رحم آگیا تھا۔" بانو نے کہا۔ "وہ کسی بڑے آدمی کی بیوی ہے۔ بھوشن کے لیے وہ بھی بڑی کارآمد ہے۔ اس کے ذریعے بھوشن ہمارے ملک کا کوئی راز کسی اور ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتا ہے اسی لیے اس کی نازبرداریاں بھی کرتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہر قسم کے تعلقات ہیں۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہیں؟"

"کیا تم اس بدیسی عورت کا نام جانتی ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے وہ نام بھی فرضی ہو لیکن ایک رات جب دونوں قدرتی لباس میں بدمست تھے تو میں نے بھوشن کو اس عورت کو مارگریٹ کے نام سے مخاطب کرتے سنا تھا۔"

"کیا تمہیں مارگریٹ ہی نے رہا کروایا تھا؟" سراج نے مارگریٹ کے نام پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

"رہا کرانا شاید اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ شاید اس کو میری حالت پر ترس آگیا تھا جو وہ بھوشن کی اجازت سے مجھے اپنے ساتھ لے گئی۔ اس نے اپنی ملازمہ کے بھاگ جانے کا بہانہ کیا اور کہا تھا کہ دوسری ملازمہ کا بندوبست ہوتے ہی وہ مجھے واپس کردے گی۔ بھوشن اس کی بات سے انکار نہیں کرسکا۔ میں مارگریٹ کے ساتھ چلی گئی پھر مارگریٹ نے ترس کھا کر مجھے راستے میں ہی اتار دیا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کی رعایت سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو وہ مجھے شکاری کتوں کے آگے ڈال دے گی۔ میں نے اس سے یہی وعدہ کیا تھا کہ فوری طور پر اس شہر سے فرار ہوجاؤں گی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ کچھ دنوں تک میں اپنی

ایک منہ بولی خالہ کے گھر پر چھپی رہی۔ اسی عرصے میں مجھے یہ اطلاع ملی کہ بھوشن کو میرے فرار ہونے کا علم ہو گیا ہے۔ اس نے رکی کو یہ کام سونپا تھا کہ مجھے ہر قیمت پر تلاش کرے پھر میرے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔"

اس نے پھر مجھ سے پانی طلب کیا۔ پانی پینے کے بعد نظریں جھکائے بیٹھی ہاتھ ملتی رہی پھر بولی۔

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ اس شہر سے فرار ہو کر کسی دور دراز کے ایسے گاؤں میں پناہ ڈھونڈوں گی جہاں رکی مجھے تلاش نہ کر سکے پھر میں نے اپنے فیصلے میں تھوڑی سی ترمیم کی۔ میں پولیس کو حالات سے باخبر کرنے کے بعد روپوش ہونا چاہتی تھی۔ میں ہرج نہیں پہنچتی تھی لیکن اگر بغیر برقعے کے گھر سے نکلتی تو رکی کے آدمی مجھے پکڑ لیتے چنانچہ میں نے یہ برقعے خالہ سے مانگ لیا۔ امی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ سے ملوں۔" اس نے سراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید اسے کسی طرح اس بات کا علم ہے کہ آپ ایک ایماندار اور فرض شناس پولیس آفیسر ہیں۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" سراج نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"اب میرے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہو چکا ہے۔" وہ زہر خند سے بولی۔ "میں نے جو جرائم کیے ہیں ان کی فہرست بہت طویل اور گھناؤنی ہے۔ آپ چاہیں تو میں اقبالی بیان لکھ کر آپ کے حوالے کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کا وعدہ کریں۔" اس نے مایوس لہجے میں کہا۔ "بھوشن، رکی یا ان کے زر خرید کتے مجھے دوبارہ پکڑ لینے کے بعد جو اذیتناک موت ماریں گے میں پھانسی کے پھندے کو اس پر ترجیح دوں گی۔"

"گھبراؤ مت۔" میں نے اس کی ڈھارس بندھانے کی کوشش کی۔ "ہم تمہیں ہر قسم کا تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں ایسی جگہ رکھوں گا جہاں میری مرضی کے خلاف کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

اس نے جواب میں میری طرف تشکرانہ نظروں سے دیکھا پھر چہرہ نقاب میں چھپاتی اٹھی اور سراج کے ساتھ چلی گئی۔ سراج نے مجھ سے رات کو کسی وقت گھر پر ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس سے پہلے میں ندیم سے مل کر اسے بانو کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا تھا چنانچہ میں سراج کے جانے کے بعد سیدھا کیسینو پہنچ گیا۔

ندیم بانو کی پوری کہانی کو بہت غور سے سنتا رہا پھر میں خاموش ہوا تو وہ جواب کے بجائے کسی گہری سوچ میں مستغرق ہو گیا۔

"تم نے بانو کے سلسلے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہمیں سوچنا پڑے گا کہ بانو کے بیان میں کہاں تک صداقت ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "حالات کے تحت ہم فوری طور پر کسی پر اعتماد کر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بانو دشمنوں کی طرف سے چارا سمجھ کر ہمارے لیے ڈالی گئی ہو۔"

"لیکن اگر وہ ایکسیڈنٹ نہ ہوتا تو۔"

"ممکن ہے وہ بھی سازش ہو۔" ندیم نے میری بات کاٹی۔ "ہزار دو ہزار کی رقم کے عوض کوئی بھی یہ رسک لے سکتا تھا۔"

"مگر اس کا جلا ہوا چہرہ جس نے اسے لوگوں کے لیے کسی حد تک بھیانک بنا دیا ہے۔ اس کے بارے میں تم کیا جواز پیش کرو گے؟"

"ہمیں اس کی اصلیت کا پتا چل جائے گا لیکن اگر تمہارا اندازہ درست ہے تو پھر بانو کو سراج کے ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہم اس کی حفاظت پولیس سے بہتر طور پر کر سکتے تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمارے کئی افراد اس سے پہلے بھی پولیس کی تحویل میں نادیدہ قوتوں کی وجہ سے شکار ہو چکے ہیں۔" ندیم نے کسی وکیل کے انداز میں جرح کی۔ "اگر کالکا تمہارے خلاف بھوشن کا ساتھ دے رہی ہے تو وہ اپنی کالی قوت کے ذریعے بانو کو بھی موت کی نیند سلا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

ندیم کا جواز اپنے اندر وزن رکھتا تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا پھر میرے ذہن میں لیڈی مکارنس کی آواز ابھری۔

"نہیں میرے عزیز، بانو تو تمہارے لیے ایک اہم ثبوت ہو سکتی ہے۔ کالکا نے بانو کو اس وقت ہی گھیرنا چاہا تھا جب وہ تمہاری کار میں تھی لیکن میں نے تمہاری کالکا رانی کے سامنے ایسی دیوار کھڑی کر دی جس کو پار کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ بانو اس کی منحوس اور گندی قوتوں کا شکار نہ ہو سکے۔"

"کیا بانو نے جو کہانی بیان کی ہے وہ درست ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سو فیصد۔ حقیقتاً وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے کو آمادہ ہے۔ رکی اس کے گروہ کے دوسرے بدمعاش اور تمہاری کالکا دیوی بھی اس کی تلاش میں ہیں۔"

"کیا بانو کا بیان قانون کے لیے بھوشن کے خلاف کوئی

اہمیت رکھتا ہے؟"

"میں اس کا جواب ابھی نہیں دے سکتی۔"

"کیوں؟"

"ہوا کا رخ کسی وقت بھی بدل سکتا ہے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ایک ہی وقت میں تمہاری اور بانو دونوں کی حفاظت کر سکوں۔"

"مارگریٹ کا بھوشن کے ساتھ کیا تعلق ہے؟"

"مارگریٹ کے بارے میں تمہارا ..... ہی بہتر بتا سکے گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال میں یہی بتا سکتی ہوں کہ تمہارا دوست ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے۔ بڑی سوجھ بوجھ کا مالک ہے۔"

"کیا مارگریٹ سے ملنا ہمارے لیے مناسب ہو گا؟"

"اس کا مشورہ دوست ہی سے کرو۔ میں جا رہی ہوں۔"

"کیا کالکا رانی سے راز و نیاز ہو رہے تھے؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں؟" میں نے لیڈی مکارنس کی باتوں کے تحت کہا۔ "میں مارگریٹ کے بارے میں غور کر رہا تھا۔"

"یہ مارگریٹ کا خیال اچانک کیسے آ گیا؟" ندیم نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں پروفیسر ابرار سے مل کر اسے بتانا ہو گا کہ مارگریٹ اس کے کسی اہم راز یا فارمولے کو چوری کر کے بھوشن کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتی ہے۔"

"پروفیسر مارگریٹ کے بارے میں تمہاری کوئی بات نہیں مانے گا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وہ مارگریٹ سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اس لیے کہ مارگریٹ وہ پہلی خاتون ہے جس نے پروفیسر جیسے عدیم الفرصت شخص کو بحیثیت شوہر قبول کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر پروفیسر بھوشن سے ملا تھا تو یقیناً اس ملاقات کے پیچھے بھی مارگریٹ ہی کا ہاتھ ہو گا۔"

"لیکن اس کے باوجود محب وطن کی حیثیت سے ہمیں پروفیسر کو قبل از وقت حالات سے باخبر کر دینا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مارگریٹ اگر کسی طرح ہمارے جال میں پھنس جائے تو۔"

"نہیں۔" ندیم نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "فی الحال تم پروفیسر ابرار اور مارگریٹ کے قریب جانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے معنی خیز انداز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم مارگریٹ کے بارے میں پہلے ہی کوئی قدم اٹھا چکے ہو؟"

"تمہارے ذہن میں یہ خیال اچانک کس طرح آ گیا۔" ندیم چونکا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ اس وقت خاموشی کے دوران تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

"لیڈی مکارنس سے۔" میں نے قبول کر لیا۔

"اوہ۔" ندیم نے اطمینان کا سانس لیا۔ "میرا خیال تھا کہ شاید تمہاری کالکا دیوی۔"

"لیڈی مکارنس کے بارے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں۔ وہ بہت صاف گو عورت ہے۔ البتہ جو لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہیں یا اس کے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ انہیں کبھی معاف نہیں کرتی۔ مجھے جادو ٹونے اور کالی قوتوں پر کبھی کوئی اعتبار نہیں رہا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس مو قلندر نے میرے مکان کو کیلا تھا اور دعائیں دی تھیں وہ یقیناً کوئی مجذوب یا خدا کا بہت محبوب بندہ تھا۔ تمہاری کالکا کی طاغوتی قوتیں بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں لیکن لیڈی مکارنس کی بات کچھ اور ہے۔ میں نے دوسروں سے یہی سنا ہے کہ وہ بلیک میجک میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور اس کی پیشگوئیاں بھی کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔ شاید قدرت نے اسے اپنی رحمتوں سے نواز رکھا ہے۔"

"وہ مسلم نہیں ہے۔" میں نے ندیم کو یاد دلانے کی خاطر کہا۔

"اس نئی اطلاع کا شکریہ۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں ایسی بہت ساری مثالیں پیش کر سکتا ہوں کہ کٹر سے کٹر ہندو بھی اپنا دھرم نہ چھوڑنے کے باوجود خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اپنے پیسوں سے مسلمانوں کو حج اور زیارتوں کے لیے بھیجتے ہیں اور صرف ہندو ہی نہیں میں نے بڑے بڑے پارسیوں اور عیسائیوں کو بھی بزرگوں کے مزاروں پر بڑی پابندی سے حاضری دیتے دیکھا ہے۔"

"بات مارگریٹ اور پروفیسر ابرار کی ہو رہی تھی۔" میں نے اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم مارگریٹ کے بارے میں خاموش نہیں بیٹھے ہو گے۔"

"گویا تم بھی اب لیڈی مکارنس کی پیشگوئیوں پر یقین کرنے لگے ہو۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "فطرت کو ہم کچھ دیر بعد مارگریٹ سے بھی مل لیں گے، شاید بھوشن سے اپنے تعلقات کی نوعیت وہ خود ہی اگل دے۔"

"کیا مطلب۔ کیا تم مارگریٹ کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھا چکے ہو؟"

"ہاں۔ لیڈی مکارنس نے تم سے غلط نہیں کہا تھا۔" وہ میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "مارگریٹ کچھ دیر بعد ہی ہمارے مہمان خانے میں پہنچنے والی ہے۔"

"خوب۔"

"ہاں لیکن اس مقصد کے لیے نہیں جو عام طور پر لیے

جاتے ہیں۔"

ٹھیک اسی وقت راجو کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا پھر ندیم سے بولا۔ "قندھاری انار کی پیٹی آگئی ہے۔ میں نے اسے محفوظ جگہ پہنچا دیا ہے۔"

"گڈ۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ مجھے ساتھ لے کر اسی زمین دوز تہ خانے میں آگیا جہاں اس سے پیشتر بھی کئی بار میں اپنے مخالفین سے مل چکا تھا۔ راجو نے جس قندھاری انار کا ذکر کیا تھا وہ مارگریٹ کے سوا کوئی اور نہیں تھی جو اس وقت ایک کرسی پر بڑی خوبصورتی سے رسیوں کی قید و بند سے آزاد کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے تھے، پاؤں بھی رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور منہ پر سفید رنگ کا ایک ٹیپ اس طرح چپکا ہوا تھا جس نے اس کے دونوں ہونٹوں کو جوڑ رکھا تھا۔

وہ یقیناً خوب صورت اور حسین کہلانے کی مستحق تھی۔ اس وقت خون کی گردش نے اسے کچھ زیادہ ہی دہکا دیا تھا۔ مغربی لباس بھی آزادی کی جدوجہد میں مکمل طور پر اس کی ستر پوشی کرنے سے قاصر تھا۔ اس کے سنہرے بال بکھرے بکھرے تھے اور آنکھوں سے شدید غصے کی علامت ظاہر ہو رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چونکی پھر اس کی خون کی گردش اور تیز ہوگئی۔ ندیم نے اس کے ہونٹوں کو ٹیپ سے آزاد کیا تو وہ کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح ابل پڑی۔ "یو ڈرٹی سوائن۔ تمہیں میرے اغوا کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" وہ شستہ اور صاف اردو بول رہی تھی۔ "ہمارا سفارت خانہ میری گمشدگی پر خاموش نہیں رہے گا۔ پروفیسر ابرار کو جیسے ہی میری غیرحاضری کا علم ہوا تمہاری حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آجائے گی، تمہارے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے، مجھے شرافت کے ساتھ آزاد کردو۔ آئی پرامس میں تم دونوں کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔"

"خوب صورت اور حسین چہرے مجھے دیوانہ کردیتے ہیں بائی سویٹ ہنی۔" ندیم نے بڑے جذباتی انداز میں اس کے بکھرے ہوئے گداز جسم کو سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا۔ "اور دیوانگی جب حد سے گزر جائے تو پھر انسان اندھا ہوجاتا ہے۔ اسے نفع اور نقصان کی فکر نہیں ہوتی۔ ہوس کی آگ بڑی خطرناک ہوتی ہے، پیاس بجھے بغیر سرد نہیں پڑتی۔"

"شٹ اپ۔ یو ڈرٹی ڈاگ۔" اس نے ایک بار پھر مچلتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے میرے جسم کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام خراب ہی ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے کہ میرے انجام سے پہلے تمہاری فگر (FIGURE) ہی خراب ہوجائے۔" ندیم نے اس بار قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے مجھے ڈرٹی ڈاگ کہا لیکن میں نے برا نہیں مانا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری جیسی خوب صورت خواتین کتوں کے معاملے میں بھی خاصی تجربہ کار ہوتی ہیں۔ ویسے بائی دی وے۔ تم بھوشن کو کس نام سے پکارتی ہو؟"

"آئی سی۔" مارگریٹ نے جھلا کر کہا پھر حقارت سے بولی۔ "میں مغرب کی پیداوار ہوں جہاں عورت غلام نہیں ہوتی آزاد ہوتی ہے۔ اس کے پرائیویٹ معاملات میں اس کا ہسبنڈ بھی کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔"

"میں تمہارا ہسبنڈ ہوتا تو میں بھی تمہاری نجی زندگی کو کریدنے کی کوشش کبھی نہ کرتا لیکن ہمارے ملک میں کوئی بھی دل جلا عاشق اپنے کسی رقیب کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ تم اب بھوشن کا خیال دل سے نکال دو۔ صرف میری بن کر رہوگی تو زیادہ فائدے میں رہوگی۔"

"تم شاید نشے میں ہو، ورنہ مارگریٹ سے اس قسم کی گفتگو کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتے۔"

"پہلے نشے میں نہیں تھا لیکن تمہیں اتنا قریب دیکھ کر میرے قدم بھی لڑکھڑانے لگے ہیں۔"

"کیا چاہتے ہو؟" وہ کچھ توقف سے بولی۔ شاید بچویشن کو محسوس کرلینے کے بعد اس نے سیاسی انداز میں سوچنا شروع کردیا تھا۔

"بھوشن سے تمہارے تعلقات کس قسم کے ہیں؟" ندیم نے ایک سگریٹ جلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہی جو کسی آزاد خیال عورت کے اپنی پسند کے کسی مرد سے ہوسکتے ہیں۔" اس نے بے باکی سے جواب دیا۔

"میرے پاس ایسے بے شمار مرد موجود ہیں جو تمہیں بھوشن سے بھی اچھے لگ سکتے ہیں۔" ندیم کا لہجہ اچانک سفاک ہوگیا۔ "کیا تم ان سے ملنا پسند کروگی؟"

"مجھے اغوا کرانے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"یہی کہ تم میرے سامنے کھل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ تمہاری صورت و شکل بانو سے بھی زیادہ عبرتناک ہوسکتی ہے۔"

"بجی۔" وہ ہونٹ چبانے لگی۔ "اسی نے تم لوگوں سے میرے بارے میں بکواس کی ہوگی حالانکہ میں نے اسے بھوشن کے سلاٹر ہاؤس سے نجات دلائی تھی۔"

"تمہیں شاید یہ سن کر خوشی ہوگی کہ وہ ایک حادثے کا شکار ہوچکی ہے۔" ندیم نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہیں اب اس کی طرف سے زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ زندہ ہوتی جب بھی مجھے اس کی پروا نہ ہوتی۔"

"میں نے تمہارے اور بھوشن کے تعلقات کے سلسلے میں دریافت کیا تھا لیکن وہ نہیں جو تم نے بڑی بے باکی سے قبول

کیے ہیں۔"

"اس کے علاوہ تم اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"پروفیسر ابرار بھوشن سے کیوں ملا تھا؟"

"بھوشن نے پروفیسر کو ایک خاصی بڑی رقم اس کی لیب کے لیے ڈونیٹ کی تھی۔" مارگریٹ نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔ "پروفیسر صرف اس کا شکریہ ادا کرنے گیا تھا۔"

"کیا پروفیسر کو تمہارے اور بھوشن کے نجی تعلقات کا علم نہیں ہے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پروفیسر نے مجھے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے۔"

"میرا خیال ہے تم آسانی سے زبان نہیں کھولوگی۔" ندیم اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "دس بارہ روز تک اسی حالت میں بغیر بریک فاسٹ، لنچ یا ڈنر کے یہاں پڑی رہوگی تو شاید تمہاری زبان قینچی کی طرح فرفر چلنے لگے گی۔ اس عرصے میں میرے آدمی تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے میں اس کے بارے میں کسی سے کوئی بازپرس نہیں کروں گا۔" ندیم کا لہجہ سپاٹ تھا پھر وہ مجھے دیکھتا ہوا بولا۔ "آؤ واپس چلتے ہیں، دوبارہ ہماری آمد اسی وقت ہوگی جب میڈم مارگریٹ خود ہمیں آنے کی دعوت دیں گی۔"

"ٹھہرو۔" مارگریٹ کے چہرے پر پہلی بار تشویش کے آثار نمایاں ہوئے۔ "تم مجھے درندگی کا نشانہ نہیں بنا سکتے۔"

"چھوٹے موٹے کام میرے ملازم ہی انجام دیتے ہیں۔" ندیم نے بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ اوپر سے بظاہر جتنے اجلے اور صاف نظر آتے ہو اندر سے اتنے گندے اور غلیظ ہوتے ہو۔"

"سوچ لو۔ کبھی نہ کبھی تو تم مجھے آزاد کروگے اس کے بعد تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہیں آزاد کریں یہ بھی ممکن ہے موت تمہیں زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد کردے۔"

"تم بھوشن کو نہیں جانتے۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اگر اسے اس بات کی بھنک بھی مل گئی کہ میں تم سے ملی تھی تو شاید وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا حشر بانو سے بھی بدتر ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ بانو مرچکی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم میرا قیمتی وقت ضائع کررہی ہو۔" ندیم دوبارہ جانے کے لیے پلٹا تو مارگریٹ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"نہیں۔ فار گاڈ سیک مجھے پریشان مت کرو، میرے ہاتھ پیر کھول دو میں سخت کرب میں مبتلا ہوں۔"

"پروفیسر بھوشن سے کیوں ملا تھا؟" ندیم نے فیصلہ کن لہجے میں اپنا سوال دہرایا۔

"وہ۔ وہ میرے کہنے پر بھوشن کے پاس گیا تھا ورنہ اس کے پاس اتنی فرصت کہاں ہے کہ۔"

"ملاقات کی وجہ کیا تھی؟" ندیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بھوشن کا دیا ہوا ڈونیشن؟"

"میں بتاتا ہوں تمہیں۔" ندیم نے سفاک انداز اختیار کیا۔ "تم بھوشن کے ساتھ مل کر پروفیسر کا ایک اہم فارمولا چوری کرنے کے خواب دیکھ رہی ہو۔"

بانو کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ فارمولے کی چوری کا تذکرہ سن کر مارگریٹ کی آنکھوں میں خوف کے سائے منڈلانے لگے۔ اس کے چہرے کی رنگت خوف سے زرد ہوگئی۔ چند لمحے وہ گم صم رہی پھر نحیف اور کمزور آواز میں بولی۔

"تمہیں فارمولے والی بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

"بھوشن نے اس فارمولے کے عوض تمہارے ساتھ کیا معاہدہ کیا تھا؟" ندیم نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ون ملین ڈالر ایڈوانس، اتنی ہی رقم اس نے کامیابی کے بعد دینے کا وعدہ کیا ہے۔" مارگریٹ نے تھکی تھکی آواز میں جواب دیا۔

"اگر میں تمہیں اس سے بھی لمبی رقم کی آفر دوں تو کیا تم مجھے اپنا تحریری بیان دے سکوگی؟"

"نہیں۔ میں مرنے کو تیار ہوں لیکن کوئی تحریری بیان نہیں دوں گی۔"

"بھوشن وہ فارمولا کس ملک کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کیا پروفیسر نے تمہیں اپنی لیبارٹری میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی ہے؟"

"نہیں۔ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔" مارگریٹ نے جواب دیا۔ "اس کا سیکورٹی کا خودکار نظام اتنا پاور فل ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص وہاں داخل ہونے کی کوشش کرے تو زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"کوئی پاس ورڈ، جس کی فیڈنگ کیے بغیر وہ نظام کام نہیں کرتا؟" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں لیکن پروفیسر اپنی موت گوارا کرلے گا لیکن وہ پاس ورڈ کسی اور کو نہیں بتائے گا۔"

"اس کے لیے بلیک جیک کے ذریعے بھی پروفیسر کی زبان

لڑائی جا سکتی ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا بھوشن نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی؟"

"کی تھی لیکن اس کا کہنا ہے کہ پاس ورڈ کی فیڈنگ کے وقت پروفیسر کا داخلی دروازے پر ہونا لازم ہے۔ اس کی شکل جب تک بیگ آئی کے سامنے نہیں ہوگی پاس ورڈ بھی کام نہیں کرے گا۔"

میں بڑی سنجیدگی سے مارگریٹ کے بیان پر غور کرنے لگا۔ کالا کی طاغوتی قوت پروفیسر کے جسم پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی زبان سے جو چاہے کہلوا سکتی تھی۔ میرے ساتھ بھی کئی موقعوں پر ایسا ہو چکا تھا۔ بھوشن کا معافی مانگنے میرے آفس آنا اور کالا کی کالی قوت کا اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنا مارگریٹ کے بیان کی نفی کر رہے تھے چنانچہ میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"اگر تمہارا بیان غلط نہیں ہے تو تم پروفیسر کو اس فارمولے کی چوری کی خاطر کس طرح آمادہ کر سکتی تھیں؟"

"مجھے یقین تھا کہ تم یہ سوال ضرور کرو گے۔" مارگریٹ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔ "بلیک میجک انسان کی ذہنی قوت کو واش کر سکتا ہے، یہ عمل پروفیسر پر بھی کیا جا سکتا تھا لیکن اس نے داخلی دروازے کے لیے جو انتظامات کیے ہیں وہ حیرت انگیز طور پر ناقابل یقین ہیں۔ پروفیسر نے ایک ایسی ڈیوائس تیار کر رکھی ہے جو پروفیسر کی ذہنی کیفیت کو بھی ریڈ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لیے۔"

"ون منٹ۔" ندیم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بھوشن اس ڈیوائس کا تجربہ کر چکا ہے؟"

"ہاں۔" مارگریٹ مردہ آواز میں بولی۔ "اس نے یہی بتایا تھا پروفیسر کی اپنی مرضی کے بغیر کوئی وہاں نہیں جا سکتا۔"

"پھر تم اسے کس طرح آمادہ کر سکتی تھیں؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"پروفیسر جب بھی میرے قریب آتا ہے وہ ٹوٹ کر مجھ سے محبت کا کھیل کھیلتا ہے۔ اس حالت میں وہ میری کسی بات کو رد نہیں کرتا۔" مارگریٹ نے رک رک کر جواب دیا۔ "میں نے ایک بار کسی اور مقصد کے لیے اس کا تجربہ کیا تھا۔ پروفیسر اس معاملے میں کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی سننے کا عادی نہیں تھا لیکن میں نے اسے آمادہ کر لیا۔ یہی بات نہ جانے کس طرح بھوشن کو معلوم ہو گئی۔ اس کے بعد ہی اس نے مجھ سے مراسم بڑھائے تھے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ پروفیسر تمہیں اپنے ہمراہ لیب میں لے جانے کے لیے تیار ہو جائے گا؟"

"ہاں۔ کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن میں کامیاب ہو جاؤں گی۔"

"جسمانی نمائش سے تسخیر کرو گی؟" ندیم نے حقارت سے پوچھا۔

"تم بھول رہے ہو کہ میرا تعلق تمہارے بیک ورڈ ملک سے نہیں ہے جہاں عورت چاہنے کے باوجود کھل کر محبت یا اپنی خواہش کا اظہار نہیں کر سکتی۔ وہ کسی سے ملتی بھی ہے تو چوری چوری لیکن ہم آزاد قوم کے آزاد اور کشادہ قلب انسان ہیں جو زندگی کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کرتے ہیں۔" وہ ندیم کو گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تم یقین کرو گے کہ پروفیسر سے شادی سے پہلے میں ڈیٹنگ کرتی تھی۔ میری بھی زندگی میں کئی نوجوانوں سے میرے تعلقات کا علم میرے والدین کو بھی تھا لیکن انھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی۔ ایک بار میرے باپ نے میری ماں کو بھی اپنے کسی پسندیدہ شخص کے ساتھ دیکھ لیا تھا لیکن اسے بھی باز پرس کی ہمت نہیں ہوئی۔ میرے پاس بھی کچھ ایسے طریقے ہیں جو پروفیسر کو جذباتی طور پر کسی بات کے لیے بھی آمادہ کر سکتے ہیں۔"

"کیا پروفیسر کو بھی تمہارے اور بھوشن کے تعلقات کا علم ہے؟"

"شاید۔"

"تم نے پروفیسر پر جو تجربہ کیا تھا کیا وہ بھوشن اور اس کی ملاقات کا تھا؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ بھوشن نے تمہیں ون ملین ڈالر ایڈوانس دیے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"وہ رقم اب کہاں ہے؟"

"ان باتوں سے تمہارا کیا مقصد ہے؟" مارگریٹ پھر الجھ گئی۔

"میں تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" ندیم نے اسے مخاطب کیا۔

"وہ کیا؟"

"وہ فارمولا کس نوعیت کا ہے جسے بھوشن اپنے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتا ہے؟"

"تم مجھے آزاد کر دو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"اب تمہاری آزادی کی خواہش بھی شاید تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچا سکے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری گمشدگی کی اطلاع بھوشن کو مل چکی ہو گی۔ ایسی صورت میں اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی تمہیں پہلی فرصت میں قتل کرا دیتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم اپنے زاویے سے صحیح سوچ رہے ہو

لیکن بھوشن مجھے مارنے کے بعد خسارے میں ہی رہے گا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ وہ جانتا ہے کہ پروفیسر کی کمزوریوں سے میرے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔"

"آزادی کی صورت میں کیا تم اپنی زبان ہمارے سلسلے میں بند رکھنے اور ہم سے تعاون کرنے کا وعدہ کرتی ہو؟"

"میں کوشش کروں گی۔ یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" مارگریٹ نے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "بھوشن کی پشت پر کوئی ایسی نادیدہ طاقت بھی ہے جو دوسروں کے ذہنوں پر کنٹرول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اگر بھوشن نے اس طاقت کو میرے لیے استعمال کیا تو وہ لاشعوری طور پر میرے دل کا حال معلوم کر لے گا مگر اس کے باوجود وہ اس وقت تک مجھے قتل کرانے یا اور کوئی نقصان پہنچانے کی حماقت نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ ٹھیک ہو لیکن تمہارے مرنے کے بعد ون ملین ڈالر کی رقم کا کیا بنے گا؟"

"میں نے ابھی اس کے بارے میں غور نہیں کیا۔"

"غور کر لو۔ ہمیں بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" مارگریٹ نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھے آزاد نہیں کرو گے؟"

"میری بات مان لو میڈم۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ تم نے فرار ہونے کی کوشش نہ کی۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "اس عرصے میں ہم یہ بھی معلوم کر لیں گے کہ بھوشن کی صحت پر تمہاری گمشدگی کا کیا اثر پڑا ہے۔"

"کیا تمہاری یہ پناہ گاہ بلیک میجک کے راستے میں کوئی دیوار کھڑی کر سکتی ہے؟"

"ہاں۔ تم جب تک یہاں رہو گی محفوظ رہو گی۔"

"مجھے منظور ہے لیکن اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ مجھے رسیوں کی قید سے آزاد کر دیں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

جواب میں ندیم نے راجو کو طلب کیا جس نے ندیم کے کہنے پر مارگریٹ کے ہاتھ پیر کھول دیے۔ مارگریٹ نے سکون کا طویل سانس لیا لیکن اس کی نظریں رہ رہ کر اس تنومند شخص کی جانب اٹھ رہی تھیں جو راجو کے ساتھ ہی آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جدید رائفل تھی جس میں میگزین فٹ تھا۔ اس نے خاموشی سے داخلی دروازے پر اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی۔ اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا لیکن نقاب سے جھانکتی ہوئی آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔

"تمہارا کوئی آدمی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔" مارگریٹ نے اپنی کلائی سہلاتے ہوئے کہا جس پر رسیوں کی بندش سے ایک سرخی مائل دائرہ بن گیا تھا۔

"ہمارے آدمی اس وقت تک غیر مہذب نہیں ہوتے جب تک انھیں اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔"

"کیا یہ شخص اسی طرح یہاں ہر وقت تعینات رہے گا؟" مارگریٹ نے نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو اگر تم پرائیویسی چاہتی ہو تو وہ بھی میسر آجائے گی لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ ہماری خفیہ آنکھیں تمہاری ایک ایک نقل و حرکت کا خیال رکھیں گی۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "باتھ روم کے اندر ایک کال سوئچ موجود ہے۔ تم جب کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو اس سوئچ کو دبا دینا۔ میرے آدمی تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔"

"کیا تم میرا ایک کام کر سکو گے؟"

"اس کا جواب میں کام کی نوعیت معلوم ہونے کے بعد ہی دے سکتا ہوں۔"

"کسی طرح پروفیسر کو یہ اطلاع دے دو کہ میں کسی خاص مقصد کی خاطر جان بوجھ کر روپوش ہوئی ہوں۔ دوسری صورت میں وہ طوفان کھڑا کر دے گا۔"

"ڈونٹ وری۔ ہم ذاتی طور پر بھی پروفیسر سے ملاقات کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن اس کے سامنے کسی فارمولے یا ایسی کسی بات کا ذکر نہ کرنا جو اس کے دل میں میرے خلاف نفرت بھر دے۔"

"ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔" مارگریٹ نے مجھ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ندیم کو مخاطب کیا۔ "کیا تم اس کالی طاقت سے محفوظ رہ سکو گے جو بھوشن کا ساتھ دے رہی ہے؟"

"سو فیصد۔" ندیم مسکرایا۔ "ہم دنیا کی تمام نادیدہ قوتوں اور ناقابل یقین شعبدے کرنے والوں کو ہر ماہ بڑی پابندی سے بھتہ ادا کرتے ہیں۔ ان سے ہمارا ایگریمنٹ ہے کہ وہ بھتے کی ادائیگی کی صورت میں ہمارے خلاف کسی کا ساتھ نہیں دیں گے۔"

"تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا۔ "ہم جو کام کرتے ہیں وہ سنجیدگی سے کرتے ہیں۔ مذاق کرنا ہماری سرشت میں داخل نہیں ہے۔"

"کیا تمہارے آدمی تمہاری غیر موجودگی میں مجھے پریشان تو نہیں کریں گے؟"

"اس کا دارومدار بھی تمہاری مرضی پر منحصر ہے مگر میرے کسی آدمی کو اپنی کسی سازش کے تحت شیشے میں اتارنے کی کوشش بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ ہمارے درمیان شرافت اور تہذیب کا سارا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔"

پھر ندیم میرے ساتھ تیزی سے اوپر اپنے آفس میں آگیا۔ راجو بھی ہمارے ساتھ تھا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں فوری طور پر پروفیسر سے ملاقات کرنی چاہیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن ہم پروفیسر سے دو روز بعد ملیں گے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مارگریٹ کی پراسرار گمشدگی کی اطلاع اخبارات کے ذریعہ جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل جائے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ بھوشن اور پروفیسر کا اس خبر پڑھنے کے بعد کیا رد عمل ہوگا۔ ہو سکتا ہے تمہاری کالکا دیوی بھی کوئی اپنا چمتکار دکھانے کی کوشش کریں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے باس۔" راجو نے پوچھا۔

"اپنے آدمیوں کو ہر طرف پھیلا دو، مجھے رکی زندہ حالت میں درکار ہوگا۔ اس بات کا خیال رکھنا۔"

"او کے باس۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا پھر خاموشی سے آفس سے باہر چلا گیا۔ میں ندیم کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوگیا پھر گھر کے لیے ہماری واپسی بھی ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ راستے میں ندیم نے کسی مصلحت کی بنا پر مارگریٹ کے اغواء کی تشہیر کا ارادہ بھی ترک کر دیا تھا۔

☆

دوسری صبح میرے لیے خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی، سب سے پہلے سراج نے مجھے فون کر کے بانو کی پراسرار موت کی اطلاع دی، اس کے بیان کے مطابق سراج نے اسے تھانے کے بجائے ایک محفوظ مقام پر رکھا تھا۔ رات تک وہ زندہ تھی لیکن صبح بند کمرے سے اس کی لاش برآمد ہوئی جو پوری طرح نیلی پڑ چکی تھی۔ اس کے جسم پر تشدد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ پہلے سراج نے یہی خیال کیا تھا کہ شاید بانو نے خودکشی کی ہوگی لیکن بعد میں میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کی موت کسی سانپ کے ڈسنے سے واقع ہوئی تھی جس کا زہر بانو کے پورے جسم میں پھیل گیا تھا۔ موت کے بعد بھی اس کی آنکھیں اس طرح پوری طرح کھلی تھیں جیسے وہ کسی خاص شے کو خوفناک نگاہوں سے گھور رہی ہو۔ سراج پولیس کے محکمے کا ایک دیانتدار آفیسر تھا لیکن بانو کے سلسلے میں اس نے بڑی رازداری سے کام لیا۔ اس کی لاش کو گھر کے بجائے ایک پبلک پارک سے برآمد کرنا ظاہر کیا گیا تھا۔ پبلک پارک کی رعایت سے سانپ کے کاٹنے کا جواز بھی بن گیا تھا۔ دوسری شکل میں سراج کو گھنٹے کے دینے پڑ جاتے۔

میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا۔ اسے بھوشن کے ذریعے اس بات کا یقینی علم ہو گیا تھا کہ مارگریٹ کو ہم نے اغواء کیا تھا۔ مارگریٹ کی تلاش میں ناکامی کے بعد ہی اس نے بانو کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی ہوگی۔ میں نے ندیم کو اس کی اطلاع دی تو وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میں نے پہلے ہی اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ بانو چونکہ ایک اہم گواہ ثابت ہو سکتی تھی اس لیے تمہاری کالکا دیوی پہلی فرصت میں اسے اپنے انتقامی جذبے کا شکار کرے گی۔"

"اب تمہارے ذہن میں کیا پروگرام ہے؟"

"فی الحال میں تمہارے سراج صاحب کی داد دوں گا جنہوں نے بانو کی لاش کی برآمدگی پبلک پارک سے دکھائی ہے۔"

"فرق کیا پڑتا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کالکا خود سراج کی زبانی اس دروغ گوئی کا اظہار کرا سکتی ہے۔"

"لیکن اس نے آج تک سراج کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ سراج کی شخصیت سے چوہے بلی والا کھیل کھیل رہی ہے۔"

"مارگریٹ۔" میں نے زہر آلود لہجے میں کہا۔ "ہماری قید سے آزاد ہونے کے بعد اس کا انجام بھی بانو سے مختلف نہیں ہوگا۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کسی طرح مارگریٹ سے اس کا بیان حاصل کر لیں اور بانو کے جواب میں مارگریٹ کی لاش کا تحفہ بھوشن کو روانہ کر دیں۔"

"پریشان مت ہو۔ سورج ڈھلنے سے قبل بانو کی موت کا جواب تمہاری کالکا دیوی کو پہنچ جائے گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب تم اس کہانی کے ہیرو بنتے جا رہے ہو جس کا آغاز روپ نگر میں شنکر کی منحوس شخصیت کے سامنے آنے کے بعد شروع ہوا تھا۔"

"میں اب تمہیں اقدام سے روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔" ندیم نے خشک لہجے میں جواب دیا جس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے میری بات ناگوار گزری تھی۔ میں نے اس وقت مفاہمت کی کوئی بات نہیں کی۔ بانو کی موت کی اطلاع نے میرے ذہن میں تلاطم پیدا کر دیا تھا۔ ندیم کی ٹھنڈی پالیسی ممکن ہے دوراندیشی کا تقاضا ہو لیکن میں حالات کے گراف سے متفق نہیں تھا۔ میں نے ندیم سے رابطہ ختم کر کے براہ راست بھوشن کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں سوچا۔ کالکا جس انداز میں اس کی طرفداری کر رہی تھی وہ میرے لیے اب ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ بھوشن کو آسانی سے میرا شکار نہیں بننے دے گی۔ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں وہ یا اس کی طاغوتی قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی

تھیں لیکن بھوشن کو تحفظ ضرور فراہم کر سکتی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر ماہ رخ سے رابطہ قائم کیا۔ میری آواز سن کر وہ پھر کسی بھرے ہوئے پیمانے کی طرح چھلکنے لگی۔

"میں اس وقت سنجیدگی سے کچھ باتیں کرنا پسند کروں گا۔" میں نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم حکم دو۔ تمہارے خاطر تمہاری ماہ رخ اتنی ہی سنجیدگی سے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکتی ہے۔"

"مجھے رکی کے سلسلے میں تمہاری مدد درکار ہے۔ کیا تم اسے اپنے آدمیوں کے ذریعے زندہ گرفتار کر کے میرے حوالے کر سکتی ہو؟"

"اب وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے تم نے رکی کے سلسلے میں دیر کر دی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"میں تمہارے کہے بغیر رکی کا تحفہ تمہاری خدمت میں پیش کرنا چاہتی تھی۔ اس کام پر میں نے اپنے بہترین جاں نثاروں اور خدمت گاروں کو لگا دیا تھا لیکن شاید رکی کو اس کی خبر ہو گئی۔ وہ اپنے اندیشے کے پیش نظر انڈر گراؤنڈ ہو گیا۔ بہرحال میرے آدمی اب بھی اس کی تلاش میں ہیں۔"

"میرا خیال ہے کسی نے اسے جان بوجھ کر انڈر گراؤنڈ چلے جانے کا مشورہ دیا ہوگا۔"

"وہ کون ہے؟"

"کوئی ایسی خوب صورت اور حسین عورت جس کے رکی کے ساتھ تعلقات رہ چکے ہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "کیا تمہیں اس بات کا کوئی تجربہ نہیں ہے کہ رکی حسین تتلیوں پر کسی بھونرے کی طرح منڈلانے کا عادی تھا۔"

"میں تمہارا اشارہ سمجھ رہی ہوں مائی ڈیئر شہباز۔" وہ بے باکی سے بولی۔ "میں اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ کسی زمانے میں میرے اور رکی کے تعلقات بھی رہ چکے ہیں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں سے نہ جانے کتنے شوقین دل بہلاتے ہیں لیکن سمندر اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور وہ افراد جو ماہر تیراک ہونے کے زعم میں ہوتے ہیں سمندر کی سرکش موجوں سے زور آزمائی کرتے ہیں ان کی لاش بھی تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہوتی۔ میں بھی ایک ایسی ہی سرکش موج ہوں جو پیراکوں کو ایک حد سے تجاوز کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتی۔ جو زور آزمائی کی حماقت کرتے ہیں وہ اپنی موت ہی کو دعوت دیتے ہیں۔"

"سوری۔" میں حقارت سے بولا۔ "شاید مجھے رکی کے سلسلے میں تمہیں زحمت نہیں دینی چاہیے تھی۔"

"تم غلط سوچ رہے ہو۔" اس نے بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ "رکی تم سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتا۔"

"کبھی ایسی ہی کوئی بات تم نے رکی سے بھی کہی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "میں گزری ہوئی باتوں کو یاد کر کے اپنا ذہن ڈسٹرب نہیں کرتی۔ ویسے اگر تمہیں میرے اور رکی کے بارے میں علم ہو گیا ہے تو یہ ضرور جانتے ہو گے کہ سلیمان شاہ نے اپنی ضرورت کے تحت مجھے کس حالت میں قبول کیا تھا۔"

"لیکن میں سلیمان شاہ نہیں بن سکتا شاید اس لیے کہ نہ تو میں کوئی سیاست داں ہوں جو اپنی دکان چلانے کی خاطر اپنی ذاتی سطح سے گر جاتے ہیں، نہ ہی مجھے استعمال شدہ کھلونوں سے کھیلنے کا کوئی شوق ہے۔"

"شہباز خان۔ یہ تم نہیں بلکہ ماہ رخ کی دی ہوئی رعایت بول رہی ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری جگہ کوئی اور مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن تمہاری بات اور ہے۔ تم اگر مجھے گندی سے گندی گالی بھی دو گے تو میں ہنس کر برداشت کر لوں گی۔ اس لیے کہ تم وہ پہلے شخص ہو جس کو میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔"

"کیا تم سلیمان شاہ کو چھوڑ کر مجھ سے شادی کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہو؟" میں نے زہرخند سے اس کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا۔

"نہیں، میں تمہاری شخصیت کو داغدار نہیں کروں گی لیکن تمہیں بھول جانا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"اس نوازش کا شکریہ۔" میں نے بے زاری کا اظہار کیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ کچھ دیر بعد دوائی کے اسسٹنٹ نے جسے میں نے عارضی طور پر سکریٹری مقرر کیا تھا۔ مجھے انٹر کام پر اطلاع دی کہ کامنی دت مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔

"کامنی دت۔" میں حیرت سے اچھل پڑا مجھے اپنی قوت سماعت پر شبہ ہو رہا تھا لیکن مجھے جو اطلاع دی گئی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ اس لیے کہ دو منٹ بعد ہی کامنی دت میرے آفس میں میرے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کی آمد میرے لیے کسی پریشانی کا پیش خیمہ بھی بن سکتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کسی سازش ہی کے تحت میرے پاس بھیجا گیا ہوگا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کاروباری انداز میں دریافت کیا۔

"میں تمہیں ایک مشورہ دینے آئی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم اپنے ذہن سے میرے باس کا خیال نکال دو۔"

"شاید اس وقت بھی تمہارا ذہن کسی اور کے قبضے میں

ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"بہت ہو چکا کاکا رانی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "اب تم کسی روپ میں بھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔"

"جانتے ہو تم اس سے کس سے مخاطب ہو؟" کامنی دت نے اپنی ہی آواز میں جواب دیا۔ "بھوشن کی سکریٹری کا تمہارے پاس آنا بھی تمہارے لیے کسی بڑے انعام سے کم نہیں ہے۔"

"اب کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"مجھے باس نے آخری بار تمہیں سمجھانے کی خاطر بھیجا ہے۔ بہتر ہے کہ فائدہ اٹھاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ تمہاری موت بانو سے زیادہ عبرتناک ثابت ہوگی۔"

"تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہارے دو ٹکے باس نے تمہیں کس مقصد کے لیے میرے پاس بھیجا ہے۔"

"میڈم مارگریٹ۔" اس نے مجھے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "امید ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کس مارگریٹ کی باتیں کر رہی ہو۔"

"وہی جسے تم نے یا تمہارے حواریوں نے اغوا کیا ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے قطعی تازہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں کسی مارگریٹ سے واقف نہیں ہوں۔"

"اگر میں تمہارے آفس میں خودکشی کر لوں تو جانتے ہو کیا ہوگا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "تم میرے قتل کے جرم میں گرفتار ہو گے پھر پھانسی کا پھندہ تمہاری آتما اور شریر کے بندھن کو سدا کے لیے ختم کر دے گا۔"

"میں تمہارا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ تم میری باہوں میں بس ایک لمحے کو سمٹ جاؤ۔"

جواب میں کامنی دت نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپک رہے تھے پھر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ "ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری سمت سے ندیم کی آواز ابھری۔ "میں نے بانو کے جواب میں کامنی دت کی لاش کا تحفہ بھوشن کی خدمت میں پہنچا دیا ہے۔" "وٹ از آل" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی ندیم نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ شاید وہ مجھ سے ابھی تک خفا تھا لیکن اس وقت اس کی خفگی کے مقابلے میں کامنی دت میرے لیے زیادہ اہم تھی۔ کامنی دت میرے سامنے موجود تھی اور ندیم نے کہا تھا کہ اس نے کامنی دت کی لاش کا تحفہ بھوشن کو روانہ کر دیا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو مسٹر شہباز۔" میرے سامنے بیٹھی ہوئی کامنی دت نے کہا۔ "تم مارگریٹ کے سلسلے میں میرا کہا مان لو۔ اس کے جواب میں، میں تمہیں باس کے بارے میں ایسی انفارمیشن دے سکتی ہوں جو تمہارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوں گی۔"

"ایک انفارمیشن میں بھی تمہیں دینا چاہتا ہوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کامنی دت کی لاش کا حسین تحفہ بھوشن کو موصول ہو چکا ہے۔"

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔" وہ حیرت سے بولی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور شکست کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

"اب اس ناٹک کو ختم کرو کاکا رانی۔ تم اگر کسی اور روپ میں آتیں تو شاید میں دھوکا کھا جاتا لیکن کامنی کا روپ دھار کر تم نے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی۔" وہ تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئی پھر خلاء میں گھورتے ہوئے بولی۔ "تمہارا حشر مجھے بھی جل دے گیا۔ مجھے یہاں آنے سے پہلے ہی اس کامنی دت کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے تھا جو بھوشن کے دفتر میں بیٹھی سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔ ایک وقت میں تین تین کامنی دت کہاں سے پیدا ہو گئیں؟"

"اس کا جواب تمہیں جلد مل جائے گا۔" وہ جانے کے لیے مڑی تو میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا اب بھی تمہیں اپنی شکتی پر گھمنڈ باقی ہے۔ کاکا رانی۔"

"ہاں۔" اس نے پلٹ کر جواب دیا۔ "میری مہان شکتی اپرم پار ہے پرنتو اس سے مجھ سے ایک چوک ہو گئی۔ شاید مجھے کامنی دت کے روپ میں نہیں آنا چاہیے تھا لیکن چنتا مت کرو۔ تمہارے حشر کا یہ قرض میرے اوپر باقی رہے گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا وہ نظروں سے کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گئی۔ کچھ دیر بعد سراج نے بھی ندیم کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کر دی۔ کامنی دت کو اس کے کمرے میں ہی مردہ پایا گیا تھا۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات ابھرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میں ایک اہم نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کاکا نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ کامنی دت کے سلسلے میں ندیم سے معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ اس نے مجھے اس بات کی بھی اجازت دی تھی کہ میں کامنی دت سے تعلقات پیدا کر سکتا ہوں۔ یہ ایک ایسی پیشکش تھی جو کاکا مجھے نہیں دے سکتی تھی پھر میرے ذہن میں وہ لڑکی ابھر آئی جسے میں نے ندیم کے کمرے میں دوبارہ دیکھا تھا۔ ندیم نے کامنی دت کے بارے میں مجھے ٹالنے کی کوشش کی تھی جس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ ندیم نے اصل کامنی دت کا اغوا کرا لیا اور اس کی جگہ دوسری خاتون کو کامنی دت کے میک اپ میں بھوشن کی سکریٹری بنا کر بھیج دیا اور اب بانو کے جواب میں اس نے اصلی کامنی دت کو ٹھکانے لگا دیا اور جو لڑکی اس کا کردار ادا کر رہی تھی وہ بھی کاکا کی کسی بھول چوک کی وجہ سے اس کے عتاب سے نکل گئی تھی۔ کاکا کے جملے میرے مفروضوں کو تقویت دینے کے لیے بہت کافی تھے۔ "لیکن ندیم نے اس راز کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کیوں کی۔" یہ سوال صدائے بازگشت بن کر میرے دماغ میں گونج رہا تھا۔ میں نے جھلائے ہوئے انداز میں فون اٹھا کر ندیم سے رابطہ قائم کیا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" ندیم نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان مصلحتوں کی دیوار آڑے آ گئی ہے۔" میں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔

"تم نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" ندیم بولا۔ "جس کامنی دت سے تم بھوشن کے دفتر میں ملے تھے۔ وہ اصلی کامنی دت نہیں تھی۔ جس لڑکی کو تم نے آفس میں دوبارہ دیکھا تھا وہی کامنی دت کا کردار ادا کر رہی تھی۔ تم اس سے پہلے بھی اکثر اسے ماریا، مونا یا جولی کے روپ میں دیکھ چکے ہو۔ لندن میں تمہارا اور اس کا ساتھ بھی رہا ہے۔ مجھے علم تھا کہ تمہاری کاکا رانی اس راز سے واقف ہو چکی تھی لیکن وہ اسے اپنی طاقت کے زور پر کسی کٹھ پتلی کی طرح استعمال کر رہی تھی اگر بانو کو نہ مارا گیا ہوتا تو شاید نقلی کامنی ابھی چند دنوں اور بھوشن کی سکریٹری کے فرائض انجام دیتی رہتی۔ ویسے بھی جب میرے آدمیوں نے کامنی دت کو تمہارے دفتر میں داخل ہونے کی اطلاع دی تو میں سمجھ گیا کہ اب پانی سر سے گزرنے والا ہے چنانچہ میں نے جولی کو بساط سے دور کر دیا اور اس کی جگہ اصل کامنی دت کی لاش بھوشن کو موصول ہوئی۔ ویسے کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تمہاری کاکا نے تم کو اور کس راز سے آگاہ کیا ہے۔"

"تم نے کامنی دت کی اصلیت کے بارے میں مجھے تاریکی میں کیوں رکھا تھا؟"

"مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔"

"گویا اب تمہیں میرے اوپر بھی بھروسا نہیں رہا۔" میں نے خفگی سے جواب دیا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ تمہاری خاطر اپنی جان بھی دے سکتا ہوں لیکن عارفہ کے سہاگ پر کسی آنچ کو برداشت نہیں کر سکتا۔" ندیم کے لہجے میں خلوص اور اپنائیت تھی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ریسیور خاموشی سے کریڈل پر رکھ دیا۔ ندیم نے کامنی دت کے معاملے میں مجھے ڈارک میں رکھا تھا۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی یہی کرتا۔ جولی یا ماریا نے جو کردار ادا کیا تھا وہ اپنی جگہ پر بھرپور تھا۔ کاکا حیرت انگیز صلاحیتوں اور کالی قوتوں کی مالک تھی اگر اسے علم ہو جاتا کہ میں بھی کامنی دت کے راز سے واقف ہو گیا ہوں تو شاید جولیا کام آ جاتی۔ میں خاصی دیر تک اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کرتا رہا۔ بھوشن کی شخصیت اب میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی لیکن کاکا کے علاوہ لیڈی مکارنس نے بھی مشورہ دیا تھا کہ میں فی الحال بھوشن سے دور ہی رہوں پھر میں نے صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا۔ مجھے علم تھا کہ جب تک خدا کے برگزیدہ بندے کا وہ تحفہ میرے پاس ہے دنیا کی کوئی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں خاصی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر کریم کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"سر" میں نے اس کی جانب دیکھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"یس سر۔ میں نے رکی کی ایک کمزوری کا پتا چلا لیا ہے۔" کریم نے تیزی سے کہا۔ "وہ ایک مقامی سپر اسٹور میں کام کرتی ہے۔ میری اطلاع کے مطابق رکی اس پر اندھا یقین رکھتا ہے۔"

"لیکن میری اطلاع یہ ہے کہ رکی زیر زمین چلا گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے صاحب لیکن وہ کسی لڑکی کے بغیر دو روز سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔" کریم بولا۔ "میرا خیال ہے کہ مس میلبا اب بھی اس سے ملتی ہو گی۔"

"میلبا؟"

"کرسچن لڑکی ہے سر۔" کریم نے اپنا اصل مفہوم بیان کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک نمبر کی چلتا پرزہ ہے۔ بڑے لوگوں کو اس طرح کاٹتی ہے کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کب ان کی کھال اتر گئی۔ البتہ رکی سے اس کا یارانہ فری فنڈ میں ہو گا۔ ہمارے یہاں بڑے لوگوں کے علاوہ بغیر میٹر کی ٹیکسیوں کو بھی کسی ایسے بدمعاش یا غنڈے کو مجبوراً پالنا پڑتا ہے تاکہ دوسرے اس کی جغرافیائی حرکتوں پر اعتراض نہ کر سکیں۔"

"کیا میلبا، رکی کے سلسلے میں ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جائے گی؟"

"ہمیں گھی نکالنے کی خاطر انگلی ٹیڑھی کرنے والا محاورہ استعمال کرنا پڑے گا۔" کریم نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "آپ بس اشارہ کریں۔ میں میلبا کو کھاد کی بوری کی طرح اٹھا کر آپ کے حوالے کر دوں گا۔ اس کے بعد اس کی زبان کھلوانے کے لیے ندیم صاحب کا امریکن رگڑا بڑا موثر ثابت ہو گا۔"

"فی الحال تم میلبا پر نظر رکھو۔ اس کے بعد اسے اغوا کرانے پر بھی غور کر لیا جائے گا۔"

"یہ کام میں آپ کی اجازت کے بغیر ہی کر چکا ہوں۔" کریم نے جواب دیا۔ "میں نے اپنا ایک خاص آدمی مس میلبا کے پیچھے لگا دیا ہے جو سائے کی طرح اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ مجھے ایک خبر اور بھی ملی

ہے۔ رکی کی غیر موجودگی میں اس کا ایک اور ساتھی جو کلر کمانڈو کے نام سے مشہور ہے وہ بھوشن کے معاملات کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

"کلر کمانڈو۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"جی سر۔ میں اس کا ایڈریس بھی معلوم کر چکا ہوں۔ شہر کے ایک گنجان علاقے کے فلیٹ میں تنہا رہتا ہے۔"

"وہ بھی تمہیں جانتا ہے؟"

"جی نہیں۔"

کریم کی اطلاع میرے لیے کارآمد تھی چنانچہ اسی روز رات کے تقریباً دس بجے میں شہر کے معروف علاقے میں واقع ایک بوسیدہ سی عمارت کے تیسرے فلور پر پہنچ گیا جہاں کلر کمانڈو رہتا تھا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ میں نے اسے ناک کرنے کی کوشش کی لیکن کریم نے مجھے روک دیا پھر وہ بلڈنگ پر جا کر اس چار فٹ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ جہاں سے مطلوبہ فلیٹ کی بالکنی کا فاصلہ بہ مشکل آٹھ فٹ رہا ہوگا۔ کریم نے نہایت خطرناک انداز میں منڈیر پر کھڑے ہو کر جمپ لگائی اور بالکونی کی ریلنگ پکڑ کر لہراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ایک منٹ بعد ہی اس نے اتنی آہستگی سے دروازہ کھولا تھا کہ مجھے بھی اس کی آواز نہیں سنائی دی۔ کریم نے مجھے اشارہ سے اندر بلا کر دروازہ دوبارہ بند کیا پھر ملحقہ کمرے کی جانب پنجوں کے بل چلنے لگا۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنا آٹومیٹک نکال کر لوڈ کر لیا۔ کریم نے آہستہ سے دروازے کو آزمایا۔ وہ بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے بائیں مونڈھے سے دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی برق رفتاری سے اندر پہنچ گیا۔ کلر کمانڈو اس وقت تنہا نہیں تھا ایک واجبی قسم کی عورت بھی اس کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی جس نے ہمیں دیکھتے ہی چادر کھینچ کر خود کو اس کے اندر چھپا لیا تھا۔ کلر کمانڈو کے جسم پر صرف ایک نیکر باقی رہ گیا تھا۔ دروازے کی آہٹ سنتے ہی وہ کسی درندے کی طرح جست لگا کر پلنگ سے نیچے آ گیا لیکن میرے ہاتھ میں آٹومیٹک دیکھ کر اس نے فوراً کسی قسم کا رسک نہیں لیا۔ صرف قہر آلود نظروں سے ہم دونوں کو گھورتا رہا۔ اس کے چہرے پر کئی زخم تھے جو مندمل ہونے کے بعد بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"کون ہو تم؟" اس نے گھن گرج کی طرح آواز نکالی تو وسکی شراب کا بھبکا بھی کمرے میں پھیل گیا۔ اس عرصے میں کریم نے غالباً اپنے نیفے میں اڑسا ہوا چاقو بھی نکال لیا تھا۔

"ہم تمہارے دوست بھی ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ایک شرط ہے۔" میں نے سرد لہجے میں بات کو طول دیے بغیر کہا۔ "تمہیں اپنی جان بخشی کے عوض ہمیں بتانا ہوگا کہ رکی کہاں روپوش ہے؟"

ایک لمحے کے لیے کلر کمانڈو کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی پھر وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ "رکی۔ میں شاید یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"بھوشن کو جانتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ غلط جگہ آ گئے ہو۔" اس نے منہ بنا کر جواب دیا لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔

"ہمارے پاس وقت محدود ہے۔" میری آواز میں سفاکی آ گئی۔ "رکی زیادہ دنوں تک ہماری نظروں سے دور نہیں رہ سکے گا لیکن تم ضرور خرچ ہو جاؤ گے۔"

جواب میں کلر کمانڈو نے ایسی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا اس طرح میرے سینے سے ٹکرایا کہ میں خود کو سنبھال نہ سکا۔ آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میرے سنبھلتے ہی اس نے ٹکرانے والا ہاتھ میری گردن پر مارنے کی کوشش کی اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو میری گردن کی ہڈی بھی ٹوٹ سکتی تھی لیکن بروقت میں نے قلابازی کھائی اور اس کی زد سے باہر ہو گیا۔ کلر کمانڈو کا وار خالی گیا تو وہ ربڑ کی کسی گیند ہی کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے فوری طور پر لیٹے ہی لیٹے اپنی سیدھی ٹانگ سے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا تو وہ سنبھل نہ سکا۔ اچھل کر منہ کے بل زمین پر گرا۔ میں برق رفتاری سے سمرسالٹ لگا کر اٹھا پھر میری پہلی ہی ٹھوکر نے اس کے چہرے کی کھال پھاڑ دی۔ دوسری ٹھوکر کنپٹی پر لگی تو وہ کراہ اٹھا۔ اس نے کروٹ لے کر مہلت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار میں نے ریڑھ کی ہڈی پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ اس کا جسم دوہرا ہو گیا۔ اب وہ بری طرح بلبلا رہا تھا اس میں اٹھنے کی طاقت نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ کافی عرصے تک اپنی ٹانگوں پر سیدھا نہیں کھڑا ہو سکے گا پھر بھی میں نے لپک کر اپنا آٹومیٹک دوبارہ اٹھا لیا۔

"تمہیں ہر صورت میں رکی کے سلسلے میں زبان کھولنی پڑے گی۔" میں گرجا۔ "انکار کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اس کرب سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دوں۔ جس میں تم مبتلا ہو۔"

"میں قسم کھاتا ہوں۔" اس نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ رکی کہاں پوشیدہ ہے۔"

"دماغ پر زور ڈالو۔" میں نے خشک آواز میں کہا۔ "پہلے تم رکی کے نام سے ہی واقف نہیں تھے لیکن اب واقف ہو چکے ہو۔ تھوڑی سی کوشش اور کرو تو تمہیں یہ بھی یاد آ جائے گا کہ رکی کس چوہے کی بل میں چھپا بیٹھا ہے۔"

"نہیں۔ میری بات کا یقین کرو۔ تقریباً چار پانچ روز سے وہ

غائب ہے۔ آخری بار اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں بھوشن کا خیال رکھوں اس کے بعد سے ہمارے درمیان دوبارہ کوئی رابطہ نہیں ہوا۔"

"کریم۔" میں نے کریم کی سمت دیکھ کر سرد لہجے میں کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم مارشل کے آرٹ میں اپنا جواب نہیں رکھتے؟"

"آپ حکم دیں سر۔"

"میں کلر کمانڈو کو صرف دو منٹ کی مہلت دے رہا ہوں اگر اس عرصے میں اس کی زبان نہ کھلے تو پھر تمہیں زحمت کرنی پڑے گی لیکن اس طرح کہ ایک ہی وار میں اس کی روح پرواز کر جائے۔"

بستر پر لیٹی ہوئی عورت بری طرح سہمی سی نظر آ رہی تھی۔ میرے آخری جملے نے اسے اور خوف زدہ کر دیا۔ وہ چادر پھینک کر ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے باہر کی جانب لپکی تھی لیکن پھر ایک کراہ کی آواز منہ سے خارج کرتی ہوئی اپنی جگہ رک گئی۔ ایک لمحے کے لیے جیسے اسے سکتہ ہو گیا پھر وہ لہرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ کریم کا نشانہ حیرت انگیز طور پر سچا ثابت ہوا۔ اس کا پھینکا ہوا چاقو دستے تک عورت کی پسلی میں اتر چکا تھا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں دو ایک بار [illegible] پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اس عورت کے اذیت ناک انجام سے سبق لینا چاہیے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔" کلر کمانڈو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "چاہے تم مار بھی ڈالو جب بھی میں رکی کے ساتھ دغابازی نہیں کروں گا لیکن میری موت کے بعد تمہارا انجام بھی۔"

"کریم۔" میں نے سفاک آواز میں کہا۔ "دو منٹ پورے ہونے میں صرف بیس سیکنڈ باقی رہ گئے ہیں۔"

کریم نے خونخوار نظروں سے کلر کمانڈو کی طرف دیکھا پھر اپنے گھٹنے کو زمین پر ٹکا کر اس طرح اپنے شکار کے قریب بیٹھ گیا کہ کلر کمانڈو کی گردن اس کے زد میں تھی پھر بیس سیکنڈ بعد ہی اس کا کھلا ہوا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔ اس کے حلق سے خوفناک "ہاہو" کی آواز نکلی پھر پہلے ہی وار نے کلر کمانڈو کے گردن کی ہڈی توڑ دی۔ موت کے فرشتے نے اس بار اسے کراہنے کی مہلت بھی نہیں دی تھی۔

"ہمیں اب یہاں نہیں رکنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

جواب میں کریم دوبارہ کھڑا ہو گیا لیکن فلیٹ سے باہر نکلنے سے پہلے اس نے دونوں کی نبض ٹٹول کر اس بات کا یقین کر لیا کہ ان کے جسم میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی نہیں بچی تھی۔ عورت کے جسم میں پھنسے ہوئے خنجر کے دستے کو بھی اس نے رومال سے صاف کیا پھر ہم باہر آ گئے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ رکی اور بھوشن کے خلاف ایک ثبوت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

رات کو تقریباً گیارہ بجے میں کلر کمانڈو کا قصہ نپٹا کر گھر واپس آیا تو عارفہ اور نسیم سو چکی تھیں لیکن ندیم جاگ رہا تھا۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ میں نے گفتگو میں پہل نہیں کی۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کامنی دت کے سلسلے میں تمہاری غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے کسی قسم کی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔" وہ میرے چہرے کے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "تم مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو' شاید نسیم سے بھی زیادہ۔ اس لیے کہ وہ خوب صورت تحفہ بھی تم ہی نے دیا تھا۔"

"اس وقت ان باتوں کی ضرورت تمہیں کیوں محسوس ہو رہی ہے؟"

"اس لیے کہ حالات نے تمہیں اب خاصا جذباتی بنا دیا ہے۔" ندیم نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "ہمارے درمیان منافقتوں کی کوئی دیوار نہیں ہے اس خیال کو ذہن سے نکال دو' تمہاری خاطر میں اپنی زندگی بھی قربان کر سکتا ہوں۔ جب چاہے آزما کر دیکھ لینا۔"

ندیم کے لہجے میں بے پناہ خلوص تھا۔ شاید اسے فون پر گفتگو کرتے وقت میری تلخی کا احساس ہو گیا تھا۔ میں نے ایک دو جملے ایسے کہے بھی تھے جو یقیناً اسے گراں گزرے ہوں گے۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میرا ردعمل بھی وہی ہوتا جو ندیم کا تھا۔ میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا پھر بھی سنجیدگی سے کہا۔ "ایک بات کا وعدہ کرو۔ آئندہ تم مجھ سے کسی بات کو چھپاؤ گے نہیں؟"

"منظور ہے۔" ندیم مسکرا کر بولا۔ "نہ کوئی بات چھپاؤں گا نہ یہ پوچھوں گا کہ تم کیا حرکتیں کرتے پھر رہے ہو اور اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے بظاہر حیرت کا اظہار کیا۔

"کلر کمانڈو میری نگاہ میں بھی آ چکا تھا لیکن مجھے یہ بھی علم تھا کہ بھوشن یا رکی کے سلسلے میں وہ کسی قیمت پر اپنی زبان نہیں کھولے گا۔ تم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اچھا نہیں کیا۔"

"اوہ۔" میں نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "گویا تمہارے آدمی اب بھی میرے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔"

"آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "البتہ میں نے اپنے آدمیوں کو سختی سے ہدایت کر دی ہے کہ وہ صرف اسی صورت میں حرکت میں آئیں جب تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ "میں نے تم سے فون پر جو گفتگو کی تھی شاید وہ مناسب نہیں تھی۔"

"اس کا گلہ صرف مجھے نہیں بلکہ ماہ رخ کو بھی ہے۔" ندیم نے بے تکلفی سے کہا۔ "اس نے فون کر کے مجھ سے یہی کہا تھا کہ خواہ تم اس کی نجی زندگی کے بارے میں کتنے ہی تیر و نشتر کیوں نہ آزماؤ۔ وہ تمہیں فراموش نہیں کر سکتی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے اس سے بے رخی کیوں اختیار کی تھی۔"

"ہاں۔ رکی کے سلسلے میں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اس نے تمہیں سمندر اور سرکش موجوں والی مثال غلط نہیں دی تھی۔ میں کچھ ایسے افراد سے بھی واقف ہوں جو رکی کے مقابلے میں کہیں زیادہ بچ اور بد قماش ہیں لیکن جسمانی قوت کے سلسلے میں وہ ماہ رخ کے بھی معیار پر پورے اتر چکے ہیں لیکن تمہاری بات کچھ اور ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں دیوانگی اور جنون حد تک پیار کرنے لگی ہے۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں کوئی پیش رفت ہوئی یا نہیں؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں نے اس سے دوسری ملاقات نہیں کی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "دو چار روز اسے فاقہ کر لینے دو اس کے بعد شاید اس کا دماغ ٹھکانے آ جائے البتہ تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ جوشن، مارگریٹ کی گمشدگی کے بعد سے دیوانہ ہو رہا ہے۔ اس کے شکاری کتے پورے شہر کے کونے کھدرے میں مارگریٹ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"پروفیسر کی کیا حالت ہے؟"

"میری اطلاع کے مطابق گزشتہ ایک ہفتے سے وہ اپنی لیبارٹری سے باہر نہیں نکلا۔ ویسے بھی وہ اتنا مصروف آدمی ہے کہ اسے مارگریٹ کے بارے میں بھی غور کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ وہ اس کے ماضی سے بخوبی واقف ہے۔"

"کیا رات بھر جاگنے کا ارادہ ہے۔" میں نے کچھ دیر بعد جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "باقی باتیں صبح بھی ہو سکتی ہیں۔"

"ایک درخواست ہے حضور سے۔" ندیم نے مجھے شرمندہ کرنے کی خاطر بڑی عاجزی سے کہا۔ "اگر قبول افتد زہے عز و شرف۔"

"میرے پاس وقت کم ہے فریادی۔ جو کچھ کہنا ہو جلدی

کہہ ڈالو اس لیے کہ اب مابدولت آرام کرنے کے موڈ میں ہیں۔"

"عقل سبھائی اگر جان کی امان پاؤں تو یہ عرض کروں کہ آپ فی الحال میلبا کو اپنے عتاب کا نشانہ بنانے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

"کریم۔"

"نہیں، کریم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میرے آدمیوں نے میلبا کے علاوہ کچھ ایسی لڑکیاں اور بھی دریافت کر لی ہیں جو رکی کے سلسلے میں کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے مگر تم مس میلبا کے سلسلے میں مجھے تاریکی میں نہیں رکھو گے۔"

"منظور۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کل ہم پروفیسر ابرار سے ملنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن وہ تو۔"

"ہم اس سے لیبارٹری سے باہر واقع ری سیپشن روم میں بھی مل سکتے ہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر خلا میں گھورنے لگا۔ شاید وہ پروفیسر سے ملاقات کرنے کے بارے میں غور و فکر کر رہا تھا۔

☆

دوسرے روز دوپہر کو دو بجے ہم پروفیسر کی لیب کے کمرہ استقبالیہ میں موجود تھے جہاں پروفیسر کی حفاظت کے لیے قدم قدم پر گارڈز موجود تھے۔ ری سیپشن روم پہنچنے تک ہمیں کئی مراحل سے گزرنا پڑا۔ ہماری تلاشی لی گئی۔ میرا آٹومیٹک پہلی چیک پوسٹ پر مجھ سے لے لیا گیا تھا۔ جسمانی طور پر بھی مستند ماہرین نے ہر طرح سے اطمینان کر لیا تھا۔ ندیم نے ہر موقع پر

یہی کہا کہ اس کے پاس ایک ایسی انفارمیشن ہے جو وہ پروفیسر کے علاوہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔

بہرحال تقریباً ایک گھنٹے تک مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ہمیں ایک ملاقاتی کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جو نہ صرف ساؤنڈ پروف تھا بلکہ بلٹ پروف بھی تھا۔ انہیں جدید سائنسی ٹیکنالوجی کے حساس ترین اصولوں پر تیار کیا گیا تھا۔ ملاقاتی کمرے میں بھی ہمیں تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا پھر دوسرے دروازے سے پروفیسر ابرار برآمد ہوا۔ اس کے سر اور مونچھوں کے بال برف کی طرح نرم اور سفید تھے۔ عمر کسی طرح بھی ساٹھ سے کم نہیں تھی لیکن جسمانی طور پر وہ اب بھی صحت مند نظر آ رہا تھا۔ اپنے شعبے کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک خاص چمک موجود تھی۔ سنہری فریم کا چشمہ اس کے وجود کا ایک اہم حصہ نظر آ رہا تھا۔ بظاہر وہ بہت زیادہ کم سخن اور منکسر المزاج دکھائی دے رہا تھا۔ کشادہ پیشانی اس کی ذہانت کی دلیل تھی۔ اس کی دوربین اور تجربہ کار نظریں کچھ دیر تک ہمارے چہروں پر جمی رہیں پھر وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ حضرات کیا پینا پسند کریں گے؟" اس کے لہجے میں تہذیب اور شائستگی ملی جلی تھی۔

"شکریہ پروفیسر۔" ندیم نے کہا پھر اس نے اپنا اور میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "ہم اس وقت آپ کو ایک ضروری اطلاع دینے آئے ہیں جس کا تعلق ملک و قوم کی بقا سے بھی ہے۔"

"مجھے یہی بتایا گیا تھا جو میں آپ سے ملاقات کے لیے آمادہ ہو گیا ورنہ شاید میں آپ کو وقت نہ دے سکتا۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"پروفیسر کیا ہم یقیناً" رکھیں کہ آپ ہمارے اوپر اعتماد کریں گے اور ہماری کسی بات کا برا نہیں مانیں گے؟"

"اس کا فیصلہ میں آپ کی بات سنے بغیر نہیں کر سکتا۔"

"پروفیسر۔" اس بار میں نے کہا۔ "کیا یہ درست ہے آپ کسی ایسے تجربے میں مصروف ہیں جو دوسرے ممالک کے لیے بہت زیادہ قیمتی اور انمول ثابت ہو سکتا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "میں جو تجربہ کرتا ہوں اس میں کامیابی کے بغیر کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا اور اگر آپ حضرات برا نہ مانیں تو یہ بھی کہہ دوں کہ میں اپنے کسی تجربے یا کارآمد ہونے کے سلسلے میں حکومت کے سربراہ کے علاوہ کسی اور سے تبادلہ خیالات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری بات سمجھ رہے ہوں گے؟"

"میں آپ کے اصول کی قدر کرتا ہوں" آپ کا قومی جذبہ یقیناً قابل ستائش ہے۔" میں نے کہا۔ ندیم خاموش بیٹھا پروفیسر کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔" پروفیسر نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن آپ نے ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کی جو بہت زیادہ اہم ہو یا ایسی ہو جس پر میں اپنی بے پناہ مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر غور کر سکوں۔"

"پروفیسر۔" اس بار ندیم نے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ آپ نے اپنی لیبارٹری کے داخلی دروازے پر ایسا ڈیوائس لگا رکھا ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی اندر نہیں جا سکتا۔ اندر جانے کے لیے کوئی ایسا پاس ورڈ بھی ہے جو آپ کے ذہن میں محفوظ ہے؟"

"یہ باتیں مسٹر آپ کو کس نے بتائی ہیں۔" پروفیسر نے پہلی بار اپنے صوفے پر کسمساتے ہوئے کہا۔

"بلیک بجگ، چیتا زہر اور نیلی مچھلی اپنے اندر اتنی طاقت رکھتی ہیں کہ انسان کے ذہن کی باتیں اگلوا سکیں لیکن آپ نے جو ڈیوائس ایجاد کی ہے اس کے پیش نظر داخلی دروازے سے اندر جانے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی خفیہ آنکھ آپ کو دیکھ سکے۔ اس کے علاوہ ڈیوائس اتنی حساس ہے کہ انسان کے ذہن کو بھی پڑھ سکتی ہے؟" میں نے پروفیسر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اگر ٹرانس کی حالت میں خود کو بجگ آئی کے سامنے لا کر پاس ورڈ بھی اپنی زبان سے ادا کر دیں تو بھی داخلی دروازہ نہیں کھل سکتا؟"

پروفیسر نے چونک کر ہم دونوں کی جانب باری باری دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے اثرات گہرے اور تشویشناک ہونے لگے پھر اس نے کچھ توقف سے کہا۔ "آپ نے ابھی تک یہ نہیں فرمایا کہ میرے بارے میں اتنی سیکرٹ انفارمیشن کہاں سے ملی۔"

"ہمیں یہ بھی معلوم ہے پروفیسر کہ ایک بار آپ کو کسی طاغوتی طاقت نے داخلی دروازے تک پہنچایا تھا۔ بجگ آئی نے آپ کی شکل بھی دیکھی اور اس بات کا پتا بھی چلا لیا کہ آپ کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی میک اپ نہیں تھا۔ آپ نے پاس ورڈ بھی اپنی زبان سے اپنی آواز میں ادا کیا۔ اس ڈیوائس نے اس راز کو پالیا کہ آپ کا ذہن اس وقت نارمل نہیں ہے چنانچہ دروازہ نہیں کھلا اور اسی طاغوتی قوت نے آپ کو دوبارہ خواب گاہ تک پہنچا کر گہری نیند سلا دیا۔"

"حیرت انگیز۔" پروفیسر نے پہلو بدل کر کہا۔ "جس بات کا علم مجھے بھی نہیں اس کی خبر آپ کو کس طرح مل گئی؟"

"کیا یہ درست ہے پروفیسر کہ مسٹر جوشن جوزف نے آپ کی لیبارٹری کے لیے ایک کثیر رقم کا ڈونیشن دیا تھا اور آپ اپنی مصروفیات کے باوجود کچھ وقت نکال کر جوشن کا شکریہ ادا کرنے

کی خاطر اس کے گھر گئے تھے۔"

"جی ہاں ـ وہ میرا اخلاقی فرض تھا۔"

"لیکن اس فرض کا احساس آپ کو آپ کی بیگم صاحبہ نے دلایا تھا۔" ندیم نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو پروفیسر اس طرح چونکا جیسے اس کا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے ٹکرا گیا ہو۔ اس کی نگاہوں میں تشویش کی علامت ایک دم ہی دوچند ہو گئی۔

"کیا آپ حضرات کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔" اس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم نے محض قوم کے مفاد میں آپ سے ملنا ضروری سمجھا تھا اور میں ایک پھر درخواست کروں گا کہ آپ اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے ورنہ جو قوتیں آپ کے تجربے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں وہ ہماری دشمن بن جائیں گی۔"

"آپ نے ابھی تک مجھے اپنے سورس آف انفارمیشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" پروفیسر بدستور ہمیں غور سے دیکھ رہا تھا

"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ کی بیگم بھوشن کے ساتھ آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں؟" ندیم نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" پروفیسر کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "میں نے مارگریٹ کو اس کی آزادی دے رکھی ہے۔"

"اور ہمارا سورس آف انفارمیشن بھی مسز مارگریٹ ہی ہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن آپ کے تجربے کا فارمولا ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے عوض اس نے مسز مارگریٹ کو ایک ملین ڈالر بطور ایڈوانس دیے ہیں اور اتنی ہی رقم فارمولا حاصل کرنے کے بعد ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بھوشن اس فارمولے کو اپنی منہ مانگی قیمت پر کسی بھی ملک کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ اس کا اندیشہ مجھے بھی ہے کہ بعض قوتیں میرے فارمولے کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کو آمادہ ہو جائیں گی لیکن مارگریٹ۔" پروفیسر نے خود کلامی کے انداز میں کہا پھر ہمیں وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ باتیں آپ کو مارگریٹ یا بھوشن نے بتائی ہیں؟"

"بھوشن اور مسز مارگریٹ اتنے نادان بھی نہیں ہیں کہ اپنا راز کسی کو بتاتے پھریں۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔

"پھر۔"

"ہم نے یہ باتیں مسز مارگریٹ سے زبردستی اگلوائی ہیں۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر چونکا۔ "مارگریٹ اس وقت کہاں ہے؟"

"ہمارے قبضے میں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اور ہم اسے اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے جب تک وہ فارمولے کے سلسلے میں مکمل کر سب کچھ نہیں بتا دے گی۔"

"نہیں ـ ناممکن ـ" پروفیسر نے خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔ "مارگریٹ ایسا نہیں کر سکتی۔"

"آپ چاہیں تو ہم خفیہ طور پر اپنی اور مارگریٹ کی باتیں آپ کو سنوا بھی سکتے ہیں؟"

"یہ تجربہ میرے لیے بہت شاکنگ (SHOCKING) ہو گا لیکن میں اس کے لیے تیار ہوں۔" پروفیسر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "کیا میں اسی وقت آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں؟"

"اس میں بہت زیادہ رسک ہو گا۔" میں نے تجویز پیش کی۔ "ہم تینوں کا مرنا بھی ہو سکتا ہے۔"

"پھر؟"

"آپ ہمیں اپنا کوئی پرسنل فون نمبر دے دیں جس پر ہم آپ سے براہ راست رابطہ قائم کر سکیں اور کسی ایسے وقت کا تعین کر سکیں کہ آپ کسی کی نظر میں آئے بغیر ہم تک پہنچ سکیں لیکن اس طرح کہ کسی اور کو اس کی بھنک بھی نہ ملے ورنہ بساط پلٹ بھی سکتی ہے۔"

جواب میں پروفیسر نے فوراً ہی کچھ کہنے سے گریز کیا پھر خاصی دیر تک اپنے خیال میں غرق رہنے کے بعد اس نے جیب سے قلم نکال کر میز پر موجود رف پیڈ سے ایک کاغذ علیحدہ کیا اور اپنا پرائیویٹ نمبر لکھ کر ہمارے حوالے کر دیا۔

"ہم اب اجازت چاہیں گے پروفیسر۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ فون نمبر ندیم نے اٹھا کر اپنی جیب میں محفوظ کر لیا تھا۔

"میری ایک درخواست ہے۔" پروفیسر نے ہم سے رخصتی مصافحہ کرتے وقت کہا۔ "مارگریٹ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

"فی الحال ہم اس کے آرام کا پورا خیال رکھ رہے ہیں۔ آئندہ کیا ہو گا۔ اس کا فیصلہ ہماری گفتگو سننے کے بعد آپ بھی کر سکتے ہیں۔"

پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم اس کی نشست گاہ سے نکل کر واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔ واپسی پر بھی ہمیں مختلف چیک پوسٹ پر بے شمار مراحل سے گزرنا پڑا پھر جب ہم آخری چیک پوسٹ پر پہنچے تو ہمیں چونکنا پڑا۔ تین رائفل بردار ہمارے سامنے آ گئے۔ ان کے تیور خطرناک ہی نظر آ رہے تھے۔

ندیم نے ابھی تک گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔ حفاظتی انتظامات کے تحت ہمارا روکا جانا کوئی حیرت انگیز نہیں تھا لیکن جس انداز میں وہ تینوں رائفل بردار ہمارا راستہ روکے کھڑے تھے وہ غور طلب ضرور تھا۔ ان کے خودکار آتشی اسلحہ کا رخ بدستور ہماری طرف تھا۔ ان کے تیور سرد اور خطرناک نظر آ رہے تھے۔

اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بجلی کی سرعت سے ابھرا اگر بھوشن مارگریٹ کے ذریعے پروفیسر کے کسی فارمولے کو حاصل کرنے کا خواہش مند تھا تو اس نے اپنے آدمی بھی اس کام پر ضرور متعین کر رکھے ہوں گے جو نہ صرف پروفیسر بلکہ اس سے ملنے جلنے والوں پر بھی کڑی نگرانی کرتے ہوں گے۔

"خطرہ۔" میں نے ندیم سے سرگوشی کی۔ "یہ ضرور بھوشن کے زرخرید ہوں گے۔"

"کوئی غلطی مت کر بیٹھنا ورنہ ہم دونوں مارے جائیں گے۔" ندیم نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"پروفیسر کا وہ خفیہ نمبر ہماری پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔"

"مطمئن رہو۔" میں نے اسے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ہی گرد و نواح کی باڑھ میں پھینک دیا تھا۔

"کیا ہمیں خود کو سرنڈر کرنا ہو گا؟"

"حالات [illegible] ہے۔" ندیم نے جواب دیا پھر دروازے کے باہر منہ نکال کر اونچی آواز میں پہرے داروں سے بولا۔ "کیا ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا؟"

تینوں رائفل برداروں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ایک پستہ قد شخص چیک پوسٹ سے نکل کر سامنے آ گیا۔ وہ گٹھے ہوئے جسم کا نہایت پھرتیلا اور چالاک آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس کے چلنے کا انداز اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہی اس چیک پوسٹ کا انچارج ہو سکتا ہے۔

"کیا آپ اپنا آٹوگراف واپس لینا پسند نہیں کریں گے؟" اس نے قریب آ کر مجھ سے سوال کیا۔

"اوہ۔ میں بالکل ہی بھول گیا تھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لیکن ہم اپنا فرض کبھی نہیں بھولتے۔" اس نے استہزائیہ انداز اختیار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "گاڑی راستے سے ہٹا کر ایک طرف پارک کر لیں۔ آپ حضرات کو ابھی کچھ دیر انتظار کرنا ہو گا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"جب تک پروفیسر کی جانب سے گرین سگنل نہ ملے ہم آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"اٹ از آل رائٹ۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر گاڑی کو بائیں جانب کاٹ کر اس مخصوص جگہ پر روک دیا جہاں پارکنگ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "صبر سے کام لینا" جذبات میں آ کر کسی جلد بازی کے مظاہرے سے پرہیز کرنا۔" اس نے انجن بند کر کے گاڑی سے اترتے وقت کہا۔ پھر ہم دونوں قدم اٹھاتے ہوئے اس پستہ قد تومی کے قریب آ گئے جو پلکیں جھپکائے بغیر ہماری ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

"جب تک پروفیسر سے ہمیں گرین سگنل نہیں ملتا آپ کو کچھ دیر زحمت اٹھانی پڑے گی۔" اس نے ہم دونوں کو باری باری تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ میرے ساتھ میرے کمرے میں چل کر چائے پینا پسند کریں گے؟"

"ہمیں آپ کی دعوت منظور ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "سچ پوچھیں آفیسر تو اس وقت مجھے چائے کی خواہش بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہمیں ساتھ لے کر اس کمرے میں آ گیا جو باہر سے محض ایک کیبن سا دکھائی دیتا تھا لیکن اندر سے بہت شاندار واقع ہوا تھا۔ وہاں بھی جدید گیجٹس جگہ جگہ نصب تھے۔

"یہ رہا آپ کا آٹومیٹک۔" ہمارے بیٹھنے کے بعد اس نے میرا آٹومیٹک میز کی دراز سے نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "آپ چاہیں تو اسے چیک کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔"

"میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔" میں نے دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "کیا عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ آخری چیک پوسٹ پر وزیٹرس کو روک لیا جاتا ہے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ اگر گرین سگنل فوری طور پر مل جائے تو ہم کسی کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہمیں اپنے معزز مہمانوں کو مجبوراً روکنا پڑتا ہے۔ پروفیسر جیسے عظیم سائنس داں کے لیے اس قسم کے انتظامات ضروری بھی ہیں۔" اس نے جواب دیا پھر چپراسی کو بلا کر چائے تیار کرنے کی ہدایت کی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ "کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ حضرات پروفیسر ابرار سے کس مقصد سے ملے تھے؟"

"میں اس کا ذکر غالباً آپ سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔" ندیم نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "پروفیسر ابرار سے ہماری ملاقات کچھ ایسی ہی نوعیت کی تھی جس کا اظہار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"آپ یقیناً بہتر سمجھتے ہوں گے۔" اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "ہر شخص کی اپنی اپنی کچھ مجبوری بھی ہوتی ہے۔ میں بھی اس بات کے لیے مجبور ہوں کہ اپنے فرائض سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" ندیم نے اس کے جملے کو سراہا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس شخص کے جواب کے اندر تلخی بھی شامل تھی۔

"میرا تعلق ملٹری سے رہ چکا ہے۔" اس نے سرد لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے میجر نصیر کہتے ہیں۔ میری پوسٹنگ اس وقت ملٹری انٹیلیجنس میں تھی جب ایک حادثے کی سبب مجھے مجبوراً قبل از وقت ملازمت سے ریٹائر ہونا پڑا پھر میری خوش قسمتی ہی تھی کہ مجھے پروفیسر ابرار کی خدمت کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ مجھے وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو کمانڈو ایکشن کے دوران کسی کمانڈو کو حاصل ہوتے ہیں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے جواب دیا۔

"میری اطلاع اگر غلط نہیں ہے تو آپ دونوں حضرات کا تعلق پیشے کے اعتبار سے بالکل مختلف نوعیت کا ہے؟"

"میں آپ کی اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے جلدی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بزنس مین ہوں۔ اس شعبے سے پہلے میں پولیس کے محکمے سے وابستہ رہ چکا ہوں۔ خاکسار کو شہباز خان کہتے ہیں۔"

"اور آپ؟" میجر نصیر نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"میرا تعلق اس شعبے سے ہے جہاں آپ حضرات کی آمدورفت مشکوک سمجھی جاتی ہے۔" ندیم نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا۔ "دراصل میں ایک نائٹ کلب کا مالک ہوں اور بدقسمتی سے ہمارے ملک میں نائٹ کلبوں کو بھی ریڈ لائٹ ایریا سے کم نہیں سمجھا جاتا اور ملٹری والوں کو آؤٹ آف باؤنڈ ایریا میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔"

"آپ دونوں ایک دوسرے کو کب سے جانتے ہیں؟" اس نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"ہم دونوں کلاس فیلو بھی رہ چکے ہیں اور ایک دوسرے کے مخلص دوست بھی۔" میں نے جواب دیا۔

چائے آ جانے سے کچھ دیر کے لیے خاموشی ہو گئی۔ میجر نصیر نے چائے کے کپ تیار کر کے ہمیں پیش کیے۔ چپراسی کے جانے کے بعد اس نے جیب سے سگار نکال کر سلگایا۔ اس کا کثیف مگر خوشبودار دھواں فضا میں بکھیرا پھر چائے کا ایک گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"میں ایک بار پھر اپنے سوال کو دہراؤں گا۔ آپ سے پروفیسر کی ملاقات کا مقصد کیا تھا؟"

"اور ہمیں پھر یہی جواب دینا پڑے گا کہ ہم قوم کے مفاد

کی خاطر اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہیں۔" ندیم نے کہا۔

"کسی بزنس مین اور نائٹ کلب کے مالک کا پروفیسر ابرار سے ملنا یقیناً کسی اہم "انتہائی حساس راز" سے ہوگا۔"

"جی ہاں۔"

"اور اب وہ اہم راز یا فارمولا آپ دونوں کے ساتھ باہر جا رہا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو پروفیسر ہم سے اس معاملے پر بات چیت کرنے پر بھی رضامند نہ ہوتے۔"

"کبھی کبھی انسان کی ذاتی مجبوریاں بھی اسے کسی ناپسندیدہ بات کو پسند کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔" میجر نصیر نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "آج کل پروفیسر کو بھی کچھ اسی قسم کی مجبوریاں لاحق ہیں۔"

"مثلاً کس قسم کی مجبوری؟" میں نے سوال کیا۔ ندیم بدستور خاموش بیٹھا کسی سوچ میں مستغرق تھا۔

"یہی بات تو میں آپ حضرات سے نہایت مہذب طریقے سے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مجھے پروفیسر کی کسی مجبوری کا کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ پروفیسر سے ہماری ملاقات صرف اور صرف قومی مفاد کی خاطر ہوئی ہے۔ آپ کو یقین نہیں آتا تو خود پروفیسر سے دریافت کر لیں۔"

"سوری۔ میں پروفیسر جیسے عدیم الفرصت آدمی کو بلاوجہ ڈسٹرب نہیں کر سکتا۔"

"گویا آپ ہمیں ڈسٹرب کر رہے ہیں۔" اس بار میرا لہجہ خشک ہو گیا۔ میں میجر کے چہرے پر پیدا ہونے والے ناخوشگوار تناؤ کو محسوس کر رہا تھا۔

"آپ پروفیسر سے اپنی ملاقات کا سبب بتا دیں۔ ہم آپ کو ڈسٹرب نہیں کریں گے۔"

"سمجھا۔" میں نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "گویا آپ نے گرین سگنل والی بات۔۔۔"

"بات اب بھی گرین سگنل ہی کی ہے۔" میجر کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "آپ اگر ہمیں مطمئن کرا دیں تو میں اپنا اور آپ کا وقت ضائع کیے بغیر آپ دونوں کو جانے کی اجازت دے دوں گا۔"

"ہم آپ سے غلط بیانی بھی کر سکتے ہیں۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔ "آپ کے پاس کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کی کون سی کسوٹی ہے؟"

"فی الوقت اپنے ٹرمپ کارڈ کو شو کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"ہم نے پروفیسر ابرار سے ایک ایسے اہم فارمولے کے بارے میں ملاقات کی تھی جو ابھی آخری مراحل میں ہے لیکن وہ فارمولا اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ پڑوسی ملک اسے کسی قیمت پر بھی حاصل کر سکتا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اور اگر ایسا ہو گیا تو تمام دنیا کا امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

"گڈ۔" میجر نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "میرے محترم کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ جو اہم بات ہمیں پروفیسر کے اتنے قریب ہونے کے باوجود نہیں معلوم وہ آپ حضرات تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"آپ اسے محض ایک اتفاق سمجھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو بات ملکی مفاد میں ہو یا کوئی ایسا فارمولا جو تجربات کے دور سے گزر رہا ہو اس کا علم تو حکومت کے سربراہوں کو بھی قبل از وقت نہیں معلوم ہوتا لیکن آپ اس سے واقف ہو گئے؟ کیا یہ ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے۔"

"یقیناً آپ درست فرما رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "لیکن ہم اس بات کو کسی قیمت پر بھی زبان تک لانے سے مجبور ہیں۔"

"ایسی صورت میں یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ آپ حضرات بھی پڑوسی ملک کے ایجنٹ ہوں اور پروفیسر کی کسی خاص کمزوری سے واقف ہونے کے بعد اسے بلیک میل کر کے فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" میجر کا لہجہ کرخت ہو گیا۔ "حکومت کے اہم راز بیشتر ایسے ہی افراد کے ہاتھوں چوری ہو کر دشمن تک پہنچتے ہیں جو خلاف توقع کسی بہت بڑی رقم کی خاطر اپنا ضمیر بھی فروخت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

"میجر نصیر۔" ندیم نے پہلو بدل کر خشک انداز اختیار کیا۔ "یہی شبہ جو آپ ہم پر کر رہے ہیں ہم آپ پر بھی کر سکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں آپ حضرات کو کچھ دنوں کے لیے بطور مہمان رکھنا ہوگا۔ اس وقت تک جب تک آپ ہمیں کھل کر پروفیسر سے ملاقات کی وجہ نہیں بتا دیتے۔" میجر کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

"اگر بات صرف پروفیسر سے ہماری ملاقات کی ہوتی تو شاید آپ ہمیں پہلے ہی اپنی چیک پوسٹ سے گزرنے کی اجازت نہ دیتے۔" ندیم نے میجر کو تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا ہمیں روکنے کی کوئی اور وجہ تو نہیں ہے؟"

"اپنا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے۔" میجر نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ جس انداز میں چاہیں سوچ لیں۔"

"لیکن یہ بات طے ہے کہ آپ ہمیں آسانی سے یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔" ندیم نے بے پروائی سے دریافت کیا۔

"آپ نے پہلی بار ایک دانشمندانہ بات سوچی ہے۔" میجر زہر خند سے بولا۔

"پروفیسر ایک فارمولے پر ریسرچ کر رہا ہے جس کے ذریعے کسی میزائل اور راکٹ کے استعمال کے بغیر ہی دشمن کے حساس اور اہم دفاعی ٹھکانوں کو شعاعوں کے ذریعے برباد کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟" اس نے ندیم کو مشکوک نگاہوں سے گھورا۔

"دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"لیکن کسی مصنوعی سیارے یا راڈار سسٹم کے بغیر لیبارٹری میں بیٹھے بیٹھے صرف زہریلی شعاعوں کے ذریعے دشمن کے ٹھکانوں کو برباد نہیں کیا جا سکتا اگر ایسا ہوتا تو دنیا کی بڑی بڑی سپرپاور اب تک ایسا کوئی فارمولا ضرور تیار کر چکی ہوتیں۔" میجر نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میرا تعلق بھی فوج سے رہ چکا ہے' میں نے بھی سائنس کی اہم ایجادوں کے ذریعہ دشمنوں کو منہ توڑ شکست دی ہے۔"

"چاند پر پہنچنے کے تصور کو بھی پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا لیکن آج چاند تک ہماری رسائی ممکن ہوئی۔" میں نے تیزی سے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میرا ذاتی خیال ہے کہ سائنس اور اسلامی آئیڈیالوجی کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا اور اسلام نے ہمیشہ انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت دی ہے اور جگہ جگہ یہ بات واضح کر دی ہے کہ ایمان اگر پختہ ہو تو تسخیر کائنات بھی محض ایک کھیل ہے۔"

"میں آپ کی بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"مرغے کی ایک ٹانگ والی مثال کو بھی پیش نظر رکھوں گا۔" ندیم نے مسکرا کر میجر کا جملہ مکمل کیا تو اس کا چہرہ یکلخت سرخ ہو گیا۔ اب اس کے چہرے سے اس کی سخت گیر طبیعت کا اندازہ لگانا بھی قدرے آسان ہو گیا۔

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہماری پوزیشن ایسی تھی جیسے ہم کسی ایسے کمرے میں بند ہو کر رہ گئے ہوں جس کے چاروں طرف خطرناک شعلے بلند ہو رہے ہوں۔ اس سے بچاؤ کی خاطر ہمیں بہرحال کوئی نہ کوئی رسک لینا تھا لیکن اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ باہر کئی مسلح افراد ہماری گھات لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ایک ذرا سی غلطی بھی ہمارے وجود کو حرف غلط کی طرح مٹا سکتی تھی پھر اچانک ایک خیال نے میرے ذہن میں تیزی سے سر ابھارا۔ میجر نصیر بھی بھوشن کا آدمی ہو سکتا تھا اگر مارگریٹ بک سکتی تھی تو اس کے ذریعے دوسروں کو بھی خریدا جا سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میجر کو کسی طرح مارگریٹ کے اغوا کی بھنک مل گئی ہو اور وہ اسی کی بنا پر ہماری زبانیں کھلوانے کی کوشش کر رہا ہو۔ ندیم نے جان چھڑانے کی خاطر ایک فرضی ایجاد کا ذکر بڑی سنجیدگی سے کیا تھا لیکن میجر نے اس پر یقین نہیں کیا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس وقت اس کے ذہن کو کالکا کی پراسرار قوت گائیڈ کر رہی ہو۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ وہ بھوشن کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ مجھے بس کسی ایک ایسے لمحے کا انتظار تھا جو ہمیں میجر نصیر پر غالب کر دیتا پھر اسے ڈھال بنا کر ہم اس خطرے سے باہر نکل سکتے تھے۔

"مسٹر ندیم۔" ندیم کا جواب سن کر میجر نے بے حد سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو اپنا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتر ہو گا کہ آپ اپنی زبان پر قابو رکھیں ورنہ ہمیں مجبوراً دوسرے طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں گے۔"

"آپ کس بات کو مذاق سمجھ رہے ہیں پروفیسر کی ایجاد کے بارے میں میری صاف گوئی کو یا مرغے کی ایک ٹانگ والی مثال کو؟"

"میجر۔" میں نے اسے جواب دینے کا موقع نہیں دیا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ پروفیسر سے ہماری ملاقات کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں بلکہ کوئی اور اہم بات اگلوانا چاہتے ہیں۔"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے بھوشن جوزف کا نام ضرور سنا ہو گا؟"

"نہیں لیکن آپ کو بھوشن جوزف کا خیال کس طرح آیا؟"

"ہماری اطلاع کے مطابق پروفیسر کی سب سے بڑی کمزوری مارگریٹ ہے جو اس شہر میں بھوشن کے بہت قریب ہوتی جا رہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میجر کی نگاہوں میں ابھرنے والی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی وہ بھوشن اور مارگریٹ کے بارے میں بخوبی جانتا ہے۔

"سنا ہے کہ بھوشن کے آدمیوں نے مارگریٹ کو اغوا کر لیا ہے جس نے پروفیسر کو ذہنی طور پر بہت الجھا رکھا ہے۔"

"بھوشن کی اگر مارگریٹ سے دوستی تھی تو پھر اسے مارگریٹ کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"آپ کے سوال کا بہت بہت شکریہ میجر نصیر۔" میں نے خالص پولیس والوں کے لہجے میں کہا۔ "گویا میرا یہ خیال ٹھیک ہے کہ آپ کو بھوشن اور مارگریٹ کے بارے میں بھی بہت زیادہ علم ہے۔"

"ہمیں صرف اتنا علم ہے کہ مارگریٹ کو اغوا کر لیا گیا ہے اور اسے بازیاب کرانا بھی میرے فرائض میں داخل ہے۔"

"اور اگر مارگریٹ کو بازیاب نہ کیا گیا تو مسٹر بھوشن جوزف کی دس ملین ڈالر کی بھاری رقم کھٹائی میں پڑ سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میجر کسمسا کر بولا۔ "گویا تم دونوں مارگریٹ کو درمیان میں لا کر پروفیسر کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟"

"غلط۔" میں نے مسکرا کر دوسرا وار کیا۔ "آپ کو یہاں تک بھی معلوم ہے کہ مارگریٹ پروفیسر کی کمزوری ہے ویسے بائی دی وے کیا اس قسم کے قطعی ذاتی اور نجی معاملات میں بھی دلچسپی لینا آپ کے فرائض میں داخل ہے یا اس کی وجہ بھی کوئی خاص ہے؟"

"تم۔۔۔" میجر تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے سے اب فرعونیت ٹپک رہی تھی۔ بلی تھیلے سے باہر نکل آئی تھی۔ اس کے لہجے کی تلخی میرے مفروضے کو تقویت پہنچا رہی تھی۔

"آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم اپنا ٹرمپ کارڈ شو کرنے کے بعد بھی اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے؟"

"تم خاصے دور اندیش ہو۔" میجر نے مجھے سفاک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اب تمہاری آزادی ہمارے منصوبے کی موت ثابت ہو گی۔"

"خوب۔" میں نے پھر چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ بھی بھوشن جوزف اور مارگریٹ کی سازش میں برابر کے حصے دار ہیں؟"

"تم دونوں کی موت اب یقینی ہے۔" وہ کسی زخمی ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔

"سوچ لو میجر۔" میں نے بدستور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر تمہیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ پروفیسر کے معاملات میں ہمیں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ مارگریٹ کے ذریعے ہوئی ہیں تو پھر تم سوچنے میں بھی حق بجانب ہو گے کہ مارگریٹ اس وقت کس کے قبضے میں ہو سکتی ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اسی بات کا شبہ تھا کہ مارگریٹ کی گمشدگی میں کسی نہ کسی طریقے سے تمہارا دخل ضرور ہے' تمہاری پروفیسر سے ملاقات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا لیکن تم نے شاید ابھی ایک اہم نکتے پر غور نہیں کیا۔"

"کیا؟"

"اگر ہم یہاں سے زندہ و سلامت واپس نہ گئے تو مارگریٹ کی زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔" میں نے اس کے ویک پوائنٹ کو چھیڑا۔ "ایک خاص وقفے کے بعد ہمارے آدمی مارگریٹ کی زندگی کا خاتمہ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے اس کے بعد تمہاری سازش بھی ناکام ہو جائے گی اور بھوشن کی ایک بھاری رقم بھی ڈوب جائے گی۔ ون منٹ میجر۔" میں نے اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر تیزی سے کہا۔ "ایک بات اور ذہن نشین کر لو' مارگریٹ کی موت کی اطلاع ہمارے آدمی پروفیسر تک پہنچانے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

میجر خاموش کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بڑا شکار اس کے ہاتھ آنے کے بعد پھسل کر نکل گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کے شعلے رقص کر رہے تھے جس میں بے بسی کا احساس بھی شامل تھا۔ خاصی دیر تک وہ ہمیں خونخوار نظروں سے گھورتا رہا' وہ کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بہتر یہی ہو گا پروفیسر کہ تم اب ہمیں جانے کا گرین سگنل دے ہی دو۔" میں نے ایک آنکھ جھپکا کر رازداری سے کہا۔ "ہم کسی معقول معاوضے کے عوض تمہارے اور بھوشن کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ کم از کم ہمیں تم سے یہی امید ہے کہ تمہیں ہماری پیشکش سے انکار نہیں ہو گا۔ البتہ بھوشن جیسا دولتمند آدمی شاید ہماری آفر قبول نہ کرے۔"

"کیا تم ہمیں یقین دلا سکتے ہو کہ مارگریٹ واقعی تمہارے قبضے میں ہے؟"

"نہ ہوتی تو ہمیں قومی مفاد کی آڑ لے کر بھلا پروفیسر سے ملاقات کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہم تمہیں مارگریٹ کے عوض خاصی ہینڈسم رقم دے سکتے ہیں۔"

"سوری۔ میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب ہم تمہاری چیک پوسٹ پر تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہو گا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد اپنے وعدے سے مکر نہیں جاؤ گے۔"

"ایسے معاملات میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں رسک لینے کو تیار ہوں لیکن اس کے لیے ہمیں کسی اور سے مشورہ کرنا ہو گا۔"

"ضرور کرو۔ ہمیں کچھ زیادہ جلدی بھی نہیں ہے' ویسے ہم نے اپنے آدمیوں کو چھ گھنٹے تک واپسی کا یقین دلایا تھا۔ اس کے بعد وہ جو قدم بھی اٹھائیں گے اس کی ذمے داری تمہارے سر ہو گی۔"

"کیا تم اپنے آدمیوں کو فون پر ہدایت نہیں دے سکتے کہ وہ تمہاری طرف سے ریڈ سگنل ملے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے پرہیز کریں؟"

"جاسوسی ناولوں اور سنسنی خیز فلموں میں یہی ہوتا ہے کہ ہیرو بڑی چالاکی سے ایک خاص وقت تک کے لیے اپنے حریف کو کوئی جارحانہ قدم نہ اٹھانے پر آمادہ کر لیتا ہے پھر اس کے ساتھی اپنے مقصد کے حصول کی خاطر دوڑ دھوپ شروع کر دیتے ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم شاید فراموش کر رہے ہو کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے بھی رہ چکا

ہے اور اس قسم کے گھسے پٹے طریقے ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہوتے، تمہیں بہرحال ہماری زبان پر اعتبار کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ہمیں تمہاری شرط منظور نہیں ہوگی۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمہارا آٹومیٹک واپس کرکے دوستی کا ثبوت دیا ہے۔"

"تم چاہو تو اسے واپس بھی لے سکتے ہو۔" میں نے اس کے جواب دینے سے پیشتر آٹومیٹک ہولسٹر سے نکال کر میز پر ڈال دیا۔ "جس پستول کی میگزین سے گولیاں نکال دی گئی ہوں اس کی حقیقت کسی حقیر کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کے خالی ہونے کا اندازہ مجھے اسی وقت ہوگیا تھا جب میں نے اسے اٹھا کر ہولسٹر میں رکھا تھا۔"

"تم ضرورت سے زیادہ چالاک اور خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے بڑی رعونت سے اپنا امریکن کولٹ دراز سے نکالتے ہوئے سوچے میں کہا۔ "مارگریٹ کو ہم فراموش کرسکتے ہیں اس لیے کہ اس کی موت تمہاری زندگی سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ایک بار پھر غور کرلو میجر۔" میں نے بدستور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا تم بھوشن کی ناراضگی برداشت کرنے کی خاطر زندہ رہ سکو گے؟"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔" اس نے امریکن کولٹ کا رخ ہماری طرف فضا میں بلند کرتے ہوئے سفاک لہجہ اختیار کیا۔ "میں صرف پانچ تک گنوں گا اس کے بعد تمہارے جسموں سے تمہاری روح کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔"

"نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے میجر۔" میں نے اپنی صندلی انگوٹھی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "چلو گنتی شروع کرو۔"

"تمہاری موت کے بعد ہوسکتا ہے کہ ہم مارگریٹ کو بازیاب کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ ایسی صورت میں تمہاری زندگی کی قربانیاں رائگاں جائیں گی۔"

"قربانی سچے دل سے کی جائے تو کبھی رائگاں نہیں جاتی۔ تم اپنے ارمان بھی پورے کرکے دیکھ لو۔"

"کیا یہ تمہارا آخری جواب ہے؟"

"یہ نفسیاتی حربے مت استعمال کرو۔ ہمارے فیصلے ہمیشہ اٹل ہوتے ہیں۔"

"ایک۔" میجر نے گھڑی دیکھ کر گنتی شروع کی۔ اس کی نگاہیں بار بار ہمارے چہروں کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ شاید وہ ہمارے چہروں سے موت کا ردعمل دیکھنے کی کوشش کررہا تھا۔ ندیم خاصی دیر سے خاموش بیٹھا حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"دو۔" میجر نے گنتی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "گزرا ہوا وقت، کمان سے نکلا ہوا تیر اور چیمبر سے نکلی ہوئی گولی بھی واپس نہیں آسکتی۔"

"ہم نے بھی یہ مثالیں اور گیدڑ بھبکیاں بہت سن رکھی ہیں۔"

"تین۔"

"اپنے ہاتھ پر دھیان دو میجر، کہیں عین وقت پر تمہارا نشانہ خطا نہ کرجائے۔" اس بار ندیم نے سرد مہری سے کہا۔

"چار۔" میجر نے چار گننے کے بعد خاص طور پر مجھے گھورا۔ "کیا تم پہلے مرنا پسند کروگے یا اپنی نگاہوں سے اپنے دوست کی لاش کو تڑپتا دیکھنا پسند کروگے؟"

"میں محسوس کررہا ہوں کہ تم اب بھی ذہنی طور پر یقین کی حالت سے دوچار ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا لیکن مجھے ندیم کی فکر لاحق تھی۔ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں میری موت مشکل تھی لیکن ندیم۔۔۔

"پانچ۔" گنتی مکمل کرنے کے بعد میجر کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھنے لگا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے میری نگاہوں کے نیچے گھپ اندھیرا طاری ہوگیا۔ موت کا تصور میرے لیے بڑا اذیتناک ثابت ہورہا تھا پھر جنونی انداز میں کسی مصلحت پر غور کیے بغیر میں نے اپنے سامنے رکھا ہوا پیپرویٹ بڑی پھرتی سے اٹھایا اور میجر کے ہاتھ کا نشانہ لے کر کھینچ مارا۔ گولی چلنے کی آواز کمرے میں گونجی لیکن میری بروقت جنون خیزی بڑی کام آگئی۔ میرا پھینکا ہوا پیپرویٹ ٹھیک نشانے پر لگا تھا جس کی بدولت نہ صرف میجر کا نشانہ خطا ہوگیا بلکہ امریکن کولٹ بھی اس کی گرفت سے نکل کر میز پر گرا جسے میں نے بڑی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ سب کچھ اس قدر برق رفتاری سے ہوا تھا کہ مجھے بھی اس کا یقین نہیں

آرہا تھا۔ میجر بازی پلٹ جانے کی وجہ سے بوکھلا گیا تھا۔

"شکریہ میجر۔" میں نے سفاک انداز میں کہا۔ "کوئی اندر داخل ہو تو اسے باہر جانے کا حکم دینے میں دیر لگانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ ہم سے پہلے تمہاری لاش زمین پر گرے گی۔"

میرا جملہ مکمل ہوتے ہی ایک رائفل بردار تیزی سے اندر داخل ہوا۔ گولی چلنے کی آواز سننے کے بعد وہ اصل صورت حال کا اندازہ لگانے کی خاطر تقریباً بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔

"گٹ آؤٹ۔" میجر نے اسے گھور کر کہا۔ "باہر جاکر خیال رکھو، میرا حکم لیے بغیر کوئی اندر نہیں آئے گا۔"

رائفل بردار کو صورت حال کا جائزہ لینے سے پہلے ہی "گٹ آؤٹ" کا حکم ملا تو اس نے زمین پر پیر مار کر میجر کو سلوٹ کیا پھر اباؤٹ ٹرن ہوکر باہر نکل گیا۔

"اب تمہیں ہماری واپسی کے لیے بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا ہوگا کہ تمہارے شکاری کتے کسی خطرے کی بو نہ سونگھ سکیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ندیم بھی میرے ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"میں تمہاری واپسی پرسکون اور دوستانہ انداز میں کرسکتا ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ ہم آپس میں کوئی سمجھوتا کرلیں۔" میجر کے لب ولہجے میں اب پہلی جیسی رعونت نہیں تھی۔ بازی کا رخ پلٹتے ہی اس نے اپنی گفتگو کا انداز بھی بدل دیا تھا۔

"کیسا سمجھوتا کرو گے میجر؟" میں نے محض رسمی طور پر دستی گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "ہم اگر پینتالیس منٹ کے اندر اندر ایک مخصوص جگہ پر واپس نہ پہنچے تو پھر مارگریٹ کی زندگی ہمارے اختیار سے باہر ہوگی۔ سمجھوتے والی بات بعد میں فون پر بھی طے کی جاسکتی ہے لیکن شرائط پیش کرنے کا حق ہمارے اختیار میں ہوگا۔"

"مجھے مارگریٹ کی واپسی کے عوض تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میجر نے جواب دیا پھر ندیم اور وہ ایک ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ میں ان دونوں کے پیچھے تھا۔ اپنا آٹومیٹک میں نے ہولسٹر میں واپس رکھ لیا تھا۔ میجر کا امریکن کولٹ میری جیب میں تھا جس کے ٹریگر پر میری انگلی جمی ہوئی تھی تاکہ اسے فوری طور پر استعمال کرسکوں لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ ہماری گاڑی بیریر (BARRIER) سے دس پندرہ گز کے فاصلے پر پارک تھی۔ میجر ہمارے ساتھ دوستانہ انداز میں باتیں کرتا ہوا گاڑی تک آگیا۔ میری عقابی نگاہیں اس کے ہر حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہاتھ کے کسی مخصوص اشارے سے وہ اپنے رائفل برداروں کو خطرے کا سگنل بھی دے سکتا تھا لیکن اس نے وقت کے تقاضے کے پیش نظر کسی قسم کی کوئی حماقت مول لینے کی کوشش نہیں کی شاید اسے یقین آگیا تھا کہ ہم نے اسے جو دھمکی دی تھی اسے پورا کرنے میں بھی دریغ سے کام نہیں لیں گے۔ اسٹیئرنگ پر ندیم کے بیٹھنے کے بعد میں نے میجر نصیر سے کہا۔

"ہمارے درمیان دوستانے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ پروفیسر سے ہماری ملاقات کا ذکر کسی اور سے نہ کیا جائے ورنہ تمہیں جوابی کارروائی کی خاطر مارگریٹ کے گندے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں گے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن ہمارے درمیان ملاقات کی کیا شکل ہوگی؟"

"اس کی فکر مت کرو، ہم پہلی فرصت میں تمہیں اپنی تمام شرائط سے آگاہ کردیں گے۔"

"میں ایک درخواست کروں گا؟" میجر نے سنجیدگی سے کہا۔ "جب تک ہمارے درمیان مذاکرات جاری رہیں گے تم مارگریٹ کو کسی قسم کا ذہنی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"معلوم ہے مجھے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کی حیثیت تمہارے لیے سونے کی چڑیا اور الہ دین کے چراغ سے کم نہیں ہے۔"

"اور اب وہ سب کے لیے فائدہ مند ثابت ہوسکتی ہے۔" اس نے مجھے اچک دیا۔

"میجر۔" میں نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کے بعد اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔ "بھوشن سے تمہاری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟"

"میں براہ راست اس سے ابھی تک نہیں ملا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔" میجر نے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان رابطہ کا ذریعہ مارگریٹ ہی کی ذات تھی۔"

"تمہارے اور مارگریٹ کے تعلقات کس طرح پیدا ہوئے تھے؟" میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ ابھی تک سر سے پاؤں تک مغربی تہذیب میں نتھری ہوئی ہے اور تم یقیناً جسمانی طور پر جنس مخالف کے لیے اپنے اندر میگنیٹک کشش رکھتے ہو۔"

جواب میں میجر نصیر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ اس کی خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ مارگریٹ نے اس کے ساتھ تمام حدود پھلانگنے کے بعد ہی اسے قابو کیا ہوگا۔

"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔" میں نے اسے نفسیاتی طور پر اپنے دباؤ میں رکھنے کی خاطر دروغ گوئی سے کام لیا۔ "مارگریٹ نے تمہارا نام نہیں لیا تھا لیکن اتنا اشارہ ضرور دیا تھا کہ پروفیسر تک پہنچنے کی خاطر ہمیں متعدد رکاوٹوں سے گزرنا ہوگا۔"

"میں اس سلسلے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"او کے میجر۔" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہی امریکن کولٹ جیب سے نکال کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے

کہا۔ "اب تم اشارہ دے کر ہمارے راستے کی رکاوٹ کو درمیان سے ہٹواؤ۔ ایک بار پھر ذہن نشین کرلو کہ اگر تم نے کوئی غلطی کی تو اس کی سزا سب سے پہلے تمہیں اور اس کے بعد مارگریٹ کو ملے گی۔"

جواب میں میجر نے ہمیں بے بسی سے دیکھا پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ دیا تو لوہے کی وہ مضبوط اور وزنی راڈ اوپر اٹھالی گئی جس نے راستہ روک رکھا تھا۔ ہم نے میجر کو ہاتھ کے اشارے سے وش کیا پھر ندیم نے خاصی برق رفتاری سے رکاوٹ کو عبور کرلیا۔ اس کی نظریں بار بار عقبی شیشے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا ورنہ جس جال میں پھنس چکے تھے اس سے بچ نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میری جنوں خیزی قدرت کے کرم سے ہمارے کام آگئی تھی ورنہ میجر ہمیں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"ہوسکتا ہے کہ ہمیں آگے بھی کسی خطرے سے دوچار ہونا پڑے۔" ندیم نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"اس بات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ میجر نے اپنے کچھ آدمیوں کو چیک پوسٹ سے دور بھی تعینات کر رکھا ہو اور اب تک کسی بھی آلے کے ذریعہ ان کو ساری پوزیشن سے آگاہ کردیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ ہمیں روکنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن عقب سے سنائی دینے والا دھماکا اس قدر خوفناک اور لرزہ خیز تھا کہ ہماری گاڑی بھی ایک ثانیے کو سڑک پر لہرا گئی تھی۔ ندیم نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی پھر ہم نے باہر نکل کر دیکھا تو میجر نصیر کی چیک پوسٹ کا کوئی نام ونشان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ گرد وغبار اور بھڑکتے ہوئے خطرناک شعلوں نے ایک خاص علاقے کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا جہاں کسی کے زندہ بچ جانے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ دشمنوں کو ہمارے بارے میں اطلاع مل چکی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہمارے اور میجر نصیر کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن لی ہو اور میجر نصیر کی زبان کھولنے کی سزا اسے اس قدر بھیانک انداز میں دی گئی ہو۔"

"لیکن وہ چاہتے تو ہمیں بھی میجر کے ساتھ ہی فنا کرسکتے تھے۔"

"ہاں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا شاید اس لیے کہ مارگریٹ ابھی ہمارے قبضے میں ہے اور وہ ان تمام باتوں میں ایسی کلیدی حیثیت رکھتی ہے جس کے بغیر بھوشن یا اس کے کارندے پروفیسر کو آسانی سے اپنے جال میں نہیں پھانس سکتے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے اب ہمیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"اس سے پیشتر ہمیں یہاں سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکل جانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ پولیس کو بھی اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہو۔" ندیم نے دوبارہ اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ راستے میں ہمارے درمیان اسی ہولناک دھماکے کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ مارگریٹ کی اہمیت اب زیادہ بڑھ گئی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہم شہر کے ہنگاموں میں داخل ہوچکے تھے۔ ندیم کسی گہری سوچ میں غرق تھا اور میرا ذہن کالکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ اس بات کا اقرار کرچکی تھی کہ فی الحال وہ بھوشن کا پتہ نہیں بگاڑنا چاہتی۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھوشن سے دور رہوں۔ بانو کی پولیس تحویل میں ہونے والی پراسرار موت کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ایک مخصوص زہر قرار دیا گیا تھا۔ میں کالکا کو شکنتلا کی ہلاکت کے وقت بھی ایک ناگن کے روپ میں دیکھ چکا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ چیک پوسٹ پر ہونے والا دھماکا بھی کالکا کی خباثت کا نتیجہ ہو لیکن اس امکان کی روشنی کے عقب میں اندھیرے کی کچھ گتھیاں بھی قابل غور تھیں۔

اگر کالکا طاغوتی قوت کی مالک تھی تو پھر وہ پروفیسر ابرار کے ذہن پر قبضہ کرکے فارمولے کے سلسلے میں اس کی زبان بھی کھلواسکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس وقت ندیم کے آدمیوں نے مارگریٹ کو اغوا کیا تھا وہ اس وقت بھی مارگریٹ کا تحفظ کرسکتی تھی مگر اس نے ایسا بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ وہ مجھے بھوشن سے دور رہنے کو کیوں مجبور کررہی تھی؟ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ بہرحال حالات کی روشنی میں بھی سوچا جاسکتا تھا کہ یا تو وہ ہمارے لیے خطرناک سازش کا کوئی حسین جال بن رہی تھی یا پھر دیوی دیوتاؤں نے اسے بھوشن کی مدد کرنے کے لیے پابند کردیا تھا۔ میں ان ہی خیالات میں گم تھا جب لیڈی ملکارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں تمہیں ایک نئی زندگی کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دل ہی دل میں سوال کیا۔

"تمہاری کالکا رانی اس وقت کانٹوں کے بستر پر لوٹ رہی ہوگی۔" لیڈی ملکارنس نے جواب دیا۔ "اگر میں نے بروقت تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو کالکا، میجر نصیر کے ہاتھوں تم دونوں کو گرادیتی اس کے بعد اسے مارگریٹ کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔"

"کیا کالکا اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے پروفیسر کی زبان نہیں کھلواسکتی؟"

"... تین بار اس کی کوشش کرچکی ہے لیکن میں نے

اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ہرچند کہ پروفیسر ابرار کی ایجاد جس پر وہ شب وروز محنت کررہا ہے مغربی ممالک کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو مگر میں کالکا کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ جانتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟"

"کیا؟"

"اس نے مجھے اور میری قوت کو للکارنے کی حماقت کی ہے۔"

"مارگریٹ کے بارے میں تم کیا پیش گوئی کروگی؟"

"میں قبل ازوقت مکمل کوئی بات نہیں کرسکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس کا انجام عبرتناک ہوگا۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فی الحال میں بھی تمہیں اس سے دور رہنے کا مشورہ دوں گی لیکن اس کے ستارے بہت جلد گردش میں آنے والے ہیں۔"

"کیا کالکا ہی نے اس چیک پوسٹ پر دھماکا کراکے میجر نصیر اور اس کے ساتھیوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا ہے۔"

"اس کا جواب تمہیں جلدی مل جائے گا۔"

"میرے بارے میں اب تم کیا کہوگی؟"

"اس خیال کو دل سے نکال دو میرے بچے کہ میں اور کالکا ایک ہی تصویر کے دورخ ہیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "کبھی کبھی حالات مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کردیتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں لیکن جب تک انسان کے اندر یقین اور اعتماد نہ ہو اس کے بھٹک جانے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔"

"انسان کو اپنی فطرت بدلنے میں کچھ وقت ضرور لگتا ہے۔"

"تمہارے اندر بھی اچانک ایک نمایاں تبدیلی آنے والی ہے۔" لیڈی ملکارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اب تک وہ قوت جس کا راز ابھی تک نہ مجھے مل سکا اور نہ کالکا اس میں کامیابی حاصل کرسکی ہے ہوسکتا ہے تم سے واپس چھین لی جائے۔"

لیڈی ملکارنس کا جواب سن کر میں ایک لمحے کو گھبرا گیا۔ میں نے جلدی سے صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا جو بدستور میرے ہاتھوں میں موجود تھی۔ پھر لیڈی ملکارنس کا اشارہ کس سمت تھا؟ کیا وہ خدا کے اس برگزیدہ بندے کی بات کررہی تھی جو مجھ سے ناراض ہوچکا تھا؟ مجھے یاد آیا جب اس کمبل پوش بزرگ نے اشاروں اشاروں میں میری ماں کی موت کی اطلاع دی تھی اس وقت اپنی صندلی انگوٹھی واپس کرنے کو بھی کہا تھا پھر شاید اس کو میری حالت پر رحم آگیا تھا۔ لیڈی ملکارنس کی بات سن کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔

"میں تمہارے چہرے کے تاثرات کو پڑھ رہی ہوں میرے عزیز، گھبراؤ مت۔ میں اس بات کو ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی مگر میرا خیال کہ کوئی نہ کوئی پراسرار قوت تمہاری مدد کرتی رہے گی۔ ہوسکتا ہے وہ تمہاری زندگی کے دھارے کو بھی بدل دے۔"

"مس میلیا کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا وہ لڑکی یا بھوشن کے خلاف ہماری مدد کرسکتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ کچھ مجبوریاں ایسی ہیں جنھیں قبل ازوقت بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن تم پریشان مت ہو اب میں تمہارے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھوں گی۔"

"کیا کالکا ہمارے خلاف کوئی سازش کررہی ہے؟"

"ہاں۔" لیڈی ملکارنس نے مختصراً جواب دیا پھر بولی۔ "میں اب جارہی ہوں ایک ضروری کام درپیش ہے۔"

پھر میں نے اسے دل ہی دل میں کئی بار پکارا لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

"کیا بات ہے؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

"اپنی اس جنونی حرکت پر غور کررہا ہوں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اگر ہیپوویٹ اٹھانے میں مجھے پلک جھپکنے کی دیر بھی ہوجاتی تو شاید اس وقت ہم دونوں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہوچکے ہوتے۔"

"تم اس کو مشیت ایزدی بھی کہہ سکتے ہو؟"

ہم گفتگو کرتے ہوئے گھر پہنچے تو عارف نے بتایا کہ کسی شخص کا فون تین چار بار میرے لیے آچکا ہے۔

"کیا فون تم نے ریسیو کیا تھا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ میرا مقصد بھانپ کر بولا۔ "کال نسیم نے ریسیو کی تھی۔"

"فون کرنے والے نے اپنا کوئی نام یا نمبر بھی بتایا تھا؟"

"نہیں۔" اس بار نسیم نے کمرے میں داخل ہوتے جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن اس کی گفتگو سے اندازہ ہورہا تھا کہ اسے آپ سے کوئی اہم بات کرنی ہے۔"

"سراج تو نہیں تھا؟" ندیم نے دریافت کیا۔

"نہیں۔" نسیم نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "کال کرنے والے کی آواز میرے لیے نئی ثابت ہوئی تھی۔"

ہم ابھی ان کالوں کے بارے میں قیاس آرائیاں کررہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے گھر پہنچ گئے۔ مجھے تم دونوں کی فکر لاحق تھی۔"

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے دبی زبان میں دریافت کیا۔ دوسری جانب سے بولنے والے کی آواز میرے لیے کچھ نئی نئی سی لگ رہی تھی۔

"پروفیسر ابرار۔"

"اوہ۔" میں چونکا۔ "آپ کو ہمارے گھر کا نمبر کس طرح معلوم ہوا۔"

"انکوائری سے۔ یہ کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا جسے حل نہ کیا جا سکتا۔" پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہ جان کر خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا ہوں کہ تم دونوں راستے میں کسی غیر متوقع حادثے کا شکار نہیں ہوئے۔"

"کیا آپ کو شبہ تھا کہ ہمیں راستے میں شکار کرنے کی کوشش ہوگی؟"

"تم اس دھماکے کو کیوں فراموش کر رہے ہو جو چیک پوسٹ نمبر ون پر تمہارے نکل جانے کے بعد ہوا تھا۔"

"تو کیا وہ۔" میں نے نسیم اور عارفہ کی موجودگی میں مکمل جملہ نہیں ادا کیا۔

"میں اپنے گرد و پیش سے کبھی بے خبر نہیں ہوتا۔ میں نے وہ گفتگو بھی سن لی تھی جو تمہارے اور مرحوم میجر نصیر کے درمیان ہوئی تھی۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ "تمہاری آمد میرے لیے ایک نیک شگون ثابت ہوئی ہے ورنہ مجھے میجر نصیر کی شخصیت پر غدار ہونے کا کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنے عملے کے تمام افراد کا انتخاب بہت غور و خوض کے بعد کیا تھا لیکن مارگریٹ۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اپنی سطح سے اس قدر نیچے بھی گر سکتی ہے، بہرحال تم لوگ دھماکے کی اصلیت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھو گے۔"

"آپ ہم پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ تم دونوں محب وطن ہو۔ اس لیے احتیاطاً یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی لیب سے لے کر آخری چیک پوسٹ تک ایسا خفیہ سائنسی نظام قائم کر رکھا ہے کہ نہ صرف میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سے باخبر رہتا ہوں بلکہ اگر چاہوں تو ان کی نقل و حرکت بھی دیکھ سکتا ہوں۔ عام طور پر آنے جانے والے افراد اور چیک پوسٹ کے عملے کی گفتگو ریکارڈ ہوتی ہے جسے میں صرف فرصت کے وقت سن لیتا ہوں مگر تمہارے سلسلے میں مجھے شبہ تھا کہ کہیں تم لوگ بھی ان ممالک کے مقامی ایجنٹ تو نہیں جو میرا فارمولا چرانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔ اسی ایک شک کی بنیاد پر میں نے تم دونوں کی نقل و حرکت کو آخری چیک پوسٹ تک نظر میں رکھا تھا پھر تمہاری اور غدار ملت میجر نصیر کی گفتگو سننے کے بعد یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس کو عدم آباد روانہ کر دیا جائے۔ مجھے اس کے عملے کی موت پر یقیناً افسوس ہے لیکن انسان کو اپنی بقا اور ملک و قوم کی خاطر اس قسم کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ میں نے چیک پوسٹ کی ہولناک تباہی کی اطلاع وزیر داخلہ اور آئی جی پولیس کو بھی کر دی ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کی تفتیش کا دائرہ وسیع ہو کر تمہیں بھی مشتبہ افراد کی فہرست میں شامل کر لے لیکن تم اپنی اور ہماری ملاقات کے سلسلے میں اپنی زبان قطعی طور پر بند رکھنا۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہارے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں ہونے دوں گا۔"

"شکریہ پروفیسر۔"

"مارگریٹ کا خیال رکھنا، اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" اس بار پروفیسر کے لہجے میں پیار بھری گھٹی تھی۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" پروفیسر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "آستین میں سانپ پالنا عقل مندی کے منافی ہے اور اسے دودھ فراہم کرنا حماقت کی انتہا ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود مجھے اس سے پیار ہے۔ ویسے تم اس کی زبان کھلوانے کی خاطر تشدد کے علاوہ تمام حربے استعمال کر سکتے ہو، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"کیا آپ ہماری گفتگو سننا پسند کریں گے؟"

"نہیں۔" پروفیسر نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "پہلے مارگریٹ کے سلسلے میں مجھے تمہارے بیان کی صداقت پر یقین نہیں آیا تھا لیکن میرا اور تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بعد اب مجھے مزید کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

"کیا ہم کسی ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ کر سکتے ہیں؟"

"میں تمہیں منع نہیں کروں گا مگر میری درخواست پر تم مارگریٹ کا۔" پروفیسر کی آواز بھرا گئی پھر اس نے سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ مجھے اس کے بے حساب عشق اور اس کی شدت کا کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا۔

"کس کا فون تھا؟" نسیم نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔ عارفہ کی بے چین نگاہیں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"ایک پرائیویٹ کال۔" میں نے بات بنائی۔ "وہ جنگی قسم کا پروفیسر ہے۔ آج کل ہماری کنسٹرکشن کمپنی کے ذریعے ایک شاندار بنگلہ اپنی مرضی کے مطابق بنوانا چاہتا ہے۔"

"اس میں خطرے والی کیا بات ہے؟" عارفہ نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ پارٹیاں اور بھی اس بنگلے کی کنسٹرکشن میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ خاص طور پر ایک پارٹی نے تو اسے اپنا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"اگر وہ پروفیسر آپ کے ذریعے کام کرانا چاہتا ہے تو کیا اسے آپ کا فون نمبر بھی نہیں معلوم۔" نسیم نے جرح کی۔

"میں نے کہا تھا کہ وہ جنگی پروفیسر ہے اس لیے وہ میرا کارڈ کہیں رکھ کر بھول گیا ہوگا۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "ویسے انکوائری سے میرے گھر کا نمبر معلوم کرنا سب سے آسان تھا، پروفیسر نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا۔"

"اور یہ ہماری گفتگو سننے سے آپ کی کیا مراد ہے؟" نسیم نے مجھے ٹٹولنے کی مزید کوشش کی۔

"خدا کے لیے اب کاروباری معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانے سے پرہیز کرو ورنہ میں تو تم لوگوں کو جواب دیتے دیتے خرچ ہو جاؤں گا۔"

"بہرحال میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی بات ہم سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" عارفہ نے جواب دیا۔

"کیا تم اس پروفیسر سے ملنا پسند کرو گی؟" ندیم نے مجھے سہارا دیتے ہوئے عارفہ سے پوچھا۔ "لیکن ایک بات قبل از وقت بتا دوں۔ وہ صرف جنگی ہی نہیں بلکہ انتہائی بوم اور کوڑھ مغز بھی واقع ہوا ہے۔ دوسرے کا وقت برباد کرنا اور بال کی کھال نکالنا اس کی ہوبی ہے۔"

"آپ کہتے ہیں تو مانے لیتی ہوں۔" نسیم نے مجھے مخاطب کر کے ندیم کی جانب محبت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ورنہ ان کی اکثر باتیں قابل اعتماد نہیں ہوتیں۔"

"کب کی بات کر رہی ہو، شادی کے بعد کی یا اس سے پہلے کی۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "عارفہ اور شہباز کی موجودگی میں میری زبان بند ہی رہے تو ورنہ کچھ شکایتیں مجھے بھی تم سے ہیں۔"

"وہ کیا؟" نسیم سنجیدہ ہو گئی۔

"بتا دوں؟"

"بتا دیجئے۔ میں نے کوئی ایسی ویسی بات کی ہی نہیں تو پھر ڈرنا کیسا۔" نسیم نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"چلو چھوڑو اگر میں نے سب کچھ کہہ دیا تو عارفہ کیا سوچے گی۔"

"ندیم بھائی۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ بھی الٹی سیدھی باتیں کریں میری اور نسیم کی محبت میں کوئی دراڑ بھی نہ پڑے گی۔"

بہرحال بات اسی ہنسی مذاق میں ٹل گئی۔ عارفہ اور نسیم کام کاج میں مصروف ہو گئیں تو میں نے ندیم کو اپنی اور پروفیسر کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سنا دی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مارگریٹ کے سلسلے میں اب کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"پروفیسر کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے میجر نصیر کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ کچھ غدار قسم کے لوگ اور بھی اس کی حفاظتی ٹیم میں شامل ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے میرا ذاتی نظریہ ہے کہ اس قسم کے حساس معاملات میں زیادہ افراد کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا، بہرحال ہم مارگریٹ کی زبان کھلوانے کی کوشش کریں گے ہو سکتا ہے میجر نصیر کا انجام سننے کے بعد اس کے گفتگو کا انداز بدل جائے۔"

"میلبا کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"وہ تمہاری رہنمائی صرف رکی تک کر سکتی ہے لیکن اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم راجو یا ماسٹر کی میں سے کسی ایک کو پروفیسر کی خفیہ نگرانی کی ذمے داری سونپ دو۔" میں نے کچھ توقف سے کہا۔ "میجر نصیر کی اطلاع ملنے کے بعد بوشن اور زیادہ کمینگی کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے منصوبے کی ناکامی دیکھ کر براہ راست پروفیسر ابرار کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کر بیٹھے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ بوشن اب تک جتنی کثیر رقم پروفیسر کا فارمولا حاصل کرنے میں خرچ کر چکا وہ اسے خود اپنے ہاتھوں سے ڈوبتی نہیں دیکھ سکتا۔"

ہمارے درمیان خاصی دیر تک پروفیسر، بوشن اور مارگریٹ کی باتیں ہوتی رہیں پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

دوسری صبح میں دفتر میں داخل ہوا تو وارثی نے بتایا کہ کوئی ایک شخص مجھے کئی بار فون کر چکا ہے لیکن اس نے اصرار کے باوجود اپنا نام یا فون نمبر بتانے سے گریز کیا تھا۔ میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں دی ویسے میرا خیال تھا کہ میجر نصیر کے انجام کی خبر مل جانے کے بعد بوشن نے ایک بار مجھے ٹھکانے لگانے کی خاطر اپنے کسی خاص کرگے کو مقرر کر دیا ہو گا۔ پہلے بھی متعدد بار وہ ایسا کر چکا تھا۔ میرا خیال غلط نہیں ثابت ہوا۔ میرے آفس میں آنے کے کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی اور میں جس فائل کا مطالعہ کر رہا تھا اسے بند کر کے میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

میں اس سے پہلے بھی تمہیں تین چار بار وارثی کے نمبر پر ڈائل کر چکا ہوں۔" دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز میرے لیے اجنبی ہی ثابت ہوئی تھی۔

"وارثی نے مجھے اس کی اطلاع دی تھی اگر آپ نے نمبر چھوڑا ہوتا تو میں خود کال بیک کر لیتا۔"

"میرا اصول دوسروں سے مختلف ہے شہباز خان۔" بولنے والے نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں خاص طور پر کوئی واردات کرتے وقت ہمیشہ نئے لباس کو ترجیح دیتا ہوں۔ تم خود محکمہ پولیس میں رہ چکے ہو اس لیے بخوبی جانتے ہو گے کہ اکثر دھوبیوں کی طرف سے جو مخصوص نمبر یا نشان لباس پر ڈالے جاتے ہیں وہ بھی مجرموں کی نشاندہی میں پولیس کے لیے خاصے مفید ثابت ہوتے ہیں۔"

"اوہ۔ تو گویا تم بھی کوئی جرائم پیشہ یا اجرتی قاتل قسم کی چیز ہو۔" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میرے پاس اپنا ذاتی پستول بھی ہے اور ایک خودکار سب مشین گن بھی ہے جو لائسنس شدہ ہیں مگر میں کسی کو قتل کرنے کی خاطر غیر لائسنس شدہ اسلحہ استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

"اور اس کے لیے تم دشمنوں پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کی خاطر اسے فون پر مرعوب کرنے کی بھی کوشش کرتے ہو۔"

"زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔" بولنے والے کے لہجے میں حقارت تھی۔ "میں پیدائشی طور پر دہشت گرد یا قاتل نہیں ہوں۔ تمہارے اسی معاشرے اور اس کے گھناؤنے ماحول نے مجھے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔"

"اب تم شاید مجھے اپنی مجبوریوں اور بے بسی کی کہانی سناؤ گے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔

"نہیں۔" اس کا لب ولہجہ یکلخت کرخت ہو گیا۔ "میں زیادہ لمبی چوڑی باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن میرا ایک اصول اور بھی ہے۔ میں اپنے شکار کو میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا ایک موقع ضرور دیتا ہوں۔"

"تم شاید اس میدان کی بات کر رہے ہو جس میں بوشن جیسے دوغلے اور گھٹیا انسان کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔"

"غلط سمجھے۔ میں نے بوشن کا نام ضرور سنا ہے لیکن ابھی تک ہم دونوں کا آپس میں کوئی کاروباری واسطہ نہیں پڑا۔"

"پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارا کاروبار کیا ہے؟"

"جرائم اور دہشت گردی بھی کاروبار میں شمار ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کاروبار میں دوسرے کے مقابلے میں نفع زیادہ ملتا ہے اور آدمی کو زیادہ بھاگ دوڑ بھی نہیں کرنی پڑتی۔ البتہ اس کا دل مضبوط ہونا شرط ہے۔ تمہارے کاروبار کی طرح ہمارے کاروبار میں بھی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، کبھی کسی معمولی کپڑے پر جرائم کش دوا چھڑکنے پر بھی لاکھ دو لاکھ مل جاتے ہیں اور کبھی سامنے والی پارٹی ہمیں منہ مانگا دام چکانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ تعلقات اور یاری نبھانے کی خاطر بڑا کام کرنے کے باوجود ہمیں سوائے پشت پناہی کے اور کچھ نہیں ملتا۔"

"تمہارا تعلق کس کیٹگری سے ہے؟"

"اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہو جائے گا۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "فی الحال میں تم کو حسب معمول ایک چانس دے رہا ہوں اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو ماہ رخ کے پاس جانے یا اس سے فون پر گفتگو کرنے سے بھی پرہیز کرنا ورنہ۔ تم خود سمجھ دار ہو۔"

"سمجھا۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "تم یا تو بوشن کے آدمی ہو یا رکی کے سلسلے میں رعایت چاہتے ہو۔"

"میں پہیلیاں بوجھنے یا بجھوانے کا قائل نہیں ہوں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ میرا بوشن یا رکی کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"پھر ایک ہی امکان باقی رہ جاتا ہے۔ تم شاید ماہ رخ کے ناکام عاشقوں میں سے کوئی ہو۔"

"ماہ رخ اگر تمہیں فون کرے تو تم فون پر کوئی بات چیت نہیں کرو گے۔" اس نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "قطعی طور پر اس سے گفت و شنید بھی ختم کر دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"اور کوئی خاص بات؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"فی الحال صرف اتنا ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں دوسرا چانس نہیں دوں گا۔ دیٹ از آل۔" اس نے جملہ مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا۔

میں نے مسکرا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن ایک منٹ بعد ہی فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اس بار ندیم کی کال تھی۔

"میں تمہاری گفتگو سن چکا ہوں، پریشان مت ہونا" میں نے تمہاری حفاظت کا معقول انتظام کر دیا ہے، ویسے اکیلا کریم بھی کافی نمک حلال قسم کا بندہ ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی دشمن تمہارے قریب نہیں آ سکے گا۔"

"فون کرنے والے کے سلسلے میں تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"رکی یا بوشن کا کوئی کارندہ لگتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ماہ رخ کا کوئی دل جلا اور ناکام عاشق بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ماہ رخ کا ناپ کیا ہے تم بھی اس کا اندازہ لگا چکے ہو۔ اس کے عاشقوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ تم سے فون پر گفتگو کرنے والا ایک وقت میں بھلا کتنے چاہنے والوں کا راستہ روک سکتا ہے۔"

"پھر۔ تمہارا شبہ کس طرف جاتا ہے؟"

"میں گھپ اندھیرے میں بلاوجہ ہاتھ پیر چلا کر انرجی ضائع نہیں کرتا، بہرحال اب تمہیں پہلے سے زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔"

"تم جس کہانی کا ایک کردار ہو میں اس کا ہیرو ہوں اس لیے میں دشمن قسم کے کرداروں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"سراج کا کوئی فون آیا؟ میرا مطلب ہے کہ چیک پوسٹ پر ہونے والے دھماکے کی کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تک اس کی اطلاع نہیں ملی۔ میں نے جان بوجھ کر اسے کریدنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"اچھا کیا۔ ورنہ تمہاری دلچسپی اس کے شک کا سبب بھی بن سکتی ہے۔"

"کیا تم نے مارگریٹ سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی۔"

"دفتر سے اٹھ کر میری طرف آجانا' مارگریٹ سے ہماری مشترکہ ملاقات زیادہ بہتر ثابت ہو گی۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا پھر فون بند کر کے دفتری کاموں میں الجھ گیا لیکن اس سے پیشتر میں نے سیکورٹی گارڈز کے انچارج کو بلا کر سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی اجنبی کو میرے ذاتی کمرے تک آنے کی اجازت نہ دیں۔ ندیم کی طرح میں نے بھی اس نادیدہ شخصیت کے بارے میں ذہنی جمناسٹک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

شام کو دفتر سے اٹھنے کے بعد میں سیدھا ندیم کی طرف گیا جہاں راجو پہلے سے موجود تھا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو ندیم نے راجو سے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ بیلیا' رکی کے ٹھکانے سے واقف ہے؟"

"میرے آدمی دو روز سے متواتر اس کے سائے کی طرح پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی تمام کالیں بھی چیک کی جا رہی ہیں لیکن ابھی تک بیلیا نے اپنے فون سے رکی نامی کسی شخص سے بات نہیں کی۔"

"ہو سکتا ہے اس نے رکی کو کسی کوڈ ورڈ سے کال کیا ہو۔" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے اظہار خیال کیا۔

"جی نہیں۔ اس نے سرے سے کسی مرد سے بات ہی نہیں کی۔"

"بہرحال مجھے رکی زندہ درکار ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم چاہو تو اس کام کے لیے دو چار آدمی اور لگا دو۔"

"مطمئن رہیں سر اگر رکی اسی شہر میں کہیں چھپا بیٹھا ہے تو میرے ساتھی بہت جلد اس کا سراغ لگا لیں گے۔"

"پروفیسر کے سلسلے میں میں نے ماسٹر کی کو ضروری ہدایت دے دی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں تم بھی پروفیسر کی نگرانی کا خاص خیال رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔" راجو جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری حفاظتی ٹیم میں کتنے افراد شامل ہیں؟" میں نے راجو سے سوال کیا۔

"اس کا علم باس کو زیادہ بہتر ہو گا۔" اس نے مسکرا کر ندیم کی سمت اشارہ کیا پھر خاموشی سے باہر چلا گیا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" ندیم نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "تمہارے فون کے بعد مجھے زیادہ تر کاروباری فون ہی موصول ہوئے تھے۔"

"میں نے ماہ رخ کو ابھی کچھ دیر پیشتر فون کیا تھا۔" ندیم مسکرایا۔ "اس نے بڑی بے باکی سے اقرار کیا ہے کہ اس کی زندگی میں جتنے افراد آ چکے ہیں وہ ان میں سے اب پانچ فیصد کے نام بھی نہیں جانتی' ویسے اس کا خیال ہے کہ ابھی تک اس کے علم میں کوئی ایسا جنونی عاشق نہیں ہے جو اس کے دربار عام میں

…نے جانے والے کو موت کی دھمکی دے کر روکنے کی کوشش …ے۔"

"آج کل اس کی فہرست پر پہلا نمبر کس کا ہے؟" میں نے …ر بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"پرانا تنت آدمیوں میں سے فی الحال میں صرف دو سے …ف ہوں۔" ندیم معنی خیز انداز میں بولا۔ "ایک تم اور دوسرا …۔"

"گویا یہ ہم دونوں کے لیے بڑے فخر و اعزاز کی بات ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہم دونوں خفیہ راستے سے …زمین دوز کمرے تک پہنچ گئے جہاں مارگریٹ قید تنہائی میں …تھی۔ اس کی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی جیسے کوئی ہرا بھرا …ت پت جھڑ کی زد میں آگیا ہو اس نے اپنے رکھ رکھاؤ اور …کے سلسلے میں خاص خیال رکھا تھا لیکن اس کے چہرے … تاثرات اور آنکھوں کی بے چینی اس بات کی ترجمانی …رہی تھی کہ وہ اندر سے بری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ ہم جس …ت کمرے میں داخل ہوئے وہ برش لیے آئینے کے سامنے …ڑی اپنے بال سنوارنے میں مصروف تھی۔ ہمیں دیکھ کر اس …غصے سے برش ایک جانب اچھال دیا۔

"مجھے یہاں اور کتنے دنوں تک رکھا جائے گا۔" اس نے …یم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے شانے …کائے۔

"شاید تمہیں اپنے انجام کی فکر نہیں۔" وہ بھوکی شیرنی کی …ح بولی۔ "میری رہائی کے بعد تم دونوں پر کیا گزرے گی تمہیں …ی اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"جانتا ہوں۔ جس کہانی کا آغاز اچھا نہ ہو اس کا انجام بھی …ی ثابت ہوتا ہے۔"

"اب تم مجھ سے کیا معلوم کرنے آئے ہو؟" اس نے …ارت سے پوچھا۔

"فی الحال ہم تمہیں ایک خوشخبری سنانے آئے ہیں۔" …یم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم نے اور بھوشن نے مل کر جو …ل بچھائی تھی اس کا ایک اہم مہرہ پٹ چکا ہے، دوسرے بھی …ری نظروں میں آتے جا رہے ہیں۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو۔" وہ بری طرح جھلائی۔ …صل کر کیوں نہیں کرتے۔"

"ہمارا تعلق چونکہ مشرق سے ہے اس لیے ہم تمہاری …ح کھل کر کوئی کام نہیں کرتے۔" ندیم نے ایک [illegible] قدرے …سکرا کر کہا۔ "ویسے تم غصے میں کچھ زیادہ ہی حسین نظر آنے …تی ہو۔"

"ایک بات بتاؤں تمہیں؟" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

"جس زمانے میں، میں ماڈلنگ کرتی تھی اس زمانے میں، میں نے دو کتے پال رکھے تھے۔ وہ بھی کبھی بالکل تمہاری ہی طرح بھونکنے لگتے تھے۔"

"تم ایک تیسرے کتے کو بھول رہی ہو۔" میں چپ نہ رہ سکا۔ "میجر نصیر۔"

وہ میجر نصیر کے حوالے پر بری طرح چونک اٹھی۔

"اس کے بارے میں اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تم میجر سے کس طرح ٹکرا گئے؟"

"اپنے رقیبوں کو برداشت کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ اتفاق ہی سمجھو جو میجر ہماری نگاہوں میں آگیا۔"

"تمہاری اس کی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"یہیں، اس کلب میں۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ تمہاری ہی خوشبو سونگھتا ہوا یہاں تک آگیا تھا۔ کسی سدھائے ہوئے سراغرساں کتے کی طرح۔"

"تمہارے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں؟" مارگریٹ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والا تناؤ یکلخت ہی ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"اس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں تمہارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤں۔ مجھے یہ بات قابل قبول نہیں تھی۔ بات بڑھتی گئی اور وہ بیچارہ دنیا سے ٹکٹ کٹا گیا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دراصل ہم مشرقی لوگ جب کسی سے محبت کرتے ہیں تو پھر کسی اور کے وجود کو برداشت نہیں کرتے۔"

"تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"اصلیت کیا ہے؟ یہ تم ہی اگل دو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔" اس نے سنبھل کر جواب دیا۔

"بکواس۔" میں نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے میجر نصیر کا کوئی ذکر نہیں کیا جو تمہارے اور بھوشن کے ہاتھوں اپنا ضمیر بیچ چکا تھا۔"

"میجر کو ہماری اسکیم کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔" وہ قدرے توقف سے بولی۔ "میں نے اسے صرف اس بات پر رضامند کیا تھا کہ وہ پروفیسر کے پاس آنے جانے والوں پر نظر رکھے۔ تم دونوں کے بارے میں البتہ اسے خاص ہدایت دی گئی تھی۔"

"اور اس کام کے عوض تم نے اسے کیا معاوضہ دیا تھا؟"

ندیم نے کہا۔

"تمہیں ہماری نجی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں گندگی میں پتھر مارنے کا قائل بھی نہیں ہوں۔" ندیم نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "میجر نصیر یہاں میرا شکار کرنے آیا تھا لیکن خود کام آگیا لیکن مرنے سے پہلے اس نے ہمیں خاصی اہم معلومات فراہم کر دی تھیں۔"

"پھر تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"میجر نصیر کے علاوہ اور کون کون تمہاری ناپاک سازش میں شریک ہے؟"

"تم شاید ڈاج دے کر میری زبان کھلوانا چاہتے ہو لیکن اب میں تمہیں کوئی بات نہیں بتاؤں گی۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ "تم چاہو تو مجھے گولی مار دو۔"

"ہمارے ملک میں غداروں کو موت کی نہیں عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ جہاں تنہائی کی اذیت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ وہ خود ہی کھل کھل موت کو گلے لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو اگر تمہیں کسی تاریک کمرے میں رکھا جائے، کھانے کو کچھ نہ دیا جائے تو تمہاری کیفیت کیا ہوگی؟"

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکو گے۔" اس کی نگاہوں میں خوف کے سائے لہرانے لگے۔

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک میرے کسی آدمی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی ہوگی؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔" وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے آدمیوں پر شرافت کے برتاؤ کی جو پابندی لگا رکھی ہے اسے ختم کر دوں۔"

"نہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "تم ایسا نہیں کرو گے اس سے تو بہتر ہے کہ تم مجھے جان سے مار دو۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم مجھے ان لوگوں کے نام اور پتے بتا دو جو تمہارے اور بھوشن کی ناپاک سازش میں آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔"

"تم یہ سب باتیں براہ راست بھوشن سے کیوں نہیں معلوم کرتے جس نے مجھے اس اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

"ہم اس سے بھی تھوڑا بہت اگلوا چکے ہیں تم سے صرف تصدیق چاہتے ہیں۔" ندیم نے سوچتے لہجے میں جواب دیا پھر کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اس نے مارگریٹ کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ پروفیسر کا اہم فارمولا چوری کرنے کے بعد تم اسے موت کے گھاٹ اتار دیتیں؟"

"ہاں۔" اس نے توقف سے جواب دیا۔ "فارمولا چوری کرنے کے بعد پروفیسر کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تم نے اسے مارنے کا کیا پلان بنایا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"سلو پوائزننگ۔"

"اس کا مشورہ تمہیں کس نے دیا تھا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"بھوشن نے۔"

"اب اس ڈاکٹر کا نام بھی بتا دو جو پروفیسر کی موت کے سلسلے میں تمہاری مدد کرتا؟" ندیم نے پوچھا۔

"ابھی ہم نے اس کے لیے کسی ڈاکٹر کا انتخاب نہیں کیا تھا۔"

"رکی کا نام سنا ہے کبھی؟" میں نے کچھ سوچ کر اندھیرے میں تیر چلایا۔

رکی کا نام سن کر ایک بار پھر مارگریٹ چونکی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید تم نے رکی سے بھی جسمانی زبان میں تعلقات بڑھانے کی کوشش کی ہوگی؟"

"یہ بھی میرا نجی معاملہ ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"جانتی ہو پروفیسر نے تمہارے بارے میں ہم سے کیا کہا تھا؟" میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک کاری ضرب لگائی۔ "تم جس کو سلو پوائزننگ کر کے مار ڈالنا چاہتی تھیں اس نے درخواست کی ہے تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے بلکہ تمہارا پورا پورا خیال رکھا جائے۔"

"کیا تم پروفیسر سے بھی مل چکے ہو؟" اس کی رنگت زرد پڑ گئی۔

"ہاں۔ قومی مفاد کی خاطر اسے تمہاری اور بھوشن کی سازش سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تم نے اسے سب کچھ بتا دیا؟"

"اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"میرا ایک کام کرو گے؟" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "مجھے تھوڑا سا زہر فراہم کر دو میرے لیے اب زندہ رہنا بیکار ہی ہوگا۔"

"سوری۔" ندیم نے کہا۔ "ہم پروفیسر سے وعدہ خلافی نہیں کر سکتے۔ تمہارا فیصلہ وہی کرے گا۔"

"فار گاڈ سیک۔ مجھے زہر لا دو یا پھر شوٹ کر دو۔" اس نے بے حد گھگھیاتے ہوئے انداز میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کی۔

"بھوشن نے تمہارے اور میجر نصیر کے علاوہ اور کتنے افراد کو اعتماد میں لیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" وہ روندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"پروفیسر سے بات کرنا پسند کرو گی؟" ندیم نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔ اب میں اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔" اس نے بڑے یقین سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ پروفیسر اپنی زندگی سے زیادہ مجھے پیار کرتا ہے لیکن فارمولے کی چوری کے سلسلے میں وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے مارنے کے بعد وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے مگر وہ قوم کے مفاد کے مقابلے میں مجھے ترجیح نہیں دے گا۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تمہاری مکروہ زندگی کا خاتمہ پروفیسر ہی کے ہاتھوں ہو۔"

"پلیز۔ اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ سے مرنا زیادہ پسند کروں گی۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ "میں پروفیسر کو فیس (FACE) نہیں کر سکوں گی۔"

"فارمولے کے چوری کرنے کے لیے بھوشن نے کیا پلان بنایا تھا؟" میں نے کریدنے کی کوشش کی۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ اس کے سوا مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "جو لوگ اس قسم کی منظم سازش کرتے ہیں وہ کئی متبادل راستوں کو بھی ضرور ملحوظ رکھتے ہیں اور بھوشن اس نے بھی اپنی کامیابی کے لیے تمہارے علاوہ کوئی اور طریقہ بھی ضرور سوچ رکھا ہو گا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم۔"

"تمام طور پر اس قسم کے بڑے پیمانے پر جرم کرنے والے بڑے وہمی ہوتے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اس بات پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو وہ ٹھیک ہے۔"

"میں اب تمہیں یقین دلانے کی کوشش بھی نہیں کروں گی۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"یس۔ لاسٹ اینڈ فائنل۔"

جواب میں ندیم نے دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی کو کوئی مخصوص اشارہ کیا تو وہ اثبات میں گردن کو جنبش دیتا ہوا چلا گیا۔ اس کی جگہ دوسرے مسلح نقاب پوش نے سنبھال لی تھی۔ مارگریٹ کے چہرے پر اب نفرت اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات ابھر رہے تھے۔ ندیم اسے معنی خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مختصر سا کارڈلیس نکال لیا اس کے ساتھ ہی دیوار پر لگے ہوئے ایک سوئچ کو بھی آن کر دیا جس کے کچھ دیر بعد ایک مردانہ آواز کمرے میں لگے ہوئے خفیہ مائک کے ذریعے گونجنے لگی۔

"باس۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ کیا میں لائن ڈائرکٹ کر دوں؟"

"ہاں۔ ریسیور کریڈل پر رکھ کر بٹن آف کر دو۔" ندیم نے کہا پھر کارڈلیس کو منہ کے قریب لا کر بولا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ ندیم آن دی لائن۔"

"میں بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات؟"

دوسری جانب سے پروفیسر ابرار کی آواز کمرے میں گونجی تو مارگریٹ کے چہرے کا رنگ یکدم ہی بدل گیا۔ اب اس کی آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔ "میں اس وقت آپ کی مسز کے ساتھ ہوں۔ کیا آپ بات کرنا پسند کریں گے؟" ندیم نے وہ جملہ زیادہ زور سے نہیں کہا تھا لیکن اس کی آواز بھی پورے کمرے میں گونج اٹھی تھی۔ شاید ٹیلی فون کے کارڈلیس سسٹم کو ڈبل وے کے اصول پر قائم کیا گیا تھا جس سے دونوں فریق کی آواز سنی جا سکتی تھی۔ "تم نے کہا تھا کہ تم مجھے براہ راست مارگریٹ سے ملنے کا موقع دو گے۔" پروفیسر کے لہجے سے بے چینی مترشح تھی۔

"میں اب بھی آپ کے حکم سے انکار نہیں کروں گا لیکن فی الحال آپ کا اپنی لیب سے باہر آنا خطرناک ثابت ہو گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مارگریٹ کے اغوا اور میجر نصیر کے انتقال نے دشمنوں کو یقینی طور پر محتاط کر دیا ہو گا۔ ایسے حساس معاملات میں اگر سازش کرنے والا اپنی پلاننگ کو فیل ہوتا محسوس کرتا ہے تو پھر۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" پروفیسر کی آواز سنائی دی۔ "میجر نصیر کے بعد میں نے خود بھی اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو جاتا لیب سے ایک لمحے کو بھی باہر نہیں نکلوں گا۔ حکومت کی جانب سے بھی حفاظتی انتظامات اور سخت کر دیے گئے ہیں۔ شاید اب کوئی چرندہ بھی میری اجازت کے بغیر لیبارٹری کے قریب نہ آ سکے گا۔"

"انسان کے علاوہ کچھ ایسی شیطانی قوتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں کہیں پہنچنے میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میرا اشارہ طاغوتی قوتوں کی طرف ہے۔"

"میں ان افسانوی باتوں میں یقین نہیں رکھتا۔"

"لیکن ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ بھوشن کو اب تک ہمارے آدمی نہایت آسانی سے جہنم رسید کر سکتے تھے لیکن کچھ شیطانی اور گندی قوتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسی طاقت نے آپ کو بھی فرانس میں لے کر فارمولے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن

...پ نے اپنے ذہن اور لب کے داخلی دروازوں پر جو ڈیوائس ...نات کر رکھی ہے اس کی وجہ سے انھیں ابھی تک کامیابی ...ں ہوئی۔"

"آیندہ بھی نہیں ہوگی۔" پروفیسر بڑے اعتماد سے بولا۔ "...یرے شب و روز جس مصروفیت میں گزرتے ہیں شاید تم اس ...کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود میں ...ا کی عبادت اور اس کی مقدس کتاب کا مطالعہ روزانہ بڑی ...ندی سے کرتا ہوں۔ خدا کے بابرکت کلام ہی کے ذریعہ میں ...نے اپنے چاروں طرف ایک حصار سا کھینچ رکھا ہے۔"

"...شاید اسی لیے کالی طاقتیں ابھی تک اپنے مقصد ...کامیاب نہیں ہو سکیں۔"

"...کیا مارگریٹ اس وقت تمہارے کہیں قریب ہی موجود ...؟" پروفیسر کے لب و لہجے میں پھر بے چینی کا عنصر شامل ...گیا۔

"ہاں۔ ہم اس وقت جس انڈر گراؤنڈ اور ساؤنڈ پروف ...کمرے میں ہیں اس کے اندر ایسا سسٹم قائم ہے کہ آپ کی اور ...ری دونوں کی آواز کمرے میں چاروں طرف یکساں طور پر گونج ...رہی ہے۔ میں کارڈلیس آپ کی مسز کو دے رہا ہوں۔"

ندیم نے مختلف سا کارڈلیس جس کی لمبائی بہ مشکل چھ ...نچ رہی ہوگی مارگریٹ کی طرف بڑھا دیا۔ مارگریٹ کی ...گھبراہٹ اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ ...کچھ دیر تک وہ خود پر قابو پاتی رہی پھر پھنسی پھنسی آواز میں ...ی۔

"ہم ... میں مارگریٹ بول رہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی؟" ...وفیسر نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "میں نے مسٹر ندیم اور شہباز ...سے یہی درخواست کی تھی کہ وہ میری خاطر تمہیں کوئی تکلیف ...نہ پہنچائیں۔"

"ہاں۔ ابھی تک انھوں نے مجھے کوئی جسمانی اذیت نہیں ...پہنچائی لیکن۔"

"میں جانتا ہوں مائی ڈیئر۔" پروفیسر نے اس کی بات کاٹتے ...ہوئے کہا۔ "گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی ...زندگی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اسی طرح آزادی بھی ہے جو اچانک ...چھن جائے یا چھین لی جائے تو انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے۔"

"آئی ایم سوری ڈارلنگ۔" مارگریٹ نے بھرائی ہوئی ...آواز میں کہا۔ "میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں لیکن ... کیا تم ...اپنی مارگریٹ کو معاف نہیں کر سکتے۔"

"...تماد اور شیشے کی مثال ایک جیسی ہوتی ہے۔ شیشے میں اگر ...بال آجائے تو پھر اسے دنیا کی طاقت دور نہیں کر سکتی۔"

"آئی پرامس یو ڈارلنگ۔ میں تمام زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ایک لمحے کے لیے بھی تمہاری نگاہوں سے دور نہیں رہوں گی۔"

"اس حرام زادے بھوشن اور میجر نصیر سے تمہارے جو تعلقات تھے وہ میرے علم میں آچکے ہیں۔" پروفیسر تلملا کر بولا۔

"اس کے علاوہ آپ کی مسز کے ناجائز تعلقات ایک ایسے تھرڈ ریٹ دہشت گرد اور بدمعاش سے بھی رہ چکے ہیں جو آج کل انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہے۔" ندیم نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"مارگریٹ۔" پروفیسر کراہ اٹھا۔ "یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"میں اپنے تمام گناہوں پر شرمندہ ہوں لیکن وعدہ کرتی ہوں کہ آیندہ؟"

"تم نے الفاظ کی نگاہوں سے ٹپکنے والے آنسو کے قطرے پر بھی غور کیا ہے۔" پروفیسر نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ آنسو نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والا خون ہوتا ہے' لیکن ایک بار پلکوں تک آکر ڈھلک جائے تو پھر اس کی واپسی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"پلیز ڈارلنگ۔ گیو می اے لاسٹ چانس۔" مارگریٹ کے لہجے میں التجا تھی۔

"مارگریٹ۔ میں زندگی میں تمہیں زندگی کی آخری سانسوں تک کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔" پروفیسر نے کسی معصوم بچے کی طرح جواب دیا۔ "تم نے مجھ سے اس عمر میں شادی کی تھی جب تم جوانی کی بھرپور زندگی گزار رہی تھیں۔ میں تمہیں اپنے مستقبل کا سہارا سمجھتا تھا لیکن ... تم نے میرے اعتماد کو جو دھچکا پہنچایا ہے اس کی تلافی اب ناممکن ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو مائی ڈیئر۔ کیا تم اپنی مارگریٹ کو اتنی جلدی فراموش کر دو گے۔"

"نہیں۔ تمہاری یاد میری زندگی کا سہارا ہوگی۔" پروفیسر نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "لیکن شاید اس وقت میں غلطی پر تھا جب میں نے تم سے لو میرج کی تھی۔ مجھ جیسے تجربہ کار شخص کو اسی وقت غور کرنا چاہیے تھا کہ مغربی تہذیب میں پروان چڑھی ایک ماڈلنگ کرنے والی عورت کو جسے دنیا کی تمام آسائشیں مہیا تھیں' جس کے پاس دولت اور چاہنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی اس نے میرا ہاتھ تھام کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کس لیے کر لیا تھا۔ مارگریٹ مائی سویٹ ہارٹ' کیا تم اس کا اعتراف نہیں کرو گی کہ تم نے اپنی جھوٹی محبت کا یقین بھی کسی گہری سازش کی بنیاد پر کیا تھا۔ ہماری شادی ایک دھوکا تھی' تمہارا پیار ایک فریب تھا' تم مٹھی میں آئی ہوئی اس ریت کی طرح تھیں جو آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی آزادی کی طرف بڑھی

آسانی سے واپس ہو جاتی ہے پھر ... پھر انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے ... بالکل میری طرح۔"

پروفیسر کی سسکیوں کی آواز آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے بچے کی سی تھی جس کے ہاتھ سے اچانک اس کا پسندیدہ کھلونا جھپٹ لیا گیا ہو۔

"تم میرے لیے سسک رہے ہو مائی ڈیئر۔" مارگریٹ نے تیزی سے کہا۔ "کیا یہ محبت نہیں ہے؟"

"ہے ... لیکن ون وے ...۔" پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"مجھے ... تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔" اس بار مارگریٹ نے اپنی اصلیت ظاہر کرتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔ اس کی مغربی تہذیب نے اچانک سر ابھارا تھا۔

"تم خود اپنے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہو؟"

"تم مجھے ڈائیورس کر دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پہلی فلائٹ سے اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں گی۔"

"تھینک یو مائی ہنی۔" پروفیسر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی جلدی مجھے چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤ گی۔"

"اس کے علاوہ میرے پاس اور کیا راستہ رہ جاتا ہے۔" اس بار مارگریٹ نے نفرت سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے' موت کا راستہ۔" پروفیسر دوبارہ سسک اٹھا۔

"میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ قید کی زندگی سے موت میرے لیے زیادہ بہتر ہوگی۔" مارگریٹ نفرت سے بولی۔ "آئی ہیٹ یو۔ آئی ہیٹ یو۔"

"مسٹر ندیم اور مسٹر شہباز کیا آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔" اس بار میں نے پروفیسر کو اپنی موجودگی کا یقین دلانے کی خاطر کہا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ مارگریٹ کو شوٹ کر دیں۔"

"پروفیسر۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم ابھی آپ کی مسز سے یہ بھی اگلوانے کی پوزیشن میں ہیں کہ فارمولے کی چوری کی سازش آپ کی شادی سے پہلے مرتب کر لی گئی تھی۔ اس طرح ہماری فہرست پر کچھ اور نام بھی آسکتے ہیں۔"

"نہیں۔" پروفیسر نے کرب سے جواب دیا۔ "میں اپنی زندگی میں مارگریٹ کی موت میں کسی تشدد کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم سب ایسا کر کے بھی اپنی خواہش پوری کر لو مگر میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔" مارگریٹ کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ "آئی ہیٹ آل آف یو۔"

"مسٹر شہباز۔ جتنی جلدی ممکن ہو اس غدار عورت کو گولی مار دو لیکن تم سلسلہ منقطع نہ کرنا۔" پروفیسر نے عجیب طفلانہ خواہش کا اظہار کیا۔ "میں آخری وقت تک اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ تم اسے میری آخری خواہش بھی سمجھ سکتے ہو۔"

میں نے ندیم کی طرف دیکھا جو بغلی ہولسٹر سے اپنا پستول نکال کر اس پر سائیلنسر فٹ کر رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مارگریٹ اپنی موت کے تصور سے گھبرا جائے گی لیکن اس نے ایسا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ وہ کسی ماڈل گرل کے انداز میں اپنا سینہ تان کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ شاید وہ ندیم کے پستول کو بھی کوئی کیمرا سمجھ رہی تھی جو اس کے دلکش پوز کو اپنے اندر محفوظ کر کے اس کی پبلسٹی کے کام آئے گا۔

"پروفیسر۔" ندیم نے اپنا پستول بلند کر کے مارگریٹ کا نشانہ لیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کی آخری خواہش کو پورا کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہو چکا ہوں۔"

"پلیز۔" پروفیسر نے شدت جذبات سے کہا۔ "کوشش کرنا کہ مارگریٹ کے لیے ایک ہی گولی کافی ہو۔ میں اس کی موت کو بھی آسان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

مارگریٹ کے ہونٹوں کی مخصوص مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ اس نے سر کے ایک خفیف جھٹکے سے اپنی دراز زلفوں کو پشت کی جانب اچھالا پھر ایسے انداز میں کھڑی ہو گئی جس نے اس کے جسمانی گداز اور عریانی کو مزید بے نقاب کر دیا تھا۔ ندیم نے اسے آخری بار بہت حقارت اور نفرت بھری نظروں سے گھورا پھر لبلبی دبا دی۔ "پچ" ایک مدھم آواز فضا میں گونجی۔ پستول سے نکلی ہوئی گولی مارگریٹ کے دل کے مقام پر لگی تھی۔ فرش پر گرتے گرتے بھی اس نے رک رک کر آخری بار تین الفاظ بمشکل ادا کیے تھے۔

"آئی ... ہیٹ ... یو۔"

پھر وہ کراہ کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی آواز کے ساتھ ہی پروفیسر کی سسکیاں بھی تیز سے تیز ہو گئیں۔ اس نے مارگریٹ کو اپنی نگاہوں سے مرتے نہیں دیکھا تھا اس کے باوجود وہ کسی بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"پروفیسر۔" ندیم نے پستول واپس ہولسٹر میں رکھتے ہوئے کہا۔ "خود کو سنبھالیے ابھی ملک و قوم کو آپ کی گرانقدر خدمات کی بہت ضرورت ہے۔"

جواب میں پروفیسر کی ہچکیاں لے لے کر رونے کی آواز بتدریج تیز ہوتی گئی پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ندیم نے مارگریٹ کے جسم پر الوداعی نظر ڈالی پھر ہم

دونوں اوپر آگئے جہاں راجو موجود تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس کے پاس ہمارے لیے کوئی بہت ہی اہم اطلاع تھی۔

ہمیں آفس میں داخل ہوتا دیکھ کر راجو نے احتراماً کرسی چھوڑ دی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بدستور اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ کسی خاص مہم سے ناکام ہو کر واپس لوٹا ہے۔

"خیریت!" ندیم نے بیٹھتے ہوئے راجو سے دریافت کیا۔

"میرے پاس آپ کے لیے ایک اہم خبر ہے۔"

"کیا؟"

"مس میلبا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔" راجو نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چھٹی ہو جانے کے بعد وہ حسب معمول سپر اسٹور سے نکلی تھی۔ میرے آدمی کی اطلاع کے مطابق وہ بالکل فریش نظر آرہی تھی۔ چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تھی جس سے شبہ کیا جا سکتا کہ وہ کسی سے خائف ہے۔ فٹ پاتھ پر کھڑی وہ ٹریفک سگنل بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی لیکن سگنل کھلنے کے بعد اس نے جیسے ہی سڑک عبور کرنے کی خاطر پہلا قدم اٹھایا تو اس کے جسم سے اچانک خون کے فوارے ابل پڑے۔ وہ کوئی بیان دینے کے قابل نہیں تھی لیکن اس کی حیرت سے کھلی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ جو حادثہ اسے پیش آیا وہ اس کی توقع کے خلاف ہی تھا۔"

"فائرنگ کسی کار سے کی گئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔" راجو نے جواب دیا۔ "میری اطلاع کے مطابق فائرنگ سپر اسٹور کے سامنے زیر تعمیر پلازہ سے کی گئی تھی۔ ہمارے ساتھی نے فوری طور پر پلازہ میں داخل ہو کر اصلیت جاننے کی کوشش کی تھی لیکن شاید قاتل اپنا کام کرنے کے بعد عقبی راستے سے نکل گیا تھا۔ البتہ پہلی منزل سے ایک چوکیدار کی لاش ملی ہے اسے بھی گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔"

"رکی کے بارے میں کوئی اطلاع؟" ندیم نے کچھ توقف سے پوچھا۔

"جی نہیں لیکن میرے ساتھی سرگرم عمل ہیں۔"

پھر راجو کے جانے کے بعد ندیم نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے مس میلبا کے مرڈر کے سلسلے میں؟"

"شاید رکی یا بھوشن کے آدمیوں کو اس کا علم ہو گیا تھا کہ میلبا کی نگرانی کی جا رہی ہے چنانچہ انہوں نے پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگا دیا۔"

"بظاہر یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دل جلے عاشق نے اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد اسے گولی مار دی ہو۔"

"تمہارا اشارہ اس نامعلوم شخص کی جانب تو نہیں جس نے فون پر مجھے ماہ رخ سے دور رہنے کی تاکید کی اور قتل کرنے کی دھمکی بھی دی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بے پرواہی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "عشق تھوک کے حساب سے نہیں کیا جاتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ جنسی کج روی کا شکار ہو میں نے ایک امکانی بات کہی۔ اس سے پہلے بھی کئی وارداتیں ایسی پولیس فائل پر موجود ہیں جس میں کسی ایک ہی شخص نے متعدد لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا پھر ان کی زبان بند کرنے کے خوف سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"جنونی قاتل اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ ملنے کی خاطر بروقت عمل کرتے ہیں لیکن میلبا کے کیس میں ایسا نہیں ہوا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وہ راجو کے بیان کے مطابق صبح حسب معمول ہشاش بشاش حالت میں ڈیوٹی پر آئی تھی۔ اگر وہ کسی زیادتی کا شکار ہو چکی ہوتی تو سب سے پہلے پولیس سے رابطہ قائم کرتی۔"

"ایسی صورت میں صرف دو ہی باتیں سوچی جا سکتی ہیں۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "یا تو خود رکی کو میلبا کی ذات سے کوئی خوف لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے ایک اہم ثبوت راستے سے ہٹا دیا۔ دوسری صورت میں یہ کام بھوشن کا کوئی اجرتی قاتل ہی کر سکتا ہے اس لیے کہ رکی اسی کے لیے کام کر رہا تھا۔"

"بھوشن کو ہم ابھی ٹٹولتے ہیں۔" ندیم نے ایک آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا پھر ہینگ آن کر کے فون پر کسی کا نمبر ڈائل

کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی مگر دوسری طرف سے دو گھنٹی کے بعد ہی کال ریسیو کی گئی تھی۔

"ہیلو۔" کمرے میں ایک سریلی آواز سنائی دی۔

"مجھے مسٹر بھوشن جوزف سے بات کرنی ہے۔" ندیم نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "لائن ڈائرکٹ کر دو۔"

"کیا مسٹر بھوشن آپ سے واقف ہیں؟"

"تم شاید ابھی نئی معلوم ہوتی ہو۔"

"جی ہاں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "مجھے ڈیوٹی جوائن کیے ابھی صرف ایک ہفتہ ہوا ہے۔"

"آئی سی۔ بہرحال تم بھوشن سے بات کراؤ۔" ندیم نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتی ہوں؟"

"ولیم پوکر۔"

"آپ کس سلسلے میں باس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟" لڑکی نے پوچھا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "دراصل باس نے مجھے بڑی سختی سے اس بات کی ہدایت دے رکھی ہے کہ بغیر نام اور کام کی نوعیت معلوم کیے کوئی کال تھرو نہ کی جائے۔"

"میں جانتا ہوں کہ آج کل بھوشن شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ مجھے تمہاری کارکردگی بھی پسند آئی۔ فرائض کی انجام دہی میں تمہیں کسی سے بھی کوئی رعایت نہیں برتنی چاہیے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن کو ذہنی آرام کی ضرورت ہے۔ میں نے اسے مشورہ بھی دیا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے صرف گھر تک محدود ہو کر آرام کرے لیکن وہ ضدی طبیعت کا مالک ہے۔ اس نے میرا مشورہ بھی قبول نہیں کیا۔"

"میں باس سے آپ کے بارے میں کیا کہوں؟" لڑکی نے اپنے سوال کو دوسرے زاویے سے دہرایا۔

"کام کی نوعیت تمہیں نہیں بتائی جا سکتی۔ تم بھوشن کو صرف میرا نام بتا دو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بات کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔"

دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں دیا گیا لیکن ایک منٹ بعد ہی بھوشن کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی۔

"حرامزادے تم پھر زندہ ہو گئے؟"

"کچھ مصروفیات تھیں جس کی وجہ سے میں تم سے رابطہ نہیں رکھ سکا لیکن مجھے یقین تھا کہ میرا نام تمہارے ذہن میں ضرور محفوظ ہو گا۔"

"اب کیا بکواس کرنا چاہتے ہو؟"

"مس میلبا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے بھوشن کو کریدنے کی کوشش کی۔ "تمہیں اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"مجھے ڈاج دینے کی کوشش مت کرو۔" بھوشن نے گالی بکتے ہوئے کہا۔ "تم نے ولیم پوکر کا جو اسٹنٹ کھڑا کیا ہے میں اس کی حقیقت جان چکا ہوں۔"

"حیرت کی بات ہے۔ جسے خود اپنی حیثیت کا علم نہ ہو وہ دوسرے کے بارے میں کیا جان سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔ یو ڈرٹی سوائن۔"

"خون مت جلاؤ مائی ڈیئر۔ میں نے تم سے صرف مس میلبا کا ذکر کیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔ میں کسی میلبا کو نہیں جانتا۔"

"رکی کی سب سے قریبی داشتہ تھی شاید اسی لیے تمہارے ہتھے نہیں چڑھ سکی ورنہ بانو کی طرح رکی اسے بھی تمہیں ڈش میں سجا کر پیش کر دیتا۔"

"یو باسٹرڈ۔" بھوشن نے غراتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے دوبارہ کال مت کرنا۔ اب میں تم سے ڈائرکٹ ملوں گا۔ بہت جلد۔"

"تم ابھی تک کسی خوش فہمی کا شکار ہو۔" ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔ "رکی جہاں کہیں بھی ہے بہت جلد سامنے آجائے گا۔"

"کیوں۔ کیا تمہیں اپنے ناجائز باپ کے بغیر کسی کمی کا احساس ستا رہا ہے۔"

"میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔" ندیم نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بے حد معنی خیز انداز میں کہا۔ "تمہارے ون ملین ڈالر کی رقم ڈوب چکی ہے کیا مجھے کسی مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔"

"تم شاید مجھے بلف کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اس بار بھوشن نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "میں نے اتنی بڑی رقم کسی کاروبار پر انویسٹ نہیں کی۔"

"میجر نصیر کا حوالہ شاید تمہاری یادداشت کو تازہ کر دے۔ میرا خیال ہے تمہیں اس کے بھیانک انجام کی اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"کس دنیا کی بات کر رہے ہو۔" بھوشن نے خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ "میں میجر نصیر کا نام پہلی بار تمہاری زبان سے سن رہا ہوں۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟"

"تم۔ تم شاید مجھے پریشان کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ دوبارہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

"اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔" ندیم نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تم جب براہ راست ملو گے تو پھر تفصیل سے بات ہو گی۔"

دوسری سمت سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز سنائی

دی۔ ندیم نے مائیک بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میلیا کی موت میں کسی نہ کسی زاویے سے بھوشن کا ہاتھ بھی ضرور ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"اگر ریکی اس کے لیے کام کر رہا تھا تو پھر میلیا بھی اس کی نظروں میں ضرور آگئی ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری طرح بھوشن کے آدمی بھی اس کی نگرانی پر مامور ہوں۔ انھیں شبہ ہو گیا ہو کہ کچھ اور لوگ بھی سائے کی طرح میلیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایسی پوزیشن میں میلیا کو راستے سے ہٹا دینا ہی بہتر ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے میجر نصیر اور مارگریٹ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "بھوشن براہ راست ہمارا دشمن ہے۔ اس کے اجرتی قاتل ہماری نگرانی پر بھی ضرور مامور ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کو ہماری پروفیسر سے ملاقات کا علم ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں اسے میجر نصیر کی موت اور مارگریٹ کی گمشدگی میں ہمارا ہاتھ ضرور نظر آگیا ہوگا۔ شاید اس نے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہو کہ ولیم پوکر کا کردار بھی ہم دونوں میں سے کوئی ایک ادا کر رہا ہے۔ اسی بنیاد پر اس نے براہ راست ملاقات والی بات کہی ہوگی۔"

"میں تمھارے خیال سے سو فیصد متفق ہوں۔"

"پھر جان بوجھ کر تم نے"

"میں چاہتا ہوں کہ بھوشن براہ راست ہماری طرف متوجہ ہو جائے۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔ "ایسی صورت میں ہمارے آدمی اس سے بہتر طور پر نپٹ سکیں گے۔"

"بھوشن اتنا احمق نہیں ہے کہ خود سامنے آنے کی کوشش کرے۔ وہ اپنے خاص آدمیوں کی توجہ بھی ہماری طرف مبذول کرا سکتا ہے۔"

"دونوں ہی صورتوں میں اس سے جلد بازی میں جو حماقتیں ہوں گی وہی ہمارے لیے کارآمد ہوں گی۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ون ملین ڈالر والی بات سن کر بھوشن کے ذہن میں بھی کچھ دھماکے ضرور ہوئے ہوں گے۔"

"کیا تم مارگریٹ کی لاش بھی اسے تحفے میں روانہ کرو گے؟"

"نہیں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "مارگریٹ کی موت کی اطلاع منظر عام پر نہیں آئے گی۔ وہ ہمارے لیے ایک ٹرمپ کارڈ ہے جس کے ایکسپوز ہو جانے سے ہماری پلاننگ ناکام بھی ہو سکتی ہے۔"

"بہرحال معاملات اب زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔"

ندیم کا جملہ مکمل ہوتے ہی انٹر کام کے بزر کی آواز تھوڑے تھوڑے وقفے سے ابھرنے لگی۔ ندیم کے چہرے پر یکلخت سنجیدگی طاری ہو گئی۔ اس نے انٹر کام کے ریسیور اٹھا کر دوسری جانب سے ملنے والا پیغام سنا پھر بڑی بے پروائی سے بولا۔ "نہیں۔ تم لوگ کسی قسم کے بچپنے کا ثبوت نہیں دو گے۔ انھیں ہمارے آفس تک آنے میں بھی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ نہیں جب تک میں کوئی حکم نہ دوں۔ تم لوگ کسی مزاحمت کی حماقت مت کرنا ورنہ کھیل کا رخ پلٹ بھی سکتا ہے۔"

"کون تھا؟" بات مکمل ہو جانے کے بعد میں نے ندیم سے پوچھا۔ "کوئی خاص اطلاع؟"

"ہاں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ملٹری اور پولیس کی بھاری نفری نے کیسینو کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ملٹری کے کرنل کے ساتھ تمھارے سراج صاحب بھی شامل ہیں۔"

"اوہ۔ گویا انھیں پروفیسر سے ہماری ملاقات کی اطلاع مل گئی۔"

"سو واٹ۔" ندیم نے جواب دیا۔ "خود پروفیسر نے بھی یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ شاید چیک پوسٹ پر ہونے والے ہلاکت خیز حادثے کے بعد تفتیش کا دائرہ پھیل کر ہم تک پہنچ جائے۔ مجھے بھی اس کی توقع تھی۔"

"لیکن مارگریٹ کی لاش!" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"فکر مت کرو۔ میرے آدمیوں نے نہ صرف مارگریٹ کی لاش کو ٹھکانے لگا دیا ہوگا بلکہ اس کمرے کی آرائش بھی اس حد تک تبدیل کر دی ہوگی کہ شاید تم بھی اسے دیکھ کر ششدر رہ جاؤ۔" ندیم نے اطمینان سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اس بات پر قائم رہنا کہ ہم نے پروفیسر ابرار سے کوئی ملاقات نہیں کی۔"

"اور ہم نے جو گاڑی استعمال کی تھی اس کا نمبر؟"

"کام ڈاؤن۔" ندیم نے (Calm Down) جلدی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ موجودہ سچویشن کو کس انداز میں ڈیل (Deal) کرنا ہے۔ اپنے چہرے سے یہی ظاہر کرنا کہ تمھیں کسی بات کا کوئی علم نہیں ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا۔ ملٹری کا ایک کرنل سراج کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر تیزی سے اندر داخل ہوا ان کے پیچھے دو اسلحہ بردار کمانڈوز بھی اندر داخل ہو کر پوزیشن سنبھال چکے تھے۔

"آپ کا نام؟" کرنل نے ہم دونوں کو باری باری مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے ندیم سے سوال کیا۔

"ندیم۔ میں اس نائٹ کلب کا مالک ہوں اور یہ..." اس

نے میری طرف اشارہ کیا۔ "یہ میرے دوست اور کلاس فیلو ہیں۔ مسٹر شہباز خان۔"

"آپ دونوں کتنی دیر سے یہاں موجود ہیں؟"

"میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کی پچھلے چھ سات گھنٹوں سے کیا مصروفیات رہی ہیں؟" کرنل نے تیکھے لہجے میں سوال کیا اس کی عقابی نگاہیں ہم دونوں کا ایکسرے کر رہی تھیں۔

"بزنس کی نوعیت کے اعتبار سے میں شام تک عموماً گھر پر ہی ہوتا ہوں۔ آج بھی تقریباً پانچ بجے تک گھر پر ہی تھا۔"

"کل آپ کی مصروفیات کیا رہی تھیں؟"

"غالباً" کل بھی میں دوپہر کو بارہ ایک بجے سو کر اٹھا تھا۔ اس کے بعد اخبار کی جھوٹی سچی خبروں کا مطالعہ بھی کرتا رہا۔ شام کو حسب معمول نہانے کے بعد میں کلب آگیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اور آپ۔" کرنل نے میری سمت دیکھا۔

"میں دفتر میں لیٹ آورز تک بیٹھنے کا عادی ہوں۔" میں نے اپنے پھیلے ہوئے کاروبار کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر شہباز کے والد نور خاں صاحب ہمارے محکمے میں ڈی آئی جی کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے۔" سراج نے میرا مزید تعارف کراتے ہوئے کرنل سے کہا۔ "بے حد ایماندار اور اصول پسند آدمی تھے۔ مسٹر شہباز کو بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ بزنس میں آنے سے پہلے یہ بھی پولیس کی ملازمت میں تھے۔"

"آپ کی فراہم کردہ اطلاعات کا شکریہ۔" کرنل نے قدرے تیکھے لہجے میں سراج سے کہا پھر دوبارہ میری جانب رجوع کیا۔ "آپ نے پولیس سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیوں کیا تھا؟"

"والد صاحب کے اصرار پر۔ دراصل وہ اپنا بزنس میرے حوالے کر کے خود آرام کرنا چاہتے تھے۔"

"پولیس فورس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اچھے اور برے آدمی تمام محکموں میں ہوتے ہیں۔"

"آپ یہ بزنس کب سے کر رہے ہیں؟" کرنل نے ندیم کو گھورا۔ وہ ہم سے سچ اگلوانے کی خاطر گھما پھرا کر سوالات کر رہا تھا۔

"تقریباً آٹھ سال سے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بیرونی ملک میں بھی میں دو نائٹ کلبس کا پارٹنر ہوں۔"

"لیکن یہ بزنس اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے لیکن عوام کی نہیں اس لیے کہ عام طور پر ہمارے نائٹ کلب فل ہاؤس بزنس کرتے ہیں۔"

"آپ کے استعمال میں جو گاڑی ہے وہ کب سے استعمال کر رہے ہیں؟"

"دو سال سے۔"

"سائنس کی ترقی کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟"

"سوری۔ مجھے اس شعبے سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی شاید اس لیے کہ میں آرٹس کا طالب علم تھا۔"

"آپ کی عمر کیا ہوگی؟"

"انتخابات میں اپنا ووٹ کاسٹ کر سکتا ہوں لیکن کبھی ایسا کیا نہیں۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"اس لیے کہ ہمارے ملک میں سیاسی استحکام نام کی کوئی چیز سرے سے ہے ہی نہیں۔ آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔ ہر نیا آنے والا جانے والے کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو وعدے کیے جاتے ہیں وہ نمائندے کبھی پورا نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ یہاں سیاسی پارٹیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کسی کو سرفہرست نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "ہماری سیاست فلش کھیل سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ زیادہ تر بلائنڈ چالیں چلی جاتی ہیں لیکن پتا شو کرنے میں صورت حال قطعی مختلف ہوتی ہے۔"

"کیا آپ کے پاس ایک سے زیادہ گاڑیاں ہیں؟" کرنل نے بھویں سکیڑ کر پوچھا۔

"کلب کے استعمال میں چار گاڑیاں ہیں۔ میرے استعمال میں صرف ایک گاڑی ہے۔ ویسے سال دو سال بعد گاڑیاں تبدیل کرنا میری ہابی ہے۔"

"آپ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟" کرنل نے میری سمت دیکھا۔

"میرے ذاتی مصرف میں صرف ایک گاڑی ہے۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"ایک ہفتے پہلے تک آپ کے استعمال میں جو گاڑیاں تھیں کیا آپ اس کا نمبر بتا سکتے ہیں؟"

"ان سارے سوالات کے جواب آپ کو میرا منیجر بھی دے سکتا تھا۔" اس بار ندیم نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"ہمارے پاس آپ کے ہوٹل اور کلب کا سرچ وارنٹ بھی ہے۔" کرنل کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ "لیکن ہم اس فریضے کو عملی جامہ پہنا کر آپ کے کلب کی ریپوٹیشن کو خراب نہیں کرنا

...ا جت۔"

"آپ بڑے شوق سے ہوٹل اور کلب کی تلاشی لیں۔ ...ھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن کیا میں یہ پوچھنے کا حقدار ہوں ...یہ تلاشی کیوں لی جا رہی ہے؟"

"سوری۔" کرنل کا لہجہ بدستور خشک تھا۔ "ہم اس ...وال کا جواب دینے پر مجبور نہیں ہیں۔"

"پھر زیادہ مناسب یہی ہوگا کہ آپ اپنے دل کے ارمان ...ورے کریں۔ میں منیجر کو طلب کر کے اسے ہدایت کیے دیتا ...وں کہ وہ آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرے۔"

کرنل نے فوری طور پر جواب نہیں دیا۔ چند لمحے تک وہ ...شاید اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں غور کرتا رہا پھر ...اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو دونوں کمانڈوز آفس سے باہر چلے ...گئے۔ سراج ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کھل کر بات کر لینی ...چاہیے۔" کرنل نے بدستور کھڑے کھڑے سراج سے کہا پھر ...ندیم کو مخاطب کر کے بڑی گمبھیر آواز میں بولا۔

"ہمیں معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کل آپ کی گاڑی ...شہر سے دور ایسے مقام پر دیکھی گئی ہے جو ممنوعہ نہ سہی لیکن ...اس طرف صرف خاص خاص لوگ ہی جاتے ہیں۔"

"آپ کو یقیناً غلط اطلاع دی گئی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی ...سے کہا۔ "کل کیا گزشتہ دس بارہ روز سے ہم شہر سے باہر کسی ...علاقے میں نہیں گئے۔ اس سے پہلے ایک بار ساحلی علاقے کی ...طرف ضرور جانا ہوا تھا۔"

"ہمیں جس گاڑی کا ماڈل میک اور رنگ بتایا گیا ہے وہ اس وقت بھی آپ کے پارکنگ لاٹ میں موجود ہے۔" کرنل کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ وہ ہمیں مرعوب کرنے کی خاطر مختلف داؤ استعمال کر رہا تھا۔

"پھر دیر کس بات کی ہے؟" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ کے پاس سرچ وارنٹ بھی ہے اور آپ کے اختیارات بھی یقیناً وسیع ہوں گے۔ آپ چاہیں تو ہمیں گرفتار بھی کر سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمارے کسی دشمن نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"کیا آپ اپنے کسی خاص دشمن کا نام بتانا پسند کریں گے؟" کرنل نے تیزی سے پوچھا۔

"بزنس رائیوالری (Business Raivalry) دنیا کے ہر خطے میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں اس کا تناسب کچھ زیادہ ہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی دشمن نے محض ہماری ریپوٹیشن خراب کرنے کے خاطر آپ حضرات کو غلط راستے پر ڈال دیا ہو۔"

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" کرنل نے

اپنا سوال دہرایا۔ "آپ کو کس شخصیت پر شبہ ہے؟"

"میں کوئی ایک نام یقینی طور پر نہیں لے سکتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہمارے بزنس میں قدم قدم پر کوئی نہ کوئی دشمن ضرور ہوتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا پھر سراج کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میری ذاتی اطلاع کے مطابق سراج ایک ایماندار اور بااصول آفیسر ہیں لیکن اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا والی مثل ان کے ساتھ بھی پیش آ چکی ہے۔ چند دنوں پیشتر یہ موصوف بھی معطل رہ چکے ہیں۔ اس میں بھی کسی ایسے دشمن کا ہاتھ شامل ہو سکتا ہے جسے مسٹر سراج کی ایمانداری اور فرض شناسی سے نقصان پہنچا ہو۔"

کرنل ایک لمحہ تک تیز نظروں سے ہمیں گھورتا رہا پھر وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ سراج نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"مسٹر شہباز۔" کرنل نے مجھے مخاطب کیا۔ "کیا آپ ہمیں اپنے کسی دشمن کا نام بتانا پسند فرمائیں گے۔"

"ایسا کوئی نام میرے ذہن میں نہیں ہے۔" میں نے راستاد لہجہ اختیار کیا۔ "مجھے شہری حقوق کا بخوبی علم ہے۔ میرا تعلق محکمہ پولیس سے بھی رہ چکا ہے اس لیے میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوں کہ کسی دشمن کے ساتھ کس طرح ڈیل کیا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر بھوشن جوزف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" اس بار سراج نے کہا۔ "کیا یہ درست نہیں ہے کہ وہ ایک دو بار آپ سے دو بدو الجھ بھی چکا ہے۔"

"آپ کی اطلاع درست ہے لیکن میں نے بھوشن کو واضح کر دیا تھا کہ اگر اس نے مجھے چھیڑنے کی کوشش کی تو پھر میں قانونی دائرے میں رہ کر جوابی کارروائی کا بھی حق رکھتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ بھوشن اب بھی مجھے اندرونی طور پر نقصان پہنچانے کی تگ و دو میں ہو لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے اس کے بارے میں غور کروں۔"

"مسٹر ندیم۔" کرنل نے اصل مقصد کی سمت آتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے ہمارے ملک کے عظیم سائنس دان پروفیسر ابرار کا نام سنا ہے؟"

"شاید کبھی اخبار کی سرخیوں میں پڑھا ہو لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ مجھے سائنس سے کبھی کوئی شغف نہیں رہا۔"

"ہماری اطلاع کے مطابق کل آپ دونوں حضرات پروفیسر کی لیبارٹری کی طرف جاتے دیکھے گئے تھے؟"

"میں آپ کی اطلاع کو چیلنج نہیں کروں گا کرنل۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ بات ضرور حیرت انگیز ہے کہ جس بات کی اطلاع ہمیں بھی نہیں ہے وہ حساس اداروں تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"مسٹر ندیم۔" سراج نے پوچھا۔ "کیا آپ کی گاڑی پچھلے دنوں کسی اور کے استعمال میں بھی رہی ہے؟"

"جی نہیں۔ میری گاڑی کو سوائے میرے کوئی دوسرا ڈرائیو نہیں کرتا لیکن آپ کا اس سوال سے کیا مقصد ہے؟"

"ہماری اطلاع کے مطابق وہ گاڑی اسی ماڈل میک اور رنگ کی تھی۔"

"جیسی میرے پاس ہے۔" ندیم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مائی ڈیئر مسٹر سراج۔ اب میں اتنا اہم آدمی بھی نہیں ہوں کہ دنیا کی کوئی کمپنی صرف میرے لیے ایک گاڑی بنائے اور اس ماڈل میک یا رنگ کی کوئی دوسری گاڑی پورے شہر میں کسی دوسرے کے پاس موجود نہ ہو۔"

"مسٹر ندیم۔" کرنل نے اس بار قدرے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "ہمیں گاڑی کا جو نمبر دیا گیا ہے وہ بے شک آپ کی گاڑی کے نمبروں سے مختلف ہے لیکن پروفیسر کی شخصیت کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے آپ سے ملنا ضروری سمجھا تھا۔"

"کیا پروفیسر کو خدانخواستہ ..."

"نہیں۔" کرنل نے تیزی سے کہا۔ "ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔ "اصل مسئلہ کیا ہے؟"

"کچھ باتیں اتنی اہم ہوتی ہیں کہ ہم اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔" کرنل نے کہا۔ "ہمیں امید ہے کہ آپ بھی ہماری یہاں آمد کا مقصد کسی اور کے سامنے نہیں بیان کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں لیکن آپ جس انداز میں یہاں تشریف لائے ہیں اس کی اطلاع تو بہرحال ہمارے گاہکوں کو مل چکی ہو گی۔"

"آپ اسے روٹین چیکنگ کا بہانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔" سراج نے اظہار خیال کیا۔ اسی وقت دونوں کمانڈوز دوبارہ اندر داخل ہوئے۔

"سر" ایک کمانڈوز نے کرنل سے کہا۔ "ہمارے آدمیوں نے پوری عمارت کے تمام حصوں کو دیکھ لیا ہے لیکن کوئی ثبوت نہیں ملا۔"

"کیا آپ حضرات نے انڈر گراؤنڈ کمروں کو بھی دیکھ لیا ہے۔" ندیم نے کمانڈو کو مخاطب کیا۔

"جی ہاں۔ آپ کے منیجر نے ہمارے ساتھ خاصا تعاون کیا ہے اور انڈر گراؤنڈ کمروں کی نشاندہی بھی اسی نے کی تھی۔"

"سوری فار دی ٹربل مسٹر ندیم۔" کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہماری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی۔"

"اب چونکہ آپ حضرات مطمئن ہو چکے ہیں اس لیے کیا میں آپ سے ایک کپ چائے، کافی یا کسی سوفٹ ڈرنک پینے کی درخواست کر سکتا ہوں۔"

"پھر کبھی سہی۔"

"کرنل۔" میں نے دیدہ و دانستہ بڑی سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی نے کلب کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ میرے پاس جو گاڑی ہے بالکل ویسی ہی کسی اور کے پاس بھی ہو۔" ندیم نے کہا۔

"ہم اس بات کے امکانات کے علاوہ اور بھی کئی باتوں پر غور کر چکے ہیں لیکن مخبر نے خاص طور پر آپ دونوں کا نام لیا تھا۔"

"کیا میں مخبر کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟" ندیم نے قدرے تضحیک لہجے میں کہا۔

"ہمیں جو اطلاع ملی تھی وہ فون پر ملی تھی۔"

"حیرت ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "آپ کے [کہ]نے کے مطابق پروفیسر کو کسی قسم کا کوئی حادثہ بھی پیش نہیں [آیا] پھر بھی ایک فون کال پر اتنی سنجیدگی سے عمل کیا جا رہا ہے [ک]ہیں اور کوئی بات تو نہیں ہے؟"

"فی الحال میں آپ کو کوئی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" [کر]نل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر تیزی سے گھوما اور [کمرے] سے باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سراج اور دونوں [انسپکٹر] اینڈ وز بھی باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے دس منٹ بعد [را]جو دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔

"باہر لائن کلیئر ہو چکی ہے۔"

"پھر بھی ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" ندیم نے [سنجی]دگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کچھ سادہ لباس والے اب بھی [آپ] کی نگرانی کر رہے ہوں۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے باس۔" راجو بولا۔ "وہ [س]ب مطمئن ہو کر گئے ہیں۔"

"لاش کو ٹھکانے لگا دیا؟"

"یس باس۔" راجو مسکرایا۔ "اب تک اس کی ہڈیاں بھی [جل] بھن کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے اطمینان کا سانس لیا پھر کچھ [توق]ف سے بولا۔ "رگی کی اہمیت اب ہمارے لیے پھر بڑھ گئی ہے۔ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ میلیا کی موت میں کس کا [ہا]تھ ملوث ہے۔"

"باس۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس درخت کو ہی جڑ سے [اکھ]اڑ کر پھینک دیا جائے جس کے سائے تلے جرم پروان چڑھ [رہے] ہیں۔"

"نہیں۔ فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

راجو واپس چلا گیا تو میں نے کرسی پر پہلو بدل کر ندیم کو [گھ]ورا۔

"آخر تم چیز کیا ہو؟"

"مارگریٹ میں تلاش کرنے کی کوشش کرو۔" ندیم بڑی [معص]ومیت سے بولا۔ "اگر کوئی دوسرا ہیں مل جائے تو مجھے ضرور [اط]لاع کرنا۔"

"تمہاری کامیابی کی پشت پر تمہارے کارندوں کی وفاداری [کا] بھی بڑا دخل ہے۔"

"کریڈٹ بہرحال ٹیم کے سربراہ کو ہی ملے گا۔" ندیم نے [مسک]را کر فاتحانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ گاڑی کا نمبر پلیٹ بدلنے میں تمہاری [ذہا]نت کام آ گئی ورنہ کرنل آسانی سے ہمارا پیچھا چھوڑنے والا [نہ]یں تھا۔"

"میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید وہ بھی اسی ترکیب پر گیا وہ پر عمل کرتا۔"

"تمہارا ذہن کیا کہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "ہمارے بارے میں کس نے مخبری کی ہوگی؟"

"کوئی ایسا شخص جو بھوشن کے لیے کام کر رہا ہے اس کا تعلق میجر نصیر سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب واپس چلا جائے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "آج اچھی خاصی دلیل ہو چکی ہے۔"

"تم راجو کے ساتھ چلے جاؤ۔ مجھے ابھی کچھ اور ضروری کام بھی نمٹانے ہیں۔"

"ایز یو وش۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر راجو کے ساتھ گھر کی سمت روانہ ہو گیا۔ نہ جانے کیوں راستے بھر میرے ذہن میں کاکا کا تصور بار بار ابھرتا رہا۔ کئی دنوں سے اس نے میری خیریت دریافت کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر اس کو دل ہی دل میں کئی بار آواز دی لیکن کاکا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے سوچا۔ اگر کاکا ہی بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہے تو وہ یقیناً اپنی ناکامیوں پر بری طرح تلملا رہی ہوگی۔ پے در پے شکست نے اسے اپنا خون پینے پر مجبور کر دیا ہوگا۔

ندیم رات گئے کھانے کے وقت پر بھی نہیں آیا۔ مجھے اس کے بارے میں تشویش لاحق تھی۔ مارگریٹ کی گمشدگی کے بعد میجر نصیر کی چیک پوسٹ کا دھماکے سے اڑ جانا اور پھر میلیا کی موت یہ سب ایک ہی سلسلے کی بکھری ہوئی کڑیاں تھیں۔ میں بظاہر تسنیم اور عارفہ کی خاطر ہنس بول رہا تھا لیکن میرا ذہن ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کرنل اور سراج کا پوری فورس کے ساتھ نائٹ کلب کو محاصرے میں لے کر تلاشی میں محض کاغذات کی خانہ پری نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔ اس کی پشت پر بھوشن ہی کے کسی آدمی کا ہاتھ ہو سکتا تھا۔ پے در پے ناکامی کے بعد ممکن ہے اس نے ہمارے سلسلے میں اپنے شکاری کتوں کو "شوٹ ایٹ سائٹ" کا حکم دے دیا ہو۔ میں کھانا ختم کر کے اٹھ رہا تھا کہ ملازم نے سراج کے فون کی اطلاع دی اور میں تیزی سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"میں آپ سے براہ راست ملنا چاہ رہا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر آنا پسند نہیں کیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"کرنل کو ہمارے اور آپ کے تعلقات کی اطلاع بھی مل چکی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پروفیسر ابرار نے جس انداز میں اپنے چیک پوسٹ کی تباہی اور میجر نصیر کی موت کی اطلاع دی ہے حکومت اس کا خاص نوٹس لے رہی ہے۔"

"میجر نصیر کی موت اور چیک پوسٹ کی تباہی؟" میں نے انجان بن کر کہا۔ "میں سمجھا نہیں؟"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کروں گا۔" سراج نے کہا۔ "فی الحال میرا مشورہ ہے کہ آپ اور مسٹر ندیم کو بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"کرنل گاڑی کی نمبر پلیٹ کی وجہ سے مطمئن ہو گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک آپ دونوں کو مشتبہ سمجھ رہا ہے۔"

"شک کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہ حقیقت ہے کہ مخبر ہم دونوں کے سامنے نہیں آیا لیکن یہ بھی درست ہے کہ کسی نامعلوم آدمی نے مجھے اور کرنل دونوں کو فون کر کے یہ اطلاع بھی دی ہے جو گاڑی پروفیسر ابرار کی لیب کی طرف جاتے دیکھی گئی تھی اس میں آپ اور مسٹر ندیم موجود تھے۔"

"بھوشن۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔ "شاید وہ اب اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔"

"میرا ذہن بھی اسی کی طرف جاتا ہے لیکن کسی ثبوت کے بغیر ہم اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔" سراج نے جواب دیا۔ "میرے پاس ایک اطلاع اور بھی ہے۔ میلیا نامی کرسچن لڑکی جو ایک مقامی سپر اسٹور میں کام کرتی تھی اسے بھی سرعام گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔"

"کیا اس کی موت کو بھی شامل تفتیش کیا گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ بھی بھوشن ہی کے لیے کام کر رہی تھی۔"

"کیا آپ کو یقین ہے؟"

"نہیں، صرف شبہ ہے۔" سراج نے وضاحت کی۔ "میری رپورٹ کے مطابق رگی نامی بدمعاش کے جن عورتوں سے تعلقات تھے ان میں میلیا سرفہرست تھی اور رگی بھوشن ہی کا اجرتی قاتل تھا۔ ایسی صورت میں یہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر مس میلیا کو بھی راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"مقتولہ کی تفتیش بھی کیا آپ ہی کر رہے ہیں؟"

"جی نہیں، جہاں واردات ہوئی تھی وہ علاقہ میری حدود سے باہر ہے لیکن جو تفتیشی انسپکٹر ہے وہ میرا ماتحت رہ چکا ہے۔ اسی نے مجھے اس لڑکی کی موت کی اطلاع دی تھی۔"

"گویا بھوشن ذاتی طور پر فلاش ہونے کے بعد اپنا ذہنی توازن بھی کھو چکا ہے۔"

"مسٹر شہباز، میں ذاتی طور پر اپنے عہدے سے ہٹ کر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" سراج نے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا آپ اور مسٹر ندیم نے پروفیسر ابرار سے ملاقات کی تھی؟"

"کسی دشمن کی اطلاع پر یقین کرنا آپ کے محکمے کے اصول کے خلاف ہے۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "پروفیسر ابرار کے بارے میں ہماری واقفیت صرف اخبار میں شائع ہونے والی اطلاع تک محدود ہے۔ ویسے میں ایک بات سے آپ کو قبل از وقت مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کسی شخص نے فون پر مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر دوبارہ میں نے ماہ رخ کی طرف دھیان بھی دیا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اگر میرا مشورہ مانیں تو آپ پہلی فرصت میں اس کی اطلاع ملحقہ تھانے کو دے دیں۔ ویسے آپ خود بھی واقف ہوں گے کہ ایف آئی آر کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔"

"ہوا کرتی تھی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "اب صرف سفارش پر کام چلتا ہے۔ آپ بھوشن کو کیوں فراموش کر رہے ہیں۔ اسی کی بدولت آپ کو چھٹی کرنی پڑی تھی۔ اگر ماہ رخ کی سفارش درمیان میں نہ ہوتی تو شاید بھوشن کے اوپر والوں سے تعلقات آپ کی برطرفی کی صورت میں بھی سامنے آ سکتے تھے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ایف آئی آر پھر بھی کسی نہ کسی زاویے سے کام آ جاتی ہے۔"

"بھوشن کے بارے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں مایوس نہیں ہوا ہوں۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔ "مجرم خواہ کتنا ہی اہم اور طاقتور ہو ایک نہ ایک دن قانون کی گرفت میں ضرور پھنستا ہے اور پھر۔"

"پھر اسے قرار واقعی سزا دی جاتی ہے۔" میں نے تلخ الفاظ میں کہا۔ "آہنی ہاتھوں سے مجرموں کی بیخ کنی کرنا اور سخت سے سخت کارروائی کرنے والے بیانات اب خاصے پرانے ہو چکے ہیں۔ لوگ ایک ہی ٹیپ کو بار بار سن کر تنگ آ چکے ہیں۔ اب صرف مائٹ از رائٹ کا دور ہے۔ ایف آئی آر اب صرف مقتول کے خلاف کٹتی ہے۔ کیا آپ میری باتوں سے انکار کریں گے کہ پولیس کے لیے اب کسی شخص کا قتل نہایت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ مرنے والے کی شخصیت کے نام پر ایسے بہت سارے سنگین جرائم نمٹا دیے جاتے ہیں، جن کی فائلیں سرد خانے میں پڑی ہوتی ہیں۔ شاید مرنے والے کے فرشتوں کو بھی ان وارادات کے بارے میں کوئی علم نہ ہوتا ہو۔"

"کہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے لیکن کچھ افسر اب بھی ایسے باقی ہیں جو اپنے فرض کو انجام دینے میں بددیانتی سے کام نہیں لیتے۔"

"صرف آنے میں شک کے برابر۔ بہر حال ہوتا وہی ہے جو اوپر والے چاہتے ہیں۔" میں نے کہا پھر گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔ "کرنل نے واپسی میں ہمارے بارے میں کیا باتیں کی تھیں؟"

"وہ آپ کے والد کا نام سن چکا ہے۔ کم از کم آپ کی ذات پر شبہ نہیں ہے۔"

"گویا وہ صرف ندیم پر شک کر رہا ہے جبکہ مخبر نے ہم دونوں کے ایک ساتھ ہونے کی اطلاع دی ہے۔"

"کرنل نے کھل کر کسی پر شک کا اظہار نہیں کیا۔ بہت گہرا آدمی ہے۔"

"ہوا کرے ہماری صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بائی دی وے کیا آپ سپر اسٹور والی کرچن لڑکی کے قتل کے سلسلے میں مجھے کچھ معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔"

"ابھی تک کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکا۔" سراج نے کہا۔ "سپر اسٹور میں کام کرنے والوں نے صرف یہی بیان دیا ہے کہ مقتولہ زیادہ ملنسار نہیں تھی۔ صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ خاصی مدت سے وہ ملازم تھی مگر اس نے کبھی کسی کو شکایت کا موقع بھی نہیں دیا۔"

"اس کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟"

"سپر اسٹور میں ڈیوٹی کے دوران کبھی اس سے کوئی ملنے کی غرض سے نہیں آیا نہ ہی کوئی فون کال آئی۔"

"اس کے کردار کے بارے میں لوگوں نے کیا بیان دیا ہے۔" میں نے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "آپ نے ہی کہا تھا کہ رکی کی لسٹ پر جو لڑکیاں تھیں اس میں مرنے والی سرفہرست تھی۔"

"میرے اپنے ذرائع نے یہی پتا چلایا ہے۔"

"میرے لیے اور کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں۔ میں صرف درخواست کر سکتا ہوں کہ آپ دونوں محتاط رہیں۔"

"میں آپ کے اس مشورے کا شکر گزار ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ بھوش جیسے دشمن سے کس طرح ٹکر لی جا سکتی ہے۔"

"میں فی الحال آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"پانی سر سے اونچا ہونے لگے تو انسان کے لیے اپنے بچاؤ کی خاطر ہاتھ پیر چلانا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"میں پھر کسی وقت آپ سے دوبدو ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی خدمت ہو تو موقع ضرور دیجئے گا۔" میں نے کہا پھر فون بند کر دیا۔ پلٹ کر دیکھا تو ندیم میرے عقب میں کھڑا تھا۔

"سراج کا فون تھا؟"

"ہاں۔" میں نے ندیم کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "سراج کا خیال ہے کہ کرنل۔۔۔"

"بھول جاؤ کرنل کو۔" ندیم نے بڑے پر اعتماد انداز میں جواب دیا۔ "میں نے اس کے سلسلے میں خاصا معقول بندوبست کر دیا ہے۔ اب وہ کلب کا رخ نہیں کرے گا۔"

"کوئی تگڑی سفارش۔" میں مسکرا دیا۔

"ہمارے بزنس میں اس کے بغیر کوئی آدمی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔"

نسیم ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو ہم نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ پھر ندیم اس کے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف چلا گیا اور میں اپنے کمرے میں آ گیا جہاں عارفہ میری منتظر تھی۔

دوسری صبح میں دفتر پہنچا تو ریسیپشن پر ایک بے حد خوبصورت اور حسین لڑکی میری منتظر تھی۔ کچھ دیر بعد میں نے گارڈ کے ذریعے اسے اپنے دفتر میں بلا لیا۔ اس کو بلانے سے پہلے میں نے وارثی سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب میں وارثی نے یہی کہا کہ وہ مجھ سے کسی بہت اہم معاملے میں ملاقات کرنے کی خواہشمند ہے۔ وارثی کو اس نے اپنا نام حسنہ بتایا تھا۔

دفتر میں داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا پھر اجازت طلب کیے بغیر سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ حسین کہلانے کی مستحق تھی شاید اسی لیے اس کا نام حسنہ رکھا گیا تھا۔ اس کے جسم کے نشیب و فراز اور چہرے کے نقوش جنس مخالف کے لیے اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتے تھے لیکن ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ اس کی آنکھوں کی ویرانی تھی۔

"فرمائیے۔" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "مجھے میرے آفس منیجر نے بتایا ہے کہ آپ کسی بہت اہم کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتی تھیں۔"

"اگر میں آپ کے منیجر کو ملاقات کی وجہ بتا دیتی تو شاید وہ مجھے ریسیپشن میں بیٹھنے کی اجازت بھی نہ دیتا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"کیا میں آپ پر اعتماد کر سکتی ہوں؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"میں آپ کو کچھ اہم معلومات فراہم کرنا چاہتی ہوں لیکن اگر اس کا علم کسی اور کو ہو گیا تو وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"معلومات کی نوعیت؟"

"مس میلیا۔"

"آئی سی۔" میں میلیا کا نام سن کر چونکا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ اس کے قتل کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"جی ہاں لیکن زبان کھولنے سے پہلے میں آپ سے ایک درخواست کروں گی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "آپ کو مجھے ملازمت دینی ہوگی جس کے عوض میں آپ سے کوئی تنخواہ نہیں لوں گی۔"

"اس درخواست کے پیچھے کیا مصلحت ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کریں جو لوگ میلیا کو ٹھکانے لگانے کے بعد بھی آزادی سے دندناتے پھر رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ میرے تعاقب میں بھی ہوں۔ ملازمت مل جانے کی صورت میں انہیں اس بات کا شبہ نہیں ہوگا کہ میں آپ سے کسی خاص سلسلے میں ملی ہوں۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ لیڈی [illegible]لس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے عزیز۔۔۔ تم حسنہ پر اعتبار کر سکتے ہو یہ تمہارے لیے بہت کار آمد ثابت ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔"

"میں تمہیں فی الحال اس سے زیادہ نہیں بتا سکتی۔"

"کیا آپ مجھے بلا معاوضہ بھی ملازمت دینے پر تیار نہیں ہیں؟" حسنہ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے آپ کی شرط منظور ہے لیکن آپ میلیا کو کیسے جانتی ہیں۔"

"مرنے سے ایک روز قبل اس نے مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔" اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اسے کسی طرح اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ کچھ لوگ اس کے جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ دوسرے روز ہی اسے قتل کر دیا گیا۔"

"کیا آپ اس کی کوئی سہیلی ہیں؟" میں نے دوبارہ اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"مرنے سے پہلے اس نے فون پر صرف ایک نام ہی بتایا تھا رکی۔" حسنہ نے پھر میرے سوال کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"لیکن آپ کو اس بات کا یقین کیسے ہو گیا کہ مجھے مس میلیا یا اس کے قاتلوں سے کوئی دلچسپی ہوگی۔"

"آپ کا نام بھی مجھے میلیا ہی نے بتایا تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اگر اس کو مار دیا جائے تو میں پہلی فرصت میں آپ کو رکی کے اس خفیہ ٹھکانے سے آگاہ کر دوں جہاں وہ خود کو محفوظ سمجھ رہا ہے۔"

"کیا آپ بھی کبھی رکی سے مل چکی ہیں؟"

"جی نہیں، مگر مجھے اس بات کا علم ضرور تھا کہ رکی اور مرنے والی کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے۔" اس بار اس نے نظریں جھکا کر کہا۔

"رکی اگر مجرم یا قاتل ہے تو اس کی گرفتاری پولیس یا دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں پر عائد ہوتی ہے۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں صرف ایک بزنس مین ہوں اور بزنس مین کو دہشت گردی یا مجرموں کی سرکوبی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"اچھا۔۔۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "شاید میں غلط جگہ پر آ گئی ہوں۔"

"ون منٹ۔" میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ مقتولہ نے رکی کے ٹھکانے کا جو پتا بتایا ہے وہ درست ثابت ہوگا۔"

"اگر آپ کو اعتماد نہیں ہے تو میں زیادہ اصرار بھی نہیں کروں گی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"کیا آپ یہ بتا سکتی ہیں کہ میلیا کے قتل میں براہ راست

کس کا ہاتھ شامل ہے؟"

"جی نہیں۔ مجھے میلیا نے صرف رکی کے ٹھکانے کے بارے میں بتایا تھا۔" وہ بدستور اکھڑے ہوئے انداز میں بولی۔ "یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے کون قتل کرے گا۔ بڑی کھلی سی بات ہے شہباز صاحب اگر مرنے والی کو قاتل کا نام اور اپنے مرنے کا وقت معلوم ہوتا تو مجھے درمیان میں لانے کے بجائے براہ راست پولیس سے بھی رابطہ قائم کر سکتی تھی۔ جان بوجھ کر تو کوئی بھی اپنی موت کو دعوت نہیں دیتا۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں۔"

"اوہ۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید آپ مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتانے سے گریز کر رہی ہیں۔"

"میں آپ کے خیال کی تردید کروں گی۔" اس نے بے رخی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ چاہیں تو ابھی اور اسی وقت سے ڈیوٹی جوائن کر سکتی ہیں۔" میں نے لیڈی نکلارنس کے مشورے کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا۔ "میری پرسنل سکریٹری کی سیٹ ابھی خالی ہے بشرطیکہ آپ کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہو تو۔"

"میں کسی بھی کام کر سکتی ہوں۔ کسی خاص سیٹ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ میرا اپوائنٹمنٹ لیٹر تیار کرا دیں۔"

میں نے انٹرکام پر وارثی کو حسنہ کی تقرری کے کاغذات تیار کرنے کو کہا لیکن ایک خدشہ اس وقت بھی میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ کاکا جو پراسرار قوتوں کی مالکہ تھی وہ کسی روپ اور کسی کی آواز میں بھی میرے سامنے آسکتی تھی۔ یہ بات خود اس نے کہی تھی۔ ایک دوبار مجھے اس کا ذاتی تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ لہٰذا میرے ذہن میں یہ خیال بھی گردش کر رہا تھا کہ کہیں کاکا نے ہی تو لیڈی نکلارنس کے لہجے میں حسنہ کی سفارش نہیں کی تھی۔ اگر میرا اندیشہ درست تھا تو حسنہ میرے قریب رہ کر میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

"کیا آپ ایک کپ چائے یا کافی میرے ساتھ پینا پسند کریں گی؟" میں انٹرکام پر گفتگو کے بعد اس سے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔

"سوری۔" اس نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں گھر سے باہر کوئی چیز کھانے اور پینے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"میلیا کی موت کا شاید آپ نے بہت گہرا اثر لیا ہے۔" میں نے اسے دوسرے انداز میں ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"وہ زندہ ہوتی تب بھی میں اپنے اصولوں کو کبھی نہ توڑتی۔"

کچھ دیر بعد وارثی نے اپوائنٹمنٹ لیٹر تیار کر کے چپراسی کے ذریعے میرے پاس بھجوا دیا۔ چپراسی کے جانے کے بعد میں نے وہ لفافہ حسنہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی تقرری پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"شکریہ۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر بے پروائی سے لفافہ کھولے بغیر پرس میں رکھا۔ وہ اٹھی تو میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ کاکا کے شک کی تصدیق کی خاطر میں نے اس سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی۔ اگر وہ کاکا ہی تھی تو مجھ سے ہاتھ ملانے کی حماقت کبھی مول نہ لیتی، لیکن حسنہ نے کچھ تامل کے بعد مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کسی سے زیادہ بے تکلف ہونے کی عادی نہیں ہوں۔"

میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ اب مجھے کم از کم اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ کاکا نہیں تھی ورنہ داور اور گوسل ورما یا موہنی کی طرح وہ بھی جل کر خاک ہو جاتی۔ اس خدشے کے نکل جانے کے بعد میں نے اس سے دوبارہ رکی کے بارے میں پوچھا۔

"کیا اب آپ مجھے وہ جگہ بتانا پسند کریں گی جہاں میلیا کے بیان کے مطابق رکی قانون کی نظروں سے چھپا بیٹھا ہے؟"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ رکی کے ذریعے کسی پرانے دشمن تک پہنچنا چاہتے ہیں۔" وہ مسکرائی پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میلیا نے فون پر گفتگو کرتے وقت دبی زبان میں یہی کہا تھا رکی آپ کے لیے کسی دشمن کے خلاف ایک اہم ثبوت ہو سکتا ہے۔"

میں دوبارہ چونکا، میرے ذہن میں فوری طور پر کامنی دت کا خیال ابھرا۔ وہ ماریا تھی جسے ندیم نے میک اپ کرا کے بھوشن کے یہاں کامنی دت کی حیثیت سے پہنچایا تھا۔ ممکن ہے بھوشن نے بالکل اسی طرح حسنہ کو میرے دفتر تک پہنچانے کی کوشش کی ہو۔

"کیا مس میلیا نے مجھ سے غلط کہا تھا۔" حسنہ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"کیا میلیا کا بیان اور بھوشن جوزف کا نام آپ کے لیے دلچسپی کا باعث نہیں ہے۔"

بھوشن جوزف کے حوالے نے مجھے حسنہ کے بارے میں اور الجھا دیا۔ وہ جو کوئی بھی تھی میرے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ پھر قبل اس کے کہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا حسنہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں رکی کا پتا آپ کو اسی وقت دے سکتی ہوں مگر اسے دشمنوں کی گولیوں سے بچانا آپ کا کام ہوگا اس لیے کہ اگر وہ

"پریشان مت ہو۔" اس نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں تھوڑی بہت خاطر مدارات کے بعد چھوڑ دیا جائے گا لیکن تم آزاد ہونے کے بعد بھی اپنی زبان بند ہی رکھو گے ورنہ ۔۔۔ تم خود سمجھدار ہو۔"

"کیا تم لوگوں نے میرے ڈرائیور کو مار دیا ہے؟"

"فی الحال یہ بے ہوش ہے۔" جواب ملا۔ "دو تین گھنٹے کے بعد دوبارہ ہوش میں آجائے گا۔ اس وقت تک ہم تمہیں چھوڑ چکے ہوں گے۔"

"میرے کچھ سادہ لباس والے بھی میرے تعاقب میں ہوں گے۔" میں نے ندیم کے آدمیوں کے بارے میں سوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ تمہیں راستے میں روکنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں تم دونوں کام آسکتے ہو۔"

"اگر ہم کام آ گئے تو بھی تمہاری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس بار اس کے لہجے میں ایک عجیب سی الجھن موجود تھی۔ "تم بہرحال زندہ رہو گے ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے کہ تمہیں زندہ رکھا جائے۔ یہ اور بات ہے کہ مقابلے کے دوران تمہارے ہی کسی آدمی کی گولی تمہیں چاٹ جائے۔"

"تم مذاق اچھا کر لیتے ہو۔ پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔" میں نے مسکرا کر بے پروائی ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب اگر تم اپنی زبان بند رکھو تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا ذہن بھوشن کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ شاید وہ مجھے اغوا کر کے اپنی برتری کا احساس دلانے کا خواہش مند تھا۔ دوسری شکل میں اس کے آدمی مجھے اس طرح ٹریفک سگنل سے اغوا کرنے کی حماقت بھی نہ کرتے۔ سائلنسر لگے پستول سے سامنے آئے بغیر بھی میرا کام تمام کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی قابل غور تھی۔ وہ دونوں بظاہر اپنی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر کسی قسم کا میک اپ نہیں تھا۔ گاڑی نے ایک موڑ کاٹا تو کریم کا سر ایک طرف ڈھلکنے لگا لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص نے ایک ہاتھ سے اس کا کالر مضبوطی سے پکڑ کر پشت کی جانب کھینچ کر اس طرح بٹھا دیا جیسے وہ آنکھیں بند کیے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ مجھے امید تھی کہ ندیم نے جن آدمیوں کو میری حفاظت کی خاطر مامور کر رکھا تھا وہ کسی بھی لمحے سامنے آکر بازی پلٹنے کی کوشش ضرور کریں گے لیکن اس کے ساتھ ایک خدشہ اور بھی لاحق تھا۔ جو لوگ اغوا کر کے لیے جا رہے تھے ان کے ساتھ بھی تھوڑی بہت نفری اور بھی ہو سکتی تھی جو ندیم کے آدمیوں سے ٹکرا سکتی تھی۔ میں نے اپنی صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا، وہ بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

اغوا کرنے والوں کا اطمینان دیکھ کر یہی لگ رہا تھا جیسے انھیں کسی خطرے یا ٹکراؤ کی امید نہیں تھی پھر ایک اور خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ اگر وہ بھوشن کے آدمی تھے تو پھر کاکا نے اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے یقیناً ندیم کے آدمیوں کو غیر موثر بنا دیا ہوگا۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر دل ہی دل میں کئی بار کاکا کو آواز دی لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ شاید تیسرا موقع تھا جب کاکا نے مجھے نظر انداز کیا جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ صرف بھوشن کی پشت پناہی کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کو بھی پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔" میں نے دوبارہ اغوا کرنے والوں کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"ہو سکتا ہے۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر تم یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تھوڑی سی خاطر مدارات کے بعد مجھے چھوڑ دیا جائے گا تو میں تم دونوں کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہوں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ سوچنا ہمارا نہیں بگ باس کا کام ہے۔ ہم صرف اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے پابند ہیں۔"

"بگ باس سے تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"جلد بازی مت کرو۔" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "بگ باس بھی تمہارا استقبال میک اپ میں نہیں کرے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر ہوا میں تیر چلایا۔ "بھوشن کے تعلقات بہت اوپر تک ہیں لیکن اگر اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تو پھر اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"ہم پہیلیاں بوجھنے کے عادی نہیں ہیں، لیکن تمہاری اطلاع کے لیے اتنا بتا سکتے ہیں کہ اگر کبھی بگ باس اور بھوشن کے درمیان مقابلہ ہوا تو بھوشن کسی پالتو کتے کی طرح دم ہلا کر بگ باس کے قدموں میں لوٹنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

گاڑی شہر سے نکل کر ساحل کی طرف جانے والے راستے پر آئی تو میرے ذہن میں ماہ رخ کا تصور ابھرا۔ ایک بار پہلے بھی مجھے اسی انداز میں اغوا کیا گیا تھا پھر کاکا کی پراسرار قوت نے ان تصاویر کا ایک سیٹ چوری کر لیا تھا جسے ماہ رخ نے مجھے اپنے گھناؤنے مقصد میں کامیابی کی خاطر اپنے سیف میں محفوظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد تصویر کا سیٹ مجھے ڈاک کے ذریعے وصول ہوا تھا لیکن جب میں نے ماہ رخ سے اس گھٹیا حرکت کی شکایت کی تو مجھے بڑی سنجیدگی سے یقین دلایا تھا کہ ان تصاویر کا صرف ایک سیٹ تیار کیا تھا جو بدستور اس کی سیف میں موجود تھا۔ شاید کاکا نے ایک بار پھر مجھے اپنے ناپاک جال میں پھنسانے کی خاطر کوئی نئی سازش تیار کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کسی حسین عورت کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو۔"

"بکواس مت کرو۔" میرے برابر بیٹھا ہوا شخص اچانک بھڑک اٹھا۔ "ہمارا تعلق جس قبیلے سے ہے وہاں کوئی شے ہاتھ پھیلا کر بھیک کی طرح نہیں مانگی جاتی۔ زبردستی چھین لی جاتی ہے۔ رہا حسین عورتوں کا مسئلہ تو وہ معصوم اور حقیر تتلیوں کی مانند ہمارے اردگرد منڈلاتی رہتی ہیں لیکن ہم انہیں منہ بھی لگانا پسند نہیں کرتے۔"

"بیویوں سے ڈرتے ہو گے۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی خاطر کہا۔ یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا جو مجرموں کے سلسلے میں اکثر بڑا کامیاب ثابت ہو چکا تھا۔ شراب کی حدت اور غصے کی شدت انسان کو سچ بولنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ بیرونی ممالک میں حساس اداروں کے افراد مجرموں کو شراب پلا کر اتنا مدہوش کر دیتے ہیں کہ وہ نشے کی حالت میں سچ اگلنے لگتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ کام انڈے "ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ" یا پھر مجرم کی کسی دکھتی رگ پکڑ کر اشتعال دلا کر کیا جاتا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ اس کی زبان کو بھی کچھ دیر کے لیے بند کر دیا جائے۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص پہلی بار کسی شکاری کتے جیسے انداز میں غرایا۔

"نہیں۔" میرے برابر والے شخص نے ہونٹ چباتے ہوئے تلملا کر کہا۔ "ہم بگ باس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔"

"خاصے وفادار معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے صرف لال پیلی نگاہوں سے دیکھنے پر اکتفا کیا۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ بگ باس کے حکم کی وجہ سے خون کا گھونٹ پی رہا ہے۔ دوسری صورت میں شاید وہ تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر میری بوٹیاں کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ساحلی سڑک کا ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد رکی تو میرے ذہن سے ماہ رخ کا خیال بھی نکل گیا۔ آس پاس کہیں وہ ہٹ نظر نہیں آ رہی تھی جسے پہلی بار مجھے بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ میرے برابر بیٹھا ہوا شخص تیزی سے اترا۔ اس نے اپنے ساتھی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کریم کا خیال رکھے۔ اس کے بعد اس نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے گاڑی سے باہر آنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے مسکرا کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے حیرت تھی کہ ابھی تک اس نے میری تلاشی لینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ میرا پستول اس وقت بھی ہمیشہ کی طرح میرے بغلی ہولسٹر میں موجود تھا۔ ان کی ایک پل کی غفلت بھی بازی کا رخ میرے حق میں پلٹ سکتی تھی لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ گاڑی سے

باہر آنے کے بعد ڈرائیونگ کرنے والے نے اپنی خاموشی اور پھرتی سے نکل کر عقب سے میری مشکیں کس دی تھیں کہ میں اس کے آہنی ہاتھ کے حلقے میں کوئی جنبش نہ کر سکا۔ دوسرے شخص نے بھی بڑی چابکدستی سے میرا پستول نکال کر اپنے قبضے میں کرتے ہوئے کہا۔

"سوری مائی ڈیئر' لیکن بگ باس کا یہی حکم تھا کہ تمہیں بغیر کسی آتشی اسلحے کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔"

پھر مجھے کچھ دور پیدل چلنا پڑا۔ میرے تعاقب میں کوئی گاڑی دور دور تک موجود نہیں تھی۔ شاید مجھے اغوا کرنے والوں نے ندیم کے آدمیوں کو راستے ہی میں طاقت کا استعمال کر کے روک لیا تھا۔ گاڑی سے تقریباً پچاس گز دور جانے کے بعد مجھے ایک عالیشان ہٹ کے سامنے روک دیا گیا جو کسی چھوٹے موٹے بنگلے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ ہٹ کے اردگرد بھی دو چار مرد زنانے کے لباس میں ادھر ادھر منڈلا رہے تھے لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ وہ بھی اس ہٹ کی نگرانی پر مامور ہیں۔

"تم اندر جا سکتے ہو۔" مجھے ساتھ لانے والے نے سرد لہجے میں کہا۔ "بگ باس کے ساتھ شرافت ہی سے پیش آنا ورنہ اس کا صرف ایک اشارہ سمندری مچھلیوں کے لیے تمہاری جسمانی غذا کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اندر

داخل ہوا۔ کمرے کی آرائش اور زیبائش دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کی شان و شوکت ہی اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھی کہ وہ جس کی ملکیت تھا وہ بگ باس کہلانے کا مستحق بھی تھا۔ میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا لیکن دیواروں پر نظر آنے والی قدرے عریاں پینٹنگز کے ایسے شاہکار ضرور موجود تھے جو تنہائی کا احساس نہیں ہونے دے رہے تھے۔ مجھے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا پھر دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر جو شخص سامنے آیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں اس سے براہ راست کبھی نہیں ملا تھا لیکن اس کی تصویریں برابر اخبارات کی زینت بنتی رہی تھیں۔ وہ سلیمان شاہ تھا۔ میں غیر اختیاری طور پر اٹھ کھڑا۔ اس کی عمر پچاس سے تجاوز کرتی نظر آ رہی تھی لیکن اس کی صحت قابلِ رشک ہی تھی۔ چہرے پر گہرے سیاہ رنگ کی بڑی بڑی مونچھوں اور مختصر داڑھی نے اس کی شخصیت کو خاصا رعب دار بنا رکھا تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے آدم خور جیسے شیر کی چمکیلی نگاہوں سے گھورتا رہا پھر اس کی گمبھیر آواز کمرے میں گونجی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم پہلی بار براہ راست ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔" اس کا لہجہ بالکل سپاٹ اور خشک تھا۔

"جی ہاں۔" میں نے اس کے اشارے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کو میرے آدمیوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟" اس نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے سوال کیا۔

"جی نہیں لیکن۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے۔۔۔" وہ میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔ "وہ جس طریقے سے آپ کو لائے ہیں وہ کچھ مناسب نہیں تھا لیکن اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔"

"مجھ سے کوئی خاص کام تھا؟"

"کام۔۔۔" وہ اس انداز میں مسکرایا جیسے میں نے کوئی بہت چھوٹی بات کہہ دی ہو پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میری ایک درخواست ہے آپ سے۔"

"آپ حکم دیں۔۔۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔

"بابا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری اس ملاقات کا علم کسی اور کو نہ ہو۔" سلیمان شاہ نے دوبارہ کینچلی بدلی۔ "تم پڑھے لکھے سمجھدار آدمی ہو' تمہارا بزنس بھی میری اطلاع کے مطابق ٹھیک ٹھاک ہی چل رہا ہے اس لیے کیوں اپنے آپ کو جھگڑوں میں ڈالنا چاہتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں شاہ صاحب؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مجھے دوبارہ تم سے ملاقات کی ضرورت نہ پڑے۔" اس کے تیور بتدریج خطرناک ہو رہے تھے۔ "میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے بابا کہ میں تم جیسے شریف لوگوں سے بار بار ملاقات کروں۔"

میرے ذہن میں یکلخت کاکا کا مکروہ تصور ابھرا۔ اس نے ایک موقع پر مجھے دبی زبان میں دھمکی دی تھی کہ اگر میری اور ماہ رخ کی قابل اعتراض حالت میں کھنچی ہوئی تصویروں کا سیٹ سلیمان شاہ تک پہنچ گیا تو میرا انجام کیا ہو گا؟ اس دھمکی کے ساتھ اس نے ایک فرمائش بھی کی تھی کہ جوشن سے نکاح کا خیال ذہن سے نکال دوں۔ سلیمان شاہ کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ تصویروں کا سیٹ دیکھ چکا ہے۔

"میں آپ کا اشارہ نہیں سمجھ سکا۔" میں نے انجان بننے کی کوشش کی تو اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس کی کشادہ پیشانی پر اس کی سخت گیر طبیعت کی نشانی متعدد سلوٹوں کے روپ میں ابھر آئی تھیں۔ ایک لمحے تک وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"کیا تمہیں میرے آدمی کے ذریعے میرا پیغام نہیں ملا۔ اسے محض ایک معمولی کال سمجھ کر نظر انداز مت کرو۔ زندگی سب سے قیمتی شے کا نام ہے لیکن ایک بار چلی جائے تو پھر دوبارہ واپس نہیں آتی کیا اب بھی تمہیں کچھ سمجھانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔"

مجھے وہ کال یاد آ گئی جس میں ماہ رخ سے دور رہنے کی سختی سے تاکید کی گئی تھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کسی طرح میری اور ماہ رخ کی ناشائستہ تصویروں کا سیٹ اس کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سلیمان شاہ کو کیا جواب دیتا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا شاید میری کیفیت اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی۔

"کیا میں نے تم سے کوئی مشکل کام کہا ہے۔" اس نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کے۔۔۔"

"بکواس نہیں چلے گی۔" وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "جو کچھ کہا گیا ہے اس پر شرافت سے عمل کرو ورنہ تمہاری لاش کا بھی کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ سلیمان شاہ کی عزت سے کھیلنا تم جیسے دو کوڑی کے آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"آپ غصہ کرنے میں حق بجانب ہے شاہ جی مگر۔۔۔"

"مفضل واف۔۔۔" سلیمان شاہ نے میرا جملہ کاٹ کر بلند آواز میں کسی کو آواز دی تو ایک تنومند آدمی تیزی سے لپکتا ہوا ہاتھ جوڑ کر کمرے میں آ گیا۔

"حکم سائیں بادشاہ۔" اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بابا۔ اس چھوکرے کو بتاؤ کہ سلیمان شاہ کے سامنے زبان

کھولنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" لیکن ہاتھ ذرا ہلکا رکھنا۔" سلیمان شاہ نے اپنے مخصوص سفاک انداز میں الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "اس کی کھال پتلی ہے' کہیں ضائع نہ ہو جائے۔"

فضل داد سلیمان شاہ کا جملہ ختم ہوتے ہی کسی عقاب کی طرح جھپٹا پھر اس سے پیشتر کہ میں سنبھلنے کی کوشش کرتا اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجوں میں جکڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں فضا میں معلق ہو گیا۔

"فضل داد۔" سلیمان شاہ نے اپنے آدمی کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ "اتنی جلدی مت کرو بابا۔۔۔ بکرے کو بھی قربان کرنے سے پہلے اسے پانی ماتی کھلایا پلایا جاتا ہے۔ اس سے پوچھو اگر اس کی موٹی عقل میں میری باریک بات آگئی ہے تو اسے باہر جا کر ریت پر ڈال دو ورنہ۔۔۔"

"کیوں بچھڑے۔ کیا تیری کھوپڑی میں شاہ سائیں کی بات آگئی ہے یا پھر میں تیرے کو اپنی زبان میں سمجھاؤں۔"

میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دوں' سلیمان شاہ کس کینڈے کا سیاست داں تھا اس کا علم مجھے ندیم اور ماہ رخ کے ذریعے بھی ہو چکا تھا۔ ندیم کے بیان کے مطابق سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان ایک خاص نجی معاہدہ تھا' وہ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے تھے' خود سلیمان شاہ اپنے کسی بڑے فائدے کی خاطر ماہ رخ کو دوسروں کے حوالے کرنے میں کوئی شرم نہیں محسوس کرتا تھا لیکن شاید وہ ہماری تصویریں دیکھ کر بھڑک اٹھا تھا جو اگر منظر عام پر آجاتیں تو میرے علاوہ سلیمان شاہ کی سفاکی بھی خاک میں مل جاتی۔

میں فضا میں بدستور معلق تھا' فضل داد نے مجھے دوبارہ اپنے آہنی بازوؤں پر تولتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔

"ابے کیا تیرے کو سانپ سونگھ گیا۔ جواب دے۔۔۔ سائیں کی بات تیری بدھی میں آئی یا نہیں۔"

"فضل داد۔۔۔" سلیمان شاہ سفاک آواز میں گرج اٹھا۔ "اس حرامی کو وہ چار بار ہوا میں پھرکی کی طرح گھما کر زمین کے بل نیچے پھینک دے' پر کھال کا خیال رکھنا بابا اسے میں اپنے گلشن میں عطر ملا کر رکھوں گا۔"

فضل داد نے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی' موت کا تصور میری پلکوں کے سامنے گھپ اندھیروں کی طرح لہرا گیا' اگر وہ سر کے بل مجھے زمین پر دے مارتا تو شاید میری موت تو نہ واقع ہوتی لیکن دماغ ضرور پلپلا ہو کر رہ جاتا' میں نے جلدی سے سلیمان شاہ کو مخاطب کیا۔

"کیا آپ مجھ سے شائستہ انداز میں گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"ہیجڑا۔۔۔ اب تم سالا نتھو کی اولاد میرے کو تہذیب سکھائے گا' تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔"

"آپ کا غصہ بجا ہے لیکن جس وجہ سے آپ مجھے سزاوار سمجھ رہے ہیں اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

"زبان بند رکھو سور کے تخم۔" سلیمان شاہ کسی زخمی شیرنی کی طرح تڑپ کر بولا۔ "اگر تو نے زبان کھولی تو تیرے سارے تخم کو بھنوا کر رکھ دوں گا۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے سائیں بادشاہ؟" فضل داد نے سلیمان شاہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے کا رنگ آگ کے دہکتے شعلوں کی طرح سرخ ہو رہا تھا اس کی آنکھیں چنگاریاں اگلتی نظر آ رہی تھیں۔

"یہ دلے جابث شرافت کی زبان نہیں سمجھے گا۔" سلیمان شاہ نے مجھے گھورتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔ "سالے کو پھینک دے نیچے اور بھون ڈال گولی سے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن فضل داد نے اس کا موقع نہیں دیا۔ اس نے "مولا مدد" کا نعرہ لگا کر مجھے زمین پر اچھال دیا' میری پولیس ٹریننگ بروقت کام آگئی' سر زمین سے ٹکرانے سے پہلے ہی میں نے جمناسٹک کا مظاہرہ کیا' ہاتھ زمین پر ٹیک کر سر کے بل قلابازی کھا کر اٹھ کھڑا ہوا لیکن فضل داد اتنی دیر میں شلوار کے اندر کہیں اڑسا ہوا پستول نکال چکا تھا۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس پر چھلانگ لگا دوں لیکن اس بار بھی مجھے خفت اٹھانی پڑی۔ وہ میرے ارادے کو بھانپ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ میں اپنی ہی جھونک میں منہ کے بل زمین پر گرا' لیکن موت کے خوف نے میرے جسم میں بجلیاں بھر دی تھیں۔ میں نے دوبارہ پھرتی سے قلابازی کھانے کی کوشش کی لیکن اس بار میں تڑپ کر بلبلا اٹھا۔ سلیمان شاہ کے بوٹ کی بھرپور ٹھوکر میری ریڑھ کی ہڈی پر لگی تھی۔ اسی وقت فضل داد نے اپنا پستول والا ہاتھ ہوا میں بلند کیا تھا' میں نے موت کی اذیت سے بچنے کی خاطر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ایک قدرتی ردعمل تھا۔ اس کے بعد گولی چلنے کی آواز سنائی دی لیکن اس کے ساتھ ہی فضل داد کے کراہنے کی آواز بھی ابھری۔ میں نے تیزی سے آنکھیں کھول کر صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کی' فضل داد فرش پر پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر سلیمان شاہ کی سمت دیکھا۔ وہ غصے میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ ریوالور اس کے بھی ہاتھ میں موجود نہیں تھا۔ وہ سپاٹ نظروں سے دروازے کی جانب گھور رہا تھا۔ میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ دروازے کے سامنے ماہ رخ کھڑی سلیمان شاہ کو کٹکھنی باندھے گھور رہی تھی۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں اعشاریہ بائیس کا پستول دبا ہوا تھا۔ ایک لمحے تک وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر ماہ رخ کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔

"سلیمان شاہ۔ تم جس بات کی سزا اس کو دینا چاہتے ہو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسے میں نے زبردستی اپنے آدمیوں سے اٹھوایا تھا۔ تم نے شاید جو تصاویر دیکھی ہیں اس پر غور نہیں کیا ورنہ تم یہ حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سلیمان شاہ کا لہجہ بھی سرد ہی تھا۔ اس عرصے میں' میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی میری طرف توجہ نہیں دی' پھر ماہ رخ نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے وہ تصویریں اس کی بے ہوشی کی حالت میں اس لیے محفوظ کرلی تھیں کہ یہ دوبارہ میری دعوت شیراز کی خواہش کو رد نہ کر سکے۔"

سلیمان شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی بڑی بڑی خونخوار نگاہوں میں شعلوں کا رقص بدستور جاری تھا۔

"تمہیں شبنم تو یاد ہوگی جسے تم نے کالج کے گیٹ سے زبردستی اٹھوایا تھا۔ منہ کا ذائقہ بدلنے کی خاطر پھر تم نے اس کی چیخ و پکار پر قہقہے لگائے تھے۔" ماہ رخ نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ "تمہاری اور اس کی منہ بولتی فلم بھی میرے پاس موجود ہے۔ سوچو شاہ جی۔۔۔ غور کرو' اگر وہ فلم مارکیٹ میں آجائے تو تہلکہ مچا دے گی' تمہاری ساری قلعی اتر جائے گی اور پھر۔۔۔"

"تم نے اس بے غیرت کے بارے میں مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" سلیمان شاہ نے مصالحتی انداز میں کہا۔ اس کا سارا غصہ سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"ہمارے درمیان اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" ماہ رخ حقارت سے بولی۔ "ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اب ایک دوسرے کی نجی معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لیں گے اور اگر تمہیں کچھ تصویروں کے ذریعے پتا چل گیا تھا تو تم مجھ سے براہ راست پوچھ لیتے۔ شرم کس بات کی تھی' کیا تم اپنے مفاد کی خاطر مجھے۔۔۔"

"چپ کر جا۔" سلیمان شاہ نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہو گیا وہی بہت ہے۔"

"تم اگر اس بے غیرت کو گولی مارنا چاہتے ہو تو اپنے ہاتھ سے مار دو۔" ماہ رخ نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "میں تمہیں روکوں گی نہیں بس پھر مجھے بھی اختیار ہوگا میں بھی ایک ایک بے غیرتوں کو چن چن کر ختم کروں گی۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے' میں نے اسی دن کے لیے تمہارے لیے بہت سارے منہ بولتے ثبوت کسی قابل بھروسا آدمی کے پاس رکھ چھوڑے ہیں' جس روز بھی تم نے مجھے راستے سے ہٹانے یا میرے پرائیویٹ معاملات میں ٹانگیں پھنسانے کی کوشش کی تو وہ سارے ثبوت ایک ایک کرکے۔۔۔"

"کچھ شرم کر۔ کیا بولے چلے جا رہی ہے۔" سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو سمجھانے کی کوشش کی پھر میری طرف گھور کر بولا۔ "اسے سمجھا دے کہ اگر اس نے کسی کے سامنے زبان کھولنے کی کوشش کی تو پھر ہمارے درمیان معاہدے ٹوٹ جائیں گے۔"

"اس قسم کے معاہدوں کے ٹوٹنے سے کسی ایک پارٹی کا نہیں' دونوں پارٹیوں کو نقصان ہوتا ہے۔" ماہ رخ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ہم دونوں کے لیے شاید یہی بہتر ہوگا کہ اپنے درمیان بارٹر سسٹم (BARTER SYSTEM) کا سلسلہ جاری رکھیں۔ تم تو بڑے سمجھے ہوئے اور دور اندیش سیاست داں ہو' کیا تمہیں آیندہ کے لیے اپنا مفاد منظور نہیں ہے۔"

جواب میں سلیمان شاہ کی نگاہوں میں ایک لمحے کے لیے کسی آدم خور چالاک چیتے کی سی چمک پیدا ہوئی پھر دوسرے ہی لمحے وہ نظریں جھکا کر اندر چلا گیا۔ میں محو حیرت کھڑا تھا۔ سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان جو مکالمے بازی ہوئی تھی وہ انتہائی شرمناک تھی۔ خود مجھے اس وقت احساس ہو رہا تھا جیسے راہ چلتے ہوئے کسی عمارت کی اوپری منزل سے گھر کی تمام غلاظت میرے اوپر پھینک دی گئی ہو لیکن ماہ رخ کے چہرے پر شرمندگی کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ فاتحانہ انداز میں کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے گھور رہی تھی۔

میں نے ماہ رخ سے ان تصاویر کے لیے کہا تھا کہ وہ اسے پہلی فرصت میں مع نگیٹو جلا دے۔ اس نے وعدہ کیا تھا لیکن شاید وہ تصویروں کو ضائع نہیں کر سکی تھی اور کسی طرح وہ سلیمان شاہ کے ہاتھ لگ گئی تھیں پھر یکلخت میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا' ان تصویروں کا سیٹ مجھے بھی کالکا نے ہی اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعہ بھیجا تھا۔ بھوشن جوزف سے دور رہنے کے لیے اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوٹوز سلیمان شاہ کے ہاتھ بھی لگ سکتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں تلملا کر رہ گیا۔

"پریشان مت ہو شہباز خان۔" ماہ رخ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "سلیمان شاہ اب تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو لیکن محبت' سیاست اور جنگ و جدل میں ہر حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"تمہارے کہنے کے مطابق سلیمان شاہ ممکن ہے میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے لیکن اس کا ایک اشارہ بھی مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے بہت کافی ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر اس نے ایسا کیا تو وہ حق بجانب ہوگا اس لیے کہ دنیا کا کوئی بھی مرد۔۔۔"

"صرف مووی کیوں۔" وہ بے شرمی سے مسکرائی۔ "زمانہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے مائی ڈیئر' اب عورت بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتی ہے۔"

"اور اس پتھراؤ کے درمیان پھنس کر کوئی تیسرا شخص بھی زخمی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میری بات کا یقین کرو۔" وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔ "سلیمان شاہ کم از کم میرے معاملے میں سر اٹھانے کی کوشش بھی نہ کرے گا۔"

"کیا تم نے وہ تصاویر نہیں جلائی تھیں؟"

"ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کوئی حکم دو اور میں انکار کروں؟" اس نے ایک خاص ادا سے اپنے بال پشت کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"پھر۔"

"مجھے بھی حیرت ہے کہ وہ تصاویر۔"

"کیا سلیمان نے ان تصویروں کا کوئی ذکر کیا تھا؟"

"نہیں' لیکن اس کے علاوہ بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

میں نے سلیمان شاہ سے ہونے والی گفتگو دہرائی تو ماہ رخ نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ جس طرح میرے خادم سلیمان شاہ کی ایک ایک حرکتوں پر نظر رکھتے ہیں اسی طرح اس نے میرے پیچھے بھی دو چار شکاری کتے لگا دیے ہوں' جنھوں نے تمہارے بارے میں اس کے کان بھر دیے ہوں۔"

"اس لاش کا کیا کرو گی؟" میں نے فضل داد کی طرف دیکھا جو خون میں لت پت اکڑا پڑا تھا۔

"میں مردوں کا نہیں صرف زندوں کا خیال رکھتی ہوں۔" اس نے خود سپردگی کے انداز میں میرے اور قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔ اس کا پورا وجود مہک رہا تھا' کسی تیز سینٹ کی خوشبو اس کے جسم سے پھوٹ پھوٹ کر پورے کمرے میں پھیل رہی تھی' فضل داد کی لاش اس کے لیے کسی چوہے یا بلی کی لاش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" اس نے اپنے گداز ہونٹوں پر انگلی گھماتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر سکون کا سانس تو لے لو۔"

"جو آدمی مجھے اغوا کر کے لائے تھے ان کا کیا بنا؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"پریشان مت ہو وہ اب میرے حکم سے تمہاری گاڑی کو اسی پارکنگ لاٹ تک چھوڑ کر آئیں گے جہاں سے لائے تھے۔"

"لیکن میرا ڈرائیور؟"

"وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آجائے گا۔" ماہ رخ نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نشیلی آواز میں پوچھا۔ "کیا وہ تمہیں اپنی ماہ رخ سے زیادہ عزیز ہے؟"

"پلیز۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ وقت اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ موقع کی نزاکت کو محسوس کرنے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے' پھر بھی سہی۔" وہ ایک ادا سے انگڑائی لے کر بولی' لیکن پھر دوسرے ہی لمحے سنجیدہ ہو گئی۔ "شہباز' کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون تھی؟"

"لڑکی۔" میں چونکا۔ "کس لڑکی کی بات کر رہی ہو؟"

"ڈاج دینے کی کوشش مت کرو مائی ڈیئر۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "ماہ رخ اڑتی ہوئی چڑیا کے پر بھی گن لیتی ہے۔ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں' تم چاہے کسی سے بھی ملو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن شرط ہے کہ تم اسے ماہ رخ پر فوقیت نہیں دو گے۔"

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ میں اس ٹائپ کا نہیں ہوں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔" میں روکھائی سے بولا۔

"پھر شاید وہ حسینہ تمہارے اوپر مہربان ہوگی' جس کی وجہ سے تم اس وقت زندہ کھڑے ہو' اگر اس نے بروقت اطلاع نہ دی ہوتی یا مجھے یہاں پہنچنے میں ایک منٹ کی بھی دیر ہو جاتی تو شاید۔ کیا اب بھی تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا تمہیں کسی لڑکی نے میرے اغوا ہونے کے بارے میں مطلع کیا تھا؟" میں حیرت سے چونکا۔

"اس کی آواز فون پر بھی خاصی سریلی لگی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ خود بھی رنگیلی ہوگی ورنہ پھر کو آسانی سے جونک نہیں لگا کرتی' کیا خیال ہے؟"

میں نے ماہ رخ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے ذہن میں کانگا اور لیڈی ملارنس کا نام گونجا لیکن میں فوری طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھا کہ ان دونوں میں سے کس نے بقول ماہ رخ کے سریلی آواز میں میری زندگی بچانے کی کوشش کی تھی۔

اس کے بعد

"حصہ پنجم"

کا مطالعہ کریں